سبیل الرشاد

جلد دوم

مجلس انصاراللہ کے متعلق

حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

کے

خطابات اور ارشادات

Document scanned by Dr. Wajeeh Bajwa, USA

نام کتاب: سبیل الرّشاد جلد دوم
سن اشاعت: 2006ء
تعداد اشاعت: ایک ہزار
کمپوزنگ: انیس احمد
ناشر: عبدالمنان کوثر
مطبع: ضیاءالاسلام پریس ربوہ

پیش لفظ

خلافت ثالثہ کے بابرکت دور میں جہاں اللہ تعالیٰ کے بہت سے وعدے پورے ہوئے وہاں ہم نے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور نشانات کو آسمانوں سے بارش کی طرح نازل ہوتے دیکھا۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّکَ" کے الفاظ میں دی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں۔"

(تذکرہ صفحہ ۵۱۹)

حضرت مصلح موعود نے جہاں جماعت احمدیہ میں خلافت کے استحکام کی ایک طویل جدوجہد فرمائی اور کامیابی حاصل کی وہاں آپ نے آنے والے خلیفہ کو یہ بھی خوشخبری دے دی۔

"میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا......اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔"

(خلافت حقہ اسلامیہ صفحہ ۱۷)

۹ رنومبر ۱۹۶۵ء کو جب وہ وجود مسعود خلافت پر متمکن ہوا تو دنیا نے اس کو ایک نئے روپ میں دیکھا۔

آپ نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی جماعت احمدیہ کو یہ خوشخبری سنائی۔

"میں جماعت احمدیہ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت اہم ہیں کیونکہ دنیا میں ایک روحانی انقلاب عظیم پیدا ہونے والا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سی خوش بخت قومیں ہوں گی جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہوں گی اور وہ افریقہ میں ہوں گی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں لیکن میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کر لے گی۔" (روزنامہ الفضل ربوہ ۹ رجنوری ۱۹۶۶ء)

۱۹۷۴ء کے پُر آشوب دور میں جب جماعت احمدیہ کے مخالفین کو پس پردہ حکومتوں کی حمایت حاصل تھی اور دنیوی آنکھ دیکھ رہی تھی کہ یہ جماعت اپنی زندگی کی آخری ہچکی کب لیتی ہے اور حاکم وقت جماعت احمدیہ کے ہاتھوں میں کشکول پکڑوانے کے دعوے کر رہے تھے۔ اس ابتلاء اور آزمائش کے موقع پر آپ نے غم زدہ اور زخم خوردہ احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''مسکراؤ مسکراؤ اور مسکراتے چلے جاؤ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو ہماری مسکراہٹیں چھین سکے''

آپ کے دل میں احباب جماعت کے لئے جو پیار و محبت کا سمندر موجزن تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں۔ان دنوں میں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ میں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔''

(جلسہ سالانہ کی دعائیں صفحہ ۹۷)

خلیفہ وقت کے دل میں احباب جماعت کے لئے اور احباب کے دلوں میں خلیفۂ وقت کے لئے محبت کا جو جذبہ موجزن ہوتا ہے اُس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خلیفہ وقت کے دل میں اللہ تعالیٰ احباب جماعت احمدیہ کے لئے اس قدر شدید محبت پیدا کرتا ہے کہ دنیا اس کا اندازہ نہیں کر سکتی اور جماعت کے دل میں اس کے لئے ایک ایسی محبت پیدا کرتا ہے جو دنیا کی عقل کو حیران کرنے والی ہو اور جب ان دو محبتوں کی آگ اکٹھی ہوتی ہے تو سارے وجود غائب ہو جاتے ہیں اور سارے مل کے ایک وجود بن جاتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف ایک وہ دل ہوتا ہے کہ جماعت کے ہر فرد کے دکھ میں برابر کا شریک اور ان کی پریشانیوں میں برابر کا حصہ دار۔انسان کے ساتھ پریشانیاں لگی ہوئی ہیں اس لئے آپ میں سے ہر شخص کسی نہ کسی وقت ضرور پریشان ہوا ہوگا اور آپ میں سے ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ آپ ایک کی پریشانی نے آپ کو کتنا پریشان کیا۔وہ اس پریشانی کے وقت کس قدر پریشان ہوا۔تو وہ دل جو ہر پریشان دل کے ساتھ اسی طرح پریشان ہوا اور جس نے ہر دُکھ اٹھائے جانے والے بھائی کے ساتھ ویسا ہی دُکھ اٹھایا اس دل کی کیا کیفیت ہوگی۔''

(کتاب ہذا صفحہ ۷۲۔۷۳)

آپ نے بنی نوع انسان کی عزت اور احترام کو قائم کرنے کے لئے جہاں خود جدوجہد کی وہاں جماعت احمدیہ کو یہ لائحہ عمل دیا کہ LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔

خدا اور اس کے رسول اور قرآن کی محبت آپ کی روح کی غذا تھی۔اس محبت کو تمام بنی نوع انسان میں پیدا کرنے کے لئے آپ ساری زندگی سرگرم عمل رہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات، آپ کی انسانی خدمات، آپ کا احسان اور وہ حسن جو خدا نے آپ کے اندر پیدا کیا وہ اس بات کا شاہد ہے کہ جب کوئی چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یا خوبی کے یا آپ کے کسی حسن و احسان یا آپ کے کسی نور کے مقابلہ میں آئے گی تو دھتکار دی جائے گی..........قرآنِ کریم نے کہا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ

کے احسانوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکو گے۔ بارش کے قطرے گنے جا سکتے ہیں۔لیکن خدا تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کو نہیں گنا جا سکتا۔خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وجود ہم پر احسان کرنے کے لئے ،خدا کے حسن کے جلوے اپنی زندگی میں ہمیں دکھانے کے لئے مبعوث کیا تھا۔'' (کتاب ہذا صفحہ ۲۵۱)

پھر قرآن کریم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے۔اس لئے اس سے پیار کریں۔...............قرآن کریم کی عظمت کو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔قرآن کریم کی عظمتوں کو اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کیا۔ہم نے قرآن کریم کی مٹھاس اپنی زبان سے چکھی۔اس کی سریلی آواز کو ہمارے کانوں نے سنا۔اس کی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی خوشبو کو ہمارے ناکوں نے سونگھا۔ہمارے سارے حواس اس کی عظمت کے قائل اور اس کی بڑائی کے مداح ہیں۔اس کو ہم نہیں چھوڑ سکتے۔'' (کتاب ہذا صفحہ ۲۵۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دورِ خلافت میں جماعتی اور ذیلی تنظیموں کو تیز تر کرنے کے لئے ہدایات فرمائیں اور مجلس انصار اللہ کو اپنی ذمہ واریوں اور فرائض کی طرف بار بار توجہ دلائی کہ اللہ اور رسول اور قرآن کریم کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت کریں۔اُن کا مطالعہ کریں کہ آئندہ آنے والے ہزار سال کے لئے ضروری علوم اور اور پیدا ہونے والے مسائل کا حل ان میں بیان ہوئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے انصار اللہ سے متعلق خطابات اور ارشادات کو مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب نے سبیل الرشاد جلد دوم کے نام سے ترتیب دیا ہے جسے مجلس انصار اللہ پاکستان شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے خدا کرے کہ تمام انصار اس روحانی مائدہ سے استفادہ کرنے کی توفیق پائیں۔وباللہ التوفیق!

خاکسار

مرزا غلام احمد

صدر مجلس انصار اللہ پاکستان

فہرست عناوین

نمبر شمار	عنوان	فرمودہ	صفحہ
۱	افتتاحی خطاب	۲۸؍اکتوبر ۱۹۶۶ء	۱
۲	اختتامی خطاب	۳۰؍اکتوبر ۱۹۶۶ء	۱۷
۳	کراچی کے اجتماع سے خطاب	۷؍جولائی ۱۹۶۷ء	۳۹
۴	افتتاحی خطاب	۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۷ء	۵۳
۵	اختتامی خطاب	۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۷ء	۶۵
۶	افتتاحی خطاب	۲۵؍اکتوبر ۱۹۶۸ء	۸۱
۷	اختتامی خطاب	۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۸ء	۹۱
۸	افتتاحی خطاب	۲۴؍اکتوبر ۱۹۶۹ء	۱۱۹
۹	اختتامی خطاب	۲۶؍اکتوبر ۱۹۶۹ء	۱۴۵
۱۰	افتتاحی خطاب	۲۳؍اکتوبر ۱۹۷۰ء	۱۷۳
۱۱	اختتامی خطاب	۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۰ء	۱۹۱
۱۲	افتتاحی خطاب	۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۱ء	۱۹۵
۱۳	اختتامی خطاب	۱۷؍اکتوبر ۱۹۷۱ء	۲۱۱
۱۴	افتتاحی خطاب	۱۷؍نومبر ۱۹۷۲ء	۲۲۱

۱۵	افتتاحی خطاب	۱۹؍نومبر۱۹۷۲ء	۲۳۵
۱۶	افتتاحی خطاب	۹؍نومبر۱۹۷۳ء	۲۵۹
۱۷	افتتاحی خطاب	۱۱؍نومبر۱۹۷۳ء	۲۷۵
۱۸	افتتاحی خطاب	۱۱؍اپریل۱۹۷۶ء	۲۹۷
۱۹	افتتاحی خطاب	۲۸؍اکتوبر۱۹۷۷ء	۳۱۹
۲۰	افتتاحی خطاب	۳۰؍اکتوبر۱۹۷۷ء	۳۳۳
۲۱	افتتاحی خطاب	۲۷؍اکتوبر۱۹۷۸	۳۵۵
۲۲	افتتاحی خطاب	۲۹؍اکتوبر۱۹۷۸ء	۳۶۹
۲۳	افتتاحی خطاب	۲۶؍اکتوبر۱۹۷۹ء	۳۸۹
۲۴	افتتاحی خطاب	۲۸؍اکتوبر۱۹۷۹ء	۳۹۳
۲۵	افتتاحی خطاب	۳۱؍اکتوبر۱۹۸۰ء	۴۰۱
۲۶	افتتاحی خطاب	۲؍نومبر۱۹۸۰ء	۴۱۱
۲۷	کراچی کے اجتماع سے خطاب	۲۱؍اگست۱۹۸۱ء	۴۲۳
۲۸	افتتاحی خطاب	۳۰؍اکتوبر۱۹۸۱ء	۴۴۱
۲۹	افتتاحی خطاب	یکم نومبر۱۹۸۱ء	۴۵۵

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۸؍اخاء ۱۳۴۵ہش ۲۸؍اکتوبر ۱۹۶۶ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

ربوہ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۶۶ء۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے گیارہویں سالانہ اجتماع کا افتتاح فرمانے کے لئے ٹھیک تین بجے سہ پہر مقام اجتماع میں تشریف لائے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جو مکرم حافظ مسعود احمد صاحب سرگودھا نے کی۔ حضور نے کھڑے ہو کر جملہ انصار سے ان کا عہد دہروایا۔ اس کے بعد فرمایا:

آج مَیں پُرانا طریق بدل کر پہلے افتتاحی دعا کرواؤں گا اور بعد میں چند باتیں اپنے دوستوں کے سامنے بیان کروں گا۔ انشاء اللہ۔ ہمیں خاص طور پر یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو بہت ہی بابرکت کرے اور ہم مطمئن قلوب کے ساتھ گھروں کو واپس جائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ [1] اللہ تعالیٰ کے ذکر کے نتیجہ میں ہی انسانوں کے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم ہمیشہ ہی خصوصاً اجتماع کی گھڑیوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزارنے والے ہوں اور اس رنگ میں اس کا ذکر کرنے والے ہوں کہ وہ ہم سے خوش اور راضی ہو جائے اور اپنی رضا کی خلعت سے ہمیں نوازے اور اپنی رحمتوں کی چادر ہمارے اوپر ڈالے اور اپنی مغفرت کی چادر میں ہماری تمام کمزوریوں کو چھپالے اور ہم جو نہایت ہی کمزور اور ناتواں ہیں ہمیں خود اپنی طرف سے قوت اور طاقت عطا کرے کہ ہم اس کی توحید کے قیام اور اسلام کی اشاعت میں کامیاب کردار ادا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے مسلمان اور حقیقی احمدی بنائے۔ (اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت ایک لمبی اور پرسوز دعا فرمائی)

اس کے بعد حضور نے اپنی تقریر شروع فرمائی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

بحیثیت افراد جماعت انصار اللہ کی ذمہ داریاں

اس وقت مَیں چند متفرق باتیں انصار اللہ کے کاموں کے متعلق اپنے دوستوں سے کہنا چاہتا

[1] سورۃ الرعد: ۲۹

ہوں- انصار اللہ کے ذمہ دو قسم کے کام ہیں- ایک کام بحیثیت افراد جماعت- جماعت کی ذمہ داریوں کو دوسروں کی نسبت بہتر رنگ میں ادا کرنے کی ذمہ داری ہے اور دوسرا کام اس تنظیم کے لحاظ سے بحیثیت انصار- انصار اللہ کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کی ذمہ داری ہے- بحیثیت افرادِ جماعت جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ان میں سے کچھ صدر انجمن احمدیہ کی تنظیم سے تعلق رکھتی ہیں' کچھ تحریک جدید کی تنظیم سے تعلق رکھنے والی ہیں اور کچھ کا واسطہ وقفِ جدید کے ساتھ ہے-

تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھیں

تحریک جدید کے سال نو کا اعلان مَیں نے آج خطبہ جمعہ میں کیا ہے- میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھے تو اس سے بہت زیادہ قربانی (مالی بھی اور جانی بھی) پیش کرے جتنی کہ وہ اس وقت پیش کر رہی ہے-

۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کا اجراء کیا تو حضور نے شروع میں فرمایا- مَیں ایک سکیم جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں- اسوقت جماعت نہایت نازک دور میں سے گزر رہی تھی- تمام گروہ اور فرقے خواہ ان کا تعلق اسلام سے تھا یا دیگر مذاہب سے' وہ مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے یا سیاسی تنظیموں سے انکا تعلق تھا، اکٹھے ہو کر جماعت کے خلاف برسر پیکار تھے اور ان میں سے بعض تو یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اس چھوٹی سی جماعت کو کلیۃً نیست و نابود کر دیں گے- نیست و نابود تو دنیا سے وہی جماعت ہوا کرتی ہے جسے نیست و نابود کرنے کا آسمان پر اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے- وہ جماعتیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے قائم کرتا ہے وہ اپنی قدرتوں سے ان کی حفاظت بھی کیا کرتا ہے- غرض نیست و نابود ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن جماعت کو ان فتنوں سے محفوظ رکھنے اور ان فتنوں کے نتیجہ میں جو دکھ اور تکلیف جماعت کو پہنچ سکتی تھی ان سے بچانے کیلئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بہت سی باتیں سوچیں اور انہیں جماعت کے سامنے رکھا- اس وقت دنیا میں ہندوستان کے علاوہ کم ہی ایسے مقامات تھے جہاں جماعت کا پاؤں مضبوطی سے قائم ہو چکا تھا لیکن اس سکیم کے نتیجہ میں ان چند سالوں میں (قریباً ۳۲ سال اس سکیم کے اجراء کو ہوئے ہیں اور قوموں کی زندگی میں یہ کوئی لمبا عرصہ نہیں سمجھا جاتا) اللہ تعالیٰ نے درجنوں ملکوں میں جماعت کو بڑی طاقت و قوت اور اثر و رسوخ عطا کیا ہے- اور جیسا کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے جو پھل ہم نے آج تک اس تحریک سے چکھے ہیں اور جنہیں ہم کھا رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کی لذت اپنے اندر لئے ہوئے ہیں کہ وہ کسی دنیوی درخت کے پھل نہیں ہو سکتے- وہ جنت ہی کے درخت تھے جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین پر بھیجے اور

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اس دنیا میں لگائے۔

بعض ملک تو ایسے ہیں کہ وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے یا بعض جگہ اپنی مالی قربانیوں کے لحاظ سے پاکستان کی جماعت احمدیہ کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اگر ہم چوکس و بیدار نہ ہوئے۔ اگر ہمارے دل میں یہ خواہش ٹھنڈی نہ پڑ گئی کہ ہم نے کسی اور جماعت کو اپنے سے آگے نہیں نکلنے دینا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنا مسیح ہمارے درمیان پیدا کیا تھا اور اگر ہم دوسروں کو آگے بڑھنے دیں تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہم یہ ثابت کر رہے ہوں گے کہ ہم نے اس نعمت کی وہ قدر نہیں کی جو قدر ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی کسی نعمت کی کرنی چاہئے۔

اس وقت مَیں جماعتوں سے تحریک جدید کی مالی قربانیوں کے متعلق وعدے بھی لینا چاہتا ہوں۔ کچھ افراد کے وعدے تو میرے پاس پہنچ چکے ہیں اور ان وعدوں میں حضرت مصلح موعودؓ کی ہر دو ازواج (جو میری مائیں ہیں) کے وعدے شامل ہیں۔ انہوں نے سب سے سبقت کی ہے اور جب مَیں جمعہ پڑھا کر اندر گیا تو اس وقت ان کے وعدے مجھے مل گئے۔ پھر کراچی کی جماعت کا بھی ایک وعدہ پچاس ہزار روپیہ کا ہے۔ جزاکم اللہ لیکن اُن کا سالِ رواں کا وعدہ ۸۰ ہزار روپے کا ہے۔ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ ہماری پہلی قسط ہے زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم واپس جا کر لکھیں گے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ جب انکی تفصیل مجھے پہنچے گی تو وہ ۸۰ ہزار روپے کے لگ بھگ نہیں ہوگی بلکہ نوے ہزار یا ایک لاکھ کے لگ بھگ ہوگی۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے دفتر دوم اس طرف پوری توجہ نہیں کر رہا۔ وہ احمدی جو تحریک جدید کے دفتر دوم میں شامل ہوئے ہیں اگر حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کے مطابق اپنی ایک ماہ کی آمد کا ۵/۱ حصہ تحریک جدید کے لئے ادا کریں تو ان کے وعدے دو لاکھ نوّے ہزار کی بجائے پانچ لاکھ تک ہو سکتے ہیں۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دلوں میں تڑپ تو ضرور ہوگی کہ وہ حضور کی اس خواہش کو پورا کرنے والے ہوں لیکن سستی اور غفلت کے نتیجہ میں وہ ابھی تک ایسا نہیں کر سکے۔ ۲۲ سال گزر چکے ہیں۔ تئیسویں سال یہ غفلت اور سستی دور ہونی چاہئے اور دفتر دوم کے وعدے پانچ لاکھ تک ضرور پہنچ جانے چاہئیں۔

دفتر اول ایک ایسا دفتر ہے جس کی آمد دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے اور کم ہوتی جانی چاہئے کیونکہ جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے اڑھائی ہزار احمدی جنہوں نے دفتر اول میں حصہ لیا تھا وفات پا چکے ہیں اور اڑھائی ہزار باقی ہیں۔ یعنی دفتر اول میں حصہ لینے والوں کا پچاس فیصدی اس دنیا سے گزر گیا ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا تھا ان کی جگہ دفتر سوئم نے لینی ہے۔ اس وقت اصل بار دفتر دوم پر ہے۔ ان کو اس طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ اس وقت حال یہ ہے کہ باہر کے ممالک ہم سے مبلغین کا بھی مطالبہ کر رہے

ہیں اور کتب اور رسالوں کا بھی جو ہم شائع کر چکے ہیں یا شائع کر رہے ہیں بڑی کثرت سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر اس وقت ہم نے ان کی روحانی پیاس کو سیر نہ کیا تو جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر جسمانی پیاس کسی شخص کو ہو اور اسے پانی نہ ملے تو کچھ دیر کے بعد وہ پیاس خود بخود بُجھ جاتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کی پیاس بُجھ جائے اور ان کی توجہ اسلام سے پھر ہٹ جائے۔ پس یہ وقت ہے کہ ہم ان کی پیاس کو سیر کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم کے جو تراجم اور تفاسیر مختلف زبانوں میں کی گئی ہیں وہ بھی ان زبانوں کے جاننے والوں کے ہاتھ میں دیں اور وہ ممالک جن کی زبانوں میں ابھی تک قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر نہیں ہوئیں ان زبانوں میں بھی زیادہ سے زیادہ تراجم اور تفاسیر شائع کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے ہوں گے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس دعویٰ میں سچے نہیں تھے کہ تمام ادیانِ عالم پر اسلام کو غالب کرنے کے لئے آپ کی بعثت ہوئی ہے اور آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر انسان کے دل میں گاڑ دے۔ پس اس کی طرف بہت جلد توجہ کرنی چاہئے۔ اس وقت بے شک آپ پہلی قسط ہی وعدوں کی لکھوائیں لیکن اس وقت کم از کم بڑی بڑی جماعتیں ضرور اپنے وعدے لکھوا دیں۔ ❶

حضور نے اس دوران فرمایا۔

اگر احمدی زمیندار فصل بونے سے پہلے یہ دعا کریں کہ اے خدا اگر ہماری فصل پچھلے سال سے زیادہ ہو جائے۔ مثلاً گندم اگر پچھلے سال سے زیادہ ہو تو زائد گندم میں سے نصف تیری راہ میں خرچ کریں گے تو اس سے ان کی فصلوں میں بڑی برکت پیدا ہو جائے گی۔

اسی طرح ربوہ کی جماعت کی طرف سے وعدہ پیش ہونے پر فرمایا:

ربوہ کی جماعت نے گزشتہ سال سے پانچ ہزار روپیہ زیادہ کا وعدہ کیا ہے۔ گزشتہ سال ان کا وعدہ ۴۸ ہزار روپیہ کا تھا اور اس سال ان کا وعدہ ۵۳ ہزار روپیہ کا ہے۔ اس وعدہ میں وہ رقم شامل نہیں جو حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے آئی تھی۔ یعنی ساڑھے بارہ ہزار روپے جو حضرت مصلح موعود ادا فرمایا کرتے تھے اور اب بھی انشاء اللہ ملا کریں گے۔

کیمبل پور (اٹک) کی جماعت کے وعدہ کے پیش ہونے پر فرمایا:

کیمبل پور (اٹک) اور میانوالی میں جماعتوں کی تعداد اور افراد کی تعداد کو بڑھانے کی کوشش

❶ نوٹ: حضور کے اس ارشاد پر مخلصین جماعت نے انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی اپنے وعدے پیش کئے۔ ان وعدوں کی میزان اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانچ لاکھ دس ہزار روپیہ تک پہنچ گئی۔ الحمد للہ

کرنی چاہئے۔

اس کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک

سال رواں میں مَیں نے دو بڑی تحریکیں جماعت کے سامنے رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک ہے۔ جب تک ہم جماعت کے ہر فرد کو قرآن کریم کے مطالب سے متعارف نہیں کروا دیتے ہم قرآن کریم کی ساری برکات سے بحیثیت جماعت کس طرح حصہ لے سکتے ہیں؟ کچھ جماعتوں نے اس کی طرف خاص توجہ دی ہے اور اس کے نتیجہ میں اس تحریک کے وہاں بڑے اچھے نتائج نکل رہے ہیں۔ بعض جماعتیں ایسی ہیں جنہوں نے ایک لمبے عرصہ تک اس کی طرف توجہ دی اور پھر سستی اختیار کر لی۔ بعض جماعتیں ایسی ہیں کہ جن کا دل تو چاہتا ہے لیکن وہاں کوئی انتظام نہیں اور آخر میں شاید دو چار جماعتیں ایسی بھی ہوں جن کی توجہ ابھی تک اس طرف نہیں ہوئی اور ان کا دل بھی نہیں چاہتا۔

سب جماعتوں کو سنبھالنا ہمارا فرض ہے اگر آپ خود بحیثیت جماعت قرآن کریم کی وہ قدر نہ کریں جو قدر قرآن کریم کی کرنی چاہئے تو اللہ تعالیٰ آپ سے بحیثیت جماعت پوری طرح خوش کیسے ہو سکتا ہے۔ جن جماعتوں میں قرآن کریم پڑھانے کا انتظام نہیں یا جن جماعتوں کی اس طرف توجہ ہی نہیں ان کے لئے بہرحال باہر سے انتظام کرنا پڑے گا اور باہر سے انتظام دو طریق پر کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ با تنخواہ معلم وہاں رکھیں اور دوسرے یہ کہ وقفِ عارضی کے وفود یکے بعد دیگرے بغیر وقفہ کے وہاں پہنچتے رہیں۔

ایک جماعت میں ہم نے وقفِ عارضی کا ایک وفد بھیجا۔ مَیں سمجھتا ہوں وہ جماعت سمجھدار تھی انہوں نے اس خیال سے کہ اس وفد کے بعد دوسرا وفد آئے گا پھر تیسرا وفد آئے گا انہوں نے اپنے بچے جو ایک غیر معلم کے پاس پڑھ رہے تھے اٹھا لئے اور انہیں وفد کے سپرد کر دیا۔ پندرہ دن کے بعد وہ وفد واپس آ گیا اور چونکہ ہمارے پاس زیادہ آدمی نہیں تھے اس لئے ہم وہاں دوسرا وفد نہ بھجوا سکے۔ ایک مہینہ کے بعد جب ہمارا دوسرا وفد وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا اب ہم اپنے بچے آپ سے نہیں پڑھوائیں گے۔ پہلے ہم نے اپنے بچے فلاں مولوی صاحب کے پاس سے اٹھوا لئے تھے اور اب بڑی مشکل سے بڑی منتیں کر کے اور بڑی خوشامد کے بعد ہم نے ان کو اس بات پر تیار کیا ہے کہ وہ ہمارے بچوں کو پڑھائیں۔ یا تو ایک مستقل سلسلہ وفود کا ہمارے پاس آئے یا ایک مستقل معلم ہمیں دیا جائے تب ہم اپنے بچوں کو آپ سے پڑھوا سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایک خواہش اور جذبہ ضرور ہے کہ ان کے

بچے قرآن کریم پڑھیں لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مستقل انتظام ہونا چاہئے اس لئے قرآن کریم کے پڑھانے کا منصوبہ اور وقف عارضی کی سکیم پہلو بہ پہلو چلتی ہیں۔ اگر کم از کم پانچ ہزار واقفین عارضی ہوں تو ہم ایک حد تک جماعتوں کو سنبھال لیں گے۔ گو پھر بھی ہر جماعت میں ہمارا وفد نہیں جا سکے گا۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکے گا کہ کسی جماعت میں ہمارا وفد مستقل طور پر سارا سال رہے۔

اس وقت تک ہمیں ایک دو کم ایک ہزار واقفین ملے ہیں یہ بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہے لیکن یہ تعداد ہماری ضرورت کو پورا نہیں کرتی۔ یا تو جماعت ہمیں مستقل معلم دے یا مستقل طور پر ایسا انتظام کرے کہ اتنے واقفین عارضی ہمیں مل جائیں کہ یکے بعد دیگرے واقفین عارضی کا وفد ان جماعتوں میں بیٹھا رہے۔

واقفین عارضی اپنا کھانا خود پکائیں

واقفین عارضی کے لئے ہم نے یہ ضروری شرط لگائی تھی کہ وہ اپنے کھانے کا یا کوئی اور بوجھ اس جماعت پر نہ ڈالیں جس میں وہ بھیجے جائیں۔ لیکن بعض واقفین عارضی نے ہمارے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون نہیں کیا۔ اسی طرح بہت سی جماعتوں نے بھی اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ تعاون نہیں کیا اور اس طرح ہمارے لئے ایک بڑی مشکل پیدا کر دی ہے۔ جب آپ کا امام کہتا ہے کہ مَیں ایسے آدمی بھیج رہا ہوں جن کو تم نے کھانا نہیں کھلانا تو پھر کیوں آپ انہیں کھانا کھلاتے ہیں۔ آپ کی عزت امام کا کہا ماننے میں ہے کسی کو کھانا کھلانے یا نہ کھلانے میں نہیں۔ اسی طرح اگر کسی گاؤں میں واقفین عارضی کا کوئی وفد جاتا ہے تو اس کے اراکین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنا کھانا خود پکائیں جماعت پر اس کا بوجھ نہ ڈالیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی ہرج نہیں کہ اگر گاؤں والے کہیں آپ ابھی آئے ہیں ہم ایک وقت یا دو وقت کے کھانے کا انتظام جماعت کی طرف سے کر دیتے ہیں اس عرصہ میں آپ اپنا انتظام کر لیں۔ لیکن یہ نہ تو ان کا حق ہے نہ اس میں ان کے لئے برکت ہے اور نہ یہ چیز ان کی عزت بڑھانے والی ہے کہ امام تو یہ کہے کہ ان کو کھانا نہیں کھلانا اور وہ انہیں مجبور کریں کہ ہم نے ضرور تمہیں کھانا کھلانا ہے۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ یا تو قرآن کریم کی عزت کو قائم رکھا جائے اور یا آپ کی عزتوں کو قائم رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ کی عزت آپ کی غلطی کی وجہ سے قرآن کریم کی عزت سے ٹکرائے گی تو بہر حال آپ کی عزت قائم نہیں رہے گی۔ لیکن آپ کو سوچنا ہی یہ چاہئے کہ ہماری عزت اسی میں ہے کہ خلیفہ وقت نے جو اپنا منشاء ظاہر کیا ہے اس کے مطابق ہم کام کریں۔ اس طرح قرآن کریم کی عزت بھی قائم رہے گی اور آپ کی عزت بھی بڑھے گی۔

پس مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو واقفین عارضی آئیں وہ اس عہد کے ساتھ آئیں کہ چاہے کچھ ہو ہم نے اپنے کھانے کا باراس جماعت پرنہیں ڈالنا جس میں ہماری ڈیوٹی لگائی گئی ہے- اور دوسرے، جماعتوں خصوصاً دیہاتی جماعتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک آدھ وقت کے کھانے کے علاوہ وفود کو کھانا نہ کھلائیں- جس جگہ سے مجھے یہ اطلاع ملتی ہے کہ وہاں کی جماعت نے وفود کو کھانا کھلایا ہے (بہت سی جگہیں ایسی بھی ہیں جنہوں نے وفود کو کھانا کھلایا ہوگا لیکن مجھے ان کا علم نہیں) تو میرا دل نہیں چاہتا کہ مَیں وہاں دوبارہ واقفین عارضی کا وفد بھیجوں- کیونکہ جو جماعت اس سلسلہ میں میرے ساتھ تعاون کے لئے تیارنہیں اس کا یہ حق نہیں کہ اس میں واقفین عارضی کے وفود بھیجے جائیں اس لئے آپ یہ عہد کر کے یہاں سے اٹھیں اور اپنے علاقے میں بھی ہر ایک کو کہہ دیں کہ جب واقفین عارضی کا وفد وہاں آئے تو ان کو کھانا نہیں کھلایا جائے گا- جماعت کا یہی مطالبہ ہے- خلیفہ وقت کا یہی حکم ہے' خلیفہ وقت کے حکم کی آپ کیوں خلاف ورزی کرتے ہیں اس طرح ہمارے کام میں روک پیدا ہوتی ہے اور قرآن کریم کے علوم کے رواج کے لئے جو سکیم ہم نے تیار کی ہے اس میں رخنہ پیدا ہوتا ہے- اصل مقصد آپ کا اور آپ میں سے ہر ایک کا یہ ہے کہ قرآن کریم کے معارف سے جماعت کا ہر فرد واقف ہو جائے اور قرآن کریم کے نور سے ہر سینہ اور دل منور ہو جائے- ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں (جو غلط ہیں) آپ کرتے ہیں اور ان کے نتیجہ میں قرآن کریم کے نور کے راستہ میں آپ ایک دیوار حائل کر دیتے ہیں- میری درخواست ہے کہ آپ مہربانی فرما کر آئندہ ایسی حرکت نہ کریں ورنہ ہمارے کام میں ہرج واقع ہوتا ہے اور جو واقفین آئیں وہ آپ روٹی پکائیں- وہ اگر پندرہ دن کچی روٹی بھی کھالیں گے تو کیا ہرج ہوگا- نسخہ مَیں بتا دیتا ہوں کہ تھوڑی روٹی کھائیں اور زیادہ چبا کے کھائیں تو کچی روٹی بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی-

ایک دفعہ جب ہماری فرقان بٹالین کشمیر کے محاذ پر لڑ رہی تھی تو مَیں سرائے عالمگیر گیا جو ہمارا بیس کیمپ (Base Camp) تھا- معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی لیکن وہاں جاتے ہی مجھے سوءہضم کی بڑی خطرناک قسم کی شکایت پیدا ہوگئی معدہ اور انتڑیوں میں تعفن پیدا ہوگیا- میرا دل نہ چاہا کہ مَیں اپنے لئے پرہیزی کھانا تیار کرواؤں- بلکہ مَیں نے عہد کیا کہ جو دال روٹی عام جوانوں کے لئے پکتی ہے مَیں بھی وہی کھاؤں گا اور اس کیمپ کو یہ تکلیف نہیں دوں گا کہ مجھ بیمار کے لئے یا کسی اور بیمار کے لئے کوئی علیحدہ کھانا تیار کرے-مَیں نے ایک چوتھائی اپنی خوراک کا کھایا اور ہر لقمہ کو اتنی دفعہ چبایا کہ اس کا منہ میں رکھنا میرے لئے مشکل ہوگیا- اس طرح وہ لقمہ خود بخود زبردستی حلق کے رستہ پیٹ میں جانے کی کوشش کرتا تھا اور اس میں وہ کامیاب ہو جاتا تھا- منہ کے اندر روٹی کا ایک قسم کا شوربہ سا بن جاتا تھا اور اس کا نتیجہ

یہ ہوا (اللہ تعالیٰ ہی فضل کرنے والا ہے) کہ بارہ گھنٹے کے اندر اندر میری تکلیف آدھی رہ گئی اور ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر وہ دور ہوگئی- حالانکہ مَیں نے وہاں کوئی خاص دوائی بھی استعمال نہیں کی تھی- صرف یہی نسخہ استعمال کیا تھا جو مَیں نے ابھی آپ کو بتایا ہے- پس اگر کوئی شخص اپنے لئے کچی روٹی پکاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کہیں اس کا میرے پیٹ پر بُرا اثر نہ ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ نسبتاً کم کھایا جائے اور عام عادت کے مقابلہ میں لقمہ کو بہت زیادہ چبایا جائے تو وہ منہ میں پورا لیکوئڈ (Liquid) بن جائے یعنی مائع کی شکل اختیار کر جائے- اس طرح معدہ اس کو بڑی جلدی ہضم کر لیتا ہے خواہ وہ کچا ہی کیوں نہ ہو-

کوئی عادت نہ ڈالیں

پس ہمیں ایک تو ہر قسم کے ماحول میں زندگی گزارنے کی عادت ڈالنی چاہئے بڑوں کو بھی اور بچوں کو بھی- یعنی یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ ہمیں کوئی عادت نہ پڑے- میں نے اپنی عمر میں بڑی چائے پی ہے لیکن مجھے چائے پینے کی کبھی عادت نہیں پڑی یعنی جب چاہوں مَیں کئی کئی دن تک چائے پینا چھوڑ دیتا ہوں اور اس کا مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا- ایک دفعہ ایک چیز کے متعلق مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اس کی مجھے عادت پڑ گئی ہے اور وہ دودھ ہے- تین سال کی بات ہے مَیں نے خیال کیا کہ دودھ پینا چاہئے دودھ پینا اچھا ہوتا ہے- چنانچہ مَیں نے رات کو دودھ پینا شروع کیا- ایک دو ماہ کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ اگر مجھے دودھ نہ ملے تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی چیز ملی نہیں- اس پر مَیں نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور سال بھر اسے چھوڑے رکھا- اب کبھی کبھی پی لیتا ہوں غرض کسی چیز کی عادت نہیں ڈالنی چاہئے- اچھی پکی ہوئی روٹی کی بھی عادت نہیں ڈالنی چاہئے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادگی کا تو یہ حال تھا کہ آپ بٹالہ تشریف لے جاتے تھے تو غالباً اس زمانہ میں چند آنے اپنے نوکر کو دیتے تھے کہ جا کر روٹی کھا آؤ اور خود تنور کی ایک روٹی منگوا لیتے تھے جو شاید ان دنوں ایک پیسہ یا دو پیسہ کی آجاتی تھی اور تھوڑا سا دہی منگوا لیتے تھے اور اس دہی سے روٹی کھا لیتے تھے- ورنہ سفر ہمارے لئے مصیبت بن جائے اور اگر سفر مصیبت بن جائے تو جیسا کہ میں نے آج ہی بتایا ہے ایک قسم کا مجاہدہ خدا تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنا بھی ہے اس مجاہدہ سے ہم محروم رہ جاتے ہیں- اپنی صحت کا خیال جب ہم رکھ سکتے ہوں رکھنا چاہئے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو ایسے بنایا ہے کہ اگر انسان کھانا یہ سوچ کر کھائے کہ مَیں نے اسے خوب چبا کر کھانا ہے اور کھانا خوب چبا کے کھایا جائے تو انسان کو سخت چیز بھی ہضم ہو جاتی ہے- آپ اگر اپنے ہاتھ سے روٹی پکائیں گے تو وہ اس روٹی سے خراب نہیں ہوگی جو جیل میں ایک مہینہ پچیس دن ہمیں ملی- وہ آٹا کیا تھا میرے خیال میں کئی سو آدمی کئی سال تک ریسرچ کریں اور ان کو بتایا نہ جائے کہ وہ کیا ہے تو انہیں

اس کا پتہ نہیں لگ سکتا - اس کی ایک خصوصیت یہ تھی - آپ خود اندازہ کر لیں کہ وہ کیا چیز تھی - رمضان کا مہینہ آیا تو گھر سے ہمیں گھی آتا تھا ہم پراٹھے پکواتے تھے - اگر یہ پراٹھا باقاعدہ اس طرح پکایا جائے جیسے عام طور پر پکایا جاتا ہے اور پھر اسے ایک آدھ گھنٹہ پلیٹ میں رکھا جائے تو سارا گھی نیچے چلا جاتا تھا اور سوکھی روٹی اوپر رہ جاتی تھی - عجیب قسم کا وہ معجون تھا - واللہ اعلم کس چیز سے وہ بنا ہوا تھا - لیکن وہاں بھی میرے دل میں یہ غیرت پیدا ہوئی کہ ہم چوری کر کے یا ڈاکہ مار کے یا کوئی قتل کر کے جیل میں نہیں آئے - ہم تو خدا کے نام پر یہاں آئے ہیں اس لئے ڈاکٹر کا بھی احسان نہیں لینا - ڈاکٹر ہمیں بہت اچھا ملا ہوا تھا وہ روزانہ پوچھتا تھا کہ میاں صاحب کوئی تکلیف ہو تو بتائیں - اور جیل کے ڈاکٹر کو بڑے اختیارات ہوتے ہیں اگر وہ زردہ پلاؤ بھی لکھ دے تو جیل والوں کو دینا پڑتا ہے - وہ بلاناغہ مجھ سے پوچھتا تھا اور مَیں بلاناغہ یہ جواب دیتا تھا کہ کسی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ مَیں نے عہد کیا ہوا تھا کہ کھانے پینے کا خیال تو ویسے ہی فضول ہے اگر مجھے دوائی کی ضرورت پڑی تو مَیں نے وہ بھی اس ڈاکٹر سے نہیں لینی - چنانچہ جیل میں ایک دفعہ میرا پیٹ خراب ہو گیا - اس وقت مَیں نے ایک تو چبانے کا نسخہ استعمال کیا دوسرے پودینہ کا استعمال - اگر پودینہ مل جائے اور وہ خوب دھلا ہوا ہو اس پر کوئی گند وغیرہ نہ ہو - اگر اس کی دو پتیاں ہر لقمہ میں ڈال کر کھائی جائیں اور انہیں خوب اچھی طرح چبایا جائے تو یہ سوءِ ہضم کا بہترین علاج ہے - اس میں ایسے اجزاء موجود ہوتے ہیں جو تعفن کو بھی دور کرتے ہیں اور معدہ کو بھی ٹھیک کرتے ہیں -

بیماریوں کا سستا علاج

اس سے ضمناً ہمیں یہ بھی پتہ لگا کہ ڈاکٹر عام مریضوں پر بھی جو تین تین سو پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں یہ بڑا ظلم ہے - حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تحریک جدید کے خطبات میں ہی ایک جگہ فرمایا ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی اکثر بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج ایک دھیلے یا ایک پیسہ سے ہو سکتا ہے - اب قیمتیں چڑھ گئی ہیں - تو دھیلے اور پیسہ کی بجائے آنہ اور دونی کر لیں لیکن اس وقت آنہ دونی ❶ کی بجائے پانچ سو یا ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک والوں کی اکثریت ایسی ہے جو ڈاکٹر کے پاس جا ہی نہیں سکتی اور اگر ایک دفعہ چلی جائے تو پھر ساری عمر قرض سے نجات حاصل نہیں کر سکتی اس لئے وہ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہی نہیں - نتیجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو اور اس کو دوا نہ ملے تو اس کی طبیعت میں بڑی بے چینی

❶ دو دھیلے کا ایک پیسہ، ۴ پیسے کا آنہ، دو آنے کی ایک دونی اور ۱۶ / آنے کا ایک روپیہ

پیدا ہوتی ہے اور وہ سوچتا ہے اور کڑھتا ہے کہ مَیں کس ملک میں پیدا ہوا ہوں- یہاں تو کسی بیمار کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا حالانکہ اس کی اپنی اقتصادی حالت اور استعداد کے مطابق بغیر کوئی بار ڈالے اس کا علاج کیا جا سکتا ہے- بہت سارے نسخے تو انسان کو خود یاد ہونے چاہئیں کہ ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور بیماری بھی چلی جائے -لیکن اصل علاج تو دعا ہے- ہم میں سے بہتوں نے بڑے عجیب نظارے دیکھے ہیں بلکہ ہزاروں نے ایسے نظارے دیکھے ہوں گے کہ بعض دفعہ بڑے خطرناک مریض بھی صرف دعا سے اور مٹی کی چٹکی سے یا دھیلے کی دوائی سے اچھے ہو جاتے ہیں-

عرب صحابہ کی قربانیاں

بہر حال ہمیں یہ عادت نہیں ڈالنی چاہئے کہ ہم گاؤں میں زندگی نہیں گزار سکتے - ہم خود کھانا پکا کر زندہ نہیں رہ سکتے - اگر ہم میں یہ عادت ہو تو ہم دین کے کام کس طرح کریں گے- ہمارے بزرگ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں انہوں نے تو اپنی زندگیاں اس طرح بنائی ہوئی تھیں کہ وہ کھانا پیٹ میں ڈالنے کی بجائے پیٹ کے باہر پتھر باندھ کر کئی کئی دن گزار دیتے تھے اور یہ صحت کو قائم رکھنے کا نتیجہ ہے اور یہ اس بات کا بھی نتیجہ ہے کہ انہوں نے کوئی بُری عادت نہیں ڈالی تھی - یہ صحیح ہے کہ جب تک ستھری اور صاف چیز ملے- مومن کو صاف اور ستھری چیز ہی استعمال کرنی چاہئے -لیکن جب صاف اور ستھری چیز نہ ملے تو جو چیز بھی ملے اسی پر زندہ رہنے کی کوشش کرنی چاہئے - جب عرب لوگ صحراؤں میں سے گزرتے تھے اور ہمارے بڑے پایہ کے صحابہ بھی بعض موقعوں پر اس گروہ میں شامل ہوتے تھے تو وہ ایسے علاقوں میں سے گزرتے تھے جہاں پینے کا پانی نہیں ملتا تھا - اللہ تعالیٰ نے اونٹ کی کوہان کے پاس ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ وہ کئی دن تک کا پانی اپنے لئے محفوظ رکھتا ہے -کوہان کے ساتھ ایک مشکیزہ سا خدا تعالیٰ نے بنایا ہوا ہے اس میں اونٹ پانی جمع رکھتا ہے اور اس کا جسم اس میں سے حسب ضرورت پانی لیتا رہتا ہے- عرب لوگ جب پانی نہیں ملتا تھا تو اونٹ ذبح کر کے اس کے اس مشکیزہ کا پانی جس میں پتہ نہیں کیا کچھ ملا ہوا ہوتا تھا نکال کر پی لیتے تھے- اگر وہ یہ کہتے کہ ہمیں جب تک صاف چشموں کا پانی نہ ملے ہم نے سفر نہیں کرنا تو آج بجائے اس کے کہ مسلمان قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کر کے تاریخ میں ہمیں دنیا کے حاکم نظر آتے وہ حکومتیں عرب کو مٹا چکی ہوتیں- پہلے تو وہ اس لئے خاموش تھیں کہ وہ سمجھتی تھیں کہ یہ علاقہ ہمارے زیرنگیں ہے لیکن جب عرب ایک دفعہ اُٹھے اور اسلام کے نام پر اُٹھے- خدا تعالیٰ کے نام پر اُٹھے اگر اس وقت ان کے اندر اس قسم کی خاص ذہنیت پیدا نہ ہو جاتی یا اس قسم کے جسم انہوں نے نہ بنائے

ہوتے تو وہ مٹ چکے ہوتے۔

حضرت خالدؓ کا واقعہ

جب شام میں زبردست جنگ ہوئی ہے اس وقت حضرت خالدؓ عراق میں تھے۔ وہاں انہیں یہ حکم ملا کہ نصف فوج لے کر فوراً شام پہنچو۔ اس سفر میں حضرت خالدؓ ایک ایسے صحرا میں سے گزرے جہاں کئی دن تک نہ تو انہیں کوئی آبادی ملی نہ کوئی چشمہ ملا نہ کنواں۔ انہوں نے اونٹوں کے اس محفوظ پانی پر گزارا کیا۔ کچھ پانی تو انہوں نے اپنے ساتھ مشکیزوں میں رکھا ہوا تھا لیکن جب وہ ختم ہو گیا اور پانی کی ضرورت پڑی تو انہوں نے اونٹوں کے جسموں کے ان مشکیزوں سے پانی نکال کر پیا اور شام پہنچ گئے۔ اس کا ان کی صحتوں پر بھی کوئی بُرا اثر نہ پڑا۔ اور غالباً اس لئے نہ پڑا بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ یقیناً اس لئے نہ پڑا کہ ایک تو وہ یہ کام خدا تعالیٰ کے نام پر کر رہے تھے اور دوسرے وہ ساتھ ساتھ دعا بھی کر رہے تھے۔ وہ اس وقت اپنے رب کو کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! تُو نے بہترین پانی مسلمان کے لئے پیدا کیا ہے لیکن اگر تیری راہ میں ہمیں گندہ پانی بھی پینا پڑے تو ہم اس پر بھی راضی ہیں۔ اس نیت کے ساتھ اور اس ذہنیت کے ساتھ انہوں نے وہ سفر کئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر برکتیں نازل کیں اور فتوحات کے دروازے آسمان سے ان پر کھولے اور اللہ تعالیٰ کے ہزاروں فرشتے کشتیوں اور ٹرے میں فتوحات لئے ان کے پاس پہنچے۔ کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ ان کا مقابلہ تھا ان پر آدمی فتح نہیں پا سکتے تھے جب تک کہ آسمانی افواج ان کے شامل حال نہ ہوتیں اور جب تک ان کی یہ نیت نہ ہوتی کہ ہم خدا تعالیٰ کے لئے ہر قسم کا دُکھ اور تکلیف برداشت کر سکتے ہیں حالانکہ وہ اتنے باغیرت تھے کہ دنیا کے لئے وہ کوئی ذلت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی بادشاہ بھی انہیں کہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

عرب کا ایک مشہور قصہ

عرب کا ایک مشہور قصہ ہے۔ کسی قبیلہ کا سردار تھا۔ وہ اپنی مجلس میں بات کر رہا تھا کہ کیا کوئی مجھ سے بھی زیادہ باغیرت ہے۔ کسی نے کہا فلاں شخص ہے۔ اس کے گھرانے میں بڑی غیرت ہے۔ چنانچہ اس سردار نے اس شخص کو اور اس کے ساتھ اس کی ماں کو بلایا اور جب اس کی ماں مکان کے اندر گئی تو اس نے اپنی بیوی یا ماں سے کہا تم اس سے کہنا کہ کوئی معمولی سا کام کر دو۔ چنانچہ اس نے اسے کوئی معمولی سا کام کرنے کو کہا تو اس نے شور مچا دیا کہ ہماری بےعزتی ہو گئی۔ باہر جب اس کے بیٹے نے آواز سنی تو اس نے اسی سردار کی تلوار جو خیمے میں لٹکی ہوئی تھی لے کر اس کا سر قلم کر دیا۔

خدا کی خاطر ہر کام کیلئے تیار رہیں

غرض دنیا کے لئے یا دنیا والوں کی خاطر ہمیں کسی قسم کی ذلت و بے عزتی برداشت نہیں کرنی چاہئے- اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ باعزت اپنے ان بندوں کو ہی بنایا ہے جو اس کی طرف جھکتے ہیں اور اپنی ساری عزتوں کو اسی سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہی سرچشمہ ہے سب عزتوں کا لیکن خدا تعالیٰ کی خاطر تو ہمیں ہر کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور جب تک ہم یہ کام نہیں کر سکتے ہم قرآن کریم نہیں پڑھا سکتے - ایک موٹی مثال ہے- اگر ہمارا کوئی نوجوان یا کوئی بڑی عمر کا آدمی (اس وقت میرے سامنے انصار ہی بیٹھے ہیں) اس بات کا عادی نہ ہو یا ذہنی طور پر جو اس بات کے لئے تیار نہ ہو کہ ہمیں جہاں بھی بھیجا جائے یا جہاں بھی ہم جائیں گے ہم ہر قسم کی تکلیف اور گندگی کو برداشت کریں گے- ہم اپنی عادت کے خلاف چیزیں کھائیں گے' لباس پہنیں گے اور کپڑے اوڑھیں گے کیونکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے کپڑے اتنے میلے ہو جائیں کہ آپ اپنے گھروں میں اتنے میلے کپڑوں میں نہ رہ سکیں تو ہم قرآن کریم پڑھانے کی مہم کیسے جاری رکھ سکتے ہیں-ہمیں روزانہ نہانے کی عادت ہے اور پھر کپڑے صاف رکھنے کی بھی عادت ہے لیکن قادیان میں خدام الاحمدیہ کے اجتماعوں میں ہمیں ہر قسم کا کام کرنا پڑتا تھا - نیا نیا کام تھا محنت زیادہ کرنی پڑتی تھی - ان دنوں میں جب بعض اوقات ہم گھر جاتے تھے تو گرد و غبار کی وجہ سے ہماری شکلیں نہیں پہچانی جاتی تھیں- ہمارے جسم پر ایک ایک انچ مٹی چڑھی ہوئی ہوتی تھی اور ہمارے کپڑے بہت گندے ہوتے تھے-لیکن اس وقت ہمیں کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ بھی کوئی چیز ہے اور اگر کوئی چیز ہے تو ایسی ہے جسے خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی زبان پر لاتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے- ایسا آدمی جو اتنی تکلیف بھی برداشت نہیں کرسکتا عملاً اپنے رب کو کہہ رہا ہوتا ہے کہ اے میرے پیدا کرنے والے! تو نے مجھ پر ان گنت نعمتیں کی ہیں لیکن مَیں تیری خاطر دس دن یا پندرہ دن یا ایک مہینہ اپنی عادت کے خلاف نہیں گزارسکتا عملاً ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں-لیکن ذرا سوچو تو سہی کہ اگر یہی فقرہ ہماری زبان پر آجائے-تو ہمیں کتنی شرم محسوس ہوگی- مجھے تو اس کا خیال کرکے ہی شرم محسوس ہوتی ہے-

صحیح معنوں میں واقفین عارضی چاہئیں

غرض ہمیں واقفین عارضی چاہئیں اور ایسے واقفین عارضی چاہئیں جو صحیح معنی میں واقفین ہوں اور جہاں انہیں قرآن کریم پڑھانے کے لئے جانا ہے وہ ایسی جماعتیں ہوں جو نظام کی اطاعت کرنے والی ہوں- اور اپنے اوپر بلاوجہ ان کا بوجھ نہ لینے والی ہوں ورنہ دو وفد وہاں جائیں گے یا چار وفد جائیں گے' یا چھ وفد جائیں گے اور پھر وہ کوئی بہانہ آپ ہی سوچیں گے اور کہیں گے اب یہاں وفد کی کوئی

ضرورت نہیں مہربانی فرما کر اب کوئی اور وفد یہاں نہ بھیجیں- اور اصل مطلب یہ ہوگا کہ جتنی مہمان نوازی ہم کر سکتے تھے وہ کر چکے ہیں اب ہم میں مزید مہمان نوازی کرنے کی طاقت نہیں- پس ایک تو جماعتیں واقفین عارضی کو کھانا نہ کھلائیں واقفین اپنا کھانا خود پکائیں- اور آپ واقفین دیں- اگر تو اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسی مشین دے دیتا- کہ مَیں ضرورت کے مطابق انسان بنانے اور انہیں تیار کرنے کے بعد جماعتوں میں بھیج دیتا تو مَیں آپ سے واقفین عارضی کا مطالبہ نہ کرتا لیکن ایسا نہیں ہوا- جیسا یہ کام میرا ہے ویسا ہی آپ سب کا بھی ہے اور آپ میں سے کون ہے جو اس وقت کھڑا ہو کر کہے میرا دل نہیں چاہتا کہ جماعت کو قرآن کریم پڑھایا جائے- میرے نزدیک انہیں جاہل رکھنا چاہئے اور انہیں قطعاً قرآن کریم نہیں پڑھانا چاہئے- ہم میں سے نہ تو کوئی اپنی زبان سے یہ بات کہہ سکتا ہے نہ سوچ سکتا ہے اور نہ اس کے دماغ میں یہ بات آ سکتی ہے ایک احمدی کیلئے یہ بات بالکل ناممکن ہے- اور جب یہ بات ہو تو جو مطالبہ ہماری دماغی کیفیت اور جماعت کی ضرورت کر رہی ہے وہ پورا کرنا چاہئے-

پس ایک ہزار آدمیوں سے کام نہیں بنے گا- ابھی سال کے ختم ہونے میں کئی مہینے باقی ہیں- مَیں نے شروع میں ہی کہا تھا کہ ممکن ہے اس سال پورے پانچ ہزار واقفین نہ ملیں بلکہ پہلے تو خیال تھا کہ شاید ایک ہزار واقفین بھی نہ ملیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار دے دیئے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر بڑی بڑی جماعتیں وہ شہری ہوں یا قصباتی ہوں یا دیہی ہوں اس طرف توجہ دیں تو وہ پانچ ہزار کی تعداد بآسانی پوری کر سکتی ہیں-

سارے کام اللہ کے فضل سے ہوتے ہیں

بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے اور وہ دل میں حجاب محسوس کرتے ہیں کہ ہم زیادہ پڑھے ہوئے نہیں اسلئے ہم جا کر کیا کریں گے- مَیں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ ہمارے واقفین عارضی کے بہت سے وفود ایسے بھی ہیں یعنی جو اسوقت تک کام کر چکے ہیں جو بالکل پڑھے ہوئے نہیں تھے اور انہوں نے بڑا ہی اچھا کام کیا ہے اسلئے اگر آپ اس نیت سے جائیں گے کہ آپ اپنے زورِ بازو سے وہاں کچھ کام کر کے دکھا سکیں گے تو پہلے دن ہی آپ ناکام ہوں گے- لیکن اگر آپ اس احساس کے ساتھ جائیں گے کہ ہم میں ذاتی طور پر کوئی طاقت نہیں، ہم میں کوئی علم نہیں، ہم میں کوئی خوبی نہیں، ہماری زبانوں میں کوئی تاثیر نہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال نہ ہو ہم کوئی کام نہیں کر سکتے تو ضرور آپ کامیاب ہوں گے- بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان پڑھ لوگوں کو بھی باریک در باریک باتیں سمجھا دیتا ہے- قادیان کی بات ہے کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر لاہور سے کچھ طالب علم گئے ان میں ایک بی اے کا غیر احمدی

طالب علم بھی تھا- وہ آپس میں بحث کر رہے تھے- بحث کے دوران ہمارے بی اے کے ایک احمدی طالب علم کو جواب نہ آیا تو وہ وہاں سے اٹھا اور کہنے لگا مَیں کسی مولوی کو لے آتا ہوں- وہ ساتھ والے کمرہ میں گیا وہاں ایک زمیندار جماعت ٹھہری ہوئی تھی- اس میں ایک زمیندار احمدی دوست تھے اب وہ فوت ہو چکے ہیں وہ نمبر دار تھے اور اچھا سفید لباس پہنتے تھے اور سفید پگڑی پہنتے تھے- انکی خوبصورت داڑھی اور لباس دیکھ کر وہ نوجوان ان کے پاس گیا- اس نے حلیہ دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ کوئی مولوی صاحب ہیں اور کہا- اس طرح ہم بی اے کے دو طالب علم آپس میں بحث کر رہے تھے مجھے ایک سوال کا جواب نہیں آیا آپ وہاں آ کر وہ سوال سمجھا دیں- چنانچہ وہ دوست وہاں گئے اور انہوں نے غیر احمدی طالب علم کو ایسا جواب دیا کہ وہ خاموش ہو گیا- اور آپ کو پتہ ہے کہ وہ کتنا پڑھے ہوئے تھے- وہ بالکل ان پڑھ تھے اور دستخط کرنا بھی نہیں جانتے تھے- تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے- وہ تو آپکے دل کو دیکھے گا' آپ کی نیتوں پر اسکی نگاہ ہوگی' آپکی ذہنی کیفیت اسکے سامنے ہوگی اور اسکے مطابق وہ آپ سے سلوک کرے گا- واقفین عارضی نے جو اچھا کام کیا ہے اس میں سو فیصدی بلا استثناء ان لوگوں کا کام اچھا ہے جنہوں نے دعاؤں پر زور دیا ہے- وہ پڑھے ہوئے تھے یا اَن پڑھ تھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑا- واقفین عارضی میں بڑے پڑھے ہوئے بھی گئے- ان میں کئی ایم اے پاس تھے- ایم- اے پاس وہ بھی گئے جن کے کام کا بہت اچھا نتیجہ نکلا- اور ایم اے پاس وہ بھی گئے جن کے کام کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا- اور بالکل اَن پڑھ وہ بھی گئے جو صرف سیر کر کے آ گئے ہیں لیکن یہ لوگ ہیں بہت کم- شاذ کی طرح ہیں- اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے- لیکن ایسے لوگ ہیں ضرور- اور پھر ایسے اَن پڑھ بھی گئے ہیں جنہوں نے اپنی کیفیت کو دیکھ کر اور اپنے علم کو دیکھ کر دعاؤں پر زور دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کام کا بڑا اچھا نتیجہ پیدا کر دیا- پس آپ اس خیال سے گھبرائیں نہیں کہ آپ زیادہ پڑھے ہوئے نہیں- اگر آپ زیادہ دعا گو ہیں' اگر آپ اپنے رب کی طرف زیادہ توجہ کرنے والے ہیں' اگر آپ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور کامل بھروسہ رکھنے والے ہیں تو آپ یقیناً کامیاب ہوں گے- غرض زمیندار دوست بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آگے آئیں- اس عرصہ میں مَیں سمجھتا ہوں سو فیصدی نہیں تو ۸۰ فیصدی وفود کی رپورٹ یہ تھی جو انہوں نے عرصہ پورا ہو جانے کے بعد زبانی بیان کی یا انہوں نے تحریری رنگ میں ارسال کی کہ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے دوسروں کو کوئی فائدہ پہنچایا ہے یا نہیں لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس عرصہ میں بہت فائدہ پہنچا- ہمیں بڑی دعاؤں کا موقع ملا- ہمیں خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھنے کا موقع ملا-

غرض ایک طرف تو قرآن کریم پڑھانے کی طرف سو فیصدی توجہ دیں- دوسرے قرآن کریم

پڑھانے کے لئے ہمیں جتنے واقفین کی ضرورت ہے اتنے واقفین دیں- اگر خدا تعالیٰ نے مجھے زندگی دی تو اس وقت تک مَیں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ ساری جماعت کو قرآن کریم نہ پڑھا لوں- انشاء اللہ العزیز- اور جب تک آپ ضرورت کے مطابق واقفین نہ دینے لگ جائیں-مَیں آپ کو جھنجھوڑتا رہوں گا- بجائے اس کے کہ مَیں آپ کو زیادہ تنگ کروں- آپ پر ناراض ہوں اور آپ کو جھنجھوڑوں اور پھر آپ واقفین دیں- آپ پہلے ہی واقفین دے دیں- تا ہم سب مل کر آرام کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہو جائیں-

پڑھے ہوئے کی دو تعریفیں ہیں- ایک پڑھا ہوا وہ ہے جس کو انسان نے پڑھایا ہو- اور ایک پڑھا ہوا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے پڑھایا ہو- اور جس کو خدا تعالیٰ نے پڑھایا ہو- وہ اس شخص کی نسبت جسے کسی انسان نے پڑھایا ہو- زیادہ پڑھا ہوا ہے- پس جب آپ خدا تعالیٰ کے شاگرد بننے کی نیت سے روانہ ہوں گے-تو اللہ تعالیٰ آپ کے اس بھروسہ کو ضائع نہیں کرے گا-

آج مَیں نے کافی باتیں کر دی ہیں- میرا دل تو نہیں چاہتا کہ مَیں آپ کے پاس سے اُٹھ کر جاؤں-لیکن اور بھی کام ہیں جو مَیں نے کرنے ہیں- اور پھر کچھ بیمار بھی ہوں- اگر ہو سکا تو انشاء اللہ پروگرام کے علاوہ بھی اس اجتماع میں حاضر ہوں گا- ورنہ پروگرام کے مطابق ایک تو میری تقریر ہے ہی- اس تقریر میں مَیں ایک بنیادی مسئلہ بیان کرنا چاہتا ہوں- دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے- آمین-

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے گیارھویں سالانہ اجتماع میں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اختتامی تقریر!

مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء ساڑھے گیارہ بجے قبل دوپہر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے گیارہویں سالانہ اجتماع سے جو اختتامی خطاب فرمایا۔ اس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ تلاوت فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۲ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۳ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۴ [1]

اس کے بعد فرمایا۔

جس بنیادی مسئلہ کے متعلق

مَیں اپنے دوستوں سے کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں اس لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں کہ وہ ان لوگوں پر جو ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان کی ہدایتوں کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کے لئے تیار ہو جائیں، خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں کھولیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے اصول ان کو بتائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا انہیں وارث بنائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل اعلیٰ اور ارفع تھے۔ جو کتاب اللہ تعالیٰ نے آسمان

---

[1] سورہ حم السجدہ آیات ۳۱ تا ۳۴

سے آپؐ پر نازل کی وہ تمام دنیا کے لئے اور تمام ملکوں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے ہے جو قوتِ قدسیہ جو روحانی تاثیروں کی قوت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی - وہ نہ ختم ہونے والی اور نہ مرنے والی ہے- قیامت تک آپ کے فیوض جاری ہیں اور قیامت تک جو چاہیں آپؐ کے چشمہ سے سیر ہو کر روحانیت کا پانی پی سکتے ہیں اور آپ کے فیوض کے حصول کے بعد ان راہوں پر گامزن ہو کر جو آپؐ نے دنیا کو بتائیں- اپنے مولیٰ، اپنے پیدا کرنے والے، اپنے رب کی رضا کو اور اس کی خوشنودی کو حاصل کر سکتے ہیں-

یہ آیات جو مَیں نے ابھی پڑھی ہیں

ان میں اسی بنیادی مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے- اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

وہ لوگ جو اپنے قول اور اپنے فعل سے اس دعوے کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مقدس ذات اور ان صفاتِ کاملہ کے ساتھ ان صفاتِ حسنہ کے ساتھ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود کو پیش کیا ہے وہ اللہ ہمارا رب ہے- اس نے ہمیں پیدا کیا - وہی ہماری ربوبیت کرنے والا ہے جو جسمانی اور روحانی قوٰی اور استعدادیں اس نے ہمیں دی ہیں اگر اس کی ربوبیت ہمارے شامل حال نہ ہو تو ہم ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے - وہ خود ہمارے ہاتھ کو پکڑتا ہے- ہمیں اپنی تربیت میں لیتا ہے اور جس غرض کے لئے اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس غرض کو اپنے فضل سے اس طرح پورا کر دیتا ہے کہ ہمیں وہ اپنا کامل اور نیک اور محبوب بندہ بنا دیتا ہے کیونکہ انسانی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ انسان خدا کا بندہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جو لوگ اپنے قول اور اپنے فعل سے اس دعویٰ کا اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جس صورت اور جس رنگ میں قرآن کریم میں انسان کے سامنے پیش کیا گیا ہے- وہ اللہ ہمارا پیدا کرنے والا اور ہماری ربوبیت کرنے والا ہمیں کامیابی تک پہنچانے والا ہے- پھر وہ استقاموا-

فطرتِ صحیحہ کی اس آواز پر

استقامت کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور مستقیم الفطرت بنے رہتے ہیں- ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ یہ فطری ہئیت کہ بندہ بندہ ہے اور رب، رب، اس فطرتِ صحیحہ پر وہ قائم رہیں اور یقین رکھیں کہ خود وہ کچھ بھی نہیں- تو فرمایا کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں- ہمارا ان کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے کہ ہم دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ محض زبانی دعویٰ

نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے اور اس عزم کے ساتھ ہے کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم استقامت کا نمونہ دنیا کے سامنے ظاہر کریں گے- اگر ہم اپنے رب کی راہ میں پیے جائیں اور غبار بنا دیئے جائیں- اگر مخالفت کی آندھیاں ہمارے غبار کو اڑا کے دنیا میں اس طرح منتشر کر دیں کہ ہمارا کوئی ذرّہ بھی کسی کو نظر نہ آئے، تب بھی ہم اس مقامِ عبودیت سے ہٹیں گے نہیں- یہ کیفیت ان لوگوں کے دلوں کی ہے اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں تمہیں بتاؤں گا کہ یہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں- تو فرمایا ان کے اوپر ابتلا نازل ہوں گے- اور وہ امتحانوں میں ڈالے جائیں گے- دشمن اس کو اس رنگ میں پیسے گا ان کو یہ نظر آ رہا ہو گا کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے بغیر ان کی کامیابی تو کیا ان کا زندہ رہنا بھی ممکن نہ رہے گا- اُس وقت ان کی یہ حالت ہو گی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کو تسلی نہ دیں تو وہ مایوسی سے ہی مر جائیں- تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے مَیں انہیں اس قسم کے ابتلاؤں سے گزاروں گا- اور جب یہ حالت ہو جائے گی کہ دنیا کی کوئی تدبیر اور سلسلہ باقی نہ رہے گا- دنیا کے سارے سہارے ٹوٹ جائیں گے- تب مَیں آسمان پر فرشتوں سے کہوں گا زمین پر اترو اور میرے بندوں کو سہارا دو- **تتنزل علیھم الملائکۃ** اس وقت

آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے

اور ان سے کہیں گے کہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا تمہیں چھوڑ چکی ہے- یہ بھی ایک صداقت ہے کہ دنیا کا کوئی سہارا تمہارے پاس نہیں رہا- اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اگر صرف دنیا پر نگاہ کی جائے تو تمہاری ناکامی، تمہاری ذلت، تمہاری موت، تمہارا نیست و نابود ہو جانا یقینی ہے- لیکن اس کے باوجود تم تسلی رکھو کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مٹا نہیں سکتی- کیونکہ ہمیں آسمان سے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اس غرض سے بھیجا ہے کہ تمہیں بشارت دیں کہ ڈرو نہیں خدا کے فرشتے تمہارے ساتھ ہیں- پھر فرمایا کہ ہمارا ابتلا اس قسم کا ہو گا-

ہمارا امتحان یہ رنگ اختیار کرے گا

کہ دنیا کی ہر چیز ان سے چھین لی جائے گی یا خطرے میں پڑ جائے گی- اس وقت آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو گا- اور وہ انہیں کہیں گے وَلَا تَحْزَنُوْا غم مت کرو ان چیزوں پر جو تمہارے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہیں- اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جو تم کھوؤ گے اس سے بہتر تم پاؤ گے- اگر ایک چیز تم سے چھینی جائے گی اگر ترقی کا ایک موقع تم ضائع کر دو گے- اگر سکونِ دنیوی اور اطمینانِ زندگی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا- تو اس سے بہت بڑھ کر تمہیں دیا جائے گا- اس لئے جو ہاتھ سے گیا ہے اس پر غم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

جن جنتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے- خدا کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا- خوف اور حُزن کی بجائے خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تعالیٰ نے تم سے جو وعدے کئے ہیں- وہ بہت ہی بلند اور ارفع ہیں اور اتنے وسیع ہیں- اتنے خوبصورت ہیں، اتنے حسین ہیں، اتنے پائیدار اور ابدی ہیں کہ دنیا کا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہیں- اس لئے خوف کا مقام نہیں کیونکہ تمہاری تمام کمزوریوں کے باوجود دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مٹا نہیں سکتی- اور دنیا کا تمہارے ہاتھ سے نکل جانا تمہیں اس لئے غمگین نہیں کر سکتا کہ جو تم سے امتحان کے رنگ میں لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں انعام کے رنگ میں دیا جائے گا- اور وہ فرشتے ان سے کہیں گے نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے

کہ تم میرے ان بندوں کو یہ بتا دو کہ اس دنیا میں بھی فرشتے ان کے دوست ہیں اور ولی ہیں اور متکفل ہیں اور اخروی زندگی میں بھی وہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے- کیونکہ ان کی دوستی خدا کے حکم سے وفا کے تمام پہلوؤں کو مدِّ نظر رکھے ہوئے ہے- جس طرح اس دنیا میں وہ فرشتے ان کے ولی ہیں- آخرت میں بھی وہ ان کے دوست اور ولی ہوں گے-

پھر فرمایا وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ اللہ تعالیٰ مومن کو اس مقام پر کھڑا کر دیتا ہے کہ اس کے دل کی خواہش ہی وہ ہوتی ہے جو نیک اور صالح ہو- اور وہ پوری ہو جاتی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو دنیا میں دکھ کیوں پہنچتے ہیں- اذیتیں انہیں کیوں اٹھانی پڑتی ہیں آپ نے اس اعتراض کا کیا ہی لطیف جواب دیا ہے- آپ نے فرمایا ہے کہ تم کہتے ہو کہ خدا کے بندوں کو خدا کی راہ میں کیوں تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں- تم ان سے تو جا کے پوچھو کہ وہ کیا سمجھتے ہیں- جو تمہاری نگاہ میں تکلیف اور ایذا ہے ان کی نگاہ اور ان کے احساس میں وہی لذّت اور سرور ہے- اس لئے تمہارا یہ اعتراض ہی غلط ہے- کیونکہ وہ بندۂ خدا اسے دُکھ اور ایذا نہیں سمجھ رہا- وہ تو کہتا ہے کہ دنیا سمجھتی ہے کہ وہ مجھے ایذا دے رہی ہے- مگر ان کی ایذا دہی کے نتیجہ میں

جو لذّت اور سرور مجھے مل رہا ہے

اس سے تو دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ اس سے دس گنا، اس سے بیس گنا، اس سے سو گنا اس سے ہزار گنا اس سے بے شمار گنا اذیت دیں اور دکھ پہنچائیں تا موجودہ لذّت سے بے شمار گنا

لذت مَیں حاصل کروں-وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ ہر وہ خواہش جو تم کرو گے اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد اخروی زندگی میں بھی وہ تمہیں دی جائے گی اور جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیم ہمیں بتاتی ہے- اس مقام پر پہنچ کر مومن بندہ کے دل میں یہی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا مجھے مل جائے- اور اس کی خواہش اور دلی کیفیت یہ ہوتی ہے- کہ اگر اور جب خدا تعالیٰ کی رضا مجھے مل جائے- تو اس میں تو اتنی لذت اور اتنا سرور اور اتنا سکون اور اتنا آرام ہے کہ دنیا کے تمام آرام اس کے چھوٹے سے حصہ پر بھی قربان-

یہ ایک ایسا مقام مومن کو ملتا ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری ہوتی ہے کیونکہ اس کی ہر خواہش نیک خواہش ہوتی ہے-وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ جو تمنا بھی تم کرو اور جس کسی چیز کے حصول کا تم ارادہ کرو- وہ تمہیں مل جائے گی- اسی مضمون کی آگے جا کر یوں وضاحت فرمائی -نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ اور یہ

بڑا ہی پیارا مضمون ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- یہ سلوک جو تمہارے ساتھ کیا جا رہا ہے- جس نے تمہاری تمام تکالیف کو یکسر مٹا کے تمام لذتوں کو تمہارے لئے جمع کر دیا ہے- یہ غفور اور رحیم خدا کی طرف سے بطور مہمان نوازی کے ہے- اس میں اس طرف اشارہ کیا کہ دنیا کے سارے گھروں کو چھوڑ کر تم نے خدا کے گھر کو پسند کیا- دنیا کی تمام راہوں کو ترک کر کے ان راہوں پر چلنا تم نے قبول کیا جو بظاہر تنگ تھیں جو بظاہر کھردری تھیں جو بظاہر تکلیف دہ تھیں مگر تمہیں وہی خدا کی رضا تک پہنچانے والی تھیں- دنیا کے سارے دروازوں کو تم نے ٹھکرا دیا- اور خدا کے در پر تم نے دھونی رمائی اور وہاں آ کر بیٹھ گئے- کیسے ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دے- جس نے اس کی خاطر دنیا کو چھوڑا تھا اور دنیا کے تمام دروازوں کو ٹھکرا دیا تھا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے میرے در کو باقی تمام دروں پر ترجیح دی اور میرے ہو کر میرے دروازے پر بیٹھ گئے- اب میری طرف سے ہمیشہ کے لئے تمہارے لئے ایک مہمانی کا سامان پیدا کیا جا رہا ہے- نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ اور اس مہمانی کا سامان پیدا کرتے ہوئے تمہاری خطاؤں اور غفلتوں پر مَیں اپنی مغفرت کی چادر ڈال دوں گا-

پس یہ خیال نہ کرنا کہ خدا معلوم ہماری ان کوتاہیوں اور غفلتوں اور سرکشیوں کو معاف بھی کیا جاتا ہے یا نہیں- کیونکہ جب تم میرے ہو گئے تو تمہارے سارے گناہوں اور غفلتوں اور سستیوں پر میری مغفرت کی چادر ڈال دی گئی اور تمہیں معاف کر دیا گیا- اور چونکہ تم نے بار بار کوشش کی کہ تم میری راہ کو نہ چھوڑو- اور میرے در سے علیحدہ نہ رہو- شیطان نے تم پر بار بار حملہ کیا کہ تمہیں گمراہ کر دے- اور تم نے

بار بار اس کا مقابلہ کیا- اور تم میری خاطر شیطان سے ساری عمر جنگ کرتے رہے- تو اب مَیں بھی بطور رحیم خدا کے اپنا فضل تم پر بار بار کرتا چلا جاؤں گا- اور میری یہ مہمانی کبھی ختم نہیں ہو گی-

یہ وہ مقام ہے

جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے طفیل حاصل کیا اور یہ وہ مقام ہے جو امت محمدیہ میں ہزاروں لاکھوں انسان گزشتہ چودہ سو سال میں حاصل کرتے رہے- اور یہ وہ مقام ہے کہ جب مسلمان اپنے خدا کو اور اپنے رسولؐ کو اپنے قرآن کو بھول گئے- اور انہوں نے قرآن کو مہجور کے طور پر بنا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور ان رحمتوں اور ان فیوض کے دروازے از سرِ نو کھول دیئے- جن فیوض اور رحمتوں کو ہمارے پیارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طرف لے کر آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی یہی وعدہ کیا کہ جو لوگ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کی حقیقت کو سمجھنے اور

قرآن کریم کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش

کریں گے اور پھر اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالیں گے تو اسی کے مطابق ان سے سلوک کیا جائے گا- جیسا کہ صحابہؓ سے سلوک کیا گیا تھا کیونکہ وہ بھی مَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَ قَالَ اِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کی تصویر تھے- سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے جو تمنا کی اور ان کا جو ارادہ اور خواہش تھی- وہ ''دَعَا اِلَى اللّٰهِ'' کی ہی خواہش تھی- ماتدّعون وہ خدا کی طرف بلانے والے تھے- خالص توحید کو قائم کرنے والے تھے- اور مَاتَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَعَمِلَ صَالِحاً ان کے نفس میں جو خواہش پیدا ہوتی تھی وہ یہی تھی کہ ایسا عمل کریں جو خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہو- اور جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے- اور ان کا مقام یہ تھا کہ ہم نے اپنی گردنیں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اور بغیر کسی ریزرویشن (Reservation) کے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دی ہیں- جس طرح وہ چاہے ہم سے سلوک کرے ہم نے اپنے مقامِ عبودیت کا عرفان حاصل کر لیا ہے- اب ہمارا کوئی مطالبہ نہیں- ہم خدا کے تھے اور آج ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں- کہ ہم خدا کے ہیں خدا کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں جس حالت میں اور جس طور پر اس دنیا میں یا اخروی زندگی میں وہ ہمیں رکھے- ہم اس کی رضا پر راضی رہیں گے-

یہ مقام جیسا کہ صحابہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کیا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے بھی حاصل کیا- اور اس کے نتیجہ میں جیسا کہ صحابہؓ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے فرشتے نازل ہو کر مصیبت کے وقتوں میں انہیں یہ کہتے رہے کہ مایوس نہ ہونا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اسی طرح صحابۂ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرشتے نازل ہوتے تھے اور کہتے تھے۔

تمہیں کیا خوف اور تمہیں کیا غم

تمہارے ساتھ تو خدا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے تمہارے پاس فرشتوں کی ایک فوج بھیج دی ہے۔ جن لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان سے مکالمہ مخاطبہ رؤیا اور کشوف کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ صحابۂ کرام پر مکالمہ ومخاطبہ اور رؤیا اور کشوف کا سلسلہ بڑی کثرت سے جاری تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے مقام کو بھی سمجھا ہوا تھا۔ وہ ان چیزوں کو اس وقت تک ظاہر نہیں کرتے تھے جب تک اسلام کا اس میں فائدہ نہ دیکھیں چنانچہ حضرت عمرؓ جیسے انسان کے متعلق صرف تین یا چار ایسی باتیں احادیث میں آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک آدھ اور بات بھی کتب میں مل جائے۔ لیکن عام طور پر تین یا چار باتیں ہی ہیں جن کا کتب میں ذکر آتا ہے اور وہ ساری کی ساری وہ ہیں جن کا اُس وقت ساری قوم اور امت مسلمہ سے تعلق تھا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک مہم پر ایک فوج بھجوائی خطبہ جمعہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فوج کا نظارہ دکھایا۔ اس فوج کا کمانڈر غلطی کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف۔ لوگ حیران تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ خطبہ پڑھ رہے ہیں اور کمانڈر کا نام لے کر کہتے ہیں کہ پہاڑ کی طرف جاؤ، پہاڑ کی طرف جاؤ۔ بعد میں آ کر اس کمانڈر نے بیان کیا کہ مَیں غلطی کر رہا تھا۔ مجھے آسمان سے یہ آواز آئی کہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ تب ہم ادھر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس طرف ہمیں فتح دی۔ لیکن چونکہ یہ بزرگ اپنے اس تعلقِ قرب کا اظہار لوگوں میں کرنا پسند نہیں کرتے تھے (جیسا کہ آگے جا کر مَیں ذرا تفصیل سے بیان کروں گا) سوائے اس کے کہ ایسی باتوں کا بتایا جانا قومی مصالح کے پیش نظر ضروری ہو۔ اس لئے ایسے واقعات کا ذکر کتب میں کم پایا جاتا ہے لیکن

حقیقت یہ ہے

کہ صحابۂ کرام پر فرشتوں کا بڑی کثرت سے نزول ہوا کرتا تھا۔ وہ انہیں بشارتیں دیتے تھے۔ وہ وحی والہام کے ذریعہ سے ان کے دلوں کو تقویت پہنچاتے تھے۔ وہ لوگ فرشتوں کے ذریعہ سے سچے رؤیا اور کشوف دیکھنے والے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں بھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی تھی۔ بڑی کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے تھے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اب

بھی بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں-حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ○ ❶

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور بشارت یہ بھی دی کہ

یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَاءِ ❷

وہ لوگ جو دنیا چھوڑ کر- دنیا کے آرام کو ترک کر کے اپنے نفسوں اور اپنے اموال کے ساتھ تیری مدد اور نصرت کو آئیں گے- ہم ان پر اپنا یہ انعام کریں گے کہ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے ان پر وحی نازل ہوا کرے گی-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

''خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے- تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبۃ النصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا- اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا- اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا- اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا- وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشن گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے- اس گروہ کو بہت بڑھائے گا- اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا- وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو ونما دے گا- یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے- وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا- اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے

❶ تذکرہ صفحہ ۶۸۱ ❷ تذکرہ صفحہ ۳۹

لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔'' ❶

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بھی جو مَیں نے ابھی تلاوت کی ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسری جگہ بھی یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آپؐ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں

قیامت تک ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے

کہ جو اپنے مقام عبودیت اور مقامِ نیستی کو پہچانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو اور اس کے قرب کو حاصل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر نازل ہوتے رہیں گے۔ دنیا کا ہر خوف ان کے دلوں سے مٹا دیا جائے گا۔ اور دنیا کا کوئی حزن ان کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق جماعت احمدیہ میں بھی صحابہ کرام کی مانند اور صحابہ سے ملنے والے لوگ کثرت سے پیدا کئے جائیں گے۔ جن پر آسمانی فرشتوں کا نزول ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے ہر آن اور ہر دم بشارتیں حاصل کرنے والے ہوں گے یہ مقام جب کسی قوم کو حاصل ہوتا ہے تو بہت سے فتنے بھی اس کے سامنے آتے ہیں۔ اور بہت سے خطرات بھی اسے پیش آتے ہیں۔ اور ان کی طرف ہی مَیں خاص طور پر اپنے دوستوں اور بھائیوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا فتنہ

تو ایسے موقعہ پر یہ پیش آتا ہے کہ جب دنیا یہ دیکھتی ہے کہ ایک شخص اکیلا کھڑا ہوا اور اس نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا۔ ساری دنیا نے پہلے تو اس کی مخالفت کی۔ اور پھر ایک وقت میں مجبور ہوئی کہ اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ تو ایسے وقتوں میں بہت سے جھوٹے مدعیانِ نبوت بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے معاً قبل آپ کو نظر آئے گا کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت عرب میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب عرب والوں نے دیکھا کہ ایک شخص اکیلا کھڑا ہوا تھا۔ اور اس نے خدا تعالیٰ کے نام پر ایک آواز کو بلند کیا۔ دنیا نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن دنیا کی مخالفت کے باوجود وہ کامیاب ہوگیا۔ تو ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نام پر آواز کو بلند کرنے کے نتیجہ میں خواہ وہ جھوٹی آواز ہی کیوں نہ ہو۔ انسان کامیاب ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ آپؐ کے بعد بہت سارے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے اور ایک وقت میں خصوصاً حضرت خلیفۂ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدعیانِ نبوت کا ایک عظیم فتنہ بپا ہوا جس کا سر آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے کچلا۔ اور اگر آپ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ کی تاریخ تفصیل سے دیکھیں۔ آپ کے دل میں بڑی محبت کے

❶ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 198

جذبات پیدا ہوں گے- آپ کو وہ مقام حاصل تھا جو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے-

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ کو کوئی خوف نہیں تھا، کوئی حزن نہیں تھا- خدا تعالیٰ کے شیر کی مانند آپ ان فتنوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے- ان کا مقابلہ کیا- ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائی- مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لشکر باہر بھجوایا تھا بڑے بڑے صحابہؓ نے بھی اسے واپس بلانے کا مشورہ دیا تھا لیکن آپ نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کو باہر بھجوایا ہو- اور آپ کا خلیفہ ابوبکر اسے واپس بلالے- اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب خدا تعالیٰ نے کہا کہ امتی اور ظلی نبی کی حیثیت میں تمہیں مبعوث فرماتے ہیں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہونے کی حیثیت میں جو مقام آپ نے حاصل کیا ہے- وہ ظلیت میں پہلے انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ پہلے انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل ظل نہیں تھے- تو اس کے بعد دنیا میں بہت سارے مدعی نبوت پیدا ہو گئے- کچھ جماعت میں بھی پیدا ہو گئے اور مدعیانِ نبوت کا پیدا ہونا ایک بہت بڑا فتنہ ہے- بعض بد بخت اور بدقسمت انسان اس وقت ٹھوکر بھی کھا جاتے ہیں- ہماری جماعت کے بھی دو چار یا پانچ دس ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ٹھوکر کھائی- بہرحال

ایک تو یہ ابتلا آتا ہے

کہ بہت سے مدعیانِ نبوت پیدا ہو جاتے ہیں- اور بعض کمزور ایمان والوں کی ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں- اس لئے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے- اور اسی طرح دفاع کرنے کی ضرورت ہے- جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا- یعنی اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق بہترین تدبیر اختیار کی- تدبیریں بدل جاتی ہیں لیکن ان کی روح نہیں بدلا کرتی- اسی اخلاص کے ساتھ اسی درد کے ساتھ اسی جوش کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے جس اخلاص درد اور جوش کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا- یہ زمانہ تلوار کا نہیں- ہمارے سارے مقابلے قلم سے ہیں- ہمارے سارے مقابلے تحریر سے ہیں- ہمارے سارے مقابلے دلائل اور براہین سے ہیں- اور دراصل تو ہمارے سارے مقابلے عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ ہیں- یہ حربے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں- چوکنا رہ کر اور بیدار رہ کر اس قسم کے فتنوں کا جماعت کو مقابلہ کرنا چاہئے- جب بھی ضرورت پیش آئے اور جہاں بھی ضرورت پیش آئے-

دوسرا خطرہ

جو ایسی الٰہی جماعت کو پیش آتا ہے وہ یہ ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

کی کیفیت پیدا ہو جانے کے بعد بھی پاؤں پھسلنے کا امکان باقی رہتا ہے کیونکہ شیطان اپنے تمام وساوس کے ساتھ ایسے شخص پر حملہ آور ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اپنے مقام سے پھسل جائے۔ شیطان نے تو خدا تعالیٰ سے یہی کہا تھا نا کہ جو تیرے قریب آئے گا اس کو پرے ہٹانے کی اجازت دے دے اور اللہ تعالیٰ نے کہا تھا ٹھیک ہے تُو اپنا زور لگا لے۔لیکن جو واقعہ میں میرے ہیں۔ وہ تیرے کبھی نہیں ہوں گے۔ تیرے وہی ہوں گے جو حقیقتاً میرے نہیں بنے۔ ایک حد تک انہوں نے میرا قرب حاصل کیا۔لیکن وہ میرے کامل بندے نہیں بن سکتے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ [1]

یعنی سننے والوں کو اس شخص کے حالات بھی پڑھ کر سناؤ۔ جس کو ہم نے اپنے نشانات کا ایک خلعت عطا کیا تھا۔ اس نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا اور ہم نے اپنے وعدہ کے مطابق اس مجاہدہ کا اسے انعام دیا۔ اور ہم نے اس پر فرشتوں کا نزول کرنا شروع کر دیا۔ گو اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے۔ اور وہ دلوں کو جانتا ہے۔لیکن چونکہ لوگوں کو غلطی لگنے کا امکان تھا۔ چونکہ لوگوں کے پھسلنے کا امکان تھا۔ اس لئے جب ظاہر بین نگاہ نے اس کو ربنا اللہ کہتے اور اپنے دعویٰ پر استقامت سے قائم ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بظاہر قربانیاں کرتے ہوئے دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا۔ چلو۔ اس سے باتیں کرو۔لیکن چونکہ حقیقی عبودیت اور نیکی ایسے شخص کے دل میں پیدا نہیں ہوئی تھی اس لئے فانسلخ منھا ۔ خدا تعالیٰ نے جو خلعت اس کو پہنایا تھا اس نے اس کی بجائے اور کپڑے پہننے چاہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اپنے انعام کو واپس لے لیا۔

انسلخ کے اصلی معنے

یہ ہیں کہ انسلخ من ثیابه۔ تجرّد۔ اس نے کپڑا اتار دیا۔ اور ننگا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔فَانْسَلَخَ مِنْهَا یعنی ہم نے اپنی آیات اور نشانات اور الہام اور کشوف اور رؤیا کے ذریعہ ایک

[1] سورہ اعراف آیت ۱۷۶-۱۷۷

خلعت اس کو عطا کیا گیا تھا- مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے لباس التقویٰ کو اتار کر لباسِ نمائش، لباسِ فخر اور لباسِ تکبر پہننا چاہا- تو چونکہ لباس التقویٰ کے ہوتے ہوئے دوسرے لباس نہیں پہنے جا سکتے- اس لئے اس نے خدا تعالیٰ کے عطا کردہ خلعت کو اتار دیا- اور تکبر کا جو چولہ تھا وہ پہن لیا- نخوت کا چولہ اس نے اپنے اوپر ڈال لیا- جب اس کے دل کی یہ حالت ہوئی تب شیطان کو پتہ لگا کہ یہ تو نیک بندہ نہیں ہے- پہلے تو ڈر کے مارے شیطان اس کے پاس نہیں جاتا تھا- لیکن جب شیطان نے اس کی فَانْسَلَخَ مِنْهَا کی کیفیت دیکھی تو اس نے کہا او ہو غلطی ہوگئی- اس کو پہلے ہی شکار کر لینا چاہئے تھا- تب شیطان نے کیا کیا؟ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ شیطان نے اس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا- فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ اور اسے تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں اس نے جا پھینکا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا کہ اگر ہمیں یہ بات پسند ہوتی کہ ظاہری تقویٰ کافی ہے تو ہم ایسے لوگوں کا حقیقی روحانی رفع کر دیتے- لیکن ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے- ہمیں تو حقیقی نیکی، حقیقی تقویٰ پسند ہے- اس لئے ہم ایسے لوگوں کا رفع نہیں کیا کرتے- وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ ایسے لوگ زمین کی طرف جھک جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں- ایسے لوگوں کا جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہوں- اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں رفع روحانی نہیں ہوا کرتا-

یہ ان لوگوں کی مثال ہے

جو ایک وقت تک ظاہری لحاظ سے نیکی اور تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہیں- اور اللہ تعالیٰ دوسروں کو ابتلاء سے بچانے کی خاطر ان کی ظاہری نیکیوں کو دیکھتے ہوئے بھی باوجود اس کے کہ وہ ان کے حالات کو جانتا ہے ان کے ساتھ ایک حد تک فرشتوں کے ذریعہ محبت اور پیار کا سلوک بھی ظاہر کرتا ہے- لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے کہ ابدی تعلق اس شخص کا میرے ساتھ نہیں ہے اس لئے یہ میری ابدی رحمتوں کا وارث نہیں ہوگا- چنانچہ اس علم الغیب اور حقیقی علم کے نتیجہ میں دنیا پھر یہ نظارہ دیکھتی ہے کہ اس شخص نے روحانی چوغے کو اتارا اور دنیوی خوبصورت لباس کو پسند کیا- تب وہ خدا تعالیٰ کے دروازہ سے دھتکارا گیا اور شیطان کی گود میں جا بیٹھا- پس یہ مقام خطرہ کا مقام ہے- خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی لعنت اور اس کے قہر کا مورد ہو جانا، کوئی ایسا انسان جس میں ذرّہ بھر بھی عقل ہو- ایک لحظہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا- ظاہری نمود اور نمائش کی خاطر حقیقی خوشیوں کو چھوڑ دینا انتہائی بدبختی ہے- ایسے لوگ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کا اظہار کرے جب تک انجام بخیر نہ ہو جائے ہر وقت خوف سے گھومتے رہتے ہیں کہ ہماری کسی کوتاہی یا غفلت یا شامتِ اعمال کے نتیجہ میں کہیں اللہ تعالیٰ کا غضب ہم پر نازل نہ ہو- جیسا کہ میں

آ گے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بعض حوالے

آپ کو پڑھ کر سناؤں گا - کہ آپؑ نے کس رنگ میں ان چیزوں پر کتنی روشنی ڈالی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں-

''چنانچہ بلعم کو الہامات ہوتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ لَوْشِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا رفع نہیں ہوا تھا- یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ کوئی برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ابھی تک نہیں بنا تھا - یہاں تک کہ وہ گر گیا - ان الہامات وغیرہ سے انسان کچھ بن نہیں سکتا - انسان خدا کا بن نہیں سکتا جب تک کہ ہزاروں موتیں اُس پر نہ آ ویں اور بیضۂ بشریت سے وہ نکل نہ آئے-'' ❶

مَیں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اردو ادب میں ایک نئے محاورہ ''بیضۂ بشریت سے نکل آنا'' کا اضافہ کیا ہے- اور یہ بڑا ہی لطیف ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسان کی بشریت کو ایک انڈے سے مشابہہ قرار دیا ہے- اور فنا فی اللہ کے مقام کو وہ مقام بتایا ہے- جب انڈے میں سے بچہ باہر نکل آتا ہے پھر اس خول کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا - وہ اس میں واپس جا ہی نہیں سکتا - پس جب تک انسان کی روحانیت اُس مقام تک نہ پہنچ جائے کہ اس کا گند اور گناہ کی طرف ارتداد اور واپس لوٹ جانا عملاً ناممکن ہو جائے اُس وقت تک وہ حقیقی معنی میں خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں بنتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ الہام رؤیا اور کشوف کوئی چیز نہیں- ان پر فخر اور ناز نہیں کرنا چاہئے-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں یہ بتایا ہے

کہ الہام وغیرہ سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ انسان واقعہ میں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ایسا بن گیا ہے کہ اس کا انجام بخیر ہو- پس ایک عقلمند کے لئے ہر وقت مقامِ خوف ہے-

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر انسان کس طرح اس ابتلاء اور امتحان سے حفاظت اور کامیابی کے ساتھ نکل سکتا ہے- اس تعلق میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو اصولی باتیں بیان کی ہیں- ایک یہ کہ اپنے آپ کو یا اپنوں کو کبھی بھی نیک نہ سمجھو اور نہ نیک قرار دو- لَاتُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ❷

---

❶ الحکم ۳۰/اپریل ۱۹۰۱ء بحوالہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ا، صفحہ ۴۸۶ ❷ سورۃ النجم ۳۳

اور دوسرے یہ کہ خواہ تم روحانیت میں کتنے ہی بلند مقام تک کیوں نہ پہنچ جاؤ- ہمیشہ یہ سمجھو کہ روحانیت کی جو چادر ہمیں پہنائی گئی ہے- وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی پہنائی گئی ہے- اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ایک لحظہ کے لئے بھی ہم سے جدا ہو جائے تو روحانیت کی یہ چادر بھی فوراً ہم سے جدا ہو جائے گی تو ہر چیز مستعار ہے- جب تک کہ انجام بخیر نہ ہو جائے اور انسان ابدی رحمتوں کے دروازہ میں داخل نہ ہو جائے-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

''کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ مَیں پاک صاف ہوں- جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے- فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ [1] کہ تم اپنے آپ کو مزکّیٰ مت کہو وہ خود جانتا ہے کہ تم مین سے متقی کون ہے جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا اس کا متولّی اور متکفل ہو جاتا ہے اور جیسے ماں بچے کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے- اور یہی حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کا نور اس کے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے- لیکن ایسی حالت میں بھی اُسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہوگئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہوگی جیسے دیوار پر دُھوپ ہو تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی- اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اس نے آفتاب کو کہا کہ مَیں بھی تیری طرح روشن ہوں- آفتاب نے کہا کہ رات کو جب مَیں نہ ہوں گا تو پھر کہاں سے تو روشنی لے گی؟ اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی- بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے- انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی چادر جو ہمیں عطا کی گئی ہے- ایسا نہ ہو کہ وہ چھن جاوے ....کوئی نبی جس قدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہوگا اُسی قدر اس کا درجہ بڑا اور بلند ہوگا- لیکن جس کو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے- کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے- اور وہ پھر

[1] سورہ النجم آیت ۳۳

استغفار کے ذریعہ سے مدامی طور پر رکھتے ہیں- بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں- اور نبی ہو یا کوئی اور سب خدا سے انہیں حاصل کرتے ہیں-'' ❶

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے- نہ علمی ، نہ خاندانی ، نہ مالی- جب خدا تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے- وہ آسمان سے ہی آتی ہے اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے- آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جب تک سورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے- اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظلمت کو دور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے- آسمان ہی سے آتی ہے- مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ ، ایمان ، عبادت ، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے- اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دُور کر دے-

پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئ محض سمجھے اور آستانہ الُوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے- اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے ایک قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے- پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت اور کسی قسم کا بسط اور شرحِ صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے- بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اَور بھی ترقی ہو......

مَیں یہ سب باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی اُسے دوبارہ قائم کرے-'' ❷

---

❶ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ ۹۶ - ۹۷ ❷ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۴ صفحہ ۲۱۳ _ ۲۱۴

قرآن کریم کی اس آیت میں

جس کو مَیں نے ابھی پڑھا ہے۔ جس ابتلاء اور اللہ تعالیٰ کی جس ناراضگی کا بیان ہے اس سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے انسان اپنے نفس اور اپنے نفس کی تمام خواہشات اور ارادوں پر ایک موت وارد کرے اور عاجزانہ راہوں کو وہ اختیار کرے۔ اور استغفار کے ذریعہ اپنے رب سے قوت حاصل کرے۔ اور ہمیشہ یہ سوچتا رہے اور ہمیشہ اس بات پر قائم رہے کہ مجھے روحانی انوار میں سے جو بھی ملا ہے وہ میری کسی ذاتی خوبی کے نتیجہ میں نہیں ملا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں وہ مجھے ملا ہے اور دینے والے میں یہ طاقت بھی ہے کہ اگر مَیں اس کو ناراض کر دوں تو وہ ان انوار کو مجھ سے چھین بھی لے۔ تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں اور استغفار کے ذریعہ ہمیں اپنی زندگیوں کے دن گزارنے چاہئیں کہ جو ان حدود کو پھلانگتا ہے وہ اپنے لئے بڑے خطرات مول لیتا ہے۔ پھر

ایک اور خوف اور تشویش

اس جماعت کو رہتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سوچتے ہیں کہ ہم تو اپنی زندگیاں مقام فنا اور مقام نیستی پر قائم رہتے ہوئے گزار دیں گے۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم کے ساتھ۔ لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں آنے والی نسلیں یا بعد میں شامل ہونے والے خدا تعالیٰ کی ان عظیم روحانی نعمتوں کا عرفان نہ رکھنے کی وجہ سے ان سے محروم ہو جائیں پس اس خیال سے ہمیشہ وہ پریشان رہتے ہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے انہوں نے جو حاصل کیا ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نسلیں بھی اس کی وارث ہوں۔

جماعتی لحاظ سے اس مقام کو قائم رکھنے کے لئے انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے اور جماعت احمدیہ کو کبھی بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے لئے علاوہ اور باتوں کے

دو اصولی باتیں بہت ضروری ہیں

اوّل یہ کہ اپنی نسلوں کو اور بعد میں شامل ہونے والوں کو ہمیشہ اس طرف متوجہ کرتے رہنا چاہئے کہ تمام برکات اور تمام خوبیوں اور تمام رحمتوں اور ہر قسم کی خیر کو صرف قرآن کریم سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نئے آنے والوں اور نئے پیدا ہونے والوں کے دلوں میں قرآن کریم کے لئے انتہائی محبت کا پیدا کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم ایسا نہ کر سکے تو پھر کچھ اور قومیں خدا تعالیٰ کھڑی کرے گا۔ جو اسلام اور احمدیت کے جھنڈے کو بلند کرنے والی ہوں گی۔ اور ہماری وہ نسلیں جن کے

متعلق ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ روحانی نعماء بھی ان کو ورثہ میں ملیں ہمارے روحانی ورثہ سے محروم کردی جائیں گی- اسی لئے میں جماعت کو بار بار اس طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ قرآن کریم خود بھی سیکھو اور قرآن کریم دوسروں کو بھی سکھاؤ- اور اپنے بچوں کے سینوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہو- اور دوسری چیز اس کے لئے عاجزانہ دعائیں ہیں کہ ہماری تمام تدبیریں اور ہماری تمام کوششیں اور ہماری ہر قسم کی جدوجہد بے سود اور بے فائدہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے ساتھ شامل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو عاجزانہ دعائیں ہی جذب کرتی اور کھینچتی ہیں پس عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ

قرآن کریم کے علوم کو اپنی نسلوں کے دلوں میں قائم کرو

اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے قرآن کریم کی روشنی کچھ اس طرح ان کے گرد ہالے کی شکل میں قائم کردو کہ خدا کے فرشتوں کو جس طرح آپ قرآنی انوار میں لپٹے ہوئے نظر آتے ہیں محض خدا کے فضل سے اسی طرح خدا تعالیٰ کے فرشتے آپ کی نسلوں کو اور نئے آنے والے آپ کے بھائیوں کو انوارِ قرآنی میں لپٹے ہوئے پائیں- اور خدا کے حضور جا کے یہ عرض کریں کہ اے خدا تیرے وہ بندے جو پہلے آئے تھے انہوں نے بھی تیرے فضل سے ایک نورانی مقام حاصل کیا اور تیری محبت کی وجہ سے تجھے خوش کرنے کی خاطر قرآن کریم کو پہنچانے کی وجہ سے انہوں نے قرآن کریم کے انوار کو نئے آنے والوں میں بھی قائم کیا ہے اور ان کی نئی نسلیں بھی ان انوار سے محروم نہیں- نئے آنے والوں پر بھی وہ رحمتیں اور فضل اور برکتیں نازل کر جو تُو پہلوں پر کر رہا ہے-

اب دیر ہوگئی ہے میں مختصراً

دو اور خطروں کے متعلق

کچھ بتاؤں گا- اور وہ یہ ہے کہ جب ایسی الٰہی جماعت دنیا میں قائم ہوتی ہے خدا تعالیٰ کے انبیاء کی توتِ قدسیہ کے نتیجہ میں- تو بعض لوگ اس جماعت میں ایسے بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو دعاؤں کے ذریعہ آمد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ ہم دعاؤں پر زور دے رہے ہیں- اور جماعت سے کہہ رہے ہیں کہ دعائیں کرو، دعائیں کرو، دعائیں کرو، تم کچھ چیز نہیں ہو، خدا سے مانگو، خدا سے مانگو تو چونکہ شیطان کا کام ہے فتنہ پیدا کرنا وہ دعاؤں کی اس فضا میں بھی فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس وسواس کے وسوسہ کے نتیجہ میں ایسے دعا گو پیدا ہو جاتے ہیں- جو دعاؤں کے ذریعہ آمد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں- دعا گو پارٹیاں بن جاتی ہیں- جو جماعتی اتحاد میں رخنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں- یاد رکھنا چاہئے کہ

دعاؤں کو حصولِ زر کا ذریعہ بنانا تو ایک لعنت ہے

یہ کوئی خوبی تو نہیں- دعا کا مزہ تو یہ ہے کہ غیر اللہ سے انسان آزاد ہو گیا- اور صرف خدا پر توکل کرنے لگا، خدا تعالیٰ ہی اس کا والی اور وارث ہوا اور اس کا متکفل بنا، اس کا دوست ہوا اور اس کو دینے والا ہوا- تو دعا کا نام لے کر دعا گو بن کر اور اس دعویٰ کے بعد کہ سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے ہی پیش کرنی ہیں- بندوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور فانیوں کے ''حضور'' تہی دامانی کا رونا رونا اس سے بڑی لعنت اور کیا ہو سکتی ہے- اسی لئے ۱۹۳۹ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو بڑی سختی کے ساتھ اس بات کی طرف متوجہ کیا تھا آپ نے فرمایا کہ

> ''مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت میں بعض خواب بینوں نے اپنی خوابوں اور دعاؤں کو آمد کا ذریعہ بنایا ہوا ہے- اور وہ آنوں بہانوں سے لوگوں سے سوال بھی کرتے رہتے ہیں- جس شخص کو اللہ تعالیٰ بندوں سے مانگنے پر مقرر کر دیتا ہے وہ تو ایک عذاب ہے- ایسے شخص کی خوابیں بھی یقیناً ابتلا کے ماتحت ہو سکتی ہیں- انعام کے طور پر نہیں-'' [1]

پس جماعت کو ایسے ''دعا گو'' سے بچتے رہنا چاہئے

اور اس قسم کے فتنہ کو شروع ہی میں دبا دینا چاہئے- یہ بھی یاد رکھیں کہ الٰہی جماعتوں میں ہی ایسے لوگ پیدا ہوتے اور پیدا ہو سکتے ہیں- کیونکہ جو لوگ خدا کو بھول گئے، دعا کو بھول گئے، ان کو دعا کا کچھ پتہ ہی نہیں- ان میں ایسے لوگ نہیں پیدا ہو سکتے وہ تو مذاق کریں گے اور کہیں گے دوڑ جاؤ یہاں سے تم یہاں کیا کرنے آئے ہو- لیکن جو جماعت دعا پر زور دینے والی، دعاؤں کے نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والی ہو، اس کے بعض لوگ کمزوری کے نتیجہ میں ایسی حرکت بھی کر سکتے ہیں- اور جماعت کے بعض کمزور لوگ ان سے متاثر بھی ہو سکتے ہیں-

پس حال، دعا اور سچی خوابیں دنیا کمانے کے لئے نہیں- بڑا ہی خوش قسمت ہوگا وہ انسان جو اس دنیا سے اس حالت میں رحلت کرے کہ خدا تعالیٰ اسے کہے مَیں نے تجھے دنیا میں دنیوی اور روحانی ابتلاؤں اور امتحانوں میں ڈالا لیکن تُو ہر امتحان میں کامیاب رہا- اب تُو مستحق ہے کہ میری ابدی رضا کو حاصل کرے-

---

[1] الفضل مجریہ ۸/نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۸

ایک اور خطرہ جو الٰہی جماعتوں کو پیش آتا ہے

یہ ہے کہ بعض دفعہ بعض لوگ اپنی خوابوں اور کشوف و رؤیا کے نتیجہ میں چھوٹی چھوٹی گدّیاں بنانے کی کوشش کرتے ہیں- اس قسم کے فتنے سے بھی بچتے رہنا چاہئے اور ذرا بھی کوئی ایسی چیز نظر آئے تو اُسے دبا دینا چاہئے- جس جماعت میں خلافت راشدہ قائم ہو- اس جماعت کے کسی فرد کو کسی دوسرے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوتی- اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ ڈھارس دی ہے کہ امام ایک ڈھال ہوتا ہے اور اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے- جو تیر پڑے گا- وہ امام کے سینے پر پڑے گا- پھر آپ کس چیز سے گھبراتے ہیں آپ بے خوف ہو جائیں اور بے خوف ہو کر دینی کام کریں- اور پھر بے خوف ہو کر ان فتنوں کو چاہے وہ چھوٹے نظر آئیں یا بڑے کچلنے کی کوشش کیا کریں اور یاد رکھیں کہ خلافت حقہ میں اس قسم کی کسی گدّی کی اسلام نے نہ اجازت دی ہے اور نہ اُسے تسلیم کیا ہے- ۱۹۴۰ء میں اس قسم کا ایک فتنہ جماعت میں پیدا ہوا تھا- اس کا ذکر کرتے ہوئے-

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> ''اُن کے اندر خود پسندی اور خودستائی تھی- اور اپنی ولایت بگھارتے پھرتے تھے- لوگوں سے کہتے تھے ہم سے دعائیں کراؤ- حالانکہ خلافت کی موجودگی میں اس قسم کی گدّیوں والی ولایت کے کوئی معنے ہی نہیں .... خلفاء کے زمانہ میں اس قسم کے ولی نہیں ہوتے- نہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں کوئی ایسا ولی ہوا نہ حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ کے زمانہ میں- ہاں جب خلافت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے ولی کھڑے کئے کہ جو لوگ ان کے جھنڈے تلے جمع ہو سکیں انہیں کر لیں- تا قوم بالکل ہی تتر بتر نہ ہو جائے- لیکن جب خلافت قائم ہو اُس وقت اس کی ضرورت نہیں ہوتی-'' [1]

پس خلافت کی موجودگی میں ایسی ولایت کا وسوسہ دراصل کبر اور اباء ہے- اور شیطانی وسوسہ ہے- جہاں بھی پیدا ہو اسے کچل دینا چاہئے-

آخر میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں- آپ فرماتے ہیں کہ

> ''اصل یہ ہے کہ ولی اللہ بننا ہی مشکل ہے بلکہ اس مقام کا سمجھنا ہی دشوار ہوتا

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۶ر جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۴

ہے کہ یہ کس حالت میں کہا جاوے گا کہ وہ خدا کا ولی ہے- انسان انسان کے ساتھ ظاہرداری میں خوشامد کر سکتا ہے اور اس کو خوش کر سکتا ہے- خواہ دل میں ان باتوں کا کچھ بھی اثر نہ ہو- ایک شخص کو خیر خواہ کہہ سکتے ہیں- مگر حقیقت میں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خیر خواہ ہے یا کیا ہے- لیکن اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ اس کی اطاعت و محبت کس رنگ سے ہے- پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب اور دغا نہیں ہو سکتا- کوئی اس کو دھوکا نہیں دے سکتا- جب تک سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ یک رنگ ہو کر خدا تعالیٰ کا نہ بن جاوے کچھ فائدہ نہیں-'' ❶

خلاصہ میری اس تقریر کا یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مَیں تیرے ذریعہ سے تیرے فیوض کو جاری کر کے اور اس قوتِ قدسیہ کے اثر کے نتیجہ میں جو مَیں نے تجھے عطا کی ہے ایک ایسی جماعت پیدا کروں گا جو میرے قرب اور میری رضا کو حاصل کریں گے مَیں ان سے خوش ہوں گا اور وہ مجھ سے راضی ہوں گے- اور اللہ تعالیٰ نے عملاً ایسی جماعت پیدا کی- ہم ان کے روحانی رازوں سے تو واقف نہیں- کیونکہ وہ راز ان کے اور ان کے رب کے درمیان تھے- لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو سلوک کیا وہ ہمیں بتاتا ہے کہ واقعتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کے پیارے اور محبوب تھے- اور یہ وہ لوگ تھے جو ڈر ڈر کر اپنی زندگیوں کو گزارا کرتے تھے- کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ ہمیں روحانی رفعت میں سے جتنا حصہ بھی ملا ہے- وہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں نہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے طور پر ہے اور ایک رنگ میں بطور مستعار کے ہے- اور دینے والا جب تک چاہے دیتا رہے اور جب چاہے ہم سے واپس لے لے- پس ہر آن اور ہر لحظہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے رہتے اور اپنی مغفرت چاہتے رہتے اور اس سے عاجزانہ دعائیں کرتے رہتے کہ اے خدا ایک دفعہ اپنے قرب اور رضا کی روشنی عطا کرنے کے بعد شیطانی اندھیروں میں ہمیں دھکیل نہ دینا- اور بہت سے تھے جن کی ان دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور ان کا انجام بخیر ہوا- پھر امت محمدیہ میں یہ سلسلہ جاری رہا- پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ جیسی ایک جماعت پیدا کی- اور جیسا کہ اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا تھا- آپؑ کے گرد ایسے لوگ اکٹھے ہو گئے- جنہوں نے واقعتاً اور حقیقی معنی میں اپنے پر فنا طاری کی اور اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا- اور

❶ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۹۵

صحابہؓ کی طرح ان کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اپنے رب سے خوش تھے اور ان کا رب ان سے راضی تھا۔ مگر جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ الٰہی جماعتوں کے لئے بعض فتنے اور امتحان بھی پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور مومن کا یہ کام ہے کہ وہ اپنے مقامِ فنا، نیستی اور لاشئی اور محض مسلوب ہونے کی حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھے۔ اور بُھولے نہیں۔ اور جب کبھی بھی اس قسم کے فتنے پیدا ہوں اور جہاں بھی اس قسم کے فتنے پیدا ہوں وہاں دلیری کے ساتھ ان فتنوں کو اُن طریقوں پر کچلیں جو اسلام نے اور قرآن کریم نے ہمیں بتائے ہیں اور ڈرے نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے انہیں ایسی ڈھال عطا فرمائی ہے جو ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا کرے کہ ہم ہمیشہ اس کی رحمت کے سایہ میں زندگی گذارنے والے ہوں۔ اور خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ ہم جو انتہائی طور پر کمزور ہیں۔ ہم جو انتہائی طور پر گنہگار ہیں، ہم جو انتہائی طور پر بے طاقت ہیں، ہم جو انتہائی طور پر لاعلم ہیں، وہ اپنی قوتوں اور طاقتوں اور علم اور نور سے ہماری مدد کرتا رہے اور ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے۔ جس مقصد کے لئے اس نے ہمیں انفرادی طور پر اور جس مقصد کے لئے اس نے جماعت کو بحیثیت جماعت پیدا کیا ہے۔ اور قائم کیا ہے اور کھڑا کیا ہے۔ کہ اس کے فضلوں اور رحمتوں کے بغیر ہم میں اپنی کوئی طاقت نہیں ہے۔

اَب انصاراللہ کا مَیں عہد دُہراؤں گا۔ آپ میرے ساتھ شامل ہوں۔ اور پھر دعا ہو گی۔

میری دُعا ہے

کہ جہاں بھی ہوں، جہاں بھی آپ رہیں، حضر میں بھی اور سفر میں بھی، اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ کے ساتھ ہوں اور خدا تعالیٰ کے ملائکہ آپ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں۔ وہ آپ کے دلوں کی ڈھارس آپ کے خوفوں کو دور کرنے والے، آپ کو حزن سے بچانے والے، آپ کو نور کی راہوں پر چلانے والے، آپ کی انگلی پکڑ کر آپ کو خدا تعالیٰ کے قدموں میں جا بٹھانے والے ہوں۔

اس کے بعد حضور نے انصاراللہ کا عہد دہرایا۔ اور دُعا فرمائی۔

(روزنامہ الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۷۔۱۲)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

تقریر ۷ جولائی ۱۹۶۷ء افتتاح اجتماع مجلس انصاراللہ کراچی

تشہد، تعوذ اور فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

۸رنومبر ۱۹۶۵ء کے بعد یہ پہلا اجتماع ہے۔ انصاراللہ کراچی کا جس میں مَیں شامل ہو رہا ہوں۔ اور جس کے افتتاح کے لئے اس وقت مَیں کھڑا ہوا ہوں۔ انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ اور بعض دوسری تنظیمیں جو جماعت احمدیہ کے اندر جاری کی گئی ہیں ان کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کبھی کبھی اکٹھے ہو کر بعض دوستوں سے خدا تعالیٰ کی باتیں سنیں۔ بعض باتوں سے حظ اٹھائیں۔ اور پھر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ اور سمجھیں کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا، کرلیا۔

ذیلی تنظیموں کی غرض

ان تنظیموں کی غرض یہ ہے کہ ہم کچھ کرنے کے لئے سیکھیں یہ نہیں ہے کہ کچھ سنیں اور کچھ سیکھیں اور پھر کچھ کریں نہ۔ پس عمل میں تیزی پیدا کرنے کے لئے عمل کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے عمل میں اسلامی روح کو زندہ رکھنے کے لئے ان تنظیموں کو قائم کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ساری تنظیمیں ایسی ہیں جن کا تعلق باتوں سے کم اور کام سے زیادہ ہے۔ لیکن بعض مجالس انصاراللہ کی اور خدام الاحمدیہ کی بھی یہ سمجھنے لگ گئی ہیں کہ تربیتی جلسے کرنا یا سالانہ اجتماع منعقد کرنا ان کے لئے کافی ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرلیں تو کسی اور چیز کی انہیں ضرورت نہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ جو نوجوان خدام الاحمدیہ کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے۔ اپنے اجتماعوں اور دوسرے اجلاسوں میں سیکھنے کے بعد پورا عمل کر لیتے ہیں۔ تب بھی ان کا کام ختم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ، لجنہ اماء اللہ ہر سہ تنظیمیں (بعض دوسری تنظیمیں بھی ہیں ان کا ذکر اس وقت مَیں چھوڑتا ہوں) خاص اور محدود دائرہ کے اندر کام کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور وہ خاص اور معیّن دائرہ جو ہے وہ اس لئے معین کیا گیا ہے۔ کہ جب اس دائرہ کے اندر کام کرنے کی ہمارے نوجوان اور بڑی عمر والے تربیت حاصل کر لیں گے اور توفیق پالیں گے کہ اس کام کے اہل ہوں گے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق بھی پائیں گے۔ تو بڑے دائرہ کے اندر جو احمدیت کا دائرہ عمل ہے اس میں وہ اچھا کام کریں گے۔

ذیلی تنظیموں کا جماعتی ذمہ داریوں کے نباہنے کے لئے تیار کرنا ہے

تو درجہ بدرجہ ہم نے سوچا تھا کہ ہم چھوٹے دائرہ کے اندر کچھ بنیں گے۔ اور اس محدود دائرہ کے اندر کچھ عمل کریں گے۔ اور ہم اُمید رکھیں گے کہ اس کے نتیجہ میں اس قابل ہو جائیں گے کہ جو جماعت کے فرائض ہیں۔ ان کو بہتر طریق پر نبھا سکیں۔ لیکن ہم نے کیا یہ! کہ خدام الاحمدیہ نے خدام الاحمدیہ کے دائرہ عمل میں، انصار اللہ نے انصار اللہ کے دائرہ عمل میں (عمل کے میدان میں) وہ کچھ بھی نہ کیا جو محدود دائرہ کے اندر ان کو تربیت کے طور پر کرنا چاہیئے تھا۔ تیار کرنا تھا بڑی ذمہ داریوں کو نباھنے کے لئے اور اس کا نتیجہ ایک اور بھی نکلا اور وہ یہ کہ بعض بڑی عمر کے ہمارے دوست اور بعض نوجوان بچے اپنے دائرہ میں کام کرنے کے بعد سمجھنے لگ گئے کہ احمدیت کے سب فرائض ہم نے پورے کر دیئے۔ اب کوئی اور ذمہ داری باقی نہیں رہتی کہ جس کو کرنے کی ہمیں ضرورت ہو۔ یعنی جو چیز ان کو تربیت دے کر اس قابل بنانے کے لئے جاری کی گئی تھیں کہ وہ جماعت کی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگیں اور نباھنے کے قابل ہو جائیں انہوں نے اس کو ہی سب کچھ سمجھ لیا۔ اور اس چیز کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ وسیع دائرہ میں داخل ہو کر وسیع ذمہ داریوں کو پورے انہاک اور پوری توجہ اور پوری تندہی اور پوری قربانی کے ساتھ ادا کریں۔ یہ چونکہ میرا پہلا موقع ہے۔ انتخاب خلافت کے بعد انصار کو مخاطب کرنے کا اس لئے آج میں اس پہلے موقع پر آپ کو اچھی طرح جھنجھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کا کام کام کرنا ہے۔ نہ باتیں کرنا اور نہ باتیں سننا آپ کا کام ہے۔ اسی طرح جس طرح خدام الاحمدیہ کا کام، کام کرنا ہے۔ باتیں سننا اور باتیں بنانا اور باتیں کرنا نہیں ہے۔ آپ اپنے دائرہ میں پورے انہاک کے ساتھ، پورے حسن اور خوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے نتیجہ میں اس بات کی توفیق عطا کرے کہ جو جماعتی ذمہ واریاں اس نے آپ کے کندھوں پر ڈالی ہیں۔ ان کو ادا کر سکیں۔ اور اس اَدائیگی کے نتیجہ میں آپ اسے خوش کر سکیں۔ اگر آپ خدام، خدام الاحمدیہ اگر آپ انصار، انصار اللہ کی ذمہ واریوں کو ادا کرتے ہیں۔ لیکن جماعتی ذمہ واریوں سے عدم توجہی برتتے ہیں۔ تو آپ کا خدا آپ سے خوش کبھی نہ ہوگا۔ یہ یاد رکھیں۔ ایسا کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیا کرتے آپ خدام الاحمدیہ کا کام جو ہے۔ وہ فی نفسہ آپ کا کام نہیں ہے۔ خدام الاحمدیہ کا کام اس غرض سے لیا جاتا ہے تا جو آپ کی زندگی کا ایک احمدی کی حیثیت میں مقصد ہے۔ اس کو پوری طرح پورا کر سکیں آپ۔ اگر آپ نے اس مقصد کو حاصل نہیں کرنا ہے تو اس کام کے لئے اپنے وقت کو اور اپنے پیسے کو اور اپنے آرام کو قربان کیوں کر رہے

ہیں آپ - احمق ہیں پورے اگر آپ نے انصار اللہ کی ذمہ واریوں کو نباہ کر جماعت کی ذمہ داریوں کو نہیں نباہنا ہے - اور اس بات پر راضی ہو جانا ہے کہ ہم نے انصار اللہ کی ذمہ واریاں نباہ لی ہیں - ہمیں کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں - تو مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسا بیوقوف کوئی نہیں کیونکہ جس کام کے لئے آپ کو تیار کیا گیا تھا اگر واقعی میں آپ تیار ہو گئے تو وہ کام ہونا چاہئے - اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ گلاس یہ کہے کہ مجھے ریت کے ذرّوں سے تم نے اکٹھا کیا اور بھٹی میں تم نے مجھے جلایا اور ایک گلاس بنا دیا - میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا - اب پانی بیچ میں ڈال کے مَیں کسی کو پینے نہیں دوں گا - کیونکہ جو کچھ مَیں نے حاصل کرنا تھا - وہ کرلیا - وہ گلاس انسان کے کس کام کا اور اس گلاس نے اپنے وجود کا مقصد پہلے حاصل کرلیا - اپنی قوم کو بھی چھوڑا - ریت کے ذروں سے شیشے کے ذرّے علیحدہ ہوئے - اپنے آرام کو بھی چھوڑا کہ بھٹی میں اسے جلنا پڑا اور پھر وہ نہ انسان کے کام آیا - اور نہ اس کے وجود کا مقصد پورا ہوا -

تو اس قسم کے کانچ کے گلاس بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ وہ برتن بننے کی کوشش کریں جو خدا تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو - وہ آلہ بنیں جو محبت کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لے اور اپنا کام جو وہ کرنا چاہتا ہے اس آلہ سے لے - اگر آپ یہ کرلیں تو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا - اور اگر آپ یہ سمجھیں کہ ہم خدام الاحمدیہ کے ممبر ہیں - اور ہم نے اپنے دائرہ میں اپنی محدود ذمہ واریوں کو نباہ لیا ہے - یا اگر آپ یہ سمجھیں کہ ہم انصار اللہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اور جماعت کے بزرگ کہلاتے ہیں - لیکن ہماری ذمہ واری اتنی ہے کہ انصار اللہ کے محدود اور معین اور چھوٹے سے دائرہ کے اندر جو کچھ ہم نے کرنا ہے - وہی کرنا ہے - اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا ہے - اور وہ ہم نے کرلیا ہے - تو آپ کا وجود ایک ناقص وجود ہے - وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے فرشتے آسمان سے نازل ہوں - وہ وجود ترک کردیا جاتا ہے - اس وجود پر شیطان حملہ آور ہوتا ہے - وہ وجود تو اپنی اور دنیا کی تباہی کا باعث بنتا ہے - وہ دنیا کو فائدہ پہنچانے کا کبھی باعث نہیں بنا کرتا -

پس جو تربیت کا میدان ہے - اسے تربیت کا میدان سمجھیں اور اس نیت کے ساتھ، اس خلوص کے ساتھ، اس جذبہ کے ساتھ تربیت حاصل کریں تا احمدی کی حیثیت سے جو ذمہ واری آپ پر پڑتی ہے - آپ اس کو ادا کرسکیں - اور کما حقہ ادا کرسکیں - اور اس طریق پر آپ ادا کرسکیں کہ آپ کا رب آپ پر خوش ہو - تا آپ اس کی رضاء کی جنتوں میں داخل ہونے والے ہوں - لیکن اگر آپ نے اس محدود دائرہ کے اندر کام کر کے کچھ سیکھا - تو تکبر اور نخوت کا سبق سیکھا - اگر آپ نے کچھ سیکھا تو اباء اور استکبار کا سبق سیکھا - تو لعنت ہے آپ کی اس تنظیم پر، اور لعنت ہے آپ کے اس سبق پر جو آپ نے حاصل کیا -

پس جس مقصد کے لئے اس تنظیم کو اس تنظیم کے جاری کرنے والے نے جاری کیا تھا- اس مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرو اور جس مقصد کے حصول کے لئے آپ کو آپ کے رب نے پیدا کیا اور توفیق دی ہے کہ آپ ایک احمدی سپاہی کی حیثیت میں، آپ ایک خادم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں، آپ ایک عاشقِ خدا کی حیثیت میں زندگی کے دن گزاریں- ان حیثیتوں میں اپنی زندگی کے دن گزارنے والے ہوں- لیکن اگر (آپ چھوٹے یا بڑے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ سارے میرے مخاطب ہیں) کوئی انصار اللہ کا اجتماع ہو جائے- اور انصار یہ سمجھیں کہ انصار کی ذمہ داریاں نبھا لیں اور بس- اگر خدام الاحمدیہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدام الاحمدیہ کے چند معمولی ابتدائی کام کر لئے تو اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر لیا- تم نے اپنی زندگیوں کو تباہ کر لیا- اگر یہ سوچا تو پس اپنی زندگیوں کی، اپنی اوقات عزیزہ کی حفاظت کے لئے تیار ہو جاؤ- تم کو خدا تعالیٰ نے دنیا میں انقلاب عظیم برپا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے- جب تک تم یہ انقلاب عظیم دنیا میں برپا نہیں کر لیتے اس وقت تک تمہیں چین سے بیٹھنا نہیں چاہئے- ورنہ احمدیت کی طرف منسوب ہونا بے معنی ہے- اور یہ دعویٰ کرنا کہ خدا نے ایک رسول مبعوث فرمایا- خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے فرزندِ جلیل کو دنیا کی طرف بھیجا ایک خاص مقصد کے پیش نظر- ہم اس پر ایمان تو لے آئے- مگر ہم نہ اس کے انصار بننے کے لئے تیار اور نہ اس کے خادم بننے کے لئے تیار- آپ کا ایسا ایمان کیا کام آئے گا؟

حقیقی مقصد

پس جو حقیقی مقصد ہے آپ کی زندگی کا احمدی کی حیثیت میں اسے سمجھنے، اس کی معرفت کے حصول اور اس کی حقیقت کو پہچانا جو ہے- اس کے لئے تیاری کریں- اور کوشش کریں اور پھر جو اس سلسلہ میں آپ سمجھیں اس پر عمل کریں- پھر آپ اس دائرہ کی ان سرحدوں پر پہنچیں گے- جہاں سے احمدیت کا دائرہ شروع ہوتا ہے- آپ کا یہ بڑا دائرہ جو ہے اس کے اندر چھوٹے چھوٹے دائرے ہیں- جب آپ ابتدائی کام کرنے کے بعد اپنے دائرے کی سرحدوں پر پہنچتے ہیں تو یہ سمجھا جاتا ہے- یہ توقع رکھی جاتی ہے- یہ دعائیں کی جاتی ہیں کہ آپ بڑے دائرہ میں داخل ہو کر اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے- لیکن اگر آپ اس سرحد پر پہنچ کر اصل مقصد کی طرف پیٹھ کر لیں- اور اپنے مرکزی نقطہ کی طرف منہ کر لیں جو محدود دائرہ کا مرکزی نقطہ ہے- تو آپ کا ہونا نہ ہونا برابر- آپ کا احمدیت میں داخل ہونا یا اس کا مخالف ہونا یہ بھی برابر- احمدیت کو آپ سے کیا فائدہ پہنچا؟ یا احمدیت سے آپ نے کیا حاصل کیا؟ نہ خدا کا پیار ملا-

نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور شفقت آپ کو نصیب ہوئی - نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور بشارتوں کے آپ حامل ہوئے - پھر کیوں آپ آئے یہاں؟ کیوں تم نے اپنی زندگیوں کو خراب کیا؟ کہ دنیا کے عیش اور آرام میں چند دن گزار لیتے - اگرچہ یہاں سے مرنے کے بعد ابدی جہنم میں آپ کو ڈالا جاتا لیکن اس صورت میں کہ نہ اس دنیا کا آپ نے چین حاصل کیا، اور نہ اس دنیا کی نعمتیں پائیں - بڑی غلطی پہ ہوں گے آپ!!!! اگر آپ ایسا کریں -

اپنی ذمہ واریوں کو سمجھیں

تو اپنی ذمہ واریوں کو علیٰ وجہ البصیرۃ سمجھیں - باتیں کرنا باتیں سننا آپ کا کام نہیں، باتیں اپنے دائرہ کے اندر سننا اس نیت کے ساتھ کہ اس پر عمل کریں - یہ آپ کا فرض ہے، اس عزم کے ساتھ، اس عزمِ صمیم کے ساتھ کہ ہمیں کسی اور مقصد کے لئے تیار کیا جا رہا ہے - جب آپ یہ تربیت حاصل کر لیں تو اس مقصد کے حق کو ادا کریں کیونکہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا - تو پہلی تربیت بے سود اور بے فائدہ ہے - جو شخص نہایت اچھے دماغ کا انسان ایٹم کی ریسرچ میں جاتا ہے اور ریسرچ کے میدان میں رات دن مصروف رہنے کے بعد وہ نئی سے نئی ایجاد کرتا ہے - اور فارمولے بناتا ہے اور اس کا دماغ روشن ہوتا ہے - اس میدان میں اور قوم اس پر بے دریغ روپیہ خرچ کر رہی ہوتی ہے اس امید کے ساتھ کہ جب یہ اپنے علم کو کمال تک پہنچائے گا - تو ہم کو فائدہ پہنچے گا لیکن وہ بندۂ خدا جب اپنے علم کو کمال تک پہنچا چکتا ہے - تو اپنے باپ کی دس ایکڑ زمین پر جا کے ہل چلانا شروع کر دیتا ہے - پیسہ ملتا ہے اب اس کو! تو ویسے نہ کریں - آپ میں سے ہر ایک کی رائے یہی ہوگی - کہ بڑا احمق ہے جو ایسا کرتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے بڑا ہی احمق ہے وہ شخص!!!

لیکن سوچنے کی تو یہ بات ہے کہ کہیں آپ بھی تو ویسے ہی احمق نہیں ہیں؟؟ کہ آپ کو تیار کیا گیا تھا ایک خاص کام کے لئے ایک حد تک جب آپ تیار ہوئے - تو جس غرض کے لئے آپ کو تیار کیا گیا تھا وہ آپ بھول گئے کہ کس غرض کے لئے تیار کیا گیا تھا؟

قرآن کریم کو سیکھو

آپ پیدا ہوئے ہیں غلبہ اسلام کے لئے - اگر آپ اپنے ایمان میں سچے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ قرآن کریم کو سیکھو تو تمہیں اس میں نصیحت حاصل کرنے کی باتیں بھی ملیں گی اور تمہاری عزت اور شرف کے سامان بھی وہاں ملیں گے - اِنَّ فِیۡ ھٰذَا لَذِکۡرٰی قرآن کریم میں ذِکۡرٰی ہے -

ذِکرٰی کا لفظ ذِکر سے بھی زیادہ اچھے معنوں میں ہے- کسی چیز کو زیادہ نمایاں کرنے کے لئے اور اس کی برکت کو زیادہ ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے-

تو قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا اِنَّ فِیْ ھٰذا لَذِکْرٰی کہ قرآن کریم میں ذِکر کے سامان موجود ہیں- نصیحت کے بھی اور شرف اور بزرگی کے بھی- اس لئے جو شخص قرآن کریم سے یہ چیز حاصل کرنا چاہے وہ کرسکتا ہے-

سوال پیدا ہوتا تھا کہ اے خدا! ہم حاصل تو کر سکتے ہیں لیکن تیرے عاجز بندے ہیں- تو خود ہی بتا کہ ہم کیسے اس ذِکْرٰی کو، اس نصیحت کو، عزت کے سامان کو حاصل کر سکتے ہیں- تو ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے تین باتیں بیان کیں- جس میں وہ تین باتیں نہ ہوں- وہ قرآن کریم سے نہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے، اور نہ قرآن کریم اس کی عزت اور اس کے شرف کو بڑھانے کا موجب ہوسکتا ہے-

پہلی بات یہ ہے کہ لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ - ذِکْرٰی تو ہے- لیکن صرف اس شخص کے لئے جو فکر اور تدّبر کرنے والا دل رکھتا ہو- اب میں نے آپ کو بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی بار بار جھنجھوڑا ہے- اور اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر تم اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو- اگر تمہارے دل میں یہ خواہش ہے کہ غلبہ اسلام کے دن جلد تر آ جائیں تو قرآن کریم کی طرف توجہ کرو- لیکن اس میں آپ سستی دکھا رہے ہیں لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ اس سُستی کے نتیجہ میں تمہیں وہ برکت نہیں مل سکتی جو قرآن دینا چاہتا ہے دنیا کو- نہ تمہیں وہ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے- جو قرآن کے طفیل سے حاصل کر سکتے ہو- تو پہلی چیز یہ بتائی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کا فکر، غور اور تدبر کرنے والا دل ہے- اس کے لئے یہ ذِکرٰی ہے- لیکن چونکہ انسان انسان میں بڑا فرق ہے- بعض کی قوتیں اور استعدادیں تھوڑی ہیں- بعض کی بہت زیادہ ہیں- بعض بیس سیڑھی چڑھ سکتا ہے- وسعتِ آسمانی کی طرف کوئی دوسو سیڑھیاں چڑھ سکتا ہے کوئی ہزار کوئی دس ہزار پھر ایک وہ بھی پیدا ہوا- جو ساتوں آسمانوں کو پھلانگتا ہوا آگے نکل گیا ہے- صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر صرف فکر اور تدبر کرنے والا دل رکھتا ہے- لیکن چونکہ ایسا نہیں تھا- کسی نے اتنا اوپر اٹھنا تھا کسی نے اتنا، کسی نے اُتنا اپنے طور پر، کسی اور کو احتیاج نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ جہاں تک تم پہنچ سکتے ہو- تم پہنچو- اس سے آگے کے لئے ان لوگوں کی تلاش کرو جو تم سے زیادہ بلند ہو چکے ہیں- اور ان کی باتوں کو سنو کیونکہ وہ تمہارے معلم بنائے گئے ہیں- اَلْقَی السَّمْعَ جو توجہ سے کان دھرتا ہے- ایسے شخص کی طرف جس کا فکر اور تدبر اس سے زیادہ ہے- اس سلسلہ میں بڑی مشکل پڑ جائے گی- کیونکہ بیسیوں آدمی کھڑے ہو جائیں گے کہ ہم ہیں زیادہ عالم قرآن اور وہی جھگڑے شروع ہو جائیں گے جو

دوسرے فرقوں میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ لیکن تم خوش قسمت قوم ہو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا وجود بھی دیا ہے۔ جس کے مقام پر آسمان سے اس نے شہادت نازل کی ہے۔ اور وہ خلیفہ وقت کا وجود ہے۔ صرف ایک وجود ہے جماعت کے اندر خلافتِ راشدہ میں پہلے بھی اور اب بھی جس کے متعلق قرآن کریم یہ دعویٰ کرتا ہے۔ ہم بناتے ہیں۔ اس مقام تک ہم پہنچاتے ہیں۔

خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے

خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے۔ بندوں کا کام نہیں اور جو حالات کو جانتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ جنہیں ہم کہتے ہیں۔ اگر ان کا داؤ چلتا جو اپنے آپ کو انتظامی لحاظ سے بڑا اچھا سمجھتے تھے۔ یہ کرتا دھرتا مولوی محمد علی صاحب وغیرہ تو مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی خلیفہ نہ بناتے۔ لیکن اس وقت ان کا دماغ اس طرف گیا کہ جو زیادہ قرآن جانتا ہے۔ اس کو بنا دو خلیفہ تاکہ اکٹھے ہو جائیں۔ جب دوسری خلافت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی نعمت ہے کہ بت ساتھ کے ساتھ توڑتا چلا جاتا ہے۔ جو شخص اس طرح کا زیادہ قرآن جاننے والا نہیں تھا۔ جو ایک بچہ تھا جس کے متعلق انہوں نے یہ کہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں خلافت گئی ہے۔ اور چند دنوں کے بعد یہ جماعت تباہ ہو جائے گی۔ خدا نے کہا کہ یہ بچہ ہوگا کیونکہ اپنے ماں باپ کے گھر ایسے زمانہ میں پیدا ہوا کہ آج ایک بچے کی عمر رکھتا ہے۔ لیکن مَیں بچہ نہیں ہوں۔ یہ ایک کمزور ہستی ہے۔ مگر میری ہستی کمزور نہیں۔ یہ تم جو بڑے بڑے مدّبر بنے ہوئے ہو۔ اور مضمون لکھتے ہو۔ اور کتابیں لکھی ہیں اور ریویو آف ریلیجنز میں اپنی علمیت کا تم نے مظاہرہ کیا ہے۔ کیا ہوگا!! مگر میرے علم کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے تم۔ مَیں اس کو بٹھا دیتا ہوں منصبِ خلافت پر تا دنیا اس یقین پر پہنچے کہ خلیفہ خدا بنایا کرتا ہے۔ ورنہ یہ مشتبہ ہو جائے۔ جب تیسری خلافت کا وقت آیا۔ اس وقت ایک اور سلسلہ شروع ہو گیا۔ مَیں نے تنہائی میں بڑا سوچا ہے کہ اگر انسان کے ہاتھ میں خلافت کا دینا ہوتا تو مَیں آخری آدمی تھا جس کو یہ منصب ملتا۔ ایک عاجز انسان کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ نہ کسی کی نظر میں کسی قسم کی مقبولیت رکھنے والا ہے۔ اور خدا نے چپ کر کے پکڑا مجھے اور بٹھا دیا (خلافت کے منصب پر)

خلیفہ پر اعتراض کرنا کسی انسان کا کام نہیں

ہر انتخاب خلافت کے بعد آسمان کی فضا میں یہ آواز گونج رہی ہوتی ہے خدا کی کہ مجھ سے لڑ و اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے۔ .... یہ عاری ہیں سارے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ جیسی روح کو کسی ماں نے نہیں جنا مگر زبان سے یہ نکلتا ہے کہ یونس بن متی سے زیادہ مجھے

فضیلت نہ دو- یہ وہ مقام تھا جس کو آپ اپنے لئے پسند کرتے تھے- عاجزی کا مقام، اور خدا نے آپ کو یہ دکھایا نظارہ- کہ کون جیتے اس عاجزی کے مقابلے میں کہ جبریل کو کہا ٹھہر جاؤ یہاں- آگے نہیں تم نے بڑھنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دروازہ کھل گیا- اور آپ اس دروازہ میں داخل ہوئے اور آگے نکل گئے- تو ایک وہ مقام ہوتا ہے- جس کو خدا کا ایک بندہ اپنے لئے پسند کرتا ہے- وہ عاجزی کا ہی مقام ہوتا ہے- ایک وہ منصب ہے جس پر خدا تعالیٰ اس بندے کو بٹھا دیتا ہے- اس کو اس پر طعن کرنا یا اس پر اعتراض کرنا یا اس کے متعلق کسی قسم کا وہم کرنا- اس شیطان اور ابلیس لعین کا کام ہے- کسی انسان کا کام نہیں ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر ہم پڑھتے ہیں عاجزی کے- طبیعت پریشان ہوتی ہے جس کو جس وقت تک کہ سمجھ نہ آئے مثلاً ؟

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

مولوی لوگ کیا اعتراض کر سکتے ہیں؟ اس پر جو مولوی ہوتا ہے وہ اعتراض کرتا ہے- ایک شخص کو تم نے اپنا نبی بنا لیا- وہ تو کہتے ہیں کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں- ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار- (یہی ہے نہ؟؟؟) تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو وہ مقام ہے جو آپ نے اپنے لئے پسند کیا تھا تو میرے لئے اپنا یہی مقام کافی ہے- مجھے اس سے بلندی کی ضرورت نہیں مجھے یہاں رکھ اور مجھ سے خوش ہو جا تو میں راضی- آپ نے کہا تھا-

تکیہ بر زور تو دارم ورنہ من ہیچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

کہ مَیں اپنے وجود کو دیکھتا ہوں کہ مٹی کا ایک ذرہ جو ہے اس سے بھی کم مایہ ہوں مٹی کے ایک ذرہ سے بھی- لیکن یہ اس وقت کا ہے جب آپ کو یہ مقام مل گیا- جس مقام پر تُو نے کھڑا کیا ہے- مجھے وہاں طاقت کی ضرورت ہے- مَیں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو ذرۂ خاکی سے بھی کم تر- اس واسطے جب تک تجھ پر میرا بھروسہ نہ ہو- میرا کام نہیں چل سکتا-

بیسیوں شعر، سینکڑوں نثر کی عبارتیں ہیں- خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لئے جو پسند کرتے تھے انہیں وہ کہتے چلے گئے- آپ نے فرمایا کہ مَیں گوشہ تنہائی میں پڑا تھا- بڑا خوش تھا کہ ایک طرف پڑا ہوں- نہ دنیا مجھے جانتی ہے اور نہ مجھے اس سے سروکار ہے- اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوں- تب خدا تعالیٰ نے زبردستی مجھے گوشۂ عافیت سے جس کو مَیں گوشۂ عافیت سمجھتا تھا- باہر نکالا اور کہا کہ مَیں نے تجھے اپنا رسول بنایا ہے- جا! اور لوگوں کو مخاطب کر جا کے- اور مخاطب کر ایسے الفاظ میں کہ ساری دنیا تیری مخالف ہو جائے گی تجھے گالیاں دینے لگے گی- تیرے قتل کے منصوبے بنائیں گے- تجھ پر

جھوٹے مقدمے کریں گے۔ جب تیرے پاس ایک پیسہ بھی نہ ہوگا عملاً لاکھوں روپے جمع کریں گے۔ ناکام کرنے کی ہر تدبیر اور ہر منصوبہ سوچیں گے اور جب ان تمام تدابیر اور منصوبوں کا نتیجہ نکل سکے گا تو دنیا یہ دیکھے گی کہ سب طاقتوں کا سرچشمہ اور منبع ہمارے رب کی ذات ہے تو نبوت کے بعد الٰہی سلسلہ میں صرف ایک وجود ایسا ہوتا ہے اپنی ساری عاجزی اور کم مائیگی اور نیستی کے باوجود جس کو وہ حقیقتاً اپنے دل میں محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی شہادت ہوتی ہے کہ جو جس منصب پر یہ فائز ہے۔ وہ میری طرف سے عطا کردہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں بتاؤ کون ہے جو کہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت ثابت کرتی ہے کہ جس منصب کا مَیں زبانی دعویٰ کر رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کوئی ثابت نہیں۔ نہ قرآن کریم سے اس کا ثبوت ملے نہ حدیث سے اس کا ثبوت ملے۔

قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرو

اس وقت اصل مضمون میرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ اگر تم قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہو اور عزت کے ان سامانوں سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ جو اس نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں تو فکر و تدبر کے بعد اس شخص کی آواز پر کان دھرو جو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ تم زیادہ نہیں جانتے۔ ہم میں سے ہر شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ صرف ایک ہی مجھ سے زیادہ جانتا ہے لیکن تم میں سے کسی کے متعلق خدا کی یہ فعلی شہادت نہیں ہے کہ وہ اس منصب پر کھڑا ہے لیکن یہ کہتا بھی ہے۔ اس واسطے آپ کے لئے ضروری ہے کہ اس کی باتوں پر کان دھریں۔ ورنہ قرآن کہتا ہے کہ قرآن سے تم فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔

اور تیسری چیز یہ بتائے وَھُوَ شَھِیْد کہ نہ فکر و تدبر، نہ تعلیم نہ علم سیکھنا تمہیں فائدہ دے گا۔ جب تک عمل سے تم یہ گواہی نہ دو گے کہ جو تم نے سیکھا اور اسے سچ سمجھ کے سیکھا۔ اور اس کو اس لئے سیکھا کہ تم اس پر عمل کرو گے۔ پس محض سننا، محض غور کرنا، محض فکر کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنا کافی نہیں جب تک انسان یہ عزم نہ کر لے اور اپنی زندگی میں اس عزم کو پورا کرے کہ ہم نے روحانی دنیا میں کرنے کے لئے جو کچھ سیکھا ہے اس کے مطابق ہم کرتے بھی ہیں۔ اگر ہم نہیں کرتے تو غور کرنا بھی اور سننا بھی بے معنی ہے۔ بالکل بے معنی اور وقت کا ضیاع ہے۔

قرآن کریم میں ہر قسم کی خیر و برکت، عزت اور بزرگی کے سامان ہیں

تو قرآن کریم میں ہر قسم کی خیر اور برکت، ساری نصائح، ہر قسم کی عزت اور بزرگی اور شرف کے سامان ہیں۔ لیکن ملتے انہیں ہیں جو پہلے خود غور کرتے ہیں پھر وہ سیکھتے ہیں دوسروں سے۔ اور پھر اس

پر عمل کرتے ہیں- جب تک یہ تین باتیں اکٹھی نہیں ہوتیں- تو قرآن تمہیں فائدہ نہیں دے سکتا ہے- پس قرآن سے فیوض حاصل کرنے کے لئے ان تین باتوں کو اختیار کرو- اگر تم ان تین باتوں کو اختیار نہیں کرو گے تو ان ذمہ داریوں کو تم کیسے نبھاؤ گے- جو انصاراللہ نے تم پر ڈالی ہیں اور جماعت احمدیہ نے تم پر ڈالی ہیں-

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن نے تم پر ڈالی ہیں- قرآن کریم تو بڑی عجیب کتاب ہے- اس میں جہاں اگر پہلے رحمت کا ایک دروازہ کھولا تھا تو ایک ہزار ایک دروازہ اب کھول دیا ہے- رحمت کا انسان کے سامنے مگر ایک ہزار ایک ذمہ داریاں بھی ہمارے کندھوں پر ڈال دی ہیں- اب ایک مثال دے، دیتا ہوں- اور وہ موازنہ مذاہب کی مثال ہے تا آپ کو پتہ چلے کہ جو کتاب آپ کو دی گئی ہے- وہ کس قدر شاندار ہے-

حقوق العباد کس طرح ادا کرنے چاہئیں

ہر ایک مذہب جو دنیا کی طرف آیا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ لوگوں کو بتاؤں کہ حقوق اللہ کیسے ادا کئے جاتے ہیں اور حقوق العباد کس طرح ادا کرنے چاہئیں سارے مذاہب اس میں برابر کے شریک ہیں- اسلام نے بھی یہ دعویٰ کیا- محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دعویٰ ہے- سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسلام میں اور پہلے مذاہب میں کیا فرق ہے؟

اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے اور ثابت کرنے کے لئے مَیں پھر حقوق اللہ کی ادائیگی کا ذکر کروں گا- اور وہ بھی بڑے اختصار سے- قرآن کریم نے موثر اور قائل کر دینے والے دلائل کے ساتھ ہمیں یہ سمجھایا ہے- کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں سے ہر صفت اس کے بندے پر بہت سی ذمہ داریاں عائد کرتی ہے- مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات کی ذمہ واری کا حق جو ہے- وہ حقوق اللہ میں سے ہے نہ اس کا حق یہ ہے کہ ہم اس کو واحد لاشریک جانیں اور یہ سمجھیں کہ وہ ہمارا محبوب اور تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام بُری باتوں سے پاک اور منزہ ہے- ایک ذمہ واری ہے ذات باری کی-

صفات باری میں سے ہر ایک صفت بیسیوں، سینکڑوں، ہزاروں ذمہ واریاں ہم پر عائد کرتی ہے- اگر یہ صحیح ہو اور یقیناً یہ صحیح ہے تو پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں- کہ موسیٰؑ اپنی قوم کے سامنے تیس صفات الٰہی کو پیش کرتا ہے- اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سامنے قریباً ستر سے زائد خدائی صفات کو پیش کرتے ہیں- جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں رحمت کے بہت سے زیادہ دروازے کھولے وہاں ذمہ واریاں بھی بہت ڈال دیں

کیونکہ ہر صفت کی ذمہ واری انسان کے اوپر پڑتی ہے۔

ہر نیکی اللہ تعالیٰ کی صفت سے مشابہت اختیار کرنے کا نام ہے

دراصل جتنے گناہ ہیں وہ کسی نہ کسی صفت کو توڑنے یعنی اس کی ذمہ واری نہ نبا ہنے یا اس میں کسی قسم کے شرک کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر نیکی جو ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے مشابہت اختیار کرنے کا نام ہے اس کے بغیر کوئی نیکی نہیں ساری کی ساری نیکیاں جو اسلام بتاتا ہے۔ وہ اس معنی میں نیکیاں ہیں کہ ان کو اختیار کرنے سے تخلق باخلاق اللہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سے انسان مشابہت اختیار کر لیتا ہے مثلاً بہت ساری نیکیاں ایسی ہیں۔ جن کا رب کے ساتھ تعلق ہے اور بعض کا اس فقرہ کے رب کی جو شان ہے۔ رب العالمین ان کے ساتھ تعلق ہے۔ مثلاً کسی جاندار کو دکھ نہ پہنچاؤ۔ انسان کو نہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ کسی چیز کی بھی خواہ وہ غیر جاندار ہو اس کی حق تلفی نہ کرو۔ بڑا عجیب مذہب ہے اسلام۔ جاندار ہو یا غیر جاندار اس کے جو حقوق ہیں ان کو تلف نہیں کرنا

ایک لقمہ بھی ضائع نہ ہو

مثال اس کی یہ ہے چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ جو کھانا گھر میں پکتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ تم پر اس کا حق ہے تم اس حق کو پورا کرو۔ اور پورا اس طرح کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنی پلیٹ میں اتنا سالن نہ ڈالو کہ ایک لقمہ بھی بچے ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ کیونکہ لقمے کا کھانے کا یہ حق تھا کہ اس کو ضائع نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حق پیدا کیا ہے کھانے کا۔ جو گھر میں پکتا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔ اور اگر آپ اس کو ضائع کرتے ہیں تو حق غیر جاندار کا جس کو آپ نے اپنی ہنڈیا میں گھر میں کئی گھنٹے آگ پر رکھا ہے۔ اس کا حق قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاتے ہیں آپ حق تلفی کے نتیجہ میں۔

یہ تو چھوٹی سی مثال ہے۔ ہر چیز کو آپ لے لیں۔ اس کے حقوق اللہ تعالیٰ نے قائم کئے ہیں کتنا وسیع ہے یہ مضمون جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حق کے قیام کے بعد جس کی ادائیگی ہوگی۔ وہ رحمت ہے آپ کے لئے۔

تو جتنی رحمتوں کے دروازے اسلام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے نتیجہ میں ایک مسلمان پر کھولے ہیں۔ اس کا شاید ہزارواں حصہ بھی ان رحمتوں کے دروازے نہیں کھولے دوسری قوموں پر جو ہم سے پہلے گزری تھیں۔ تو قرآن کریم سیکھنا ہے۔ اس روشنی میں جو خلافت کی روشنی ہے۔

خلافت کی روشنی اور خلیفہ وقت کی روشنی

بات یہ ہے کہ ایک ہے خلافت کی روشنی ایک ہے خلیفہ وقت کی روشنی۔ خلیفہ وقت تو ایک انسان

ہےاس کی زندگی جوایک دن ہے یا ایک سال ہے یا دس سال ہے (جتنا خدا کو علم ہے) وہ ختم ہو جاتی ہے- لیکن یہ سمجھنا مثلاً آج کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت کی روشنی بجھ گئی - یہ غلط ہے- یہ ابھی ابھی جو روشنی ہے خلافت کی روشنی مثلاً اس روشنی میں ہمیں یہ بھی نظر آیا تھا کہ جن کے دلوں میں خلافت سے بغض تھا ان کو مندہ کر دیا آپ نے-

تو یہ روشنی قیامت تک نہیں مل سکتی - ویسے تو ان کو لتاڑا ہے- جو غیر مبائعین بنے ہیں کیونکہ رہتی دنیا تک انسان اس روشنی سے نور حاصل کرتا رہے گا- حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ایک فانی انسان ہونے کی حیثیت میں فنا کا جامہ پہن کر دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن جو نور اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا- وہ قیامت تک اندھیرے میں نہیں بدل سکتا- جو نور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے منصب پر قائم کرنے کے بعد دیا تھا- وہ نور قیامت تک پھیکا نہیں پڑ سکتا- محو نہیں ہو سکتا وہ تو نور رہنے والا ہے اسی طرح یہ خلافت چلتی رہے گی- ایک کے بعد دوسرا خلیفہ آتا رہے گا- لیکن خلافت روشنی کو زیادہ روشن کرتی چلی جائے گی- اس کو اندھیرے میں کوئی تبدیل نہیں کر سکے گا-

قرآن کریم کا نور خلافت سے وابستگی سے ہی حاصل کر سکتے ہیں

تو قرآن کریم کا نور خلافت سے وابستگی اور خلافت کے بتائے ہوئے طریقہ کو نتیجہ میں آپ حاصل کر سکتے ہیں- دوسروں سے بھی حاصل کر سکتے ہیں- میں یہ نہیں کہتا کہ نہیں حاصل کر سکتے نہیں حاصل کر سکتے لیکن ان کے پاس سند کوئی نہیں سند ایک ہی آدمی کے پاس ہے-

تو خلافت سے وابستگی کا نعرہ لگاتے ہیں- خدام الاحمدیہ میں بھی ہم اپنا آپ پیش کر رہے ہوتے ہیں- انصار اللہ میں بھی- لیکن ہم پر یہ بھی تو فرض ہے کہ نعرے کا بھی کوئی حق ہے- ہم پر خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہوا کہ جس چیز کا نعرہ لگا رہے ہو اس کی حقیقت کو بھی سمجھیں محض نعرہ بازی کسی کام نہیں آ سکتی-

تو اس وقت خلاصہ میری ساری تقریر کا یہ ہے کہ باتیں کرنے یا باتیں سننے کے لئے محض آپ کی تنظیم کو قائم نہیں کیا گیا- آپ کی تنظیم کو- اے میرے انصار بھائیو!!! اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ آپ نیکی کی باتیں اپنے محدود دائرہ کے اندر اس نیت سے سنیں گے کہ ان پر عمل کر کے آپ وہ روحانی طاقت حاصل کر لیں گے- جس روحانی طاقت کی آپ کو اس بڑے دائرہ کے اندر ضرورت ہے- جو احمدیت کا دائرہ ہے اور جس طاقت کے حصول کے بغیر ان ذمہ واریوں کو صحیح طور پر نباہنا عقلاً ممکن نہیں-

تو ہر تنظیم کا جو غیر مادی ایک وجود ہے جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہر وجود کے کچھ حقوق ہیں اور کچھ

اس کے نتیجہ میں ذمہ واریاں پیدا ہوتی ہیں۔

تو ہر تنظیم کے کچھ حقوق ہیں آپ پران حقوق کو سمجھو اور ادا کرو۔ خلافت کے منشاء کے خلاف اپنی منشاء کوان تنظیموں پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرو کہ وہ ہاتھ جو زوائد کوان کے سر پر رکھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ کاٹ دیا جائے گا۔

آخر میں مَیں دعا کے لئے پھر تحریک کرتا ہوں کیونکہ سفر پر جانا ہے۔ آپ دوستوں سے دوراس لئے اداسی کا باعث بن جاتی ہے کہ آپ میں رہنے کی عادت بھی ہے اور پھر اس کی وجہ سے بہت زیادہ پیار بھی ہے ویسے تو ان کا بھی حق ہے جو دوسرے ملکوں میں رہتے ہیں۔ لیکن ان کو بھی عادت پڑ گئی ہے۔ دور رہنے کی اور مجھے بھی عادت پڑ گئی ہے ان سے فاصلے پر رہنے کی۔ تو بڑے ہی اداس دل کے ساتھ صبح ہمارا جہاز جو ہے وہ پرواز کرے گا۔ لیکن جس مقصد کے لئے پرواز ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ نیک ہے۔ خدا کرے اور آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی وہ نیک مقصد ہو۔ اور اس نیک مقصد کے حصول کے لئے مَیں کامل یقین رکھتا ہوں کہ مجھے کوئی طاقت نہیں جب تک آسمان مجھے وہ طاقت نہ عطا کرے جو مجھے چاہیئے میں اس کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اسلئے جہاں مَیں دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے نازل ہوں۔ اور وہ ہر شیطان سے ہمیں محفوظ رکھے اور ان شیطانی حملوں سے جو ان اقوام کے اوپر ہو چکے ہیں اور جن کے زخموں سے وہ تلملا رہے ہیں۔ ان زخموں کے مندمل ہونے کی دوا ہماری عقلیں تجویز کرسکیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس دوا میں برکت ڈالے اور ان اقوام کو صحت عطا کرے قبل اس کے کہ وہ ایسی موت مریں۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۷/اخاء۱۳۸۸ہش ۲۷/اکتوبر ۱۹۶۷ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ جب سٹیج پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا:- دعا ہے کہ اے ہمارے پیارے رب! تُو نے محض اپنے فضل سے اس بات کی توفیق دی ہے کہ ہم تیرے اس پیارے بندے تیرے مسیح کو شناخت کریں اور اس طرح ہمارا شمار تیرے انصار میں ہونے لگا ہے- تُو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر کہ ہمیں توفیق ملے کہ ہم واقعی اور حقیقی معنے میں تیرے انصار بن جائیں- اور تیری مدد اور تیری الفت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے- دعا کرلیں-

دعا کے بعد حضور پرنُور نے تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائی- اور فرمایا:-

ہمارا یہ دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ حقیقتاً تو ہر احمدی کا ہے- لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت احمدیہ میں بڑی اور پختہ عمر والوں کی تنظیم کو قائم کرکے اس کا نام بھی انصاراللہ رکھا- تا کہ دوہرا احساس اس عمر میں پیدا ہو کہ ہمارا مقام اس دنیا میں انصاراللہ کا مقام ہے- تو ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم انصاراللہ ہیں- یہ دعویٰ کوئی معمولی دعویٰ نہیں ہے بلکہ بڑی ہی اہمیت کا حامل اور بڑی ہی ذمہ داریوں کا حامل یہ دعویٰ ہے- جو لوگ حقیقی معنی میں اللہ کے انصار بن جائیں- ان کی شناخت قرآن کریم نے بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ[1] اگر تم حقیقی معنی میں اللہ کے انصار بن جاؤ گے- تو اسکے نتیجہ میں دو باتیں ظاہر ہوں گی- ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کو آسمانوں سے اترے گا اور اترتا رہے گا- اور دوسرے یہ کہ ایک دفعہ حقیقی معنے میں اس کے انصار بن جانے کے بعد تمہاری ثبات قدم میں کوئی لغزش پیدا نہ ہوگی- اور تم ہمیشہ ہر آن اپنے فعل، اپنے عمل، اپنے قول سے یہ ثابت کرتے رہو گے- کہ واقع میں تم اس کے انصار ہو-

اللہ تعالیٰ کی مدد کئی رنگ میں ظاہر ہوتی ہے- جب ہم مصیبتوں میں یا ابتلاؤں میں یا دُکھوں میں مبتلا ہوں اور ہم اس کے حضور جھکیں اور گڑگڑائیں اور عاجزی کریں اور زاری کریں تو وہ ہماری دعاؤں کو سنتا اور اپنی مدد کو ہم پر نازل کرتا، اور ہمارے دُکھوں اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے- یہ ایک طریق ہے

---

[1] سورہ محمد آیت ۸

اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہونے کا۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس میدان میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور غیر محدود فضل نازل ہو رہے ہیں۔ ایسے ایسے رنگ میں وہ ہماری مدد کو آتا ہے۔ کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اور اس کا دل اپنے رب کی حمد سے معمور ہو جاتا ہے۔ اگر مَیں صرف اپنی ذات سے تعلق رکھنے والی یعنی جو کسی نہ کسی رنگ میں مجھ سے تعلق رکھتی ہیں۔ نصرتیں بیان کرنے لگوں تو سمندر کا پانی اگر سیاہی ہو۔ تو وہ بھی خشک ہو جائے۔ اور ان نصرتوں اور ان فضلوں کو میں بیان نہیں کر سکوں گا۔ میں بعض مثالیں دے دیتا ہوں۔ تا کہ دوست یہ سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ کہ اس وقت میرا مدعا کیا ہے۔

ایک احمدی بہن کی دو لڑکیاں ہی تھیں۔ ابھی کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے رب سے دعائیں کر رہی تھی۔ کہ اے خدا ہمیں ایک لڑکا دے۔ ہر احمدی ماں اور باپ یہ دعا خاص کرتے ہیں کہ وہ نیک ہو۔ وہ خادمِ دین ہو۔ وہ تیرے انصار میں سے ہو۔ شیطان کے شر سے محفوظ رہنے والا ہو۔ وغیرہ وغیرہ ایک رات (سات جون ۱۹۶۶ء) میں اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خواب میں تشریف لائے ہیں اور اس بہن نے انہیں کہا کہ میری خواہش ہے کہ میرے اولادِ نرینہ ہو۔ حضور دعا کریں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا کہ گو مَیں بھی دعا کروں گا لیکن تم میاں ناصر احمد کو دعا کے لئے لکھو۔ چنانچہ اگلے دن صبح اٹھ کر اس نے مجھے خط لکھا کہ مَیں نے یہ خواب دیکھی ہے۔ آپ میرے لئے دعا کریں۔ تو وہ بھی دعا کرتی رہیں۔ اور ان کا خاوند بھی دعا کر رہا ہوگا۔ اور اس کے عزیز بھی کرتے رہے ہوں گے اور جن کو اس نے کہا۔ اور مَیں نے بھی اس کے لئے دعائیں کیں۔ چند روز ہوئے اس کے خاوند کا مجھے یہ خط ملا۔ اور یہ تاریخ اس دوسرے خط سے ہی میرے ذہن میں حاضر ہوئی۔ کیونکہ سینکڑوں خطوط مَیں روزانہ پڑھتا ہوں دعائیں بھی کرتا ہوں۔ لیکن سارے خطوط ذہن میں محفوظ تو نہیں رہتے۔ بھول جاتا ہے انسان۔ مَیں بھی بھولا ہوا تھا۔ تو اس کے خاوند نے چند روز ہوئے لکھا کہ اس طرح میری بیوی نے خواب دیکھی تھی اور صبح اٹھ کر اس نے آپ کو دعا کے لئے لکھا تھا۔ اب آپ خوش ہوں گے۔ یہ سن کر کہ اس کے بعد پہلا بچہ جو ہمارے ہاں ہوا ہے۔ وہ لڑکا ہی ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت والی زندگی دے اور یہ عام دعائیں جو انسان کرتا ہے۔ اپنے بچوں کے لئے وہ لکھی ہوئی تھیں۔

ایک خط افریقہ سے آیا۔ ہمارے ایک مقامی احمدی ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ میرے ہاں چھ لڑکیاں ہیں اور اولادِ نرینہ کوئی نہیں عمر کافی ہو گئی ہے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں لڑکا بھی عطا کرے

اور اس کے بعد جو بچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا - وہ لڑکا تھا - تو افریقہ میں کئی ہزار میل دور بیٹھے ہوئے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا کہ مَیں دعا کے لئے وہاں لکھوں پھر اللہ تعالیٰ کا اس دعا کو قبول کر لینا، اور ان چھ لڑکیوں کے بعد اس کو لڑکا عطا کرنا یہ ایک ایسی نصرت ہے کہ اس کا دل اپنے اللہ کی محبت سے اور اس کی حمد سے معمور ہو گیا - ایک طرف - اور دوسری طرف سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ اس کی عقیدت پہلے سے کہیں بڑھ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ فضل کر رہا ہے - اور اس طرح ہم ایک دوسرے کے لئے جو دعائیں کرتے ہیں - وہ سنتا ہے اور تسکین قلب کے سامان پیدا کرتا ہے -

تو سینکڑوں ہزاروں مثالیں اس قسم کی قبولیت دعا کی بیان کی جا سکتی ہیں - ہر موقع پر، ہر مقام سے، یہاں بھی، امریکہ میں بھی، انگلستان میں بھی اور یورپ میں بھی اور افریقہ کے سارے ملکوں میں اور فجی میں اور آسٹریلیا میں، جہاں احمدی ہیں وہاں فلپائن میں جہاں جہاں بھی احمدی ہیں - ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی برادری بنا دیا ہے - کہ جو برادری حقیقی معنی میں اس وقت تک ہمیں نظر آتی ہے - انصار اللہ کی برادری ہے اور اللہ تعالیٰ جماعت کی دعاؤں کو ایسے رنگ میں قبول کرتا ہے کہ وہاں ہزار ہا میل پر بیٹھے ہوئے - وہ حیران ہوتے ہیں اور احمدیت کی برکت سے ہزاروں لاکھوں ایسے ہیں - جنہوں نے پہلی دفعہ اپنے رب کو شناخت کیا ہے - وہ بڑی قدرتوں والا اور طاقتوں والا اور دنیا اور اس کی ہر چیز اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے - جس طرح وہ چاہتا ہے اسی طرح اس دنیا میں ہوتا ہے -

ابھی چند دن ہوئے - ہماری چھوٹی پھوپھی جان حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے ایک منذر خواب دیکھی - یا کوئی نظارہ دیکھا - وہ تو انہوں نے مجھے نہیں لکھا - بہر حال مجھے لکھا - کہ آپ دعا کریں اور دعا کی تحریک کریں - اور صدقہ دیں - اتفاقاً جس جمعہ کو مجھے وہ خط ملا - اس جمعہ کو چار پانچ روز ہو چکے تھے - ان کے ایک نواسے کی بیماری جسے انفیکشن تھی - اور بخار جو تھا وہ کم ہوتا ہی نہ تھا - ہر قسم کی دوائیں جو آج موجود ہیں - وہ اس کے اوپر استعمال کی جا چکی تھیں لیکن بخار میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا - حتیٰ کہ یہ بھی نہیں کہ دو ڈگری کم ہو جائے - وہ روزانہ ۱۰۵ کا ہوتا تھا - جس کے بعد سے وہ بہت پریشان تھیں - تو میں نے جمعہ میں بھی اس عزیز بچہ کے لئے دعا کی تحریک کی - اس شام میں انہیں وہاں ملنے بھی گیا - اس کو دیکھا - وہاں بھی اس کے لئے دعا کی - اور مَیں نے اس کی والدہ کو کہا - کہ دیکھو کل صبح تک اس کا بخار اتر جائے ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا - اس رنگ میں مَیں نے اس سے بات کی اور خدا کا کرنا ایسا ہوا - کہ کل صبح اس کا بخار اتر گیا - اور اب وہ بالکل خیریت سے ہے - کمزوری کچھ رہتی ہے - تو میری طبیعت میں یہ

بھی ایک بشاشت پیدا ہوئی کہ اس دن دو دعاؤں کی تحریک کی گئی تھی - ایک میں نے اپنے متعلق دوستوں کو کی تھی - کہ جو انذار کا پہلو ہو - وہ اللہ تعالیٰ ٹال دے وہ پہلو تو نمایاں نہیں تھا - نہ پتہ لگ سکتا ہے اس مادی آنکھ کو کہ وہ کیا پہلو تھا - وہ کس طرح ٹلا یا نہیں ٹلا - واللہ اعلم - ہم اپنے رب پر امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی ٹل گیا - لیکن ساتھ ایک ایسی دعا کی گئی جو نظر آ رہا تھا کہ پوری ہوگئی - مادی آنکھ نے بھی دیکھا - اور آنکھ نے محسوس کیا - کہ بچہ کے لئے دعا کی گئی تھی - جس کو کئی روز سے شاید پانچ دن سے بھی زیادہ ۱۰۵ سے کم بخار نہیں ہوتا تھا - اس رات اللہ تعالیٰ نے میری اور آپ کی دعاؤں کو قبول کر کے بخار کو اتار دیا - اس سے میرے دل میں یہ بشاشت پیدا ہوئی کہ دو دعائیں کی گئیں تھیں - ایک ظاہراً پوری ہوگئی تھی - دوسری نظر نہیں آ سکتی اس لئے امید رکھتے ہیں کہ وہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور جو بھی بلا تھی - اور پریشانی تھی - وہ اللہ تعالیٰ نے ٹال دی - الحمد للہ علیٰ ذالک - تو ایک نصرت تو اللہ تعالیٰ کی اس رنگ میں نازل ہوئی ہے اور اس کثرت سے نازل ہو رہی ہے کہ صرف اس نصرت کے شکر کے طور پر اگر ہم اپنی زندگیوں کے باقی سانس اس کی ۔ میں گزاریں تب بھی اس کی حمد کا حق ادا نہیں ہو سکتا -

دوسرے رنگ میں جو اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے - وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر فیصلہ کیا کہ وہ دنیا میں دوبارہ اسلام کو غالب کرے گا - اور اپنے اس فیصلہ کے نفاذ کے لئے اس نے اپنے ایک بندے کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد میں سب سے بلند مقام اور ارفع مقام رکھتا تھا - اسے مبعوث کیا - اور مامور کیا اور اس کے گرد ایک چھوٹی سی جماعت اس نے جمع کر دی - جو آج قریباً سو سالہ ترقیات کے بعد بھی اپنی تعداد میں دنیا کی آبادی کے لحاظ سے چھوٹی سی جماعت ہے - اور ایک غریب سی جماعت ہے - اور ایک کم مایہ سی جماعت ہے - اور ایک ایسی جماعت ہے جس کے پاس کوئی سیاسی اقتدار نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے کہا - ۔ اس جماعت اس ذرۂ ناچیز کو اپنے ہاتھ میں لوں گا اور اس کے ذریعہ سے دنیا میں اسلام کو غالب کروں گا اور پھر اس نے ایک طرف اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ وہ اس کی راہ میں قربانیاں دیں اور دیتے چلے جائیں اور دوسری طرف آسمان سے فرشتوں کو نازل کیا - اور ان سے کہا کہ جماعت کی حقیر قربانیوں کی طرف نگاہ نہ کرنا - بلکہ میرا فیصلہ جو آسمانوں پر ہو چکا ہے - زمین پر اس کو نازل کرو - چنانچہ ہماری حسین قربانیوں کا جو نتیجہ اس وقت تک نکلا ہے - اگر ہم آنکھیں کھول کر ۔ س نتیجہ پر غور کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ ان اچھے نتائج کا ہماری قربانیوں کے ساتھ کوئی تناسب ہی نہیں - بلکہ قربانیاں اتنی حقیر ہیں - اور نتائج بڑے شاندار نکل رہے ہیں -

آج بھی میں نے جمعہ میں بتایا تھا کہ تحریک جدید کی فوج نے ۳۴ء سے لے کر ۴۴ء تک

دس سال کی جو قربانیاں دی تھیں- اتنی بڑی دنیا میں اور اتنے بڑے اموال کے مقابلہ پر چند لاکھ کی حقیقت ہی کیا ہے- ان حقیر قربانیوں کے نتیجہ میں جو اپنے فضل اور نصرتیں نازل کیں انکی ایک شکل یہ ہے- کہ ۴۴ء کے بعد غیر ممالک میں ایسی جماعتیں پیدا ہونی شروع ہوگئیں- جو اخلاص رکھنے والی اور ایثار کا نمونہ دکھانے والی، اپنے رب کی معرفت رکھنے والی- اور اسکی راہ میں اپنی ہر چیز قربان کرنے والی تھیں- اور مالی میدان آج ۳۰ لاکھ کے قریب انکی (سالانہ) قربانیاں ہیں- اس میں سے ہم نکال دیں گے وہ امداد جو گورنمنٹ کی طرف سے سکولوں کو دی جاتی ہے- تب بھی بڑی قربانی ہے- جو وہ دے رہے ہیں-

تو وہ دس سالہ قربانی جو ہے، وہ ممکن ہے (ممکن ہے کیونکہ اس وقت اعداد و شمار میرے سامنے نہیں) لیکن ممکن ہے کہ دس سال کی مجموعی قربانی اس سال کی بیرونی ممالک کی قربانی سے کم ہو- تو جو دس سال میں پھیلا کر آپ نے مالی قربانی دی تھی- اور اپنے مالوں کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے قدموں میں لا رکھا تھا- اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت ڈالی کہ وہ اموال جب غیر ممالک میں تبلیغ اسلام پر خرچ ہوئے- تو اس کے نتیجہ میں ایسی جماعتیں پیدا ہوگئیں کہ ان جماعتوں کی مجموعی قربانی آج ایک سال کی، ان دس سال کے اموال سے زیادہ ہے- تو کتنی بڑی برکت ہے- جو ہمیں نظر آ رہی ہے- اتنی بڑی نصرت ہے- اس کی جو ان قربانیوں کے شامل حال رہی-

وہ لوگ جن کو یہ خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ کوئی اسلامی گروہ یہاں آ کر اسلام کی تبلیغ کرے گا- جب وہ اپنے اموال کو دیکھتے تھے جب وہ اپنے سیاسی اقتدار کو دیکھتے تھے- جب وہ عیسائیت کی اشاعت کے لئے اپنی قربانیوں کو دیکھتے تھے- جانی بھی اور مالی بھی تو وہ سمجھتے تھے کہ ہم فاتح ہو جائیں گے- اور عیسائیت کو ساری دنیا میں غالب کر دیں گے- پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوا چلائی جس کا ذکر مَیں نے اپنے اس مضمون میں بھی کیا ہے- کہ خواب تو یہ دیکھ رہے تھے کہ افریقہ سارے کا سارا مسیح کے قدموں میں گر جائے گا- خواب تو وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو دیکھنے کی خواہش کرے گا تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی- کیونکہ ہندوستان میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہے گا سب عیسائی ہو جائیں گے- اور خواب تو وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مکّہ پر خداوند یسوع **مسیح کا** جھنڈا لہرائے گا- لیکن آسمان کے خدا نے کہا کہ مَیں ایسا نہیں ہونے دوں گا مَیں نے اپنے مسیح کو بھیجا اور اس لئے بھیجا کہ وہ دلائل کے ساتھ اس صلیب کو توڑ دے جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور آپ کے جسم کو زخمی کیا تھا- اور دلائل کے ساتھ جیسا کہ بتایا گیا تھا- اس صلیب کو توڑ دیا گیا ہے اور خود عیسائی اس بات کو ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے- اور اس پر بہت سی کتابیں لکھی جا رہی ہیں- ابھی چند

روز ہوئے مجھے امام بشیر کا خط ملا - کہ ایک نئی کتاب انگریزی میں شائع ہوئی ہے جس کے مصنف نے اپنی اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے - تو خود عیسائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی تصدیق کر رہے ہیں اور اس کے لئے کتب لکھ رہے ہیں - اور اس میں ہمارا اتنا دخل نہیں جتنا کہ ہمارے رب کی نصرت اور ملائکہ کے نزول کا دخل ہے - دلوں کو بدل رہا ہے - ایسے شواہد وہ خود دنیا کے سامنے لا رہے ہیں - کہ وہ لوگ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ صلیب ٹوٹ چکی کیونکہ اگر مسیح صلیب پر نہیں مرے تو کفارہ کا مسئلہ ختم ہو گیا - کہ وہ قربانی جس کے اوپر ان کے مذہب کی بنیاد تھی - وہ تو دی ہی نہیں گئی جب دی ہی نہیں گئی تو لوگوں کے گناہ کیسے معاف ہو گئے - عیسائیت مر جاتی ہے اور صلیب پر نہ مرنے اور مسیح کے طبعی موت مر جانے سے عیسائیت مر جاتی ہے - تو صلیب پر وہ نہیں مرے خود وہ اس کے قائل ہو گئے ہیں اور کفارہ اور تثلیث اور الوہیت مسیح - اور ہم تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ ہے کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے بھی پیدا ہو جائے لیکن وہ نہیں مانتے اور اس بات کا خود پادری انکار کر رہے ہیں - جیسا کہ ابھی ذکر کیا تھا - ایک پادری نے اپنے کسی لیکچر یا مضمون میں یہ لکھ دیا کہ مَیں الوہیت مسیح اور مسیح کے بن باپ ہونے کا وغیرہ وغیرہ جس طرح ان کے بنیادی عقائد سمجھے جاتے ہیں - مَیں ان کا قائل نہیں ہوں - اور وہ اچھا بھلا پادری ہے - اس پر انہوں نے بڑا شور مچایا - اور پادریوں نے ایک کمیشن بھی بٹھایا ہے - کچھ اخباروں میں کچھ خطوط بھی اس کے متعلق لکھے گئے - تو اس نے پھر جواب میں لکھا - جو اخباروں میں چھپ گیا اور اس میں اس نے لکھا کہ اگر تم لوگ جو میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو ایسے پادریوں کی تلاش کرو گے - جو ورجن برتھ میں اور تثلیث میں اور فلاں میں اور فلاں میں جو ان کے عقائد ہیں - ان میں یقین رکھتا ہو گا - اور ان پر ایمان رکھتا ہوگا - تو مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہیں پادری کوئی نہیں ملے گا یعنی سارے پادری اب ان عقائد کو چھوڑ چکے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے - مَیں نے آج خطبہ میں بھی بتایا تھا کہ پادری اتنے گندے الزام مسیح علیہ السلام پر لگا رہے ہیں - کہ انسان زبان پر لا نہیں سکتا - اور پھر اپنی طرف سے نہیں لگا رہے -

ایک پادری نے لکھا ہے کہ انجیل کی فلاں فلاں آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح بڑے گندے اخلاق کا مالک تھا - تو وہ جو ایک وقت میں خدا بنایا گیا - وہ جو ایک وقت میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کھڑا کیا گیا اور اس کے ماننے والی دنیا نے یہ کہا کہ اللہ کا نام مٹا کر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ملیا میٹ کر کے ہم مسیح کی عزت کو دنیا میں قائم کریں گے - اور اس کی الوہیت کو دنیا میں قائم کریں گے - وہ سب دعوے ہوا میں اُڑ گئے - اور وہی بات پوری ہوئی - جو ہمارے رب نے کہی تھی - تو یہ ایک میدان

ہے- جس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے- اور ہم اس کے بھی بے شمار مظاہرے اور جلوے ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں- اور بھی بہت سے میدان ہیں- جن میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیں نظر آتی ہے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس پیار کو دیکھتے ہیں- تو ہمارے سر جھک جاتے ہیں اور ہماری روح پگھل کر آستانہ الوہیت پر بہنے لگتی ہے- اور ہمارے جسم کا ذرّہ ذرّہ اس خواہش میں دیوانہ ہورہا ہوتا ہے- کہ وہ خدا کی راہ میں قربان ہوجائے-

جب تک یہ جذبہ جماعت میں قائم ہے- اس وقت تک ہم واقع میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی انصاراللہ ہیں- کیونکہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ثابت کررہی ہے کہ ہم انصاراللہ ہیں کیونکہ اس کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہوتی ہے- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ جو میری مدد کرے گا میں اس کی مدد کے لئے آؤں گا- تو جس کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں سے آئے اور اس کے فرشتے نازل ہوں اس کے متعلق قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں ہم حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ واقع میں حقیر ہونے کے باوجود، کم مایہ ہونے کے باوجود، کمزور ہونے کے باوجود، غفلتوں کے باوجود جو کچھ انہوں نے خدا کے حضور پیش کیا تھا- اس نے وہ قبول کرلیا- کیونکہ اگر وہ قربانیاں نہ ہوتیں تو یہ جماعت انصاراللہ نہ بنتی اور اگر یہ انصاراللہ نہ ہوتی - تو خدا تعالیٰ کی مدد اور اس کی نصرت اس کے شامل حال نہ ہوتی - چونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال ہے- اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہیں کہ واقع میں خدا کی نگاہ میں یہ جماعت انصاراللہ کی جماعت ہو-

یہ تو تھی انصاراللہ کی شناخت- اب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں- انصاراللہ کی ذمہ داریوں پر- جب اللہ تعالیٰ اپنا کوئی مامور دنیا میں مبعوث فرماتا ہے تو اس کا زمانہ تین حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے- ایک زمانہ ہوتا ہے بنیادوں کو مضبوط کرنے کا- اس وقت بنیادیں قائم کی جارہی ہوتی ہیں- پھر دوسرا زمانہ آتا ہے- ان بنیادوں پر روحانی قلعوں کی تعمیر کا اور پھر تیسرا زمانہ آتا ہے- ان روحانی قلعوں کو خوبصورت بنانے اور کنسالیڈیشن (Consolidation) کا اور ان کے فیوض کو ساری دنیا میں قائم رکھنے کی جدوجہد کا- قائم کرنے کی جدوجہد اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے- اور قائم رکھنے کی جدوجہد پھر شروع ہوجاتی ہے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر جب نگاہ ڈالیں- یعنی اسلام کی نشاۃِ اولیٰ پر تو اس زمانہ میں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی- پہلے عرب کے لئے بنیادیں مضبوط کی گئیں پھر خود سارا جزیرہ نما عرب جو تھا وہ بطور بنیاد کے بن گیا- اور وہاں دنیا میں جو اسلام کے قلعے تعمیر ہوئے تھے- ان کی بنیادوں کی مضبوطی کے سامان پیدا کئے گئے اس کے بعد پھر ایسا زمانہ آیا کہ وہ

روحانی قلعے ساری دنیا میں بننے شروع ہوئے۔ اور معروف دنیا کے چپہ چپہ پر اللہ تعالیٰ کا گھر جو تھا۔ وہ بن گیا۔ اور اس کے فیوض اور برکات سے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اللہ یاد آیا۔ جب اللہ یاد آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت کے جلوے اپنی رحمت کے نشان انہیں دکھانے شروع کئے۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت ساری دنیا کی اقوام میں پیدا ہوگئی۔ اور پھر اس محبت کو قائم رکھنے کی جو جدوجہد تھی وہ شروع ہوگئی۔ تین صدیوں تک اسلام جو تھا۔ وہ اپنے عروج پر رہا اور پھر اس کے بعد قائم رکھنے کی جدوجہد تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک رہی۔ لیکن کمزور ہوتی چلی گئی۔ جیسا کہ پہلے بتایا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں چھوٹے چھوٹے چراغ اسلام کے ہمیں جلتے نظر آتے تھے۔ اور کچھ آپ کی بعثت کے وقت کے قریب کے زمانہ میں بجھ گئے۔ وہ اولیاء فوت ہو گئے اور کچھ نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ وجود جو اسلام کی روشنی پھیلانے والے تھے۔ اندھیرا پھیلانے کا موجب ہو گئے۔ اور بہت تھے جن کی روشنیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلامؑ کے چاند میں گم ہوگئیں۔ اور آپ کے وجود کا وہ ایک حصہ بن گئے۔ اور اس طرح ابدی حیات کو انہوں نے حاصل کر لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے وعدے دیئے ہیں غلبہ اسلام کے متعلق وہ تین صدیوں کے اندر اندر پورے ہو جائیں گے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تین صدیوں کے اندر اندر ہی یہ تینوں زمانے ہیں۔ بنیادوں کے رکھنے اور انہیں مضبوط کرنے کا زمانہ، روحانی قلعوں کی تعمیر کا زمانہ اور روحانی قلعوں کی حفاظت کا زمانہ اپنے عروج اور اس کے بعد کا زمانہ جو ہے۔ وہ تین صدیوں کے اندر اپنے کمال کو پہنچ جائے گا۔ جو حفاظت کا زمانہ ہے۔ وہ تو پھر آگے چلتا ہے۔ قیامت تک جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وعدے ہیں وہ چلے گا۔ یہاں تک کہ انسان پھر اپنے رب کو بھول جائیں گے اور اس دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔

یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ مَیں اس کی تفصیل میں تو ابھی نہیں جاتا۔ بہرحال ان تین زمانوں کا ان تین صدیوں کے اندر اندر ضروری نہیں کہ تین صدیاں ہوں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود وضاحت سے فرمایا ہے۔ اس سے زیادہ زمانہ نہیں ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ دوسو سال کے اندر، ہوسکتا ہے کہ تین سو سال کے اندر، ہوسکتا ہے کہ سوا دوسو سال، اڑھائی سو سال کے اندر بھی یہ تینوں زمانے آجائیں۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ جو بنیادیں مضبوط کرنے کا زمانہ تھا۔ وہ ختم ہو رہا ہے۔ اور روحانی قلعوں کی تعمیر کے زمانہ میں ہم داخل ہو رہے ہیں۔ ان بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے اموال، عزتیں، آرام اور سکون اور صحابۂ مسیح موعود علیہ السلام کے خون کو استعمال کیا گیا ہے- اسی طرح تابعین کی ایک جماعت تھی- جنہوں نے مالی قربانیاں دیں- جنہوں نے جانی قربانیاں دیں جنہوں نے اپنی عزت کی قربانیاں دیں- جنہوں نے اپنے وقت کی قربانیاں دیں- جنہوں نے اپنی خواہشات کی قربانیاں دیں ہر قسم کی قربانیاں انہوں نے دیں تا کہ ان قلعوں کی تعمیر مضبوط بنیادوں پر ہو سکے- جو آج اللہ تعالیٰ دنیا میں روحانی طور پر کرنا چاہتا ہے- اب ہم اس زمانہ میں داخل ہو رہے ہیں- جب ان بنیادوں پر روحانی قلعوں کو تعمیر کیا جائے- اور یہ زمانہ جس میں بنیادوں پر قلعوں کو تعمیر کیا جاتا ہے- اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ ہمیں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اموال کی ضرورت پڑے گی- ہمیں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اوقات کی ضرورت پڑے گی- ہمیں پہلے سے زیادہ بہت زیادہ عزتوں کی قربانی کی ضرورت پڑے گی- ہمیں پہلے سے زیادہ سکون اور آرام کی قربانیوں کی ضرورت پڑے گی- اور ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ جان کی قربانی کی ضرورت پڑے گی اور اس وقت انصار اللہ کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ خود ان قربانیوں کو دینے کے لئے تیار ہو جائیں- اور تیار رہیں اور اگلی نسل کو تیار کریں کہ وہ یہ قربانیاں اپنے رب کے حضور پیش کریں- اگر ہم نے اس زمانہ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے- وہ قربانیاں خدا کے حضور پیش کر دیں- جن کا آج کا وقت مطالبہ کر رہا ہے- تو مَیں امید رکھتا ہوں اپنے رب سے کہ وہ اگلے پچیس تیس سال کے اندر اس سے زیادہ فتوحات اسلام کو عطا کرے گا- کہ ہماری آنکھ تو ہمیشہ ہی حیرت سے خدا کے فضلوں کو دیکھتی ہے- دنیا کی آنکھ بھی حیرت سے خدا کے فضلوں کو دیکھنے لگے گی- اور اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی کہ بڑا ہی عظیم تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ روحانی فرزند جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں اسلام کو غالب کرے گا-

پس اس زمانہ کی نزاکت کو سمجھیں اور اس زمانہ کی آواز کو سنیں اور اس زمانہ میں اسلام جو مطالبہ کر رہا ہے- اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے ہر دم تیار ہوں- اگر ہم ایسا کریں اور اگر ہم خدا کرے کہ اس کی نگاہ میں انصار اللہ بنے رہیں- تو پھر مَیں اپنے رب پر کامل یقین رکھتے ہوئے بڑی ہی خوشیاں اور فتوحات مستقبل قریب میں دیکھ رہا ہوں- لیکن شرط یہ ہے کہ اعلیٰ تو یہ ہیں- اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ [1] اگر اس پختہ ایمان پر ہم قائم رہیں- اور ایمان کی علامت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کی ہے کہ لَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا- ایک یہ کہ تدبیر میں کمی نہ ہو- قربانیاں دینے میں غفلت کو اختیار نہ کیا کرو جہاں ایثار کے نمونے دکھانے ہوں- وہاں سستی نہ دکھائی جائے- اور تدبیر کو کمال تک پہنچانے

[1] سورہ آل عمران آیت ۱۴۰

کے بعد کوئی ضرر پیدا نہ ہو- بلکہ آدمی یہ سمجھیں کہ ہم نے جو کچھ ہم سے ہو سکا کر دیا اور جو نتیجہ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں نکلے- اس نتیجہ کے مقابلہ میں، ان شاندار فتوحات کے مقابلہ پر یہ قربانیاں کوئی چیز نہیں- کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نتیجہ نہ نکلے- اللہ تعالیٰ کہتا ہے لَاتَحْزَنُوْا کہ پھر غم نہ کرنا- کیونکہ میری نصرت ان تمام خامیوں اور کمزوریوں کو دور کر دے گی- اور وہ نتیجہ نکل آئے گا- جو ضرورت کے مطابق انتہائی خرچ کے بعد نکلنا چاہئے تھا- انتہائی تدبیر اپنی طاقت کے مطابق تو تم نے کر دی- لیکن ضرورت وقت کے مطابق وہ نہیں تھی- تو یہ جو فرق ہے تمہاری طاقت، تمہاری استعداد اور ضرورت وقت، کا اس فرق کو مَیں اپنی نصرت سے پورا کروں گا- اور تمہیں پھر اس سکیم پر قائم رہنا چاہئے- کہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کہ اگر ایمان کے وہ نمونے دکھاؤ گے- جو مَیں چاہتا ہوں- کہ خدا کی راہ میں تم دکھاؤ- تو غالب تم نے ہی آنا ہے- دنیا کی ساری طاقتیں مل کے بھی اس الٰہی فیصلہ کو بدل نہیں سکتیں- اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اسلام کو غالب کرے- ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی کہ کیسے غالب کرے گا- لیکن ہماری عقل نے تو ۹۱-۱۸۹۰ء میں کب سمجھا تھا کہ ہمیں اتنی طاقت حاصل ہو جائے گی جو اب ہے- گزشتہ قریباً ۹۰-۱۰۰ سال میں جماعت نے جس رنگ میں جس طور سے ترقی کی ہے- اس وقت کی عقل انسانی اس کو سمجھ آ سکتی تھی؟ ہرگز نہیں- اس وقت ایمان بالغیب وہ چند افراد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد جمع ہوئے تھے- ایمان بالغیب لائے تھے- ان کو یہ پختہ یقین تھا کہ نتیجہ ہماری نظر سے اوجھل ہے- اور ہماری آنکھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی- نہ ہماری جدوجہد وہاں تک پہنچ سکتی ہے- لیکن خدا نے کہا اس لئے نتیجہ وہ نکلے گا- پھر ہم نے اس ایک آواز کو جس کی طرف شاید پہلے دن کسی ایک نے بھی توجہ نہ کی تھی- ساری دنیا میں گونجتے دیکھا- اور لاکھوں آدمیوں نے اس آواز کو پہچانا غیر معمولی حالات میں مخالف حالات میں اور اس پر ایمان لائے- اور ان کے دل اس نفس پر اس وجود پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے جس کی وہ آواز تھی- اور دنیا کا کوئی خطّہ ایسا نہیں رہا کہ جہاں احمدیت پہنچ نہیں گئی اس سفر کے دوران ہی بعض جگہ مجھ سے سوال کیا گیا تھا- کہ آپ کی جماعت کی تعداد کتنی ہے تو میں ان کو تفصیل سے یہ بتاتا تھا کہ تعداد بے معنی ہے- ہم اس وقت کم و بیش تین ملین یعنی تیس لاکھ ساری دنیا میں ہوں گے- کچھ اوپر شاید ہوں- لیکن جو چیز ہمیں تسلی دلانے والی ہے اور جو چیز ہماری صداقت پر ایک گواہ ہے- وہ یہ ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں- اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری مدد کرنے گا- اس کے بعد سے ہر سورج جو چڑھا اس سورج کی آنکھ نے جماعت کو پہلے سے زیادہ تعداد میں اور پہلے سے زیادہ مضبوط دیکھا- کوئی ایک دن بھی تو ایسا نہیں- کہ ہم اسے پہلے دن سے

کمزور نظر آئے ہوں- اور ہر روز سورج کی آنکھ نے ایک تعداد میں زیادہ اور اس کے کام میں زیادہ مضبوط جماعت پر نگاہ ڈالی اور اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ ہے کہ وہ تدریجی ترقی دیتا چلا جاتا ہے- جب تک کہ اس کی جماعت اپنے عروج کو نہیں پہنچ جاتی - اس لئے تم ہماری تعداد کو نہ دیکھو جو اللہ تعالیٰ کا ہم سے سلوک ہے- اس پر نگاہ رکھو- اور کیسے تم کہہ سکتے ہو کہ ہم غالب نہیں آئے - یہ ایک حقیقت ہے نا ؟؟؟ کہ ہر روز جو سورج چڑھتا ہے- وہاں وہ ہمیں پہلے دن کی نسبت سے زیادہ اور مضبوطی میں مستحکم پاتا ہے- اسی نسبت سے وہ ساری انسانیت کو جو ہمارے مقابل پر ہے- تعداد میں کم اور اس سے کام میں بھی کم پاتا ہے- کیونکہ جو ہمیں ملا - وہ اُن سے چھین لیا گیا - جو لوگ ہم میں شامل ہوں گے- وہ ان میں سے کم ہو گئے - اور جتنی طاقت ہماری بڑھ گئی اتنی طاقت ان کی کم ہوگئی - جیسا کہ ابھی مَیں نے بتایا ہے- انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ افریقہ عیسائیت کی گود میں ہے- اب سوال ہی کوئی نہیں یعنی شبہ کوئی نہیں- ان کے دماغ میں تھا یہ انیسویں صدی کے آخر کی بات ہے- جب عیسائیوں نے اپنی کانفرنس میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ افریقہ جو ہے- وہ تو عیسائیت کو مل چکا ہے- اس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی - اور اب یہ حال ہے کہ اپنی ہی کانفرنس میں یہ اعلان کیا جاتا ہے- کہ حالات یہ ہو گئے ہیں- کہ اگر ایک شخص عیسائیت کو قبول کرتا ہے- تو اس کے مقابلہ میں دس اسلام کو قبول کرتے ہیں- اور خدا کے فضل سے وہ دن بھی آنے والا ہے- جب کوئی شخص بھی عیسائیت کو قبول نہیں کرے گا - اور دس نہیں بلکہ دس ہزار، دس لاکھ اسلام کے اندر داخل ہو رہے ہوں گے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑی کثرت سے آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو کے ہمارے لئے راہ ہموار کر رہا ہے- اس راہ پر چلنا ہمارا کام ہے- فرشتوں نے راہ ہموار کر دی ہے- ہم نے دیکھنا ہے کہ ہم ان راہوں پر اب گامزن ہوتے ہیں کہ نہیں یہ ہماری آج کی ذمہ داری ہے- یہ دوسرے دور کی ذمہ داری ہے- مَیں سمجھتا ہوں- کہ پہلے دور کی ذمہ داریاں دوسرے دور کی ذمہ داریوں سے زیادہ تھیں- لیکن بعض لحاظ سے دوسرے دور کی ذمہ داریاں پہلے دور سے بہت زیادہ ہیں- کیونکہ دوسرے دور میں وسعت ہے- اور وسعت میں بہت سی کمزوریوں کے پیدا ہو جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے- کمزوریوں سے بچتے رہنا اور وسعت کے مطابق کام کی وسعت قربانیوں کی وسعت اس کے مطابق قربانیاں دیتے چلے جانا خدا کی راہ پر یہ پہلے سے زیادہ مشکل ہوگا - کیونکہ کچھ کمزور ہوں گے- تربیت کے لحاظ سے ان کو اپنے ساتھ چلانا - یہ نہیں ہوسکتا کہ ہماری جماعت کا ایک قدم تو آسمان پر ہے اور دوسرا تحت الثریٰ میں ہے- پھر ہم کیسے چلیں گے- ایک کم سے کم معیار اخلاص وصدق وصفا کا جو الٰہی جماعتوں میں ہونا چاہئے - وہ ہر احمدی بڑے اور چھوٹے مرد اور عورت میں پیدا ہو جانا چاہئے - اس کے

بغیر ہم اپنی ذمہ داریوں کو نباہ نہیں سکتے اور مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ انصار اللہ کا یعنی جو تنظیم کے لحاظ سے انصار اللہ ہیں- ان کا بہت بڑا فرض ہے یہ کہ وہ جہاں اپنے نفس کی اصلاح پر بروقت اور ہر آن کوشاں رہیں- وہاں وہ ہر وقت یہ بھی دیکھتے رہیں کہ اگلی نسل جو ہے- جو ان کے بچے ہیں- چھوٹے بھائی ہیں جن کے وہ گارڈین ہیں- جن کے داعی اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر کیا ہے- وہ بھی اس کم سے کم مقام سے نیچے نہ گریں- کوشش تو یہ ہونی چاہئے- کہ بلند سے بلند مقام تک وہ پہنچیں تا کہ ہم اس دوسرے دور کی ذمہ داریوں کو کما حقہ پورا کر سکیں- تا کہ اس دور میں جو روحانی اسلامی قلعے تعمیر ہونے ہیں- دنیا کے چپہ چپہ پر وہ روحانی قلعے جو وہ ہماری زندگیوں میں تعمیر ہو جائیں- ان کا پورا حصہ تعمیر ہو جائے- اور ہم خوشی اور بشاشت کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑیں کہ ہماری قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا ہے- اور ہم نے اسلام کی فتوحات کو ایک حد تک اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا- خدا کرے کہ ایسا ہی ہو-

(غیر مطبوعہ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۲۹؍اخاء ۱۳۸۸ہش ۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۷ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

ربوہ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۷ء سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ بارہویں اجتماع میں جو اختتامی تقریر ارشاد فرمائی۔ اس کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اس وقت مَیں اپنے بھائیوں کو بعض اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جو ذمہ داریاں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار اللہ کی مجلس پر ڈالی تھیں۔ آپؓ نے ۱۹۴۳ء ہی میں اس طرف مجلس انصار اللہ کو توجہ دلائی تھی۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ کو بھی کہ ان تنظیموں کے معرض وجود میں لانے کا باعث یہ ہے کہ حضور چاہتے ہیں کہ اس طرح جماعت میں پوری بیداری پیدا ہو جائے اور بیداری قائم رہے۔ ہر دو تنظیموں نے ایک حد تک تو خوش کن کام کیا ہے لیکن جہاں تک جماعتی بیداری کا تعلق ہے۔ ہم ابھی تک اس بات میں سو فیصدی کامیاب نہیں ہوئے۔

اس اجتماع پر ہی صرف ۳۱۰ مجالس کے نمائندے تشریف لائے ہیں حالانکہ مغربی پاکستان میں اس وقت سات آٹھ سو سے زیادہ مجالس قائم ہیں ہر ضلع کی ہر مجلس کا کم از کم ایک نمائندہ اجتماع پر ضرور آنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر ہماری تنظیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جماعت کو ہر وقت بیدار رکھا جائے تو یہ ضروری ہے کہ تمام مجالس بلکہ اگر ہو سکے تو تمام احمدی مرکز سے پختہ تعلق رکھیں۔ مرکز سے پختہ تعلق اس طرح رکھا جاتا ہے کہ ایک تو زیادہ سے زیادہ دوست زیادہ سے زیادہ اوقات پر مرکز میں جمع ہوں۔ اپنے دوستوں سے ملیں جو نظام چلانے پر مقرر ہیں۔ ان سے ملیں تبادلۂ خیال کریں۔ اپنی مقامی ضروریات اور مشکلات کو ان کے سامنے رکھیں اور اگر کسی جگہ کمزوری پائی جاتی ہو تو اُسے باہمی مشورہ سے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

بیداری کے قیام کے لئے دوسری اہم چیز یہ ہے کہ جو رسالے اور اخبار مرکز سے شائع ہوتے

ہیں- وہ کثرت سے پڑھے جائیں-مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی کے کان میں وہ باتیں پڑنی چاہئیں کہ جن کی اشاعت مرکز سے ہوتی ہے- مرکزی اخبار اور رسالوں میں ایک تو کچھ اپیلیں کی جاتی ہیں مثلاً بتایا جاتا ہے کہ بعض جماعتیں اپنے وعدوں کے مطابق اور اپنی ذمہ داریوں کے مطابق چندے نہیں دے رہیں یا بعض جگہوں پر مساجد نہیں ہیں وہاں مساجد ہونی چاہئیں یا بعض جگہ تربیت کے کام میں سُستی ہے- وہاں اس طرف توجہ ہونی چاہئے- اگر جماعت کو یہ پتہ ہی نہ لگے کہ کس جگہ کس قسم کا نقص یا خامی واقعی ہوگئی ہے تو وہ اُسے دور کرنے کی طرف متوجہ کیسے ہو سکتے ہیں اسی طرح اگر جماعت اپنے اخبار اور رسالوں کو نہ پڑھے تو انہیں کیسے علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کس رنگ میں اور کس کثرت کے ساتھ اپنی رحمتیں جماعت احمدیہ پر نازل کر رہا ہے اور رحمتوں کی اس بارش کے نتیجہ میں ہم پہ جو پہلی اور عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے- وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا ہے-لیکن اگر احباب جماعت کو ان رحمتوں کا علم ہی نہ ہو- تو حمد اور شکر بجالانے کی ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ کیسے بجالائیں گے-

میرے اس دورہ کے نتیجہ میں جو پچھلے دنوں مَیں نے یورپ کا کیا تھا- جماعت احمدیہ نے خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کو دیکھا یعنی جنہوں نے دیکھا جنہوں نے اخبار پڑھے ہمارے اخبار میں بھی ان تمام رحمتوں کا ذکر اس رنگ میں نہیں آ سکا جس رنگ میں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہم پر ہوا- ابھی پرسوں ہی امام کمال یوسف نے مجھے ۱۶۴ تراشے اخباروں کے بھیجے ہیں- صرف ڈنمارک کی ان اخباروں کے تراشے ہیں جن میں مسجد ''نصرت جہاں'' کے افتتاح کی خبریں شائع ہوئیں- یا انہوں نے ایڈیٹوریل لکھے یا نوٹ دیئے یا مضامین لکھے اس سلسلہ میں- اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ تراشے صرف یہاں کے اخباروں کے ہیں- وہ کہتے ہیں مَیں نے چرچ کی ہر بلیٹن دیکھی تو نہیں- لیکن میرا یہ اندازہ ہے کہ چرچ کی ہر بلیٹن نے ہماری مسجد کے افتتاح کا ذکر کیا ہے- اس پر نوٹ لکھے ہیں- اب یہ ساری باتیں ہمارے اخباروں میں نہیں آئیں-لیکن جتنی باتیں ہمارے اخبار میں آئی ہیں- اس کے نتیجہ میں بھی ہمارے دل میں اپنے رب اور پیدا کرنے والے کے لئے حمد اور شکر کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ساری عمر ان رحمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے رہیں- تب بھی ہم حمد اور شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے-

بعض نادان یہ خیال کر سکتے ہیں- کہ جو رحمتیں اور جو فضل اور جو برکات سماوی اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں نازل کیں- وہ کسی ایک شخص پر تھیں- یہ خیال بالکل غلط ہے- اللہ تعالیٰ کی وہ ساری رحمتیں جماعت احمدیہ پر تھیں- ساری جماعت ایک جان ہو کر اور ایک وجود بن کر خدا تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں

لگی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی دعاؤں کو سنا اور جماعت پر اپنی رحمت کی بارش نازل کی۔ کسی ایک فردِ واحد پر نہیں اور اس رحمت کے نزول کے بعد جماعت پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد پہلے سے کہیں زیادہ کرنے لگے اور اس کا شکر بجا لائے تا کہ مزید رحمتوں کا نزول آسمان سے ہم پہ ہوتا رہے لیکن اگر جماعت کو ان چیزوں کا علم ہی نہ ہو تو حمد اور شکر کے جذبات کیسے پیدا ہوں گے۔

تو جماعت میں بیداری قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد بڑا بھی اور چھوٹا بھی ۔ مرد بھی اور عورت بھی ۔ جماعت کے اخبار اور رسالوں کو پڑھنے کی عادت ڈالے یا جو نہیں پڑھ سکتے ۔ ان کو سنانے کا انتظام کیا جائے ۔ جب تک جماعت کے دوستوں کو یہ پتہ ہی نہیں لگے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور فضلوں کے نزول کے ساتھ ترقیات کی راہوں پر کس طرح کس تیزی کے ساتھ اور بلندیوں کی کس سمت میں ہمیں لے جا رہا ہے۔ ہم اس کا شکر بجا نہیں لا سکتے ۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے ہمارے دلوں میں وہ جذبہ ہی نہیں ہو سکتا ۔

تو جماعت کو بیدار رکھنے کے لئے مرکز کے اخباروں اور رسالوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور ان اخباروں اور رسالوں کو پڑھنا اور پڑھوانا یہ انصار اللہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری انصار اللہ پر ہے کہ انہوں نے جماعت کو بیدار رکھنا ہے۔ انہوں نے جماعت کو بیدار رکھنا ہے تو جس وقت آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ ہر ضلع کے نمائندے تو آئے ہوئے ہیں۔ ضلعی نظام اس بات کی طرف خاص توجہ دے کہ ہر احمدی کو ان فضلوں اور رحمتوں کی واقفیت ہوتی رہے۔ جو اللہ تعالیٰ جماعت پر ہمیشہ نازل کرتا رہا ہے اور کرتا چلا جا رہا ہے۔ بیداری پیدا کرنے کے لئے یا جماعت کو بیدار کرنے کے بعد بیداری قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر فردِ واحد مرکز اور خلافت سے پختہ وابستگی رکھے۔ خلافت سے وابستگی رکھنے کا جب مَیں کہتا ہوں تو میری مراد کیا ہے۔ اس پر تفصیل کے ساتھ مَیں کچھ باتیں بیان کرنے کے بعد بتاؤں گا ۔ بہر حال جماعت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے اور بیداری قائم رکھنے کے لئے مرکز میں کثرت سے آنا ۔ مرکز کے اخبارات کو کثرت سے پڑھنا اور خلافت اور مرکز سے وابستگی رکھنا یہ ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں بہر حال جدوجہد کرنی پڑے گی اور جدوجہد رہنی چاہئے ۔ کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے۔ ہمارا حق ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

جماعت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے ''وقف عارضی'' بھی بہت بڑا ذریعہ بنا ہے۔ اس وقت تک کئی ہزار احمدی 'وقف عارضی' پر جا چکے ہیں۔ اور اس طرح انہوں نے جماعت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے بڑی کوشش اور بڑی جدوجہد اور بڑی دعائیں کی ہیں۔ انہوں نے دعا کرنے میں لذت

اور سرور کو محسوس کیا اور دعا کرنے کی عادت ان میں پیدا ہوئی اور انہوں نے اس چیز کو پہچانا کہ ہمارا ربّ بڑا ہی پیار کرنے والا ہے اگر ہم عاجزی کے ساتھ اس کے حضور جُھکیں گے تو وہ ہماری باتوں کو سنتا ہے اور ان کو قبول کرتا ہے یا جو باتیں ہمارے لئے مفید نہ ہوں اور وہ قبول نہ کرنا چاہے اس سلسلہ میں جب وہ رد کرتا ہے تو ساتھ ہی کسی اور پہلو سے ہمارے دلوں کے لئے تسکین کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ وقف عارضی کی طرف بھی مجلس انصار اللہ کو خاص توجہ دینی چاہئے۔ انصار اللہ میں بھی جیسا کہ خدام میں پڑھے لکھے بھی ہیں ان پڑھ بھی ہیں جو وفود گئے ہیں ان میں جو کامیاب ہوئے ہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو خاص طور پر ان دنوں میں محسوس کیا ہے۔ ان میں پڑھے لکھے بھی شامل تھے۔ اور اَن پڑھ بھی ساتھ تھے۔ اور استثنائی طور پر بعض وفود ناکام بھی ہوئے ہیں ناتجربہ کاری کی وجہ سے بعض دوستوں کو پتہ ہی نہیں لگا۔ کہ ہم نے کس طرح کام کرنا ہے اور ان ناکامیوں میں پڑھے لکھے بھی شامل ہیں اور اَن پڑھ بھی شامل ہیں۔ اس واسطے یہ خیال کر لینا کہ جو دوست پڑھے لکھے نہیں وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔ یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ بیسیوں سینکڑوں ان پڑھ احمدی دوست ایسے ہیں جو وقف عارضی کے پندرہ دن بڑی محبت اور اخلاص کے ساتھ دوسری جگہوں میں گزار چکے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے کس رنگ میں جماعت کی خدمت لی۔ اور ان کے دل خدا کی حمد سے معمور ہیں۔

تو بیداری پیدا کرنے اور بیداری قائم رکھنے کی جو ذمہ داری مجلس انصار اللہ پر ہے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مجلس انصار اللہ کے اراکین زیادہ سے زیادہ وقف عارضی کے منصوبہ میں شامل ہوں۔ اور کم از کم سال میں دو ہفتے تو خالصۃً للہ اور اس کے دین کے لئے وقف کریں۔

اس کے علاوہ مجلس انصار اللہ پر یہ فرض بھی عائد کیا گیا تھا کہ وہ روزانہ کچھ نہ کچھ وقت جماعتی کاموں کے لئے دیں اور اس کی طرف بھی آپ دوست اپنے اپنے مقامات پر توجہ دیں اور ایسا پروگرام بنائیں کہ ہر رکن مجلس انصار اللہ روزانہ کچھ وقت دین کی راہ میں خرچ کرے۔ ایک دوسرے کو ملیں۔ وعظ و نصیحت کریں۔ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ دیں تربیت اور اصلاح و ارشاد کے بہت سے ایسے کام ہیں جو ہم کر سکتے ہیں انصار اللہ کو روزانہ کچھ کام دینا چاہئے۔ جس طرح ہم روزانہ نمازیں پڑھتے ہیں جس طرح بعض دوستوں کو اللہ تعالیٰ چندوں کے علاوہ روزانہ کچھ نہ کچھ خرچ کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کی بھی ہر ایک کو عادت ڈالنی چاہئے۔ چاہے آپ ایک دھیلہ روزانہ دیں۔ ایک دھیلہ روزانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نکالیں۔ یعنی یہ نہیں کہ پہلی تاریخ کو جب تنخواہ ملی تو مہینہ کی ساری رقم (جو خرچ کرنا تھی) نکال لی۔ یا مہینہ کے آخر پر دکانداروں نے اپنے

اخراجات کے لئے دکان سے رقم نکالی تو اس میں سے وہ رقم نکال لی- بلکہ یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں روزانہ کچھ دیں- تا کہ دن کے چوبیس گھنٹوں میں بھی اس قربانی کے نتیجہ میں جو بظاہر حقیر سی ہوگی- اگر خدا کرے وہ قبول ہو جائے ایک بڑی برکت ڈالی جائے-

تو جماعت میں زندگی پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے اپنے اندر زندگی کے نمایاں آثار ظاہر ہو رہے ہوں- اور ہر مقام پر کسی کو یہ پوچھنے یا یہ بتانے کی ضرورت نہ ہو کہ یہاں مجلس انصاراللہ قائم ہے بلکہ ہمارے کام، ہماری تدابیر جو ہم اس مقام پر اختیار کریں اور ہماری دعائیں جو ہم کر رہے ہوں- ہر آنے والے کو ہماری طرف متوجہ کریں اور وہ سمجھیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی یاد میں محو رہتے ہوئے اس کی حمد کرتے رہتے ہیں اور اس کی مخلوق پر ہر موقع پر احسان کرتے ہیں اور ان کے خیر خواہ ہیں اور ان کے غم خوار ہیں اور ان کے مددگار ہیں- اور کسی جگہ بھی اگر دکھ اور تکلیف اور پریشانی انہیں نظر آئے تو جس حد تک طاقت ان میں ہے وہ اس دُکھ تکلیف اور پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں- اگر آپ اس رنگ میں کام کریں تو آپ دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر سکتے ہیں- پھر وہ لوگ جو اس وقت ہماری بات سننے کے لئے تیار نہیں آپ کی باتیں سنیں گے اور جب وہ آپ کی باتیں سنیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں سے بہتوں کی ہدایت کے سامان بھی پیدا کر دے گا-

تو ایک زندہ جماعت اور ایک زندہ مجلس کی حیثیت میں ہمیں اپنی زندگیوں کے دن گزارنے چاہئیں اور اپنے نفس کی اصلاح اور انہیں اپنے چھوٹوں بڑوں اور اپنی اولاد اور ان لوگوں کی جو ہمارے زیر اثر ہیں ان کی تربیت کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے- اس کے لئے قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا بہت ضروری ہے- قرآن کریم کی طرف اگر ہم اتنی توجہ دیں جتنی ہمیں دینی چاہئے اگر قرآنی انوار سے حصہ لینے کی ہم وہ کوشش اور جدوجہد کریں جو ہمیں کرنی چاہئے اگر قرآنی مطالب سیکھنے میں ہم میں اس قسم کا انہماک پیدا ہو جائے جو انہماک پیدا ہونا چاہئے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم پہلے سے بھی کہیں زیادہ جذب کرنے والے ہو جائیں گے- قرآن کریم بڑی برکتوں والی کتاب ہے- قرآن کریم میں دنیا کی تمام بھلائیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں- خیر ہی خیر ہے اور ہر قسم کی خیر اس میں ہے اور اس سے باہر کوئی خیر نہیں- یہ ایک حقیقت ہے دنیا اسے سمجھے یا نہ سمجھے- ہم اسے پہچانیں یا نہ پہچانیں- مگر یہ ایک ایسی صداقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا- قرآن کریم دنیا میں ایک جنت کو قائم کرنے کے لئے اور پیدا کرنے کیلئے نازل ہوا تھا- لیکن مسلمان اس کو بھول گئے اور جنت کی بجائے انہوں نے اپنے لئے دوزخ کے سامان پیدا کر لئے- تکلیف کے سامان پیدا کر لئے- تنزل کے سامان پیدا کر لئے- بے عزتی کے سامان

پیدا کر لئے - ہر قسم کے دُکھ اور پریشانی کے سامان پیدا کر لئے - اگر قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا جاتا - اگر قرآن کریم کے انوار سے اپنے سینوں کو منور رکھا جاتا - اگر قرآن کریم کے احکام پر کار بند رہا جاتا - اگر قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا جاتا - اگر قرآن کریم کا ایک عملی نمونہ بن کر اس دنیا میں زندگی گزاری جاتی - تو ہماری وہ حالت نہ ہوتی جو آج ہمیں نظر آ رہی ہے - اب اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کے ہمارے کانوں میں یہ آواز ڈالی اور ہمارے دلوں میں اسکو گاڑ دیا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ اگر تم کسی قسم کی خیر اور بھلائی حاصل کرنا چاہتے ہو تو قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو جاؤ -

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک اور زبردست تنبیہ بھی کی ہے جس کو پڑھ کے انسان کانپ اٹھتا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ یہ بتایا کہ

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ نَبْتَلِیْہِ بِذُرِّیَّۃٍ فَاسِقَۃٍ مُلْحِدَۃٍ یَّمِیْلُوْنَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَا یَعْبُدُوْنَنِیْ شَیْاً

اور آپ نے اس کا یہ ترجمہ فرمایا کہ

''جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا - ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے - جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی - وہ دنیا پر گریں گے اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا - یعنی ایسی اولاد کا انجام بد ہوگا - اور توبہ اور تقویٰ نصیب نہیں ہوگا - ❶

پس اگر آپ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنا چاہتے ہیں اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد ذریّہ فاسقہ ملحدہ نہ ہو جو دنیا کی طرف مائل اور اپنے ربّ کو بھولنے والی ہو تو آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں آپ خود قرآن کریم کو سیکھیں وہاں اپنی اولاد کو قرآن کریم سکھائیں - اور قرآن کریم ان کو پڑھائیں - مَیں نے تعلیم قرآن کریم کی ایک سکیم، ایک منصوبہ جاری کیا تھا - جماعت نے ایک حد تک تو اس کی طرف توجہ دی ہے - لیکن مجھے ابھی پوری تسلی نہیں - کیونکہ مَیں نے یہ سوچا تھا اور اس کے مطابق مَیں نے یہ دعائیں کی تھیں کہ اے خدا تو ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم تین سال کے اندر اندر ہر احمدی کو قرآن کریم پڑھا دیں، سکھا دیں - ایک سال تو قریباً گزر گیا ہے - اس سال میں جتنی ہم نے ترقی کی ہے - اس سے مجھے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تین سال کے اندر اندر اپنے اس مقصد کے حصول میں ناکام رہیں - پس اس موقع پر میں پھر اپنی جماعت کو اور خصوصاً مجلس انصار اللہ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں

❶ ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی صفحہ ۵ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۳

کہ اپنے گھروں میں ہر قیمت پر قرآن کریم سکھانے کا انتظام کرو- اور پوری کوشش کرو کہ آپ کی اولاد میں سے یا وہ لوگ جو خدا تعالیٰ نے آپ کے ماتحت کئے ہیں- ان میں سے ایک فرد بھی ایسا نہ رہے کہ جو قرآن کریم پڑھنا نہ جانتا ہو- اس کا ترجمہ نہ جانتا ہو- اور موجودہ زمانہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تفسیر سے واقف نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہے-

اس میں شک نہیں کہ ہر شخص اپنی قوت اور استعداد کے مطابق علم حاصل کرتا ہے- لیکن جس حد تک کسی میں اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد رکھی ہے کہ وہ قرآن کریم کے معانی کو سمجھ سکے اور اس کے انوار سے حصہ لے سکے- اس استعداد کی حد تک اُسے قرآن کریم سمجھ لینا چاہئے اور اس کے انوار میں حصہ دار بن جانا چاہئے- اس کے بغیر ہم وہ زندگی نہیں گزار سکتے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے کہ گزاریں اور اس کے بغیر ہمیں وہ کامیابیاں حاصل نہیں ہو سکتیں جن کامیابیوں کے وعدے اللہ تعالیٰ نے ہم سے کئے ہیں- ہماری جو بھی کامیابیاں ہیں اور جو بشارتیں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے جماعت کو دی ہیں- وہ بشارتیں اس وقت ہی پوری ہو سکتی ہیں- جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق قرآن کریم کو پڑھنے والے اور اس کو سمجھنے والے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہوں اگر آج جماعتِ احمدیہ قرآن کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے لگ جائے اور ہمارے اندر کوئی خامی اور نقص باقی نہ رہے تو بہت جلد دنیا اسلام کی طرف متوجہ ہو اور اپنے ربّ کو پہچاننے لگے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے- اور آپ کے لئے درود ان کی زبانوں پر جاری ہو جاوے-

تو قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کا انتظام اس حد تک مکمل ہو جانا چاہئے کہ اگلے دو سال کے اندر اندر ہم اپنے مقصد کو حاصل کر لیں- مغربی پاکستان کے رہنے والے بھی اور مشرقی پاکستان کے رہنے والے بھی اور اس کے لئے آپ اپنے اپنے مقامات پر جا کر کوئی منصوبہ تیار کریں- کیونکہ جب تک انسان کسی منصوبہ کے ماتحت کام نہ کرے اس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہوا کرتا- بہت سے دوست اخلاص رکھتے ہیں اور وہ ارادہ کرتے ہیں کہ فلاں کام شروع کر دیں گے- اور کچھ دن اس طرح گزر جاتے ہیں اور جب وہ اس کام کو شروع کرتے ہیں تو وہ ادھورا ہوتا ہے کیونکہ کوئی منصوبہ نہیں ہوتا- پس ہر ایک کو آپ میں سے اپنے اپنے مقام پر جا کر جائزہ لینا چاہئے کچھ جائزہ تو پہلے لیا جا چکا ہے لیکن جہاں جائزہ نہیں لیا گیا وہاں جائزہ لینا چاہئے کہ کون کون قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا اور ان کو قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کیا جائے-

بعض ایسی مجالس ہوسکتی ہیں جہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو قرآن کریم پڑھا سکے- میرے علم میں بھی بعض ایسے مقامات ہیں جہاں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس جماعت کو قرآن کریم پڑھا سکے- جس حد تک مجھے علم ہے- مَیں کوشش کرتا ہوں کہ وقف عارضی کے زیادہ سے زیادہ وفود وہاں بھجوائے جائیں- لیکن جہاں بھی آپ اپنی کوشش سے یہ نتیجہ نہ نکال سکیں اور سمجھیں کہ آپ کے پاس ایسے سامان نہیں کہ تمام جماعت کو قرآن کریم پڑھایا جا سکے- وہ آپ ہمیں لکھیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ مرکز کی طرف سے وہاں قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کریں گے- لیکن آپ میں سے کم از کم ہر شخص یہ عہد اپنے دل میں کر کے یہاں سے جائے کہ وہ اس بات میں اپنی پوری کوشش کرے گا کہ اس کی جماعت کا ہر فرد قرآن کریم پڑھنے لگ جائے- اور قرآن کریم کا ترجمہ جاننے لگ جائے اور جس حد تک ممکن ہو- قرآن کریم کی وہ تفسیر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں ملی ہے اس سے اُسے واقفیت حاصل ہو جائے-

اب میں ایک اور ضروری بات کے متعلق اپنے دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں- اور وہ یہ کہ مَیں نے ایک دو دفعہ پہلے بھی بتایا ہے کہ جب مجھ سے کوپن ہاگن (ڈنمارک) کے بارہ پادریوں کے وفد نے یہ سوال کیا کہ جماعت احمدیہ میں آپ کا مقام کیا ہے؟ تو مَیں نے انہیں جواب دیا تھا کہ میرے نزدیک تمہارا یہ سوال درست نہیں کیونکہ میرے نزدیک جماعت احمدیہ اور مَیں ایک ہی وجود کے نام ہیں- چونکہ ہمارا وجود ہی ایک ہے اسلئے آپ کا یہ سوال درست نہیں ہے کہ جماعت میں میرا مقام کیا ہے- آپ کا سوال تو تب درست ہوتا اگر میرا وجود اور ہوتا اور جماعت کا وجود اور ہوتا- جب مَیں نے یہ جواب دیا تو اس کا مطلب کیا تھا- میں ذرا تفصیل میں جانا چاہتا ہوں- ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور ہمارا اس پر یقین اور ایمان ہے کہ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے نظام خلافت کو قائم اور جاری کیا ہے اور وہ خود جماعت میں خلیفہ کو مقرر کرتا ہے- یعنی انتخاب کے وقت لوگوں کی رائے کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اور خلیفہ وقت کے دل میں اللہ تعالیٰ احباب جماعت احمدیہ کے لئے اس قدر شدید محبت پیدا کرتا ہے کہ دنیا اس کا اندازہ نہیں کرسکتی اور جماعت کے دل میں اس کے لئے ایک ایسی محبت پیدا کرتا ہے جو دنیا کی عقل کو حیران کرنے والی ہو اور جب ان دو محبتوں کی آگ اکٹھی ہوتی ہے تو سارے وجود غائب ہو جاتے ہیں اور سارے مِل کے ایک وجود بن جاتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف ایک وہ دل ہوتا ہے کہ جماعت کے ہر فرد کے دکھ میں برابر کا شریک اور ان کی پریشانیوں میں برابر کا حصہ دار- انسان کے ساتھ پریشانیاں لگی ہوئی ہیں اس لئے آپ میں سے ہر شخص کسی نہ کسی وقت ضرور پریشان ہوا ہوگا- اور آپ میں سے ہر شخص یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ آپ ایک کی

پریشانی نے آپ کو کتنا پریشان کیا- وہ اس پریشانی کے وقت کس قدر پریشان ہوا- تو وہ دل جو ہر پریشان دل کے ساتھ اسی طرح پریشان ہوا- اور جس نے ہر دُکھ اٹھائے جانے والے بھائی کے ساتھ ویسا ہی دُکھ اٹھایا اس دل کی کیا کیفیت ہوگی- اور دوسری طرف اس شخص کے دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی مجھے پیار دے رہے ہیں- ان لاکھوں کے پیار کا میرا ایک دل کیسے صحیح جواب دے سکے گا- ہر وقت وہ خوف میں رہتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے- کہ ہر ایک کو پیار کے مقابلہ میں ویسا پیار نہ ملے- اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو- تو ایک طرف وہ جماعت کے ہر فرد کے دُکھوں میں شریک اور اس کی پریشانیوں میں وہ حصہ دار اور دوسری طرف وہ پھر بھی ہر وقت لرزاں اور ترساں کہ اتنے دلوں میں خدا نے جب میرا پیار پیدا کر دیا تو اتنے دلوں کو اس پیار کے مقابلہ میں ویسا ہی پیار جو میرا فرض ہے وہ کیسے مَیں ادا کروں گا- مَیں سمجھتا ہوں یعنی جو میرا ذاتی احساس ہے کہ جو بھی خلفاء گزرے ہیں یقیناً ان کے دلوں کی بھی یہی کیفیت ہوگی- سب سے زیادہ خوف انکے دلوں میں ہر وقت یہ رہتا ہوگا کہ اس محبت کا جواب جس محبت کے ساتھ ملنا چاہئے وہ مَیں دے سکوں گا یا نہیں- اس کے لئے بڑی دعائیں کرتا ہوں- بڑی عاجزی کرتا ہوں- اور مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ شروع سے ہی اور پہلے دن سے ہی اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ میں یہ ڈالا کہ تم نے دعائیں صرف ان لوگوں ہی کے لئے نہیں کرنی جنہوں نے تمہیں دعا کے لئے لکھا ہو یا دعا کیلئے زبانی کہا ہو- بلکہ یہ دعا بھی کرو کہ ہر وہ شخص جسے دعا کیلئے لکھنا چاہئے تھا اور اس نے نہیں لکھا یا جس کو ویسے ہی لکھنے کا خیال نہیں آیا یعنی اس پر کوئی الزام نہیں- وہ کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں لکھ سکا- اے اللہ تعالیٰ تُو ان سب کی مرادوں کو پورا کر اور اگر وہ پریشان ہیں تو ان کی پریشانیوں کو دور فرما- اپنی طرف سے یہ دل یہ کوشش کرتا ہے کہ دونوں طرف کی محبت یکجان اور ایک جسم کی طرح بنی رہے- ہمیشہ اور چونکہ خلیفہ وقت کا وجود میرے ایمان کے مطابق اور جماعت کا وجود ایک ہی وجود ہے- اس لئے خلیفۂ وقت کو کبھی یہ خیال نہیں آ سکتا- کہ وہ اپنی کوئی بزرگی آپ پر قائم کرے- کوئی بزرگی نہیں- سب سے زیادہ احساسِ خدمت اس دل میں پیدا ہوتا ہے اور سب سے زیادہ احساس اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی اور نیستی کا اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے- ایک خادم، ایک خادم آپ لاکھوں کو اللہ تعالیٰ نے دے دیا- کتنی ذمہ داری اس پر ڈال دی- اگر آپ کی دعائیں اس کے شامل حال نہ ہوں- اگر آپ کی محبت اُسے ملتی نہ رہے تو وہ اپنی ان ذمہ داریوں کو نہیں نبھا سکتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کر دیئے کہ آپکے دل میں بھی اُس نے محبت پیدا کر دی اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ان دو محبتوں کی آگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو وجود نہ رہے- جماعت اور خلیفہ وقت ایک وجود بن گیا- تو بزرگی کس پر- بڑائی اور برتری کس پر-

اپنے وجود پر؟ احمقانہ خیال ہوگا یعنی اگر کوئی شخص آج یہاں کھڑا ہو کر کہے کہ مَیں اپنے آپ سے بڑا ہوں تو آپ کہیں گے ادھر آؤ - ذرا باہر چلو - تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں کہ تم پاگل ہو گئے ہو - تو چونکہ ایک وجود بن جاتا ہے اس لئے جماعت میں کوئی بزرگی نہیں - بزرگیاں سب جماعت کو حاصل ہیں جو خدا نے دی ہیں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ اور چنیدہ جماعت ہے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت میں ہی خلافت ملی نا! اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ

''میرے وجود کی سرسبز شاخو''

تو جس کو اس کی نیابت میں کوئی مقام ملا ہے وہ سارے ایک ہی وجود کی سرسبز شاخیں ہیں بہرحال جماعت اور خلیفہ ایک ہی وجود ہے اور مَیں ایسے محسوس کرتا ہوں اور اس کے لئے مَیں قسم کھانے کے لئے بھی تیار ہوں کہ یہ ایک ہی وجود ہے - دونوں طرف محبت کے دریا ہیں جو بہتے چلے جا رہے ہیں اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے ہماری طاقت اور قدرت میں یہ چیز نہیں - اس نے ہی فضل کیا اور تمام جماعت کو بشمولیت خلیفۂ وقت ایک وجود بنا دیا - بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں - لیکن بعض نادان جب دیکھتے ہیں اور وہ آدھی چیز دیکھتے ہیں یعنی جماعت کا پیار تو دیکھتے ہیں مگر خلیفۂ وقت کا پیار نہیں دیکھتے تو ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی بزرگ بنیں اور اس پیار کا حصہ لیں اور یہ ہلاکت کی راہ ہے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں اس کا بھی ذکر کیا ہے - مثلاً چراغ دین جمونی مرتد ہوا اور اس نے بہت سے دعوے کئے - ان سب دعوؤں کے متعلق تو مَیں اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ ان کا میرے مضمون سے تعلق نہیں - لیکن ایک یہ بھی تھا کہ وہ اپنے آپ کو جماعت میں ایک بزرگ ہستی سمجھنے لگ گیا تھا - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ

''اس نے جماعت کے تمام مخلصوں کی توہین کی کہ اپنے نفس کو ان پر مقدم کر لیا''

کتنے پیار کا اظہار ہے اس فقرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جماعت کے لئے اور کس قسم کی تنبیہہ ہے اس شخص کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح اور توبہ کا موقع نہیں دیا - لیکن بہت ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اصلاح اور توبہ کا موقع دے دیتا ہے - پس اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں اگر وہ یہ سمجھتا ہو اور یا بعض کشوف اور رؤیا اس کو ہوں - سچے یا غلط - اور ان کی وجہ سے وہ کوئی ایسا وجود بن گیا ہے کہ جس کو جماعت پر مقدم رکھنا چاہئے - تو وہ ہلاکت کی راہ پر چل رہا ہے - اس کو اپنی فکر کر لینی چاہئے - کوئی شخص اس مقدس اور برگزیدہ جماعت میں ایسا نہیں جس کو

جماعت پر مقدم رکھا جا سکے۔ اس جماعت کا پیار وہی حاصل کرے گا جو خدا کے فرمودہ کے مطابق اس کی راہ میں اور جماعت کی خدمت میں عاجزانہ راہوں کو اختیار کرے گا اور اپنے لئے کسی بزرگی کسی بڑائی اور کسی محبت کے حق کا حقدار نہیں سمجھے گا۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے مخلصوں کی جماعت ہے اس دنیا میں جو دنیا میں غرق ہے اس دنیا میں جسے اپنے مالوں سے اتنی محبت ہے کہ وہ ایک دھیلہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس دنیا میں جو دنیا کی عزتوں اور وجاہتوں اور اقتدار کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو پیدا کیا اور ان لوگوں میں سے نکالا۔ اور ان کو اکٹھا کر دیا اور ان کو ایک وجود بنا دیا اور پھر خدا نے کہا کہ مَیں اپنے مخلصین کے اس گروہ کو جو ایک وجود کا حکم رکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کے درخت کی سرسبز شاخیں ہیں۔ ان پر اپنی رحمتوں کو بے حد اور بے انتہا نازل کروں گا اور وہ اپنے وعدوں کا سچا ہے اور اپنے وعدوں کو پورا کر رہا ہے۔ جب ہم اس کے فضلوں کو آسمان سے نازل ہوتے دیکھتے ہیں جب ہم اپنی حقیر کوششوں کے نتیجہ میں بہترین نتائج نکلتے دیکھتے ہیں۔ تو ہم میں سے ہر ایک کا دل اپنے ربّ کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ ہمارے دماغ اس وقت یہ نہیں سوچتے کہ کون ان کا حقدار ہے اور کس کی وجہ سے یہ فضل نازل ہوئے ہیں۔ جماعت اس کی حقدار اور جماعت کی وجہ سے اور جماعت کی قربانیوں کی قبولیت کے نتیجہ میں یہ فضل نازل ہو رہے ہیں۔ کسی شخص کو کسی اور پر بزرگی حاصل نہیں اور نہ اس کو جماعت برداشت کر سکتی ہے۔ بہتوں نے بزرگ بننا چاہا تو جماعت سے نکال دیئے گئے یا نکل گئے۔

ایک نذیر احمد برق ہی ہیں۔ جماعت کے کچھ لوگ انہیں جانتے ہوں گے۔ ان کو بھی بڑی خوابیں آنی شروع ہوئیں اور دعویٰ ان کا یہ ہے کہ پتہ نہیں کتنے لاکھ سچی خوابیں اور کتنے لاکھ قبولیت دعا کے نشان اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ آپ میں سے اگر کوئی شخص ان کو دیکھے تو پہلا رِدّعمل دل پر یہ ہوگا۔ کہ ان کے متعلق نفرت کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی تائید حاصل نہیں نا۔ وہ اس مخلص جماعت کے دلوں میں اپنی محبت پیدا نہیں کر سکے۔ اور ان کی خوابوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے خطوط کے ذریعہ جماعت کے بعض بزرگ دوستوں کو یہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھنے والے (نذیر احمد برق) کو یہ خبر دی ہے کہ ۱۲رجنوری ۱۹۶۴ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ وفات پا جائیں گے۔ اور ان کے بعد فلاں شخص خلیفہ مقرر ہوگا۔ جو دو سال کے بعد فوت ہو جائے گا۔ پھر فلاں شخص خلیفہ ہوگا۔ جو اتنے سالوں کے بعد فوت ہو جائے گا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ مجھے اس زمانہ کا مجدد اور امتی اور نبی اور مہدی اور عیسیٰ اور پتہ نہیں کیا کچھ بنا کر دنیا کی طرف نازل کرے گا۔ اور پھر کئی ہزار سال تک

میری حکومت اس دنیا پر قائم رہے گی- جب ہمیں پتہ لگا کہ اس نے اس قسم کے خطوط بعض احمدی دوستوں کو لکھے ہیں- تو طبعاً جس کو پتہ لگتا اس کو یہ فکر ہوتی کہ ایسے پاگلوں کے ساتھ بعض جنونی بھی ہوتے ہیں- ہم نے خاص طور پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی حفاظت کا بھی انتظام کیا- ہمیں فکر بھی ہوئی اور وہاں بھی آدمی بھیجے- تو جھوٹے کی باتیں خدا تعالیٰ سچی نہیں کیا کرتا- چنانچہ ۱۲؍جنوری ۱۹۶۴ء آیا اور گزر گیا-

ساتھ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ خدا نے مجھے یہ بھی کہا ہے کہ فلاں زمیندار کی لڑکی کے ساتھ میری شادی ہو جائے گی- ان کو بھی کہا کہ تم بڑے دیوث آدمی ہو- اس قسم کی پیشگوئیاں یہ کر رہا ہے اور اتنی باتیں اس کی غلط ہوگئی ہیں- اس لئے تم اس کی طرف توجہ نہ دینا- ان کو ہم نے سنبھالنے کی کوشش کی-

تو اس کے بعد یعنی اس قسم کے آدمیوں کے دماغ اس طرح ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ دو تین مہینے جب گزرے تو پھر اس قسم کا ایک اور خط لکھا کہ یہ میری اجتہادی غلطی تھی اب مجھے پتہ لگا ہے کہ بارہ جنوری ۱۹۶۴ء نہیں بلکہ بارہ جنوری ۱۹۶۵ء کو یہ واقعہ ہونا ہے- پھر ۱۲؍جنوری ۱۹۶۵ء بھی گزر گیا- اور اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا- اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ خلیفہ وقت کا وصال ایک قیامت کا نمونہ ہوتا ہے- اس قیامت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی گرمی آسمان کی طرف سے ہماری طرف نازل کی جس نے ہر دل کو گرما دیا اور پھر محض اپنے فضل سے نہ اس لئے کہ مجھ میں کوئی خوبی تھی اس نے میرے ہاتھ پر ساری جماعت کو اکٹھا کر دیا- میرے دل کو بھی بدل دیا میرے دماغ کو بھی بدل دیا اور آپ سب کو ایک ہاتھ پر پھر اکٹھا کر دیا- اب اس نے دیکھا کہ جس شخص کا مَیں نام لے رہا تھا وہ تو ہوا نہیں- کوئی اور ہو گیا ہے- تو اس واسطے اب دو سال جو مرنے کے مقرر کئے ہوئے تھے اس کا انتظار کیا کرنا ابھی اعلان کر دو- پھر یہ اعلان کر دیا کہ یہ ساری میری اجتہادی غلطیاں تھیں- جن کے مَیں نے نام لئے تھے کہ وہ خلیفہ ہوں گے- وہ میرے ہی صفاتی نام ہیں- اور مَیں اب اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ، نبی، مہدی، عیسیٰ اور پتہ نہیں اور کیا کچھ بنا دیا ہے اور اب قیامت تک میری حکومت رہے گی- نہ وہ چیز نہ وہ بات- نہ دلوں میں خدا کے تصرف سے وہ محبت، نہ اس کے دل میں اور نہ دوسروں کے دل میں- دو چار نادان ہیں جو اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں- اور وہ ان کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گزار رہا ہے- لیکن دعویٰ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں، لاکھوں نشانات اس کے ذریعہ دنیا میں ظاہر کئے ہیں- جو پتہ نہیں کس نے دیکھے- ہم نے تو نہیں دیکھے- اور بعض سادہ قسم کے مخلص احمدیوں کو بھی بعض دفعہ اس نے دھوکہ دیا- ویسے وہ بڑا ہوشیار آدمی ہے- بھانپ لیتا ہے- ایک دفعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سندھ کے دورہ پر گئے- وہاں کے ایک بڑے مخلص احمدی دوست کو کہنے

لگا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تمہیں ترقی مل جائے گی۔ اس نے سنا تھا کہ اس سال وہاں بڑا اچھا کام ہوا ہے۔ اور رپورٹیں اچھی گئی ہیں اس نے اپنا ایک اندازہ لگالیا تو جب حضور تشریف لے گئے۔ کام دیکھا بڑے خوش ہوئے۔ کام بڑا اچھا ہوا تھا اس سال تو ان کو اور ترقی دے دی۔ دیکھا میں کتنا بڑا بزرگ ہوں مَیں نے تمہیں پہلے بتا دیا تھا اور جو بات پوری نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا وہ ڈھٹائی سے کہہ دیتا ہے کہ یہ میری اجتہادی غلطی ہے۔ جھوٹا ثابت کر کے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔

بہرحال شروع میں نذیر احمد برق جماعت سے باہر نہیں گیا۔ وہ جماعت میں ہی رہا۔ یہاں تک کہ اس کی بدقسمتی سے اُسے جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ ویسے اس میں بڑی ظاہرداری پائی جاتی ہے۔ اس نے ایک دعا پارٹی بنائی ہوئی ہے اور یہ بات مشہور کی گئی تھی کہ اس کی روحانیت کی وجہ سے اس کی مجلس میں بعض لوگوں کو حال پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ دوست جانتے ہیں کہ حال بعض دفعہ پنجابی عشقیہ نظمیں پڑھنے کی وجہ سے بھی بعض پنجابی جاننے والوں کو بھی پڑ جاتا ہے۔ لیکن مَیں نے بتایا ہے کہ مخلصین جماعت نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

غرض اس جماعت میں خلیفہ وقت کا کوئی علیحدہ وجود نہیں ہے بلکہ خلیفہ وقت اور جماعت ایک ہی وجود ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جس پر میرا ایمان بھی ہے اور آپ کا بھی ایمان ہونا چاہئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا ہے کہ میرے وجود کے درخت کی سرسبز شاخو تو خلیفہ کا علیحدہ وجود نہ رہا۔ جماعت اور خلیفہ ایک ہی درخت یعنی روحانی درخت بن گیا۔ کبھی کسی خلیفہ نے اپنی بزرگی دوسروں پر ظاہر نہیں کی۔ نہ اس نے کبھی اپنی بزرگی جتائی ہے۔ اور نہ کبھی اس کے دل میں اس کا خیال ہی پیدا ہوا ہے۔ وہ تو اپنی اس ذمہ داری کے فکر میں ہی ہمیشہ رہتا ہے جو اس پر ڈال دی گئی ہے اور وہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ وہ ہر وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ کہیں مَیں اپنے ربّ کو ناراض نہ کر دوں۔ اس کی ایک طرف دن رات یہ دعائیں ہوتی ہیں کہ اے میرے خدا تو نے میرے جیسے کم مایہ انسان پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے۔ اب تُو ہی اپنے انتخاب کی لاج رکھ اور اپنی رحمتوں کو نازل کر اور وہ ترقیاں ہمیں عطا کر جن کے وعدے تو نے کئے ہیں اور پھر اتنی کثرت سے اپنی رحمتوں کو ہم سب پر مجھ پر اور آپ پر جو ایک ہی وجود ہیں یعنی احمدیت کا وجود نازل کرتا ہے کہ کوئی ایک شخص ان پر فخر نہیں کر سکتا۔

اب تازہ واقعہ میرے یورپ کے سفر کا ہے۔ ساری جماعت نے دعائیں کیں۔ کوئی آپ میں سے کھڑا ہو جائے اور کہے کہ جتنی کامیابی ہوئی ہے۔ وہ صرف میری دعا کے نتیجہ میں ہی ہوئی ہے۔ جماعت کیا ہے تو ہم کہیں گے۔ پاگل ہو تم۔ ساری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ایک وجود بنایا ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کی۔ ان کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ وہ دعائیں کریں پھر اس نے ان کو دعاؤں کی توفیق دی۔ اور ان کی

دعاؤں کوقبول بھی کرلیا- میری اورآپ کی دعائیں ایک ہی شکل میں آسمان پر پہنچیں اور قبول ہوئیں-

گزشتہ ایک خطبہ میں جب مَیں نے بعض مُنذر خوابیں دوستوں کے سامنے بیان کیں اور بتایا کہ اس قسم کی خوابیں بعض دوستوں نے دیکھی ہیں تو میرا یہ خطبہ یورپ بھی پہنچا ہمارے ایک مبلغ نے کہا کہ جب مَیں نے جماعت میں دعا کے لئے تحریک کی تو وہاں کے ایک مقامی احمدی باشندے نے کہا- تحریک کی کیا ضرورت ہے- آپ کوصرف یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ کیا بات ہے اس سے زیادہ بات کہنے کی ضرورت نہیں- ہمارا دل خود بخود دعا کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور یہ کتنا بڑا فضل ہے کہ دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں اس شخص کے لئے دعاؤں میں لگ جاتے ہیں- مَیں تو خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کو دیکھ کر مرنے کے قریب ہو جاتا ہوں- اور سوچتا ہوں کہ مَیں ان فضلوں کا کس طرح شکرادا کروں گا- پھر یہ چیز دیکھ کر میرے دل میں یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ مَیں کوئی چیز ہوں- بلکہ میرے دل میں یہ احساس شدت اختیار کر جاتا ہے کہ مَیں کچھ بھی نہیں- اللہ تعالیٰ مجھ پر فضل اور رحم کر رہا ہے- میں اس کا شکر کس طرح بجالاؤں گا- مَیں اس پیاری جماعت کی خدمت کس طرح بجالاسکوں گا جو میرے ہی جسم کے اعضاء ہیں- گو جس حد تک اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی ہے مَیں تدبیر کے ذریعہ بھی اور دعا کے ذریعہ بھی جو کچھ کرسکتا ہوں- جماعت کے لئے کرتا ہوں اور تدبیر ہمارے پاس ہے کیا- نہ ہمارے پاس مال ہے- نہ ہمارے پاس اقتدار ہے- ہمارے پاس کوئی چیز بھی نہیں- لیکن ایک بڑی قیمتی چیز اس نے ہمیں عطا کی ہے اور وہ دعا ہے اور مَیں دعا کے ذریعہ ہر وقت ساری جماعت کے لئے اور ہر فرد جماعت کے لئے جو کچھ کرسکتا ہوں، کرتا ہوں- لیکن پھر بھی میرے دل میں ہر وقت یہ احساس زندہ اور بیدار رہتا ہے کہ جماعت کے لئے مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا- وہ مَیں نے نہیں کیا- مَیں ہر وقت انہی فکروں میں رہتا ہوں- مَیں آج آپ کو کھلے الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ جماعت ہیں- جو شخص آپ پر اپنی بزرگی کوٹھونسنا چاہتا ہے- وہ آپ کی توہین کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں وہ اس قسم کا گناہ کرتا ہے جو ناقابل معافی ہے- کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ اگر اس نے جماعت سے اپنی تقصیر کی معافی نہ مانگی تو اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہوگی- تو اس مقدس وجود کا جو جماعت احمدیہ کا ہے یہ بزرگ مقام خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہے- وہ جماعت جو خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والی- زاری سے اس کے سامنے دعا کرنے والی- ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد میں مشغول رہنے والی اور اس کی راہ میں مالی اور جانی قربانیاں دینے والی ہے اور سب کچھ دینے کے بعد یہ سمجھنے والی ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں- اور ہم نے کچھ بھی نہیں کیا- اس لئے جو فضل ہم پر ہو رہے ہیں ان میں ہماری کسی کوشش کا دخل

نہیں۔محض اللہ تعالیٰ اپنے فضل ہم پر نازل کررہا ہے۔اور جب تک ہم اس مقام پر قائم رہیں وہ فضل نازل کرتا رہے گا اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ایک لمبے عرصہ تک اس کی توفیق دیتا چلا جائے گا کہ وہ بحیثیت جماعت اس مقام پر قائم رہے۔

اس میں شک نہیں کہ درخت کی کچھ ٹہنیاں خشک ہو جاتی ہیں۔لیکن بحیثیت جماعت یہ درخت زندہ اور ہرا اور سرسبز رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا اس طرح وارث ہوتا چلا جائے گا۔ جس طرح آج وارث ہو رہا ہے۔تو یہ جماعت کا مقام ہے اور جماعت کے اس مقام کے نتیجہ میں جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے جماعت پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے انتہائی محبت اور پیار اور اخوت کا سلوک کریں کیونکہ کبھی آپ نے نہیں دیکھا کہ ایک ہاتھ چھری پکڑ کر دوسرے کو کاٹنے لگ گیا ہو۔کبھی آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ درخت کی ایک ٹہنی دوسری ٹہنی کو کاٹنے لگ گئی ہو۔ ہاں کسی درخت کی خشک ٹہنی میں کلہاڑا لگاتے ہیں تو وہ دوسری ٹہنی کو کاٹ دیتی ہے۔لیکن اس درخت کی اپنی کوئی سرسبز ٹہنی کسی دوسری ٹہنی کو کاٹا نہیں کرتی۔ بلکہ وہ ٹہنیاں ایک دوسرے پر سایہ کرتی ہیں۔ایک دوسرے کے پتوں کو سورج کی تمازت سے بچانے کی کوشش کرتی ہیں۔بعض دفعہ ہواؤں کی تندی سے بچانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اگرچہ درخت میں عقل نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ کا جو فعل ہمیں درختوں کے معاملہ میں نظر آ رہا ہے۔ اس سے ہم یہی نتیجہ نکالتے ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ بہت سی ٹہنیاں دوسری ٹہنیوں کے لئے بطور ڈھال کے بن جاتی ہیں۔ وہ خود ٹوٹ جاتی ہیں مگر دوسروں کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن جس درخت کی مَیں مثال دے رہا ہوں وہ اس قسم کی زندگی اور احساس اور شعور نہیں رکھتا جو ہم انسان رکھتے ہیں۔ ہم جو شعور رکھنے والے انسان ہیں۔ہمیں کس طرح اور کتنی کوشش کے ساتھ ایک دوسرے سے اخوت کا اظہار کر کے اس کے دکھوں کو دور کرنے اور مصائب سے اُسے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی غم خواری کرنی چاہئے۔ اس سے ہمدردی کرنی چاہئے اگر ترقی کی کوئی راہیں ایسی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان راہوں کے کھولنے کی توفیق دی ہو تو ہمیں بشاشت کے ساتھ ان راہوں کو کھول دینا چاہئے۔ اور سب کو مل کر دنیا میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور آسمان کی رفعتوں کے حصول کے لئے جدوجہد اور دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس روحانی درخت کو دنیا میں اس لئے قائم کیا ہے کہ اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں اور اپنی وسعت میں ساری دنیا کو گھیر لیں اور تمام بنی نوع انسان اس درخت کے سایہ تلے جمع ہو جائیں اور اپنے اللہ کو پہچاننے لگیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے لگیں۔خدا کرے کہ ہماری زندگی محض اس کے فضل سے ہمیشہ قائم رہے۔

اب ہم دعا کر لیتے ہیں- سب دوست سب احمدی بھائیوں کے لئے دعا کیا کریں خصوصاً ان بھائیوں کے لئے جن سے انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو- جن سے انہیں کوئی رنجش پیدا ہوئی ہو- پھر ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں کریں جو دنیا میں بطور انسانیت کی طرف منسوب ہونے والے کے بس رہے ہیں- پھر آج کل غلبۂ اسلام کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں- مَیں نے بتایا تھا کہ عیسائی عقائد دلوں سے باہر نکال کر پھینک دیئے گئے ہیں- اور یہ ہماری کوشش کے نتیجہ میں نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل کیا تھا- اور انہوں نے عیسائی عقائد لوگوں کے دلوں سے نکال کر باہر پھینک دیئے- اب وہ تختی خالی ہے- خدا کرے کہ غیر اللہ کی بجائے اللہ تعالیٰ کا نام اس پر ثبت ہو جائے- اللہ کے سوا اور کوئی معبود ان سینوں میں داخل نہ ہو- اللہ تعالیٰ فضل کرے کہ ان کے سینے اپنے اللہ جو رب ہے رحمان ہے رحیم ہے مالک یوم الدین ہے اس کی محبت سے اور اس کے نور سے بھر جائیں اور وہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنے لگیں اور اپنے اس مقصد کے مطابق خدا کے لئے اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہوں-

ہمارے بھائی ڈاکٹر عبدالسلام کے متعلق چند دنوں میں یہ فیصلہ ہونے والا ہے کہ انہیں ایک بہت بڑا اعزاز دیا جائے یا نہ دیا جائے- دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بھائی کو دنیوی نعمتوں سے بھی نوازتا رہے- اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل، ذہن، سمجھ اور مہارت اتنی عطا کی ہے کہ جہاں وہ بہتوں کے لئے قابل رشک ہیں وہاں وہ بہتوں کے لئے حسد کے قابل بھی ہیں- اللہ تعالیٰ انہیں حاسدوں کے حسد سے بچائے- اور ہمارے نزدیک جوان کا حق ہے- خدا کرے کہ اس کے نزدیک بھی وہ حق ان کا ہو وہ حق انہیں مل جائے اور دنیا والے اس کی راہ میں روک نہ بنیں-

سب سے ضروری تو اسلام کے غلبہ کی ہے- باقی دعائیں جو مَیں نے بتائی ہیں وہ بھی ضرور کریں- اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی آپ کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے اور ہر قسم کے دکھوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے یا اگر وہ اس دکھ اور پریشانی سے آپ کا امتحان لینا چاہے تو خود آپ کو یہ توفیق عطا کرے کہ آپ اس امتحان میں کامیاب ہوں اور اس طرح اس کے فضلوں کو جذب کرنے والے ہوں اور خدا کرے کہ وہ نور جو آسمان سے ہمارے لئے نازل ہوا تھا- ہمارے دل، ہمارے سینے، ہمارے دماغ اور ہماری آنکھیں اور ہمارے دوسرے حواس ہمیشہ اس نور سے منوّر رہیں اور دنیا کے لئے اور دنیا کی نگاہ میں ہم ایک نورِ مجسم بن جائیں تا دنیا اس نور کے حسن کو اور اس کو حاصل کرنے کے بعد جو وہ احسان ان پر کرتا ہے اس کو پہچاننے اور اس میں حصہ دار بننے کی کوشش کرے-

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۵/اخاء ۱۳۸۹ ہش ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۸ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے **تیرہویں** سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے مورخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۸ء جو خطاب فرمایا تھا۔اس کا متن ذیل میں افادۂ احباب کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقصد کے لئے مبعوث کئے گئے تا کہ آپ اسلام کا نور تمام دنیا میں پھیلائیں اور اس نور کو دنیا کے سب اندھیروں پر غالب کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی دعویٰ کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ مَیں دنیا میں یہ اعلان کروں کہ اسلام کا نور تمام دنیا میں پھیل جائے گا اور اس کو پھیلنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔''

آپ فرماتے ہیں:

''یہ لوگ یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔کیڑوں کی طرح خود ہی مر جائیں گے۔مگر اسلام کا نور دن بدن ترقی کرے گا خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دنیا میں پھیلا وے ...... اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ'' ❶

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

''اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے ...... یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری

---

❶ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۳۱۰-۳۱۱

طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلّت کے
ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔'' ❶

آپ فرماتے ہیں:-

''قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام- اور سب حربے ٹوٹ
جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہو گا جب تک دجالیّت کو
پاش پاش نہ کردے۔'' ❷

اس کا مطلب سمجھنے کے لئے ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہے جب ہم قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نور سے دو چیزیں مراد ہیں ایک قرآن کریم کا نور- ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور- اللہ تعالیٰ سورۃ شوریٰ میں فرماتا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسا نور ہے جو سب سے سیدھے راستہ کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے- ایسے راستہ کی طرف جو انسان کو اگر وہ اس راستہ کو اختیار کرے اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیتا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے اور انسان کو یہ توفیق عطا کرتا ہے کہ وہ اللہ کے نور سے منوّر ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا-

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا❸

کہ ہم نے قرآن کریم کو نور بنایا ہے اور اس کے ذریعہ سے صداقت کی سب راہوں کو منوّر کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے انسان کو یہ توفیق عطا کی ہے کہ وہ اس کی ہدایتوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ لے اور وہ جو نور کا سرچشمہ اور سراپا نور ہے اس کا مظہر بن کر دنیا میں ایک نورانی وجود کی شکل میں ظاہر ہو اور دنیا کی اصلاح کی توفیق پائے اور اسے اس بات کی توفیق ملے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت پانے والا اور اللہ تعالیٰ سے رحمتیں حاصل کرنے والا ہو اور اس کے فضلوں کا وارث بنے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے-

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ❹

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس قرآن کریم پر بھی جو ایک نور کی شکل میں ہم نے اتارا ہے- قرآن کریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت سی آیات میں نور قرار دیا ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ابدی نور کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوئے- اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں فرماتا ہے-

---

❶ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۵۴ ❷ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۰۵
❸ سورہ شوریٰ-۵۳ ❹ سورہ تغابن-۹

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ❶

تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تو نور اُترا ہے اور ایک روشن کتاب آ چکی ہے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نور قرار دیا گیا ہے اور قرآن کریم کو بھی نور قرار دیا ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ احزاب میں سراجاً منیراً کا فقرہ آیا ہے کہ ایک چمکتا ہوا سورج بنا کر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے- ایک ایسا سورج جو رات کے اندھیروں میں چُھپتا نہیں بلکہ دنیا کو ابدی طور پر منوّر کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے- اور وہی شخص خدا کی نگاہ میں منور ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے حصہ لیتا ہے اور آپ کے فیوض اور برکات پاتا ہے- دنیا میں اب کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا وارث نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایک پختہ تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم نہ کرے اور آپ کے فیوض سے حصہ نہ لے- اس مضمون میں تو اس وقت مَیں نہیں جاؤں گا یہ ایک مستقل مضمون ہے- وہ کون سی راہیں ہیں جن پر چل کر اللہ تعالیٰ انسان کو یہ توفیق عطا کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پختہ تعلق قائم کرے اور آپ کے فیوض اور آپ کی برکات سے حصہ لینے والا ہو- اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بشارت دی کہ كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلّٰى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ ❷ ہر برکت کا سرچشمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور مبارک وہی ہے جو اس چشمہ سے برکت کا پانی پیئے- جو اس چشمہ پر نہیں آتا وہ گدلا پانی تو پی سکتا ہے ایسا پانی جو برکتوں اور رحمتوں اور فضلوں کا پانی نہیں اور اس پیاس کو نہیں بجھا سکتا جو قربِ الٰہی کے حصول کی پیاس اللہ تعالیٰ نے انسان کو لگائی ہے قرآن کریم نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ قرآن بھی نور ہے اور اس میں اس قدر زبردست صداقتیں بیان ہوئی ہیں کہ کوئی باطل عقیدہ ان کے خلاف ٹھہر نہیں سکتا اور علومِ جدیدہ کے ہتھیار اس کے مقابل پر کُند اور ناکارہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی بتایا کہ اس نور کا مقابلہ کرنے کے لئے شیطانی اندھیرے اپنا پورا زور لگائیں گے اور ہمیں یہ بھی بتایا کہ جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ، اسلام کے نور کے لئے کھول دے اور اسے علٰی نورٍ من ربّہ اپنے رب کے نور کا حامل بنائے ایسا شخص اس دوسرے شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جس نے اسلام کے نور سے نور حاصل نہیں کیا- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ہدایت کی راہوں پر اس وقت چل سکتے ہو جب تم قرآن کریم کے نور سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے اپنی ہدایت کی راہوں کو منوّر کرو- يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ❸ کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایک نور مقدر کر

❶ سورہ مائدہ آیت ۱۶ ❷ تذکرہ صفحہ ۴۵ ❸ سورۃ حدید آیت ۲۹

دے گا جس کی مدد سے تم ہدایت کی اور قرب الٰہی کی راہوں پر چل سکو گے لیکن جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے کہ شیطان اور شیطانی اندھیرے۔ طاغوتی ظلمات خاموشی کے ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ❶

حقیقی طاقت جو نورانی قدرت کے مقابلہ میں کسی کو حاصل ہو سکتی ہے وہ تو حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا ممکن نہیں لیکن زبانی دعوے اور زبانی اظہار اور بیان تو بہرحال کیا جا سکتا ہے یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے یہ کوشش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں۔ گالیوں کے ساتھ، بدزبانی کے ساتھ، تہمتیں لگا کر، غلط باتیں بیان کر کے، غلط استدلال کر کے، عقل کے غلط استعمال سے، سائنس کے غلط استعمال سے، فلسفے کی بودی اور ادھوری دلیلوں کے ساتھ، اس قسم کے حربے تو ضرور استعمال ہوں گے اور بہت سے بدبخت اور بدقسمت ان اندھیرے حربوں کے نتیجہ میں نور سے محروم بھی ہو جائیں گے لیکن ایک وقت میں اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے گا کہ وہ ساری دنیا میں اسلام کے نور کو پھیلائے اور جب اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے گا تو پھر طاغوتی طاقتیں اسلام کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔ اور جو منکر ہیں وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ ❷ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی جاری ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام کرے گا اس کو کامیابی کے ساتھ ساری دنیا میں پھیلا دے گا اور اسلام کی غرض پوری ہو جائے گی اور وہ غرض یہ ہے کہ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ❸

جب تک اللہ تعالیٰ کا نور پورے طور پر دنیا میں غالب نہیں آتا اس وقت تک اسلام جن نعمتوں کو بنی نوع انسان کے لئے لے کر آیا ہے اس مقصد میں وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں جب وہ آئے گا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مُتمّ کرنے والا ہے اور اس طرح پر یہ صداقت ظاہر ہوگی اسلام کی اور قرآن کریم کی کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ❹ یہ دنیا اس کی اکثریت جو ہے وہ اسلام کے نور سے منوّر ہوگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض اور برکات کے نتیجہ میں ان نعمتوں کو حاصل کرے گی جن نعمتوں کو سوائے اسلام کے کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی یہ غرض ہے کہ اسلام کو تمام دنیا میں غالب کیا جائے قرآن کریم کے انوار ساری دنیا میں پھیلائے جائیں اور بنی نوع انسان کے دل میں قرآن کریم کی محبت پیدا کی جائے تا کہ وہ اس نور کو حاصل کرے جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چل کر اس کی محبت اور اس کے قرب کو حاصل کر سکے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت

❶ سورۃ الصّف آیت ۹ ❷ سورۃ الصّف آیت ۹ ❸ سورہ مائدۃ آیت ۴ ❹ سورہ مائدۃ آیت ۴

بنی نوع انسان کے دل میں پیدا ہوا اور ایک محسن اعظم کی حیثیت سے دنیا آپ کو پہچاننے لگے اور آپ پر درود بھیجنے کے نتیجہ میں اور آپ کے اسوہ کو اپنانے کی وجہ سے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں اور ان فضلوں اور ان رحمتوں کے وارث بنیں جو پہلی امتیں اس قسم کی نعمتوں کی وارث نہیں بن سکتیں۔لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ اس اتمامِ نعمت اور اس اتمامِ نور سے پہلے ایک عظیم جنگ اندھیرے اور روشنی کے درمیان۔ظلمت اور نور کے درمیان ہونی ضروری ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''لیکن جو صادق اور اس کی طرف سے ہیں وہ مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر ہوتا ہے اور سچائی کی روح ان کے اندر ہوتی ہے اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جاویں اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتھ ملائے جائیں اور چاروں طرف سے ان پر لعن طعن کی بارشیں ہوں اور ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبے کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔کیوں نہیں ہوتے؟ اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوبِ حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے۔خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں ہر یک جوہرِ قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اوّل صدمات کا تختہ مشق ہوتا ہے .... اسی طرح وہ حقیقی کسان (اللہ تعالیٰ) کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر یک طرح سے ان کی ذلّت ظاہر ہوتی ہے تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنّت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیم میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تا وہ ان موتیوں کے وارث ہوں کہ جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں۔اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں۔اور ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں اور دکھ دیئے جاتے اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتی ہیں اور بدظنّیاں بڑھ

جاتی ہیں یہاں تک کہ بہتوں کے خیال وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ جو شخص ان کو دکھ دیتا اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے...... پس وہ صبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنی مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے تب غیرتِ الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے- اور ایک تجلّی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے- سو اوّل نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور اخیر میں اس کی نوبت آتی ہے-'' [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم روحانی فرزند کے طور پر مبعوث فرمایا ہے اور اس زمانہ میں یہ مقدر کیا کہ اشاعتِ اسلام کی کوششوں کے نتیجہ میں محبت اور پیار کے ساتھ ساری دنیا کے دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتے جائیں- اور اپنے کلام سے مجھے کلیم بنایا اور اپنی محبت کی چادر مجھ پر ڈال دی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو مجھ پر نازل ہوا وہ اس قسم کا ہے آپ فرماتے ہیں کہ آپ کے الہامات، پیشن گوئیاں اور کشوف اور وحی وہ خدا کا کلام ہے- ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش ثابت کی- غیب کے بیان کرنے میں وہ بخیل نہیں نکلا بلکہ ہزارہا امورِ غیبیہ اس نے ظاہر کئے اور ایک باطنی کمند سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دنیا کے سعید دلوں پر ڈالی اور میری طرف ان کو لایا اور ان کو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دیئے جن سے وہ سننے لگے اور صدق وثبات بخشا جس سے وہ اس راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں اپنی جماعت کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ لوگ خلوص نیت کے ساتھ اشاعتِ اسلام اور غلبہ اسلام میں شریک ہونے کے لئے میرے اردگرد جمع ہوئے ہیں- وہی ہیں جن پر اللہ نے ایک کمند پھینکی اور انہیں اپنی طرف اور اپنے اس عاجز بندہ کی طرف کھینچا اور یہ جو سعید دل ہیں، سعید فطرت ہیں، سعید روحیں ہیں کہ جو میرے اردگرد جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ذات اور صفات کی معرفت کے حصول کے لئے آنکھیں بخشی ہیں اور وہ عرفان کے مقام پر کھڑے ہیں ان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ ظنّی باتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ یقینی طور پر وہ اپنے پیدا کرنے والے اللہ کی قدرتوں کو پہچانتے ہیں اور یہ علمی معرفت اور شناخت نہیں بلکہ علیٰ وجہ البصیرت ان کا مشاہدہ ہے کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے اور اس کی زندہ قدرتوں کو ہم اپنے وجودوں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کان دیئے ہیں جو قرآن کریم کی آواز کو سن سکتے اور سمجھ سکتے ہیں

[1] انوار الاسلام صفحہ ۵۱-۵۲ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۵۲-۵۳

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو ایسا صدق وثبات بخشا ہے کہ اگر ساری دنیا مل کر ان کو کچلنے اور مار ڈالنے کے لئے تیار ہو تو وہ اپنی حقیر جان کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے بغیر اپنا سب کچھ اپنی جان بھی خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں۔ یہ اس محمدؐی ابراہیمؑ کی اولاد ہے یہ اس محمدؐی ابراہیمؑ کے اسماعیل ہیں کہ جب ان سے جان کی قربانی بھی مانگی جائے تو وہ یہی کہتے ہیں جو خدا کی مرضی ہو وہ پوری ہو یہ جان بھی اس نے دی تھی اس کے حضور حاضر ہے اور جان کو چھوڑ کر جو چھوٹی نعمتیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں انہیں تو ہر وقت قربان کرنے کے لئے یہ سعید جماعت تیار رہتی ہے۔ اس سعید روح کو، جماعتِ احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے ذریعہ بہت سی بشارتیں ملیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً یہ بشارت دی اور آپ نے اسے ہمارے سامنے ان الفاظ میں رکھا۔ آپ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے...... کہ میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔'' (1)

اس میں اللہ تعالیٰ نے بشارت یہ دی ہے کہ جماعت احمدیہ کو قرآن کریم کا نور عطا کیا جائے گا۔ اور قرآن کریم کے حقانی دلائل کی معرفت اور علم انہیں بخشا جائے گا اور قرآن کریم کے دلائل وہ دنیا کے سامنے اسی رنگ میں اور مؤثر طور پر پیش کریں گے کہ ان کے سامنے علومِ جدیدہ ٹھہر نہیں سکیں گے ان کے لئے ایک ایسا نور مقدر کیا جائے گا کہ جس کے سامنے کوئی ظلمت ٹھہر نہیں سکتی اور پھر یہ قرآنی دلائل ہی انہیں نہیں ملیں گے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض اور برکات کے نتیجہ میں آسمانی نشان بھی انہیں دیئے جائیں گے اور انہیں آسمانی نشانوں میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند ہوں گے اور ورثہ میں اس فنا فی الرسول ہونے کے نتیجہ میں جو توفیق وہ اپنے رب سے پائیں گے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانوں میں سے ہی انہیں نشان عطا کئے جائیں گے۔ اور یہ دلائل اس قدر زبردست اور یہ آسمانی تائیدات اس قدر قوی ہوں گی کہ ساری دنیا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی لیکن قبل اس کے کہ ایسا ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا

(1) تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۱ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹

دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔'' ❶

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ خوشخبری دیتے ہوئے اور ہمارے دلوں کو ڈھارس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کیلئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی اور وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے'' ❷

یہ بشارتیں اپنے وقت پر ضرور پوری ہوں گی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر یہ مقدر کر دیا ہے کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آئے۔ اسلام کے ہر دو انوار سے ساری دنیا کے سب اندھیرے نور سے بدل جائیں اور بنی نوع انسان اپنے پیدا کرنے والے رب اور اس کے نور کو پہچاننے لگیں اور اپنے محسنِ اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے دل میں شدید محبت پائیں اور اس محبت سے مجبور ہو کر وہ قرآن کے گرد بھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی عاشقانہ اور بے تابانہ دنیا کیلئے اور دنیا کی تربیت کے لئے قربانیاں دیتے چلے جائیں یہ آسمانوں پر مقدر ہے اور یہ ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو سعید ارواح عطا کرے گا اور نیک دل دے گا اور ان کے سینوں کو اپنے نور سے منور کرے گا اور ایک شدید محبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے دلوں میں پیدا کرے گا۔ اور ہر قسم کی قربانیاں وہ اس کی راہ میں ہمیشہ پیش کرتے رہیں گے مگر کسی اپنی خوبی کے نتیجہ میں نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متعلق یہ فرمایا ہے کہ

---

❶ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۲ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹ ❷ الوصیت صفحہ ۱۳-۱۴ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۹

''مَیں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور مَیں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھے اور مَیں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شاملِ حال ہوا۔ پس اُس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مُشتِ خاک کو اس نے باوجود تمام بے ہنریوں کے قبول کیا۔'' ❶

تو اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ کے مخلصین کو قبول تو کرتا ہے اور کرتا رہے گا لیکن جماعت کے دل میں کبھی تکبر اور فخر کے جذبات پیدا نہیں ہونے چاہئیں اور جب ان کا آقا اپنے رب کے حضور ایک مزدور کی حیثیت میں ایک نالائق اور بے ہنر مزدور کی حیثیت پیش کر رہا ہے تو ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ ہم اپنی کم مائیگی اور بے ہنری کو بیان کرسکیں۔ پس عاجزانہ راہوں کو ہمیشہ اختیار کرتے رہو اور شیطان کے ایسے حربوں سے اپنے نفوس کو بچاؤ جن کے نتیجہ میں انسان تکبر جیسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ہر خیر جو تم سے صادر ہو ہر نیکی جسے کرنے کی تم توفیق پاؤ اسے اپنے نفس کی طرف منسوب نہ کرو بلکہ اپنے رب کے فضلوں کی طرف منسوب کرو اور اگر تم ان عاجزانہ راہوں کو ہمیشہ اختیار کرتے رہو گے تو یاد رکھو کہ دنیا کی کوئی طاقت اسلام کے غلبہ کے دن کو دور نہیں کرسکتی وہ دن تو مقدر ہو چکا آسمانوں پر۔ وہ دن تو ضرور چڑھے گا اس زمین پر۔ دنیا کے اندھیرے اس سورج کو طلوع ہونے سے روک نہیں سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کچھ قربانیاں چاہتا ہے تاکہ ہم اس کے فضلوں کے وارث بنیں۔ ہمیں گالیاں دی جاتی ہیں طعنہ زنی کی جاتی ہے استہزاء اور تحقیر سے نام لئے جاتے ہیں دیواروں پر ہمارے خلاف گندے فقرے لکھے جاتے ہیں۔ کیا دیواروں پر لکھے گئے یہ فقرے ہماری اس بنیاد کو کمزور کر سکتے ہیں جس بنیاد کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کیلئے دنیا میں کھڑا کیا ہے۔ وہ بنیاد کمزور نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اس بنیاد پر اسلام کے محل تیار ہونے ہیں۔ اس میں ساری دنیا نے پناہ لینی ہے۔ شیطان سے حفاظت کیلئے ان محلوں کا بنایا جانا ضروری ہے یہ وہ محل ہیں جہاں سے اس روشنی نے طلوع کرنا ہے جس نے ساری دنیا میں اسلام کے نور کو پھیلانا ہے۔ جس نے ساری دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی اشاعت کرنی ہے اور جہاں سے ساری دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اور فیوض کا انتشار ہونا ہے۔ ان محلات کی بنیادوں کو ہوا میں بکھرے ہوئے گندے فقرے یا دیواروں پر لکھی گئی گندی عبارتیں کمزور نہیں کر سکتیں۔ یہ تو مقدر ہے۔ ہمارے دلوں کو دکھ دیا جا سکتا ہے ہمارے جسموں کو زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن خدا کی تقدیر کو نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ یہ تقدیر تو اٹل ہے اسلام کا غلبہ تو ضرور ہونا ہے۔ دہریت جتنا مرضی ہے زور لگا

❶ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۳ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۰

لے- عیسائیت جو چاہے کر لے- جہالت اور اندھیرا پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کریں یہ کامیاب نہیں ہو سکتے - بڑھے گا نور ہی- غالب آئے گا اسلام ہی اور فتح انشاء اللہ ہو گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی-

لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان قربانیوں کو دینے کیلئے تیار رہیں جو آپ کا خدا آپ سے چاہتا ہے تا کہ آپ ان برکتوں اور فیوض کے بھی وارث بنیں جو ان قربانیوں کے بعد آپ کو ملنے والی ہیں- اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے- آمین-

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۲۷؍اخاء ۱۳۸۹ہش ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۸ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سیّدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے اختتام پر مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۸ء جو خطاب فرمایا تھا۔ اس کا متن ذیل میں افادۂ احباب کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ [1]

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں

اللہ کی اطاعت اور رسول ؐ کی اطاعت کا حکم

دیا ہے اور بتایا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کھول کر الٰہی احکام اور شریعت کے ارشادات کو دُنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور مومنوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان احکام کی بجا آوری میں اطاعتِ کاملہ کا نمونہ دکھلاویں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا کہ اگر تم کامل اطاعت کا نمونہ دکھاؤ گے تو ان راہوں کی طرف تمہیں ہدایت دی جائے گی جن پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جا سکتی

---

[1] سورۃ النور ۵۵-۵۶

ہے اور یہ بھی وعدہ دیا گیا کہ اگر کامل اطاعت کا نمونہ دکھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری بشری کمزوریوں کے پیشِ نظر خلافتِ حقّہ کا نظام تم میں جاری کرے گا اور ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کا تعلق پختہ اور کامل طور پر اپنے ربّ سے ہوگا - وہ اپنے اور تمہارے ربّ کے منشاء کے مطابق تمہاری راہنمائی کرتے رہیں گے اور تمہیں سہارا دیتے رہیں گے، تمہاری غفلتوں، سُستیوں اور کوتاہیوں کو دُور کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور ان نیک اعمال کی طرف رہنمائی کرتے رہیں گے جو حالاتِ حاضرہ کا تقاضا ہوں -

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو بہت سے احکام دیئے ہیں ان میں سے

ایک حکم تو یہ ہے

کہ ہم مُلکی قوانین کا احترام کریں اور حکومتِ وقت کے ساتھ تعاون کریں - یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی بُنیاد اسلامی احکام کے مطابق ہے (یعنی اطاعتِ قانون اور حکومتِ وقت سے تعاون) گو ظاہر میں اس کا تعلق سیاست سے ہے اس لئے ہمیشہ ہم پر یہ آوازے کسے جاتے رہے ہیں کہ تم خوشامدیوں کی جماعت ہو لیکن ایسے آوازے کسنے والے یہ نہیں سمجھتے کہ ہم دنیا سے کوئی محبت اور پیار نہیں رکھتے لیکن ہمیں اس بات پر علیٰ وجہ البصیرت قائم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہم اپنی زندگیوں کو گزاریں خواہ دنیا جو مرضی سمجھے جو مرضی کہے - اس لئے ہر فرد جماعت کا فرض ہے کہ وہ ملکی قانون کا احترام کرے اور ہر جائز اور معروف کام میں حکومتِ وقت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے کسی قِسم کے فتنہ کا باعث نہ بنے - امن اور صُلح اور آشتی کی فضا جیسا کہ دُنیا کی ہر عقلمند حکومت اپنے ملک میں قائم کرنا چاہتی ہے - اس امن اور صُلح کی فضا کو قائم کرنے کے لئے حکومتِ وقت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے - جو ایسا نہیں کرتا وہ شاید دُنیا کے ایک حصہ کو خوش کر سکے لیکن یقیناً وہ اپنے ربّ کو ناراض کرنے والا ہوگا - پس ہم حکومت سے تعاون اور قانون کی پابندی اِس لئے کرتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں کہتا ہے کہ ایسا کرو ورنہ مَیں تم سے ناراض ہو جاؤں گا اور اللہ کی ناراضگی کی ہمیں زیادہ پرواہ ہے بہ نسبت ان ناراضگیوں کے جن کا اظہار بعض دُنیاداروں کی طرف سے ہوتا ہے -

ایک دوسرا حکم

جو اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کے بُنیادی حکم کے تحت ہمیں ملا ہے (ایسے سینکڑوں احکام ہیں مَیں اِس وقت ان میں سے دو یا تین کو لُوں گا) اپنے نفوس کی تربیت اور اپنے بچّوں اور خاندان اور اپنے ماحول کی تربیت ہے - جب اللہ تعالیٰ کے مامور کا زمانہ گزر جاتا ہے تو وہ طاقتیں جو خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

خلاف اِباء اور غُصّہ اور غضب رکھتی ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ پہلی نسل ہم سے بچ گئی اور دوسری بھی بچ گئی اب تیسری نسل پر حملہ آور ہو کر اس مقصد میں الٰہی تحریک کو ناکام کرو جس مقصد کے لئے اسے کھڑا کیا گیا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بعض گھروں میں بدعات اور رسُوم رائج ہو رہی ہیں۔ مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ میری ڈاک میں بعض دفعہ اس قسم کا سوال بھی ہوتا ہے کہ تعویذ اور گنڈے کرنے جائز ہیں یا نہیں؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تربیت میں ایک حد تک کمی آ گئی ہے ان گھرانوں میں۔ کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارا سارا توکّل اور ہمارا سارا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے وہی ہمارا سہارا ہے اور اس نے ہمیں ہماری ہر ضرورت اور کمزوری کے وقت سہارا دینے کے لئے جن راہوں کو جن طریقوں کو تجویز کیا ہے وہی طریقے صحیح اور درست ہیں اور ان سے اِدھر اُدھر ہونا خدا کے غضب کا موجب بن جاتا ہے۔ احکامِ شریعت کی پُوری پابندی اور سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتّباع ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہماری بیویوں کے لئے ضروری ہے، ہمارے بچوں کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے ماحول کے لئے ضروری ہے اور یہ ذمّہ داری زیادہ تر جماعت کے اس گروہ پر پڑتی ہے جو عمر کے لحاظ سے انصار کہلاتے ہیں۔ جماعتی نظام میں بھی انہیں کا اثر اور نفوذ زیادہ ہوتا ہے۔ بڑی عمر کے ہوتے ہیں۔ زیادہ تجربہ والے ہوتے ہیں۔ تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے کی گمراہی تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتی اگر آپ ہدایت پا جائیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے ان تمام احکام کی اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے بجا آوری کی طاقت اور توفیق حاصل کی اور ان احکام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے بچّوں کی اور آپ کے ماحول کی ذمّہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ میں سے ہر ایک کسی نہ کسی رنگ میں راعی کی حیثیت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے جواب طلبی کرے گا کہ اس ذمّہ داری کو تم نے کس رنگ میں اور کس طور پر نبھایا۔ تو جو شخص بچّوں کی تربیت سے غافل ہے یا جو شخص اپنی تربیت سے غافل ہے اور اس قسم کی باتیں گھر میں کرنے کا عادی ہے جس کے نتیجہ میں بچّوں کے دِلوں سے خدا اور اس کے رُسول کی محبت آہستہ آہستہ مٹتی چلی جائے اور نظام کے خلاف باتیں کرنے کی اسے عادت پڑ جائے تو خود کو بھی خراب کیا اور اگلی نسل کو بھی خراب کیا۔ خدا کے سامنے جب آپ جائیں گے اور وہ آپ سے پوچھے گا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق اور میرے حکم کے ماتحت تم نے اس ذمّہ داری کو کیسے نبھایا تو کیا جواب دیں گے آپ۔ پس تربیت کی طرف خاص توجّہ دیں اور اپنے ماحول کو نیک اور پاک اور ہر قسم کی گندگی اور ہر قسم کی ناپاکی سے صاف بنانے کی کوشش کریں۔ جب تک آپ کا ماحول اور آپ کا گھر پاک نہیں ہوگا، آپ کا لباسِ تقویٰ گندگی کی چھینٹوں

سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تیسری بات

جومَیں ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ نظامِ خلافت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی جماعتوں میں بھی ان لوگوں کے حالات کے مطابق رائج کیا تھا اور جسے اسلام میں بھی اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور ایک وعدہ اور بشارت کے رنگ میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ جیسے اور جس رنگ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت میں خلفاء کا نظام قائم کیا گیا تھا اسی رنگ میں اور اسی طور پر اُمّتِ مسلمہ میں بھی خلفاء کا ایک نظام قائم کیا جائے گا جو خلیفہ اور مجدّد ہوں گے۔ آیتِ استخلاف میں خلافت کا یہ وعدہ ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدّد بھیجا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کیا کریں گے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے زائد کوئی بات نہیں کی آپؐ نے جو بھی کہا ہے وہ قرآن کریم کے اصول کی اور قرآنِ کریم کے اجمال کی تفسیر اور تفصیل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ’’اور جو لوگ وحی ولایتِ عظمیٰ کی روشنی سے منوّر ہیں وہ ’’اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ‘‘ کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے اور یہ بات ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہیں دی بلکہ احادیثِ صحیحہ میں مجملات و اشاراتِ قرآنِ کریم کی تفصیل ہے سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن کریم ان پر کُھل جاتا ہے اور نیز ان آیاتِ بیّنات کی سچائی ان پر روشن ہوجاتی ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے جو قرآن کریم سے کوئی چیز باہر نہیں۔‘‘ ❶

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں یہ فرمایا کہ امّتِ محمدیہؐ میں ہمیشہ ایک مطہّر گروہ پیدا ہوتا رہا ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا - اور اس مطہّر گروہ کو قرآن کریم کے اس وعدہ کے مطابق کہ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ❷ اللہ تعالیٰ وقت کی ضرورتوں کے مطابق قرآن کریم کے مخفی خزائن اور اسرار میں سے بہت سے اسرار اور بہت سی روحانی دولت عطا کرتا رہے گا - پھر وہ علیٰ وجہ البصیرت اس بات پر قائم ہو جائیں گے کہ جس طرح نئی نئی باتیں قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو مطہّرین کے سردار تھے ان کو ہم سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے معارف اور دقائق

---

❶ الحق مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۷۹ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۸۱ ❷ سورۃ واقعہ آیت ۸۰

سکھایا کرتا تھا اور آپؐ نے جو بھی فرمایا وہ قرآنِ کریم کی تفسیر ہی ہے۔ قرآن کریم سے زائد کوئی بات آپؐ نے نہیں کی۔ اِس وقت حوالہ تو میرے پاس نہیں لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد دوسری جگہ بھی وضاحت کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر ارشاد قرآنِ کریم کی تفسیر ہی ہے جیسے آپؐ کا ہر فعل اور عمل قرآنِ کریم ہی کی تفسیر ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا تو آپ نے کہا اگر آپؐ کے اخلاق معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآنِ کریم پڑھ لو۔ قرآن کریم نے جو کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کر دکھایا۔ تو آپؐ کے اخلاق تو قرآنِ کریم میں تحریر ہیں کیونکہ آپؐ کے افعال اور اعمال عین قرآن کریم کے مطابق ہیں ان سے باہر نہیں۔

اَب سوال پیدا ہوتا ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد آیا کرے گا یہ قرآن کریم کی کس آیت کی تفسیر ہے پھر ہمیں اس حدیث کے صحیح معنی معلوم ہوں گے ورنہ ہم غلطی کھا جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد بار اور بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث قرآنِ کریم کی آیتِ استخلاف کی ایک تفسیر ہے اس آیت میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں اور متعدد سلسلہ ہائے خلافت کا ذکر ہے اور ایک بات کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کی کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد دِین پیدا ہوگا۔ اِس لحاظ سے اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا بغور مطالعہ کریں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ جہاں بھی آپؑ نے تجدیدِ دین پر کوئی بحث کی یا کوئی نکتہ بیان کیا وہاں اس نکتہ کو بیان کرتے ہوئے آپؑ نے خلافت کا ضرور ذکر کر دیا۔ (اِلاَّ مَاشَاءَ الله) تو آپؑ نے اپنی ساری بحث میں وضاحتاً بھی اور اشارۃً بھی یہ بتایا ہے کہ خلافت اور تجدیدِ دین ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور یہ وعدہ جو دیا گیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدّد آئے گا وہ آیتِ استخلاف کے وعدے کا ایک حصہ ہے۔ آیتِ استخلاف میں اس وعدہ سے زیادہ وعدہ دیا گیا ہے یعنی مختلف شکلوں میں خلافت کے قیام کا وعدہ ہے۔ ایک شکل وہ ہے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر ارشادات میں جو دوسری شکلیں خلافت کی ہیں ان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

خلافت کے معنی

جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

> ''خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدیدِ دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دُور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں

خلیفہ کہتے ہیں۔'' ❶

پس خلیفہ کے معنی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جانشین کے ہیں جو ضرورت کے وقت تجدیدِ دین کی خاطر آئے اور ان میں صحیح رُوحِ اسلامی پیدا کرے اور بدعات کو اسلام سے باہر نکال کر پھینک دے اور ایسے سامان پیدا کرے اُمّتِ مسلمہ کے لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بن سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیتِ استخلاف میں جو ''کَمَا'' کا لفظ ہے اور جو ''مِنْکُمْ'' کا لفظ ہے اس کو اس آیت کے معنی سمجھنے کے لئے ایک بنیادی اہمیت دی ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہے کہ وعدہ یہ دیا گیا ہے کہ جس رنگ میں جس طور پر اُمّتِ موسویہ میں خلافت کا نظام قائم کیا گیا تھا اسی رنگ میں اسی شکل میں اُمّتِ مسلمہ میں خلافت کا نظام قائم کیا جائے گا۔ مَیں پہلے دو تین ایسے حوالے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑھنا چاہتا ہوں جن میں آپؑ نے یہ بتایا ہے کہ اُمّتِ موسویہ کی خلافت اور اُمّتِ محمدؐیہ کی خلافت میں مماثلتِ تامہ پائی جاتی ہے۔ آپ ان حوالوں کو غور سے سُنیں اور پھر اس کے بعد مَیں بعض باتیں تفصیل سے بیان کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''یعنی خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کے مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے پہلوں کو بنایا تھا یعنی اسی طرز اور اسی طریق کے موافق اور نیز اسی مدّت اور زمانہ کے مشابہ اور اُسی صورتِ جلالی اور جمالی کی مانند جو بنی اسرائیل میں سُنّت اللہ گذر چکی ہے اِس اُمّت میں بھی خلیفے بنائے جائیں گے اور ان کا سلسلۂ خلافت اُس سلسلے سے کم نہیں ہوگا جو بنی اسرائیل کے خلفاء کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور نہ ان کی طرزِ خلافت اس طرز سے مبائن اور مخالف ہوگی جو بنی اسرائیل کے خلیفوں کے لئے مقرر کی گئی تھی ....
>
> مماثلتِ تامہ کا اشارہ جو کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے سمجھا جاتا ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ مماثلت مدت ایامِ خلافت اور خلیفوں کی طرزِ اصلاح اور طرزِ ظہور سے متعلق ہے۔ سو چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت موسیٰؑ سے شروع ہوا اور ایک مدتِ دراز تک نوبت بہ نوبت انبیاءِ بنی اسرائیل میں رہ کر آخر چودہ (سَو) برس کے پورے ہونے تک حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ پر یہ سلسلہ ختم ہوا .... پس جبکہ قرآنِ کریم نے صاف صاف بتلا دیا کہ

❶ ملفوظات جدید ایڈیشن جلد۲ صفحہ ۶۶۶

خلافتِ اسلامی کا سلسلہ اپنی ترقی اور تنزل یا اپنی جلالی اور جمالی حالت کی رُو سے
خلافتِ اسرائیلی سے بکلّی مطابق و مشابہ و مماثل ہوگا اور یہ بھی بتلا دیا کہ نبی
عربیؐ اُمّی مثیلِ موسیٰ ہے تو اس ضمن میں قطعی اور یقینی طور پر بتلایا گیا کہ جیسے اسلام
میں سرِ دفترِ اِلٰہی خلیفوں کا مثیلِ موسیٰ ہے جو اس سلسلۂ اسلامیہ کا سپہ سالار اور
بادشاہ اور تختِ عزّت کے اوّل درجے پر بیٹھنے والا اور تمام کا مصدر اور اپنی رُوحانی
اولاد کا مورثِ اعلیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم - ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبتِ تامہ
وہ مسیح ابن مریم ہے جو اس اُمّت کے لوگوں میں سے بحکمِ ربی مسیحی صفات سے رنگین
ہوگیا ہے- ❶

اسی مضمون کو بیان فرماتے ہوئے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ خلافت میں اوّل درجہ کا مقام رکھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ مَیں زمین میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو خلیفۃ اللہ صحیح معنی میں اور سچّے اور کامل طور پر

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ہے

اَور کسی کی نہیں - اس لئے آپؐ کو خلافتِ عظمیٰ حاصل ہے اور اسی لئے آپؐ ہی مجدّدِ اعظم ہیں - مجدّد اعظم سوائے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں - لیکچر سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ سچائی کے لئے ایک مجدّدِ اعظم
تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دُنیا میں لائے-'' ❷

اور آپؑ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا - ساری دُنیا کو تاریکی اور ظلمت سے نکال کر نُور کی طرف لانے کا کام سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَور کسی نے نہیں کیا - پہلے انبیاء اپنے اپنے زمانہ اور اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے - جہاں تک اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دی اور ان قوموں کو بھی جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے توفیق دی ایک محدود وقت اور زمانہ میں ایک خاص قوم کو انہوں نے ظلماتِ شیطانی سے نکالا اور ان کی استعداد کے مطابق انوارِ ربانی سے منور کیا مگر ایک ہی شخص دنیا میں پیدا ہوا ہے - صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری دُنیا کی طرف مبعوث ہوا اور اب قیامت تک کے لئے جو مجدّدیّتِ عظمیٰ کے مقام پر قائم اور فائز رہے گا اور ساری دُنیا کو تاریکی اور ظلمت سے نکال کر اللہ تعالیٰ

❶ ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۶۶۸-۶۷۳، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۶۰-۴۶۳ ❷ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۶

کے نُور کی طرف کھینچ کر لانے کا کام اس مجدّدِ اعظم کے سپرد ہے اور اسی لئے وہ مجدّدِ اعظم ہے۔ تو اَب

خلافتِ عظمیٰ اس سلسلہ کی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے

اپنے رنگ میں محدود وقت کے لئے اور بنی اسرائیل کے لئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے مجدّد اور خلیفہ تھے لیکن ساری دُنیا میں ایک ہی مجدّدِ اعظم تھا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مماثلتِ تامہ کے متعلق جو آیتِ استخلاف میں کَمَا کے لفظ میں پائی جاتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر اس مماثلت سے مماثلتِ تامہ مراد نہیں تو کلام عبث ہوا جاتا ہے کیونکہ شریعتِ موسوی میں چودہ سو برس ۱۴۰۰ تک خلافت کا سلسلہ ممتد رہا۔ نہ صرف تیس ۳۰ برس تک اور صدہا خلیفے روحانی اور ظاہری طور پر ہوئے نہ صرف چار اور پھر ہمیشہ کے لئے خاتمہ۔'' ❶

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''کیا کسی نیک دل انسان کی ایسی رائے ہوسکتی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھے کہ بلا شبہ ان کی شریعت کی برکت اور خلافتِ راشدہ کا زمانہ برابر چودہ سو برس تک رہا لیکن وہ نبیؐ جو افضل الرسل اور خیر الانبیاء کہلاتا ہے اور جس کی شریعت کا دامن قیامت تک ممتد ہے اس کی برکات گویا اس کے زمانہ تک ہی محدود رہیں .... اور مِنْکُمْ کے لفظ سے یہ جتانا بھی منظور ہے کہ پہلے بھی وہی لوگ خلیفے مقرر کئے گئے تھے کہ جو ایماندار اور نیکوکار تھے اور تم میں سے بھی ایماندار اور نیکوکار ہی مقرر کئے جائیں گے۔'' ❷

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''بلکہ اس جگہ مع حفاظتِ ظاہری حفاظتِ فوائد و تاثیراتِ قرآنی مُراد ہے اور وہ موافق سُنّت اللہ کے تبھی ہوسکتی ہے کہ جب وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں جن میں ظلّی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں اور جن کو وہ تمام برکات دی گئی ہوں جو نبیوں کو دی جاتی ہیں جیسا کہ ان آیات میں اس امرِ عظیم کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ

---

❶ شہادت القرآن صفحہ ۱۹ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۲۴ ❷ شہادت القرآن صفحہ ۲۲-۲۴، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳۰-۳۳۳

اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذَالِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ- ❶

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''ہم کب کہتے ہیں کہ مجدّد اور محدّث دُنیا میں آ کر دین میں سے کچھ کم کرتے ہیں یا زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہمارا تو یہ قول ہے کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد جب پاک تعلیم پر خیالاتِ فاسدہ کا ایک غبار پڑ جاتا ہے اور حق خالص کا چہرہ چھپ جاتا ہے تب اُس خوبصورت چہرہ کو دکھلانے کے لئے مجدّد اور محدّث اور روحانی خلیفے آتے ہیں .... مجدّدوں اور رُوحانی خلیفوں کی اس اُمّت میں ایسے ہی طور سے ضرورت ہے جیسا کہ قدیم سے انبیاء کی ضرورت پیش آتی رہی ہے- اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی مرسل تھے اور ان کی توریت بنی اسرائیل کی تعلیم کے لئے کامل تھی .... لیکن باوجود اس کے بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی-''

پھر فرماتے ہیں:

''چنانچہ توریت کی تائید کے لئے ایک ایک وقت میں چار چار سَو نبی بھی آیا جن کے آنے پر اب تک بائیبل شہادت دے رہی ہے-'' ❷

پھر اسی مماثلتِ تامہ کے ذکر میں آپؑ فرماتے ہیں:

''خدا نے تم میں سے بعض نیکوکار ایمان داروں کے ملئے یہ وعدہ ٹھہرا رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین پر اپنے رسولِ مقبولؐ کے خلیفے کرے گا انہیں کی مانند جو پہلے کرتا رہا ہے .... یہ تو ظاہری طور پر بشارت ہے مگر جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ میں عادت الٰہیہ جاری ہے اس کے نیچے ایک باطنی معنے بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ باطنی طور

---

❶ شہادت القرآن صفحہ ۲۸ / روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳۸

❷ شہادت القرآن طبع اوّل روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۱

پر ان آیات میں خلافتِ رُوحانی کی طرف بھی اشارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک خوف کی حالت میں کہ جب محبتِ الٰہیہ دلوں سے اُٹھ جائے اور مذاہبِ فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ رو بہ دُنیا ہو جائیں اور دین کے گُم ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا رُوحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہے گا کہ جن کے ہاتھ پر رُوحانی طور پر نصرت اور فتحِ دِین کی ظاہر ہو اور حق کی عزّت اور باطل کی ذلّت ہو، تا ہمیشہ دین اپنی اصلی تازگی پر عود کرتا رہے اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہو جانے کے اندیشہ سے امن کی حالت میں آ جائیں۔'' ❶

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

کَمَا کی تفسیر

لکھتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت میں جس قسم کے جس رنگ کے جس زمانہ تک جن وقتوں کی تجدید کے ساتھ خلفاء پیدا ہوتے رہے بالکل اسی طرح اُمّتِ محمدؐیہ میں پیدا ہوں گے۔ اُمّت موسویہ کے خلفاء کی تاریخ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو وہاں ہمیں کئی قسم کے خلفاء نظر آتے ہیں ایک وہ سلسلۂ خلافت جو چودہ خلفاء پر مشتمل ہے جن کے پہلے اور اپنی اُمّت میں بڑے خلیفہ اور مجدّد حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور جن کے چودھویں اور سب سے آخری خلیفہ اور مجدّد حضرت مسیح علیہ السلام تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اُمّتِ محمدؐیہ میں بھی اس قسم کی خلافت اور تجدیدِ دین جاری رہی ہے یعنی اس نقطۂ نگاہ سے ایک ایسا سلسلہ اُمتِ محمدؐیہ میں پیدا ہوا جس سلسلۂ تجدیدِ دین کے مجدّدِ اعظم جنہیں خلافتِ عظمیٰ حاصل تھی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپؐ کے بعد پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور حضرت ابوبکرؓ کو ایک کامل مشابہت حضرت یوشع بن نون سے تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پہلے خلیفہ ان تیرہ خلفاء کے سلسلہ میں پیدا ہوئے اور آپؑ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس مشابہت پر بحث کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی حضرت یوشع بن نون کے ساتھ تھی اور پھر آپؑ نے فرمایا کہ آخر میں مَیں ہوں اور میری مشابہتِ کاملہ حضرت مسیح ناصریؑ سے ہے۔ اور آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب ایک سلسلہ لمبے عرصہ پر ممتد ہو (چودہ سَو سال پر) تو ہر ایک کڑی کو لے کر تفصیلی بحث کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں کیونکہ تاریخ نے ان واقعات کی تفصیل کو محفوظ نہیں رکھا۔ لیکن خُدا کی حکمتِ کاملہ نے پہلی کڑی کی تاریخی

❶ براہین احمدیہ طبع اوّل روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۵۹-۲۶۰ حاشیہ

تفصیلات کومحفوظ رکھا اور آخری کڑی کی تاریخی تفصیلات کو بھی محفوظ رکھا- یعنی یوشع بن نون کے متعلق بھی ہمیں تفصیلی حالات معلوم ہیں اور حضرت مسیح ناصریؑ کے متعلق بھی تفصیلی حالات ہمیں معلوم ہیں- اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی تفصیلی حالات ہمیں معلوم ہیں جو آپؑ کے صحابہ اب بھی زندہ ہیں انہوں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو دیکھا اور جو ان کے بعد آنے والی نسل ہے ان کے سامنے بھی بار بار یہ تفصیل آتی ہے اور اس تفصیل کو جاننے والے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کن رنگوں میں اور کس طریق پر-

ایک کامل مشابہت حضرت مسیح علیہ السلام سے

رکھتے ہیں- وہی حالات آپؑ کی زندگی پر گزرے جو حالات حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی پر گزرے- میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا- اور آپؑ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلۂ خلافت اور اس سلسلۂ مجدّدین کا مَیں آخری خلیفہ ہوں سب سے آخر پر آنے والا- میرے بعد اس سلسلہ میں کوئی مجدّد پیدا نہیں ہوگا- بشمولیت ہمارے مجدّد اعظمؐ اس سلسلہ کے خلفاء چودہ تھے اور چودہ کا عدد مَیں نے پورا کردیا- اور آپؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ جس طرح وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت مسیح ناصریؑ تک جو آپ کے آخری خلیفہ تھے تیرہ خلفاء پیدا ہوئے جن میں سے پہلے بارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تعلق رکھتے تھے اور تیرھواں بے باپ پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کی قوم کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ ان کے باپ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے- اسی طرح اُمّتِ محمدؐیہ کے تیرہ خلفاء میں سے پہلے بارہ اسی مشابہت کَمَا کی وجہ سے قریش میں سے ہوئے اور ضروری تھا کہ تیرھواں قریش میں سے نہ ہوتا ورنہ مماثلت قائم نہ رہتی اور وہ مَیں ہوں موعود مسیحیّت کا دعویٰ کرنے والا- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ کے آخر میں خود کو قرار دیا ہے- اس سلسلہ میں بہت سے حوالے ہیں یہاں، چند کو مَیں نے منتخب کیا ہے-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایسا ہی سلسلۂ محمدؐیہ کی خلافت کا آخری خلیفہ جو مسیح موعود سے موسوم ہے سلسلۂ موسویہ کے آخری خلیفہ سے جو حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ ہے مشابہت رکھے-'' ❶

پھر آپؑ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''اس سلسلۂ مساوات سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے مسیح موعود سے جو شریعتِ اسلامیہ کا آخری خلیفہ ہے مشابہت رکھتے ہیں-'' ❷

❶ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۲ طبع اوّل رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۱ ❷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۲ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۲

پھر آپؓ فرماتے ہیں:

''چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ حسبِ وعدہ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ آخری خلیفہ اس اُمّت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں آئے گا۔'' ❶

پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

''اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفاءِ محمدؐیہ ہے جو سلسلۂ خلافتِ محمدؐیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔'' ❷

پھر آپؑ حضرت موسیٰؑ کی شریعت اور حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور تکمیل شریعت جو قرآن کریم کی شکل میں ظاہر ہوئی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک شریعتِ موسویہ دوسری شریعتِ محمدؐیہ۔ اور ان دونوں سلسلوں میں تیرہ تیرہ خلیفے مقرر کئے ہیں۔'' ❸

پس اس واسطے

آخری خلیفہ کے ہم کوئی اَور معنی نہیں کر سکتے

سوائے اس کے جو اس کے ظاہری معنی ہیں کیونکہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس سلسلہ میں صرف تیرہ خلیفے ہیں اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اس سلسلہ میں صرف تیرہ خلیفے ہیں اور مَیں آخری ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ اس آخری کے اَور کوئی معنی نہیں ہو سکتے اور اس سلسلۂ خلافت میں کسی اور کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب مَیں کچھ حوالے اس ضمن میں اَور پڑھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحفہ گولڑویہ میں فرماتے ہیں:

''جس آیت سے دونوں سلسلوں یعنی سلسلۂ خلافتِ موسویہ اور سلسلۂ خلافتِ محمدؐیہ میں مماثلت ثابت ہے یعنی جس سے قطعی اور یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سلسلۂ نبوتِ محمدؐیہ کے خلیفے سلسلۂ نبوتِ موسویہ کے مشابہ و مماثل ہیں وہ آیت یہ ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ .... تو ہمیں ماننا پڑتا ہے

❶ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۸ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۰۲ ❷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۷ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۳

❸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۳ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۲

جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفائے محمدؐیہ ہے جو سلسلۂ خلافتِ محمدؐیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔'' ❶

پھر آپؑ فرماتے ہیں (یہ بھی اسی کی وضاحت ہے):

''اور پھر خدا نے محمدؐی سلسلہ کے خلیفوں کو موسوی سلسلہ کے خلیفوں سے مشابہت دے کر صاف طور پر سمجھا دیا کہ اس سلسلہ کے آخر میں بھی ایک مسیح ہے اور درمیان میں بارہ۱۲ خلیفے ہیں تا موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس جگہ بھی چودہ۱۴ کا عدد پورا ہو۔'' (یعنی بشمولیت حضرت موسیٰ اور رسولِ اکرم مجدّدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم) ❷

پس اس سلسلۂ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں خلیفہ کی کوئی گنجائش نہیں اگر آپؐ کو شامل کیا جائے تو پندرھویں خلیفہ کی اس سلسلہ خلافت میں کوئی گنجائش نہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''اور جس حالت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ٹھہرے اور نیز سلسلۂ خلفاءِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل سلسلۂ موسیٰ علیہ السلام قرار پایا جیسا کہ نص صریح اس پر دلالت کرتی ہے۔ پس واجب ہوا کہ سلسلۂ محمدؐیہ ایک ایسے خلیفہ پر ختم ہو کہ وہ مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام ہووے جیسا کہ سلسلۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا تا کہ یہ دونوں سلسلے باہم مطابق ہو جائیں اور تا کہ وعدہ مماثلت اِس سلسلہ کے خلیفوں کا اور اُس سلسلہ کے خلیفوں کا پورا ہو جائے جیسا کہ امر مماثلت کَمَا کے لفظ سے ظاہر ہے جو آیت میں موجود ہے۔'' ❸

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''اور پھر ماسوا اس کے سورۃ مرسلات میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربِ قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی حد بست ہو جائے (یہاں آپؑ نے فرمایا ہے کہ یہاں رسولوں سے مُراد اس سلسلہ کے خلفاء ہیں جن کا مَیں ذکر کر رہا ہوں جو مجدّدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

❶ تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صفحہ ۵۶-۵۷ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۳

❷ تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صفحہ ۲۳ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۴

❸ ترجمہ خطبہ الہامیہ طبع اوّل صفحہ ۵۱-۵۲ رُوحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۹۱-۹۲

بعد تیرہ ہیں جن میں سے پہلے نبیؑ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کے آخر میں اور چودھویں اور آخری اور چودہ کے عدد کو پورا کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔)

''یعنے سلسلہ استخلافِ محمدؐیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدیٔ معہود ہے ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ یعنے وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائے گی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاء و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آ جائے گا .... اور اس جگہ خلفائے سلسلۂ محمدؐیہ کی تعیین مطلوب ہے .... گویا یوں فرماتا ہے وَاِذَا الْخُلَفَاءُ بُیِّنَ تَعْدَادُهُمْ وَحُدِّدِعَدَدُهُمْ بِخَلِیْفَةٍ هُوَاٰخِرُا لُخُلَفَاءِ الَّذِیْ هُوَ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ فَاِنَّ اٰخِرَ كُلِّ شَیْئٍ یُعَیِّنُ مِقْدَارَ ذَالِكَ الشَّیْئِ وَتَعْدَادَهٗ فَهٰذَا هُوَالْمَعْنٰی وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔'' ❶

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''لَا وَلِیَّ بَعْدِیْ اِلاَّ الَّذِیْ هُوَ مِنِّیْ وَعَلٰی عَهْدِیْ'' ❷

میرے بعد کوئی ایسا ولی اور مقرّب اور مجدّدِ دین اور خلیفہ پیدا نہیں ہو گا جو مجھے چھوڑ کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کر سکے اور مجھ سے علیحدہ بھی رہے اور مقامِ قرب اور مقامِ مجدّدیّت حاصل کر سکے کیونکہ مَیں عین آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے مطابق اُمّتِ محمدؐیہ کے آخری خلیفہ کی حیثیت سے آیا ہوں۔

ہم جب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مجدّدین کی تاریخ

پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ایک خصوصیّت نمایاں طور پر سب میں موجود ہے جو یہ ہے کہ کسی مجدّد نے کسی پہلے مجدّد سے اس رنگ میں فیض حاصل نہیں کیا کہ اس نے دعویٰ کیا ہو کہ فلاں مجدّد کے فیض اور برکت سے مَیں نے اس مقامِ اطاعتِ رسولؐ اور فنافی الرّسولؐ کو حاصل کیا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ایسا ارفع اور اعلیٰ ہے کہ آپؐ کے فیض سے کوئی باہر نہیں رہ

❶ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۴-۲۴۵

❷ خطبہ الہامیہ طبع اوّل صفحہ ۳۵ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۷۰

سکتا- جوشخص کسی قسم کی رُوحانی برتری کو حاصل کرے گا یا کسی رُوحانی مقام یا قرب کے مقام کو پائے گا یا اللہ تعالیٰ کی رضاء اوراس کی محبت کو حاصل کرے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پختہ تعلق قائم کرے اس واسطے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے متعلق بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کئے بغیر کسی رُوحانی مقام کو حاصل کیا- اس کے بغیر نہ وہ صالح بن سکتا ہے، نہ صدیق بن سکتا ہے، نہ وہ شہید بن سکتا ہے، اور نہ ولی بن سکتا ہے، نہ وہ ائمہ کا درجہ حاصل کرسکتا ہے، نہ وہ علماءِ ربّانی کا مقام پا سکتا ہے کسی قسم کا رُوحانی درجہ حاصل نہیں کرسکتا- حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو بارہ خلفاء ہوئے ان میں سے کسی نے اپنے سے پہلے خلیفہ یا مجدّد سے فیض حاصل کر کے یہ مقامِ قرب حاصل نہیں کیا نہ کسی پہلے مجدّد کے طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پائی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض پہلے مجدّدین سے علمی لحاظ سے جو بعض غلطیاں ہوگئی تھیں بعد میں آنے والے مجدّد نے اس غلطی کی نشان دہی کی اور اسے دُور کیا- آپ کو ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی- تو جس مجدّد کی علمی غلطی کو کوئی دوسرا مجدّد دُور کر رہا ہے اس سے کامل تعلقِ اطاعت تو اس کا نہیں ہوسکتا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فلاں پہلے مجدّد سے کامل تعلق پکڑا اور پھر محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مقامِ مجدّدیت کو حاصل کیا- اس رنگ میں وہ مختلف تھے- لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چونکہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرّسولؐ کا ایک کامل اور حقیقی اور سچا تعلق عطا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے- یعنی ایک طرف اللہ میں کامل فنائیت اور دوسری طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل فناء- یعنی آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کامل متبع، کامل فرماں بردار اور کامل اُمّتی تھے- اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کیا کہ وہ

ٹھاٹھیں مارتا ہوا رُوحانی دریا

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس دُنیا میں تمام بنی نوع انسان کو روحانی طور پر سیراب کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خادمِ رسولؐ کی حیثیت سے دُنیا میں پُوری اشاعت کی غرض سے مختلف نہروں میں ڈال دیا- یہ رُوحانی آبِ حیاتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا ہے صرف اس کا جو برتن ہے وہ بدلا ہے دیکھو نہر کا اپنا تو کوئی پانی نہیں ہوتا دریا کا ہی پانی ہے جو اس کا سرچشمہ ہے- اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا کوئی پانی نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وہ سارا پانی ہے- تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا اب بھی جاری ہے مختلف نہروں کی شکل میں- کیونکہ یہ مقدّر تھا کہ اس آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ اشاعتِ اسلام کے ایسے سامان پیدا کرے

گا کہ ساری دُنیا میں قرآنِ کریم کے حقائق اور معرفت کی باتیں اور تاثیراتِ قدسیہ پھیل جائیں اور ہر قوم اور ہر مُلک اور ہر نسل کو اللہ تعالیٰ کا یہ رُوحانی پانی (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بھیجا گیا) یہ آبِ زلالِ محمدؐ سیراب کرے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ مختلف نہروں میں اس کو ڈالا جاتا۔ اَب وہ پانی ان نہروں میں ڈال دیا گیا ہے۔ یہ انتظام بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ماتحت آپؐ کے ایک عظیم رُوحانی فرزند کے ذریعہ کیا گیا ہے کیونکہ مغایرت کوئی نہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد اب اس قسم کا کوئی ولی نہیں پیدا ہوگا جس قسم کے مجھ سے پہلے پیدا ہوتے رہے ہیں اور وہی ولی اور مجدّد بن سکے گا جو اپنے دل میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اللہ کا عشق

اس نمونہ کے مطابق پیدا کرے گا جو مَیں اس کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور جو اُن انوارِ قرآنی اور فیوض و برکاتِ محمدؐ سے حصہ لے گا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے ذریعہ سے روشن کئے اور جاری کی ہیں۔ مجھ سے پَرے اور دُور رہ کر اور مجھ سے پختہ تعلق قائم کئے بغیر کوئی شخص بھی مقامِ ولایت نہیں پا سکتا۔ پس نئی صدی کے سر پر پہلے مجدّدِ دین کی طرح کسی نئے مجدّد کی آمد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلے مجدّد اَور نوعیّت کے آتے رہے ہیں آنے والے، امام مہدی کے ظِلّ ہوں گے۔

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے اور اسے اچھی طرح کان کھول کر سُن لو کہ چودھویں صدی کا بھی مَیں ہی مجدّد ہوں اور پندرھویں صدی کا بھی مَیں ہی مجدّد ہوں اور سولہویں صدی کا بھی مَیں ہی مجدّد ہوں اور سترھویں اور اٹھارویں اور اُنیسویں اور بیسویں صدیوں کا بھی مَیں ہی مجدّد ہوں کیونکہ مَیں صرف صدی کا ہی مجدّد نہیں بلکہ اس آخری ہزار سال کا مَیں ہی مجدّد ہوں۔ پس نئی صدی کے سر پر نئے مجدّد کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ آپؑ اگر صرف صدی کے سر کے مجدّد ہوتے تو بعض لوگ یہ سوال کر سکتے تھے کہ جو صدی آ رہی ہے اس کے سر پر کون مجدّد ہوگا۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گویا یوں فرمایا ہے کہ نئی صدی آ رہی ہے اور حسبِ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نئی صدی کے سر پر ایک مجدّد

بھی ہوگا لیکن وہ کوئی اَور نہیں ہوگا وہ مَیں ہی ہوں گا۔ آپؑ لیکچر سیالکوٹ میں فرماتے ہیں:

''پھر ہزار پنجم کا دَور آیا جو ہدایت کا دَور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خُدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دُنیا میں قائم کیا۔ ...... ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام الزّمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظِلّ کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اَب دُنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خُدا تعالیٰ کی طرف سے ہے مسیح موعود کہلاتا ہے۔ وہ مجدّد صدی بھی ہے اور مجدّد الف آخر بھی۔'' ❶

پس اِس آخری ہزار کے سر پر امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظِلّ کے ہو چونکہ اس ہزار میں دُنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ آپؑ نے کہا کہ یہ صرف میرا دعویٰ نہیں ہر نبی اس بات پر شہادت دیتا ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدّد صدی بھی ہے اور مجدّد الف آخر بھی۔ پورے ہزار سال کا مجدّد ہے۔ اس واسطے کوئی شخص یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ پندرھویں صدی کے سر پر مجدّد نہیں ہوگا یا سولہویں صدی کے سر پر کوئی مجدّد نہیں ہوگا لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ پندرھویں، سولہویں، سترھویں یا اٹھارھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ کوئی اَور مجدّد ہوگا وہ غلط کہتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کو جھٹلاتا ہے۔ وہ آپؑ کی جماعت کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اَب یہ ایک سلسلۂ مجدّدین ہے جس کے متعلق آیتِ استخلاف میں کَمَا کا لفظ اشارہ کر رہا ہے جن چودہ خلفاء کی تحدید اور تعیین اُمّتِ موسویہ میں کی گئی تھی جن کے سر پر حضرت موسیٰؑ تھے اور جن کے بعد آپ کے تیرہ خلفاء۔ اس مشابہت کے نتیجہ میں ایک سلسلہ چودہ خلفاء کا پیدا ہونا ضروری تھا جس کے سر پر ہمارے افضل الرسل خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور جس کے آخر میں مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر یہ سلسلۂ مجدّدین (جس کا مذکورہ حدیث میں ذکر ہے) جس کی تعداد چودہ تھی اور جس سلسلہ کے مجدّدِ اعظم اور آخری خلیفہ کے درمیان بارہ خلفاء تھے وہ سلسلۂ خلافت تو ختم ہو گیا۔ اس وجہ سے بھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف ایک صدی کے مجدّد کی حیثیت میں نہیں بلکہ دُنیا کی زندگی کے آخری ایک ہزار سال کے مجدّد ہونے کی حیثیت میں مبعوث ہوئے۔ اس سلسلہ میں آنے والی ہر صدی کے سر پر سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کوئی مجدّد پیدا نہیں ہوگا آپؑ ہی

❶ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۸

مجدّد ہوں گے۔لیکن یہ "کَمَا" کی ایک تشریح ہے۔

کَمَا کی ایک دوسری تفسیر کے مطابق

خلافتِ راشدہ کی ایک دوسری شاخ

کا وعدہ دیا گیا ہے۔ دراصل چودہ کا یہ سلسلۂ خلفاء ومجدّ دین اور خلافتِ راشدہ ایک ہی سلسلۂ خلافت ہے جو آگے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ خلافتِ راشدہ کی ایک شاخ تو چودہ مجدّ دین کی ہے (بشمولیّت مجدّ دِاعظم صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اور خلافتِ راشدہ کی دوسری شاخ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے آنے والے خلفاءِ راشدین ومجدّ دین اور آپؑ کے بعد آنے والے خلفاءِ راشدین ومجدّ دین (جو آپؑ کے ظِلّ کے طور پر مبعوث ہوں گے) پر مشتمل ہے۔ پس خلافتِ راشدہ دو حصوں میں منقسم ہو گئی ایک وہ خلفاء اور مجدّ دین جو چودہ مجدّ دین کی شاخ میں منسلک ہوئے کیونکہ سارے خلافتِ راشدہ کا حصہ ہیں اور ایک وہ خلفاء راشدین جو اس سلسلہ میں منسلک نہیں ہوئے اور اس سے باہر رہے لیکن ہیں وہ بھی خلفاءِ راشدین۔ جیسے مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی رضوان اللہ علیہم یا مثلاً وہ قدرتِ ثانیہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزار سالہ مجدّ دیّت کے زمانہ میں ظاہر ہونی تھی تو یہ ایک دوسری شاخ خلافتِ راشدہ کی ہے جو چلی آ رہی تھی۔ اور چلی جا رہی ہے۔

پس "کَمَا" کے لفظ میں جس خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے اس کا پہلا سلسلہ (جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے) دو شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ ایک وہ سلسلہ جو چودہ پر مشتمل ہے جس کے پہلے اُمّتِ محمدؐیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مجدّ دِاعظم کی حیثیت سے اور جس کے آخر میں مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ فانی فی محمدؐ کی حیثیت میں۔ دراصل آپؑ کے رُتبہ اور مقام کا انحصار ہی اس فنا فی محمدؐ پر ہے۔ لوگ سمجھتے نہیں اور خواہ مخواہ اعتراض پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل طور پر فنا ہو کر آپؐ ہی کا نام محمدؐ اور احمد نہ پاتے تو آپؑ کو یہ مقام حاصل نہ ہوتا کہ اگلے ہزار سال کی مجدّ دیّت آپؑ کو دے دی جاتی۔ یہ سب فیض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو یہ کہے کہ مَیں نے آپؐ کے فیض سے باہر خُدا کی محبت اور فیوض کو پایا اور وہ بھی سچ نہیں کہتا جو ہماری طرف اس بات کو منسوب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم کرے۔ ہم اس کامل یقین پر قائم ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض پہلے بھی جاری تھے (آپؐ کی بعثت سے بھی) اور آپؐ کی بعثت کے بعد بھی جاری رہے اور رہیں گے قیامت تک۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی

خلافتِ راشدہ کا سلسلہ جاری رہے گا

جیسا کہ آپؑ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ)

(۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کرتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔ اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور کئی بدقسمت مُرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس مُعجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مُرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پَیر جما دیں گے (یعنی آیتِ استخلاف کے وعدہ کو پورا کیا اور آیتِ استخلافِ میں انجمن کا وعدہ نہیں ہے خلافت کا وعدہ ہے)

............سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے (اَب دیکھو نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت میں ''قدیم سے سُنّت اللہ'' کے مطابق کسی انجمن کو خلیفہ اور جانشین بنایا گیا نہ کسی اَور نبی کی جماعت میں یہ ''قدیم سے سُنّت اللہ'' ہمیں نظر آتی ہے) اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دلِ پریشان

نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا
تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔'' ❶

پس پہلے سلسلۂ خلافت کی دو شاخوں کا مَیں نے اس وقت ذکر کیا ہے ایک پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور ایک کی طرف اختصار سے اشارہ کیا ہے یعنی (ا) چودہ خلفاء کا وہ سلسلہ جس کے سر پر بطور سردارِ اعظم اور افضل الرّسل مجدّدِ اعظم کی حیثیت سے حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس کے آخر میں مسیح موعود علیہ السلام جس کا اپنا وجود ہی کوئی نہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کو سمجھانے کے لئے بعض دفعہ عظیم رُوحانی فرزند بھی کہہ دیتے ہیں، موعود مسیح اور معہود مہدی بھی کہہ دیتے ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ

انسان کی زبان میں وہ لفظ ابھی نہیں بنا

کہ ہم اس مقام کو بیان کرسکیں جس فنا فی محمدؐ کے مقام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پایا اور کامل فنا اپنے وجود پر طاری کی آپؑ کا اپنا وجود ہی باقی نہ رہا سارا وجود سارے اخلاق سارے جذبات اور ساری قوتیں اور استعدادیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہوگئیں تمثیلی زبان میں آپؐ ہی دنیا میں دوبارہ نازل ہوئے بروز کے رنگ میں۔ یہ تمثیلی زبان ہے کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمثیلی زبان کا رواج ساری دُنیا میں پایا جاتا ہے اور اسی لئے پایا جاتا ہے کہ بعض باتوں کی حقیقت کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے اس لئے مثال دے دی جاتی ہے۔

دوسرے خلافتِ راشدہ کی وہ دوسری شاخ ہے جو ان بارہ سے مختلف ہے۔ یعنی خلفاءِ راشدین میں سے بعض پہلی شاخ کا حصہ بن گئے اور چودہ میں شامل ہوگئے اور بعض ایسے ہیں جو ان چودہ خلفاء کے سلسلہ میں شامل نہیں اور خلافتِ راشدہ کی دوسری شاخ ہم انہیں کہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد آپؑ کے ظِلّ کے طور پر آنے والے خلفاء اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ پس خلافتِ راشدہ تو قائم ہے حسبِ وعدہ آیتِ استخلاف، مگر خلافتِ راشدہ کا یہ ایک دوسرا سلسلہ اور دوسری شاخ ہے۔ کچھ کڑیاں پروئی گئیں کچھ آئندہ پروئی جائیں گی۔ جب تک خدا چاہے گا یہ سلسلہ اپنی کڑیوں کے لحاظ سے بڑھتا چلا جائے گا۔

پھر آیتِ استخلاف میں

خلافت کے ایک دوسرے سلسلہ کا وعدہ بھی دیا گیا ہے

جو پہلی دو شاخوں سے مختلف ہے۔ ہے تو یہ خلافتِ حقّہ ہی لیکن ہم نے ایک اصطلاح بنائی تھی اس لئے اس کو ہم خلافتِ راشدہ نہیں کہتے گو رُشد سے وہ بھی بھری ہوئی ہے ہم اسے خلافتِ ائمہ کہیں گے اور خلافت کا یہ

❶ الوصیۃ صفحہ ۶-۷ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۴-۳۰۵

سلسلہ جو ہے اس کی رُو سے اُمّتِ محمدؐیہ میں سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں خلفاء پیدا ہوئے جیسا کہ اُمّتِ موسویہ میں سینکڑوں ہزاروں خلفاء پیدا ہوئے کچھ انبیاء کے نام سے اور کچھ ربّانی علماء کے نام سے آئے۔ پس "کَمَا" جو آیتِ استخلاف میں ہے یہ "کَمَا" ہم سے ایک دوسرا وعدہ بھی کرتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح اُمّتِ موسویہ میں اللہ تعالیٰ کے ہزاروں نیک بندے خلیفہ کی حیثیت میں یعنی نائب رسول کی حیثیت میں رسول ہی کا کام کرنے والے پیدا ہوئے اسی طرح اُمّتِ محمدؐیہ میں سینکڑوں ہزاروں ایسے خدا کے بزرگ بندے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے والے پیدا ہوں گے جو اسلام کے چہرہ کو روشن رکھیں گے اور جیسا کہ ایک ایک وقت میں اُمّتِ موسویہ میں چار چار سو نائب اور خلیفہ بھی پیدا ہوئے اس کے مقابلہ میں چونکہ اُمّتِ محمدؐیہ کا دائرہ وسیع ہے ہوسکتا ہے کہ اُمّتِ موسویہ کے چار سو کے مقابلہ میں ایک ہی وقت میں چار ہزار بزرگ پیدا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کی حیثیت میں اور آپؐ کی نیابت میں آپؐ کا کام کریں اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوگی۔

پس یہ بھی "کَمَا" کے لفظ میں ایک وعدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پر بھی بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند حوالے مَیں اکٹھے پڑھ دوں گا۔ آپ بھی اس پر غور کریں مَیں بھی بعد میں مختصر طور پر نتیجہ نکالوں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

> "جس حالت میں خدا تعالیٰ شریعتِ موسوی کی تجدید ہزار ہا نبیوں کے ذریعہ سے کرتا رہا ہے اور گو وہ صاحبِ کتاب نہ تھے مگر مجدّدِ شریعتِ موسوی تھے یہ اُمّت خیر الامم ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس اُمّت کو خدا تعالیٰ بالکل گوشۂ خاطر عاطر سے فراموش کر دے۔" ❶

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ وعدہ دے چکا ہے

کہ اس دُنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفے پیدا کرے گا۔ آیتِ استخلاف میں یہ وعدہ دیا قیامت تک اس کو قائم کرے گا یعنی جس طرح موسیٰؑ کے دین میں مدّت ہائے دراز تک خلیفے اور بادشاہ بھیجتا رہا ایسا ہی اس جگہ بھی کرے گا اور اس کو معدوم نہیں ہونے دے گا۔ فرمایا:

> "پس یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دائمی خلیفوں کا وعدہ دیا تا وہ ظِلّی طور

---

❶ مکتوبات حضرت مسیح موعودؑ بنام حاجی محمد ولی اللہ صاحب ۳۰؍دسمبر ۱۸۸۴ء مشمولہ مکتوبات احمد جلد ششم حصہ اوّل صفحہ ۱۰

پرانوارِ نبوت پا کر دُنیا کو ملزم کریں اور قرآن کریم کی خوبیاں اور اس کی برکات لوگوں کو دکھلاویں- یہ بھی یاد رہے کہ ہر ایک زمانہ کے لئے اتمامِ حُجت بھی مختلف رنگوں سے ہوا کرتا ہے اور مجدّد وقت ان قوتوں اور ملکوں اور کمالات کے ساتھ آتا ہے جو موجودہ مفاسد کا اصلاح پانا ان کمالات پر موقوف ہوتا ہے............ اگر صرف بنی اسرائیل کے نبیوں اور مرسلوں اور محدّثوں پر ہی نظر ڈالی جائے تو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں یعنی حضرت موسیٰؑ سے حضرت مسیحؑ تک ہزار ہا نبی اور محدث اُن میں پیدا ہوئے جو خادموں کی طرح کمربستہ ہو کر توریت کی خدمت میں مصروف رہے............ اَب کوئی سوچنے والا سوچے کہ جس حالت میں موسیٰؑ کی ایک محدود شریعت کے لئے جو زمین کی تمام قوموں کے لئے نہیں تھی اور نہ قیامت تک اس کا دامن پھیلا ہوا تھا خدا تعالیٰ نے یہ احتیاطیں کیں کہ ہزار ہا نبی اس شریعت کی تجدید کے لئے بھیجے اور بار ہا آنے والے نبیوں نے ایسے نشان دکھلائے کہ گویا بنی اسرائیل نے نئے سرے سے خدا کو دیکھ لیا تو پھر یہ اُمّت جو خیر الامم کہلاتی ہے اور خیر الرُّسل صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لٹک رہی ہے کیونکہ ایسی بدقسمت سمجھی جائے کہ خدا تعالیٰ نے صرف تیس برس اس کی طرف نظرِ رحمت کر کے اور آسمانی انوار دکھلا کر پھر اس سے مُنہ پھیر لیا............ کیا اُس کریم خدا سے ایسا ہو سکتا ہے جس نے اس نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے مفاسد دُور کرنے کے لئے بھیجا تھا- ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ پہلی اُمّتوں پر تو خدا تعالیٰ کا رحم تھا اس لئے اُس نے توریت کو بھیج کر پھر ہزار ہا رسول اور محدث توریت کی تائید کے لئے اور دلوں کو بار بار زندہ کرنے کے لئے بھیجے لیکن یہ اُمّت مورِدِ غضب تھی اس لئے اس نے قرآن کریم کو نازل کر کے ان سب باتوں کو بھلا دیا اور ہمیشہ کے لئے علماء کو ان کی عقل اور اجتہاد پر چھوڑ دیا...... لیکن دین اسلام کے طالبوں کے لئے وہ انتظام نہ کیا- گویا جو رحمت اور عنایتِ باری حضرت موسیٰؑ کی قوم پر تھی وہ اِس اُمّت پر نہیں ہے...... انسان نہایت ضعیف اور ہمیشہ تقویت ایمان کا محتاج ہے اور اس راہ میں اپنے خود ساختہ دلائل کبھی کام نہیں آ سکتے جب تک تازہ طور پر معلوم نہ ہو کہ خدا موجود ہے- ہاں جھوٹا ایمان جو بدکاریوں کو روک نہیں سکتا نقلی اور عقلی طور پر قائم

رہ سکتا ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ دین کی تکمیل اس بات کو مستلزم نہیں جو اس کی مناسب حفاظت سے بکلّی دستبردار ہو جائے ...... یہ یاد رہے کہ مجدّد لوگ دین میں کچھ کمی بیشی نہیں کرتے ہاں گمشدہ دین کو پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ مجدّدوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حُکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے **وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ** یعنی بعد اس کے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص اس کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔ اب خلاصہ اس تمام تقریر کا کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دلائلِ مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمّت میں فساد اور فتنوں کے وقتوں میں ایسے مصلح آتے رہیں جن کو انبیاء کے کئی کاموں میں سے یہ ایک کام سپرد ہو کہ وہ دینِ حق کی طرف دعوت کریں اور ہر یک بدعت جو دین سے مل گئی ہو۔ اس کو دُور کریں اور آسمانی روشنی پا کر دین کی صداقت ہر یک پہلو سے لوگوں کو دکھلاویں اور اپنے پاک نمونہ سے لوگوں کو سچائی اور محبت اور پاکیزگی کی طرف کھینچیں۔'' ❶

دلائلِ مذکورہ دینے کے بعد آپؑ فرماتے ہیں کہ

''خدا تعالیٰ اس اُمّت کے لئے خلافتِ دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔ اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعتِ موسوی کے خلیفوں سے تشبیہہ دینا کیا معنی رکھتا تھا .... چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف واولیٰ ہیں۔ ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے .... اور پھر یہ آیت خلافتِ ائمہ پر گواہِ ناطق ہے **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ** ❷ کیونکہ یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ **يَرِثُهَا** کا لفظ دوام کو چاہتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح۔ اور سب کا

---

❶ شہادت القرآن طبع اوّل صفحہ ۳۰۔۳۱ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۵ ❷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۶

وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو۔

پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ نے ایک مثال کے طور پر سمجھا دیا تھا کہ مَیں اسی طور پر اِس اُمّت میں خلیفے پیدا کرتا رہوں گا جیسے موسیٰ کے بعد خلیفے پیدا کئے تو دیکھنا چاہئے تھا کہ موسیٰ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ ......تو پھر کیونکر ہوسکتا تھا کہ حضرت موسیٰ کے خلیفوں کا چودہ سو برس تک سلسلہ ممتد ہو اور اس جگہ صرف تیس برس تک خلافت کا خاتمہ ہو جاوے۔'' ❶

اور دوسری جگہ آپ نے فرمایا ہے کہ

اُمّتِ موسویہ میں ہزارہا خلفاء اس سلسلہ میں پیدا ہوئے

ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی بھی ہوتا تھا جو تجدیدِ دین کے لئے آتا تھا مثلاً جب موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت پھیل گئی تو اس زمانہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا یا ان کی تربیت کرنا بڑا مشکل تھا۔ تو جب بنی اسرائیل مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور مختلف قبائل اور گروہوں میں تقسیم ہوگئے تو ان کو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ اور بشارت کے مطابق سنوارنا تھا ایسی حالت میں چار چار سو نبی کی بھی ضرورت پیدا ہوئی۔ جتنے کی ضرورت تھی اور جس رنگ میں ضرورت تھی خدا نے جو وعدہ کیا تھا وہ اُس نے پورا کیا کیونکہ وہ سچے وعدوں والا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''برائے خدا سوچو کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہمیشہ قیامت تک تم میں رُوحانی زندگی اور باطنی بینائی رہے گی اور غیر مذہب والے تم سے روشنی حاصل کریں گے اور یہ رُوحانی زندگی اور باطنی بینائی جو غیر مذہب والوں کو حق کی دعوت کرنے کے لئے اپنے اندر لیاقت رکھتی ہے یہی وہ چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں خلافت کہتے ہیں۔'' ❷

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے مگر آپؐ میں سے ہو کر اور آپؐ کی مُہر سے۔ اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے کہ ہزاروں اس اُمّت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص ان میں موجود ہوتے رہے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے

---

❶ شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۵۲ تا ۳۵۵ ❷ شہادت القرآن طبع اوّل صفحہ ۳۷-۳۸، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۵۵

ایسے دعوے کئے- چنانچہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب ہی کو دیکھ لو-'' ❶

پھر آپؑ نے تحفہ گولڑویہ میں یہ فقرہ بھی لکھا ہے جسے پڑھ کر بڑی لذت آتی ہے- وہاں بحث یہ ہے جہاں سے مَیں نے یہ فقرہ لیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ پہلی تین صدیاں انتہائی بزرگی، تقدّس اور قُربِ الٰہی پانے والوں کی ہوں گی اور اسلام اپنی رُوحانیت کے کمال کو پہنچا ہوا ہوگا لیکن پھر اس کے بعد ایک تنزّل کا دَور آئے گا جو ہزار سالہ دَور ہے اور حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں اس دَور کو فیج اعوج کا زمانہ کہتے ہیں- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اس غیرت کی وجہ سے جو اسلام کے لئے آپ کو تھی اور اس شدید محبت کی وجہ سے جو آپؑ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی یہ خیال پیدا ہوا کہ معترض یہ اعتراض کرے گا کہ پہلی تین صدیوں کے بعد پھر اندھیرا چھا گیا یہ کیا ہوا، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض آتا ہے تو آپؑ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

''گو دوسرے فرقوں کی نسبت درمیانی زمانہ کے صلحائے اُمّتِ محمدؐیہ بھی باوجود طوفانِ بدعات کے ایک دریائے عظیم کی طرح ہیں-'' ❷

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا ہے کہ آیتِ استخلاف میں ''کَمَا'' کے لفظ کے ساتھ ایک اور سلسلۂ خلافت کا وعدہ بھی کیا گیا ہے اور یہ دوسرا سلسلۂ خلافت ہے کیونکہ

پہلے دو سلسلہ ہائے خلافت دراصل ایک ہی سلسلہ کی دو شاخیں ہیں

ان کو مَیں نے خلافتِ راشدہ کا نام دیا ہے یہی نام میرے خیال میں زیادہ مناسب ہے- تو ایک تو خلافت کا وہ سلسلہ ہے جو دو شاخوں پر مشتمل ہے اور جسے مَیں خلافتِ راشدہ کا نام دیتا ہوں- ایک دوسری خلافت کا وعدہ ہے جو خلافتِ ائمہ ہے- اس کا وعدہ بھی کَمَا کے لفظ میں ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت سے یہ وعدہ کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو اس رنگ میں پُورا کیا کہ حضرت موسیٰؑ کی اُمّت کو اپنے مذہب اور ہدایت اور تورات سے دُور جانے سے بچانے کے لئے حسبِ ضرورت ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی پیدا کئے اسی طرح اُمّتِ محمدؐیہ سے یہ وعدہ ہے کہ وہ اُمّتِ محمدؐیہ میں قرآن کریم کے انوار کی شمع کو روشن رکھنے کے لئے ہر زمانہ میں ہر ملک میں ہر قریہ اور شہر میں ایسے لوگ پیدا کرتا

❶ اخبار الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ کالم ۳، ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۴۹

❷ تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صفحہ ۸۱ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۲۶

رہے گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور اس دوسرے سلسلۂ خلافت کی کڑیاں ہوں گے وہ دُنیا کو صحیح قرآنی تفسیر کی طرف بلانے والے ہوں گے اور اسلام کے چہرہ کو روشن رکھنے والے ہوں گے اور یہ وہ نجوم ہیں جن کا وعدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو دیا ہے اور ان کی کثرت بھی اُن نجوم کی کثرت کی طرح ہی ہے جو آسمان پر ہمیں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پس اس سلسلۂ خلافت میں دو یا چار یا بارہ کا سوال نہیں ہزاروں لاکھوں ہیں جو اُمّتِ محمدؐیہ میں پیدا ہوں گے اور اسلام کے چہرہ کو روشن رکھیں گے اور ان کی مثال نجوم کی مثال ہے اور ان کی تعداد کی کوئی حد بست نہیں خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے پیدا ہو گئے اور کتنے پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ اُمّتِ موسویہ میں ہزار ہا اس قسم کے خلفاء پیدا ہوئے۔ اسی طرح اُمّتِ محمدؐیہ میں ہزار ہا بلکہ لکھوکھا شاید کروڑ ہا اس قسم کے خلفاء پیدا ہوں کیونکہ امتِ محمدیہؐ اپنی وسعت مکانی اور وسعتِ زمانی میں اُمّتِ موسویہ سے بہت بڑھ کر ہے۔

ایک سوال رہ جاتا ہے

کہ اس دوسری قسم کے خلفاء کا رشتہ اور تعلق پہلی قسم کے خلفاء سے کیا ہے کیونکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر ایک ہی وقت میں یہ خلفاء پیدا ہو گئے تو کہیں انارکی تو نہیں ہو جائے گی۔ یعنی ہر ایک اپنی چلائے تو اس کے متعلق اسلام نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ پہلا سلسلہ تو وہ ہے کہ جس سلسلہ کا خلیفہ اپنے وقت کے تمام خلفاء کا سردار ہوتا ہے اور وہ اس کے اجزاء ہوتے ہیں۔ یہ کہنا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے بزرگ صحابہؓ میں رشد و ہدایت نہیں تھی غلط ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ تمام بزرگ صحابہؓ جن میں سے بعض کو بعد میں خلافت ملی گو اکثر کو نہیں ملی اس دوسرے وعدہ کے مطابق جس کا مَیں نے اب آخر میں ذکر کیا ہے اُمّتِ محمدؐیہ کے خلفاء کے زُمرہ میں ہی تھے۔ وہ مصلح اور ائمہ تھے مگر وہ شریعت کے استحکام اور اشاعتِ قرآن کی مہم میں خلیفۂ وقت کی مدد کرنے والے تھے اور خلافت کے ماتحت تھے۔ اگر خلافتِ راشدہ سے اپنا تعلق قطع کر لیتے تو وہ خدا کی نگاہ میں خدا سے دُور ہو جاتے اور تمام برکتیں اُن سے چھین لی جاتیں جیسا کہ ان لوگوں سے برکتیں چھین لی گئیں جنہوں نے ظاہری طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بات نہیں مانتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے تھے۔ ہم آپؓ ہم میں نہیں رہے تو ہم آزاد ہو گئے۔ بعض ایسا کہنے والے بھی تھے لیکن ساری برکتیں ان سے چھین لی گئیں۔ آج ان کے ناموں سے بھی آپ واقف نہیں۔ لیکن اس دوسرے سلسلہ کے خلفاءِ اُمّت، صلحاءِ اُمّت، ائمۂ اُمّت، خلافتِ راشدہ کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اگر اس سے اپنا رشتہ قطع کر لیں تو

بلعم باعور بن جاتے ہیں خدا تعالیٰ کا ان سے تعلق قطع ہو جاتا ہے- وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے آجاتے ہیں لیکن جب تک ان کا رشتہ قائم رہتا ہے خلافتِ راشدہ کا خلیفہ ان تمام کا سردار ہوتا ہے اور بڑا خوش قسمت ہے وہ خلیفۂ وقت جس کے ماتحت دوسروں کی نسبت زیادہ اس دوسرے سلسلہ کے خلفاء وائمہ موجود ہوں کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی طاقت دی ہے ایسے ہتھیار دیئے ہیں جو بعض دوسروں کو نہیں دیئے- اِسی لئے ایک موقع پر حضرت علیؓ کو یہ کہنا پڑا جس وقت کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خدا نے میرے جیسے انسان دیئے تھے اور مجھے تمہارے جیسے انسان دیئے ہیں-تو یہ سلسلۂ خلافت تو ہزاروں خلفاء پر مشتمل ہے لیکن جب تک خلافتِ راشدہ کسی شکل میں رہے یا رہی

یہ ہزاروں خلفاء خلیفۂ راشد کے ماتحت ہوں گے

پہلے سلسلۂ خلافت کی ایک شاخ تو جو بعد نبیٔ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ خلفاء ومجدّدین پر مشتمل تھی- حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ختم ہوگئی - اگلی صدی کے مجدّد کی ہر ایک کو تلاش کرنی چاہئے لیکن ہر آنے والی صدی کے سر پر جو شخص مجدّد کی تلاش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جو آخری ہزار سال کے مجدّد ہیں) کے علاوہ کوئی ایسا چہرہ دیکھتا ہے جو آپؑ کے خلیفہ کا نہیں آپؑ کے ظِلّ کا نہیں وہ سچے مجدّد کا چہرہ نہیں دیکھتا لیکن پہلے سلسلۂ خلافت کی دوسری شاخ اور وہ بھی خلافتِ راشدہ کا حصّہ ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اظلال کی شکل میں جارہی ہے- آپؑ فرماتے ہیں تم ایمان کی اور اعمالِ صالحہ کی شرط پوری کرتے رہنا تمہیں قدرتِ ثانی کے مظاہر یعنی خلافتِ راشدہ کا اللہ تعالیٰ قیامت تک وعدہ دیتا ہے- خدا کرے کہ محض اسی کے فضل سے جماعت عقائدِ صحیحہ اور پختہ ایمان اور طیّب اعمال کے اُوپر قائم رہے تاکہ اس کا یہ وعدہ قیامت تک جماعت کے حق میں پورا ہوتا رہے اور جب تک یہ سلسلۂ خلافت جاری رہے گا اور قائم رہے گا وہ ہزاروں لاکھوں خدا کرے کہ کروڑوں خلفاء جو دوسرے سلسلۂ خلافت میں منسلک ہیں یعنی سلسلۂ خلافتِ ائمہ میں خلیفہ راشد کے ماتحت ہوں گے اور اس کی اطاعت میں اپنا فخر سمجھیں گے اور اس کی اطاعت سے ہر برکت اور فیض حاصل کریں گے وہ اس حقیقت پر قائم ہوں گے اور ان کو ان کا ربّ سمجھا دے گا کہ جو شخص وقت کے امام کو پہچانتا نہیں اور اس سے روگردانی کرتا ہے وہ اللہ کے حکم سے روگردانی کرنے والا ہے-

پس اے میرے عزیز بھائیو! جو مقاماتِ قُرب تمہیں حاصل ہیں اگر انہیں قائم رکھنا چاہتے ہو اور رُوحانیت میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو خلیفۂ وقت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اگر یہ دامن چھوٹا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوٹ جائے گا کیونکہ خلیفۂ وقت اپنی ذات میں کوئی شے

نہیں اسے جو مقام بھی حاصل ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا مقام ہے نہ اس میں اپنی کوئی طاقت نہ اس میں اپنا کوئی علم۔ پس اس شخص کو نہ دیکھو اس کرسی کو دیکھو جس پر خدا اور اس کے رسولؐ نے اس شخص کو بٹھا دیا ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے جس خلافتِ راشدہ کے وقت میں جتنے زیادہ خلفاء اس دوسرے سلسلہ کے ہوں گے یعنی سلسلۂ خلافتِ ائمہ کے جو مضبوطی کے ساتھ اس کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے اور جن کے سینہ میں وہی دل جو خلیفہ وقت کے سینہ میں دھڑک رہا ہے دھڑک رہا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ ان کو طاقت بخشتی رہے گی۔ آپؐ کے رُوحانی فیوض سے وہ حصہ لیتے رہیں گے اتنا ہی زیادہ اسلام ترقی کرتا چلا جائے گا اور دُنیا میں غالب آتا چلا جائے گا اور غالب رہتا چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے فضلوں کو انسان حاصل کرتا چلا جائے گا لیکن جو شخص خلافتِ راشدہ کے دامن کو چھوڑتا اور خلافتِ راشدہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس شخص پر خدا تعالیٰ اپنی حقارت کی نظر ڈالتا ہے اور وہ اس کے غضب اور قہر کے نیچے آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا سامان پیدا کرے کہ ہم میں استثنائی طور پر بھی کوئی ایسا بدقسمت پیدا نہ ہو۔

اَب مَیں دُعا کروا دیتا ہوں

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان تمام وعدوں کو آپ کے اور آپ کی نسلوں کے وجود میں پُورا کرے جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کو اُمّتِ مسلمہ کے افراد ہونے کی حیثیت میں دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اپنے نفسوں کے شر سے بھی آپ کو محفوظ رکھے اور دوسرے کے نفسوں کے شر سے بھی آپ کو محفوظ رکھے۔ فرشتوں کا پہرہ آپ پر ہمیشہ رہے۔ خدا اور اس کے فرشتوں کی محبت کے بول آپ کے کانوں میں ہمیشہ پڑتے رہیں۔ آپ کی آنکھیں اس کے نور سے ہمیشہ منور رہیں۔ آپ کے سینے اس کی قدوسیّت سے ہمیشہ تزکیہ حاصل کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر رنگ میں آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے ساتھ رہے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ سالانہ نمبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۳ تا ۱۲)

O

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۴؍اخاء ۱۳۴۸ ہش ۲۴؍اکتوبر ۱۹۶۹ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے انصاراللہ مرکزیہ کے چودہویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مورخہ ۲۴؍اخاء ۱۳۴۸ ہش (۲۴؍اکتوبر ۱۹۶۹ء) کو جو افتتاحی تقریر فرمائی تھی۔ اس کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت اور نظم کے بعد سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دوست اب دعا کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے دینی لحاظ سے بھی اور دُنیوی لحاظ سے بھی۔ اللہ تعالیٰ دوستوں کو یہاں پر نیک باتیں سُننے اور پھر ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سعی مشکور کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری عاجزانہ کوششوں کو قبول کرے اور ان میں جو کمزوریاں اور خامیاں رہ جائیں اُنہیں اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور ہم اپنی زندگیوں میں غلبۂ اسلام کی ان بشارتوں کو پورا ہوتے دیکھ لیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں دی گئی ہیں۔ اس کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی۔ حضور کی اقتداء میں انصار نے عہد دوہرایا اور پھر عطائے علم انعامی دینے کے بعد حضور نے تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ع

در دلم جو شد ثنائے سرورے

میں اپنی بھی یہی کیفیت پاتا ہوں۔ اس وقت مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام اور آپ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کو بیان کر کے ان کے نتیجہ میں ہماری جماعت پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کی طرف آپ دوستوں اور بھائیوں کو متوجہ کروں گا۔

جب سے کہ انسان اس دُنیا میں پیدا ہوا ہے۔ انسانوں میں صاحب اقتدار بادشاہ یا ڈکٹیٹر یا صدر بنتے رہے ہیں۔ بعض اچھے تھے۔ بعض بُرے تھے۔ بعض نے اپنے اور اپنے خاندان کے ذاتی مفاد کی خاطر بادشاہت کی اور رعایا کا خیال نہ رکھا۔ ایک اور گروہ تھا جس نے ایک حد تک بادشاہ ہونے اور اقتدار کے جو اصول تھے ان کو بنایا۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا اور خلقِ خدا کی بھلائی کی کوشش کرتے

رہے-لیکن کوئی بھی صاحبِ اقتدار ایسا پیدا نہیں ہوا جس کا مقام اس قدر بلند ہو کہ جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند مقام تھا- اور پھر جس نے اس طرح انسانیت کی خدمت کی ہو- اور اخوت اور دوستی میں زندگی کے دن گزارے ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوع انسان کی خدمت اور اخوت اور دوستی میں اپنے دن گذارے-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور عظمت کو دلوں میں پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم میں بہت سی بظاہر دُنیوی نگاہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے- اور ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ ان چھوٹی باتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور احترام اور آپ کی عظمت کا خیال رکھنا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمہارے وہ اعمال جو دُنیا اور خود تمہارے نزدیک اعمال صالحہ ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے مثلاً سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عظمت کو دلوں میں بٹھانے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بِن بُلائے نہ جایا کرو- اگر کھانے پر بلایا جائے تو وقت سے پہلے باتوں کے شوق میں وہاں نہ پہنچ جایا کرو- اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہاں بیٹھے نہ رہا کرو اور ان ذرا ذرا سی باتوں میں بھی اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور آپ کی ازواج کو اپنی مائیں سمجھو-

پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کیا کرو-

''لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝'' ❶

یعنی اپنی آواز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور ادب کے ساتھ، دھیمی آواز کے ساتھ بات کرو جب بات کرو- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شور نہ کرو جس طرح کہ تم آپس میں باتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے کی آواز کے مقابلہ میں اپنی آوازوں کو اونچا کرتے ہو اور اونچی آواز سے بولتے ہو- اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے- کیونکہ جو لوگ رسولؐ کے سامنے اپنی آواز کو دبا کر رکھتے ہیں وہی تقویٰ پر پورا اُترتے ہیں-

پھر فرمایا کہ گھر کے باہر کھڑے ہو کر آواز دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی حاجت کے بیان کرنے کے لئے بلایا نہ کرو- کیونکہ اگر تم سمجھو تو یہ شائد دُنیا کے عام طریق کے مطابق تو صحیح ہو لیکن جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے یہ حماقت اور کم عقلی ہے- ❷ تمہاری خیر

---

❶ سورۃ الحجرٰت آیت ۳ ❷ سورہ الحجرات آیت ۴-۵

اور تمہاری بھلائی اسی میں مضمر ہے کہ آوازیں نہ دیا کرو بلکہ انتظار کیا کرو جب آپ باہر تشریف لائیں تو پھر ادب سے اپنا مدعا بیان کیا کرو اور اپنی حاجت پیش کیا کرو۔

اس قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام اور آپ کی عزت کا اور آپ کے احترام کا خیال رکھنا ہے اس لئے کہ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پیدا کرنے والے رب کی نگاہ میں اتنا محبوب ہو جتنا آپؐ ہیں اور جس کو اس قدر اختیار اور قدرت اور بادشاہت عطا کی ہو جس قدر کہ آپ کو عطا کی گئی ہے۔

ان تفاصیل کے علاوہ اصولی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بڑی وضاحت کے ساتھ اور بڑے زور کے ساتھ اس آیہ کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۲ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۳ ❶

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان آیات میں اس طرف متوجہ کیا کہ تمہاری فطرت میں مَیں نے اپنی محبت کا خمیر رکھا ہے۔ اور تم جانو یا نہ جانو۔ تمہارا وجود اور تمہاری روح جو ہے وہ اس تڑپ میں ہے کہ کسی طرح پیدا کرنے والے رب کے ساتھ اس کا زندہ اور حقیقی تعلق پیدا ہو جائے۔ لوگ اپنے پیدا کرنے والے رب کے محبوب بن جائیں۔ اس فطرتی تقاضا کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے اندر مبعوث کر دیا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں پاتے ہو اور اگر تمہاری فطرت یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے تو اے میرے پیارے رسولؐ! تُو ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ میری کامل اتباع کرو اور میری ہر بات مانو اور میری اطاعت کرو۔ میرے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دو اور میری حکومت اور بادشاہت کا جُوا اپنی گردنوں پر ڈالو۔ اگر تم ایسا کرو گے۔ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ تمہاری فطرت کی پکار جو ہے اس کا تقاضا جو ہے وہ پورا ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اس کوشش میں یا آپؐ کی اطاعت اس جدوجہد میں اگر کوئی خامی رہ جائے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جو تمہاری دلوں میں ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس خامی کو دُور کر دے گا

❶ اٰل عمران: ۳۲-۳۳

اور اپنی مغفرت سے تمہیں ڈھانپ لے گا اور تمہارے گناہ جو ہیں وہ چھپ جائیں گے لیکن اگر تم ایسا نہیں کرو گے فان تَوَلَّوْا تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے - کہ سب سے اعلیٰ اور ارفع اور احسن اور بہترین نعمت جو دی جاسکتی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہے - اگر تم ناشکری کرو گے تو تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ "اِنَّ اللہ لَایُحبُّ الکافرین" ناشکری کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت اور پیار نہیں کیا کرتا -

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا ذریعہ ہے - اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے -

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ [1]

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؐ کے مقام کے لحاظ سے یہ اجازت دی کہ تُو میری مخلوق اور میرے بندوں کو اپنا بندہ اور غلام کہہ کر پکار اور ان کو آواز دے اور اُن سے یہ کہہ دے کہ اے میرے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بندو اور غلامو!) اگر تم نے اپنے نفسوں پر کوئی زیادتی کی ہو - تم سے گناہ ہوئے ہوں - تم سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں - تمہارے کام میں خامیاں رہ گئی ہوں - کوششوں میں نقائص رہ گئے ہوں یا کمزوریاں واقع ہوگئی ہوں یا روحانی طور پر بغاوت کے خیالات پیدا ہوتے ہوں - ناپاکی سے کبھی پرہیز نہ کیا ہو - غرض ہزاروں قسم کے گناہ ہیں کہ جن سے انسان ملوث ہوتا ہے - اور جن کے نتیجہ میں انسان پر ناپاکی کا داغ لگ جاتا ہے مگر ہر قسم کا داغ میری غلامی کی وجہ سے دور ہو جائے گا - لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو کیونکہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وارث بن جاتا ہے -

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے آپ فرماتے ہیں:

> "قُلْ يٰعِبَادِيَ کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول - دیکھو برگزیدہ بندہ کہ کمالِ طاعت سے کس درجہ تک پہنچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اس کا ہے جو شخص نجات چاہتا ہے وہ اس کا غلام ہو جائے یعنی ایسا اس کی اطاعت میں محو ہو جائے کہ

[1] سورۃ الزمر آیت ۵۴

گویا اس کا غلام ہے تب وہ گو کیسا ہی پہلے گناہگار تھا بخشا جائے گا -''

پھر فرماتے ہیں:

''اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنی نجات چاہتا ہے وہ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے غُلامی کی نسبت پیدا کرے یعنی اس کے حکم سے باہر نہ جائے اور اسکے دامنِ طاعت سے اپنے تئیں وابستہ جانے جیسا کہ غلام جانتا ہے تب وہ نجات پائے گا -'' ❶

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:

''اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ماحصل اس آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ دل و جان سے تیرے یا رسول اللہ (آپ) کے غلام بن جائیں گے اُن کو وہ نور ایمان اور محبت اور عشق بخشا جائے گا کہ جو ان کو غیر اللہ سے رہائی دے گا اور وہ گناہوں سے نجات پا جائیں گے اور اسی دنیا میں ایک پاک زندگی ان کو عطا کی جائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے وہ نکالے جائیں گے اس کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے **انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی** - یعنی میں وہ مُردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں -'' ❷

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''سو ہم اپنے خدائے پاک و ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچا تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے -'' ❸

پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قسم کی بادشاہت اور سرداری عطا فرمائی تھی کہ اس کو ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے سب سے زیادہ مناسب ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف بلند

❶ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۹۰-۱۹۱ ❷ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۹۳-۱۹۴

❸ تریاق القلوب صفحہ ۵-۶ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۳۸

آسمان پر بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھے ہیں۔

یہ وہ بادشاہ ہے جو ہمارا بادشاہ ہے۔ یہ وہ ہمارا آقا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے انتہائی پیار کے نتیجہ میں عطا کیا ہے اور جسکی اطاعت میں نجات اور جسکی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور ہمارے اوپر اس بادشاہ نے یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ

"کلم راعٍ و کُلُّکم مسئولٌ عن رعیتہٖ" ❶

کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دائرہ اثر ورسوخ میں بطور راعی کے ہے۔ اور تم میرے اور میرے خدا کے سامنے جواب دہ ہو گے کہ تم نے اپنی اس ذمہ داری کو کس طرح اور کیسے نباہا۔ اس مقام کے لحاظ سے جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جو بھی تمہارے حلقہ اثر ونفوذ میں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال رکھنا کہ وہ آوارہ ہو کر ان زنجیروں کو نہ توڑ دے جو رسول کی محبت اور اطاعت کی زنجیریں اس کے پاؤں میں ڈالی گئی ہیں۔ اس طوق سے اپنی گردن کو نہ نکالے جو طوق کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس محسنِ اعظم کے احسان کی رسیوں سے بُن کر اس کے گلے میں ڈالا گیا ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم خود بھی اور اپنی نسلوں کو بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی زنجیروں میں ہمیشہ جکڑے رکھیں اور راعی ہونے کا حق ادا کریں کیونکہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو جیسا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہم آپ کے سامنے بھی اور خدا تعالیٰ کے سامنے بھی جواب دہ ہوں گے۔

اس وقت احمدیت کے لحاظ سے ہم جس زمانے سے گذر رہے ہیں اس کی دو نمایاں خصوصیات ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہماری ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کامیابیاں بخشیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری اور بادشاہی کا جھنڈا دنیا کے کونے کونے میں گاڑنے کی توفیق عطا ہوئی ہے کچھ لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھیڑیں بن کر ہمارے حلقہ میں آئیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کا راعی بنا دیا ہے اور کچھ لوگ اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ بہت ہی بڑا کام ہے جو ہم نے کرنا ہے۔ اتنا بڑا کام ہے کہ سوچیں تو انسانی ذہن پریشان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف اپنی کمزوری کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس عظیم حکم کو دیکھتا ہے۔ سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ میں فنا ہو کر ایک نئی زندگی پانے کی خواہش پیدا ہو تا کہ ہم وہ ذمہ داری نباہ سکیں جو ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

پس ایک طرف کام دن بدن بڑھتا چلا گیا ہے اور ہم اسلام کے آخری فتح اور غلبہ کے زمانے

❶ صحیح بخاری کتاب النکاح المراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا جلد۲ صفحہ ۷۸۳

کے بہت قریب آ چکے ہیں اور دوسری طرف ہماری وہ نسل جو احمدیت میں پیدا ہوئی ہے وہ احمدیت کی قدر و قیمت کو کماحقہٗ نہیں پہچانتی - ان کی ذمہ داری بھی بطور راعی ہونے کے ہمارے کندھوں پر ہے- یہ دونوں ذمہ داریاں بڑی عظیم ہیں- ان دونوں ذمہ داریوں کو نباہے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کو حاصل نہیں کر سکتے - یہ بڑا ہی خوف کا مقام ہے- ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے رہنا چاہئے کہ اے خدا! ایک مشکل کام تو نے ہمارے سپرد کر دیا - ایک تنگ راہ ہے جس میں سے گزرنے کا ارشاد ہوا ہے- ہمارے دل حاضر، ہماری جانیں حاضر لیکن بسا اوقات ہمارے جسم ہمارا ساتھ نہیں دیتے - بسا اوقات ہمارے ماحول کے اثرات ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں- بسا اوقات شیطانی وساوس ہمارے دلوں کو کریدنے لگتے ہیں اور ہمیں تیری یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور تیری طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو بھلا دیتے ہیں- ہم تیرے کمزور بندے ہیں اگر تُو ہماری انگلی پکڑ کر نہیں چلائے گا تو ہم کامیابی کی اس شاہراہ پر بشاشت کے ساتھ آگے ہی آگے نہیں بڑھ سکیں گے- پس اے ہمارے آقا! ہماری کوتاہیوں پر نظر نہ کر ہماری غفلتوں کو نظر انداز کر دے آگے بڑھ اور ہمارے ہاتھ کو پکڑ اور تو جس منزل تک ہمیں پہنچانا چاہتا ہے وہاں تک ہمیں خود لے جا- جو شخص عذاب کی ماہیت اور کیفیت سے واقف ہی نہیں وہ تو بے ڈر ہوتا ہے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو پہچانتا ہے اور جس کے دل میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور آپؐ کی عزت واحترام کا عرفان اُسے حاصل ہو جاتا ہے یا جسے اس بات کا یہ علم ہوتا ہے کہ اگر مَیں اپنے رب سے ذرا بھی دور ہوا یا میری محبت اور میری غلامی میں ذرا بھی فرق آیا تو خدا تعالیٰ کے قہر کا جلوہ مجھے ہلاک اور نیست و نابود کر ڈالے گا - وہ شخص ان حالات میں کیسے اطمینان پا سکتا ہے-

پس جہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم سردار اور بادشاہوں کا بادشاہ ہمیں ملا ہے وہاں ہم پر جو ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں وہ بھی معمولی نہیں- ہم میں سے ہر ایک کو اسی شہنشاہ نے راعی قرار دیا ہے- اور ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ جس جس حلقہ میں تمہارا اثر ورسوخ ہے اس حلقہ کے متعلق تم ذمہ دار ہو کہ میری محبت کی زنجیریں کٹنے نہ پائیں- میرے حسن واحسان کا جو طوق گردنوں میں ہے وہ گردنیں اس سے ننگی نظر نہ آئیں کیونکہ اس ننگ میں شیطان کی تصویر نظر آئے گی-

اس وقت مَیں اپنے دوستوں اور بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عظیم مقام حاصل ہوا ہے- جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ وہ خدائے واحد و یگانہ کی دائیں طرف عظمت وجلال

کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں- اس صاحبِ عظمت وجلال کے سلاسل اور غلامی کے طوق جو ہیں نہ وہ ہماری گردنوں سے ٹوٹیں اور نہ وہ ہمارے ماحول سے دور ہوں بلکہ ہمارے بچے، ہمارے بھائی، ہماری عورتیں، ہمارے ساتھ تعلق رکھنے والے، ہمارے خادم اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں خادم دیئے ہیں- خادم تو دراصل کوئی نہیں- ہم میں سے ہر ایک ہی خادم ہے- بہرحال جس طرح بھی دنیا ان کو یاد کرتی ہے وہ ہمارے اثر کے نیچے ہیں ان کے دلوں میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا کرنی چاہئے اور انہیں اس یقین پر قائم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہی میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مقام نہیں دیتا اور آپ کی یہ عظمت نہیں سمجھتا آپ کے لئے اس جلال کو تسلیم نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تو ایسے شخص کے لئے موت اور ہلاکت مقدر ہے- بڑی ذمہ داری ہے جو اس مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے-

لیکن یہ عظیم بادشاہ ہمیں دو اور پیرایوں میں بھی نظر آتا ہے- ایک پیرایہ آپ کے محسنِ اعظم ہونے کا ہے جس کو ہم انتہائی طور خدمت گذار کا نام بھی دے سکتے ہیں- اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں فرمایا ہے- فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ ❶

اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تُو ان کے غم میں شدت افسوس کی وجہ سے اور عظیم مجاہدہ کے نتیجہ میں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے-

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ❷

اس میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تمہارے لئے محبت اور احسان کے اس قدر جذبات پائے جاتے ہیں کہ آپ کو کوئی لمحہ کل نہیں- ہر وقت آپ اس فکر میں رہتے ہیں کہ ہر حاجت مند کی حاجت کو پورا کیا جائے اور سب سے اہم اور ضروری تو روحانی حاجتیں ہیں اور روحانی حاجتوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا جب تک انسان کے دل میں ایمانی بشاشت پیدا نہ ہو- پس آپ جسے دیکھتے کہ مَیں تو لوگوں کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف بلاتا ہوں لیکن یہ لوگ میری آواز کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس طرح اپنے لئے دوزخ کے سامان پیدا کر رہے ہیں تو کتنی درد پیدا ہوتی تھی آپ کے دل میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان احسان فراموشوں پر احسان کرنے کی کوشش

❶ سورۃ الکھف آیت ۷ ❷ سورہ فاطر آیت ۹

کرتے ہوئے اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کے دل کی یہ کیفیت بیان فرمائی ہے-سورہ توبہ میں فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ ❶

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ ایک عظیم بادشاہ کہ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا تھا جو اس قسم کا بادشاہ بن سکتا وہ تمہیں عطا ہوا- لیکن اس کی فطرت کو تو دیکھو کتنی حسین ہے کہ وہ خود کو تمہارے جیسا ایک انسان سمجھتا ہے اور اس اعلان کو جو مَیں نے اس کے منہ سے کروایا تھا-

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ❷

کسی لحہ بُھولا نہیں اور عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ یعنی اس کے دل کی یہ کیفیت ہے کہ ذراسی بھی تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اسے شاق گذرتی ہے اور وہ تمہارے لئے خیر و برکت کو پسند کرتا اور وہ تمہارے لئے ہر خیر و برکت کا بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ انتہائی طور پر محبت کرنے والا اور تمام بنی نوع انسان پر ہمیشہ کرم کرنے والا ہے مومنوں سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ صرف مومن ہی سے محبت کی جا سکتی ہے کیونکہ محبت کرنے کے لئے ہمرنگ ہونا ضروری ہے اور جو مومن نہیں ہوتا وہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرنگ نہیں ہوتا اس لئے ان کے حق میں "عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ" کہنا تو درست ہوگا لیکن ان سے محبت نہیں ہوسکتی- کیونکہ دوستی نہیں ہے- مشابہت نہیں ہے تمام بنی نوع انسان سے کہا کہ دیکھو ہمارا یہ بندہ تمہیں ذراسی تکلیف ہو اسے درد ہوتی ہے تمہارے لئے ذراسی خیر و برکت کا امکان ہو یہ کوشش کرتا ہے کہ تم اس خیر و برکت کے حصہ دار بنو- آپؐ کی اعلیٰ قوتوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے آپؐ پر جو تعلیم نازل کی ہے اس میں تمام بنی نوع انسان کی تکالیف اور ان کے دکھ درد کا مداوا کیا گیا ہے-

مَیں جب یورپ کے سفر پر تھا تو مجھے ایک ایسی جگہ تقریر کرنے کا موقع ملا جہاں بہت سے ہندو وغیرہ جمع تھے- چند منٹ کے لئے مَیں نے اُن سے خطاب کرنا تھا- مَیں نے اُن سے کہا کہ دیکھیں آپ اسلام پر ایمان نہیں رکھتے- آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا نبی نہیں سمجھتے لیکن کتنا عظیم ہے وہ انسان کہ جس نے پھر بھی تمہارا خیال رکھا ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر یہ تعلیم دی کہ بدظنی نہیں

---

❶ سورۃ توبہ آیت ۱۲۸ ❷ سورہ حم السجدۃ آیت ۷

کرنی - اس نے یہ نہیں کہا کہ کسی مسلمان کے خلاف بدظنی سے کام نہیں لینا بلکہ کسی بھی انسان کے خلاف بدظنی سے کام نہیں لینا - اس نے یہ کہا کہ کسی پر اتہام نہیں لگانا لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ کسی مسلمان پر اتہام نہیں لگانا اس نے یہ کہا ہے کہ کسی ہندو اور سکھ پر بھی اتہام نہیں لگانا - کسی عیسائی اور یہودی پر بھی اتہام نہیں لگانا - اس طرح مَیں نے بہت سی مثالیں دیں - پھر مَیں نے کہا کہ تمہارے جذبات کا کتنا خیال رکھا ہے - اُس نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی جہالت کے نتیجہ میں تمہیں گالی دے - تمہیں تمہارے خدا کو گالی دے اس کے جذبات کا بھی خیال رکھنا ہے اس کو جواب میں گالی نہیں دینا کیونکہ اس کے جذبات کو اس سے تکلیف پہنچے گی اس میں بہت سی حکمتیں بھی ہیں لیکن ایک عظیم حکمت یہ بھی ہے - غرض مَیں نے ان کو کہا کہ یہ آپ کا محسن ہے مگر آپ اس کو پہچانتے نہیں - اس کا اتنا احسان ہے آپ پر کہ آپ تو غفلت میں ہوتے ہو مگر وہ آپ کی طرف سے حفاظت کر رہا ہوتا ہے - کہتا ہے کہ کسی کے خلاف بدظنی نہیں کرنی بے شک وہ خدا اور اس کے رسول کو نہیں مانتا لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو میری حفاظت میں رکھا ہے اس لئے بدظنی کا تیر اس پر نہیں چلے گا - ایک دوسری طرف سے اتہام لگانے والا آتا ہے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا خیال ہوتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر دروازے پر موجود پاتا ہے اور آپ سے یہ آواز سنتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا بندہ ہے بے شک مجھے نہیں مانتا بلکہ اپنے پیدا کرنے والے رب کو بھی نہیں پہچانتا لیکن مجھے خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ مَیں اس کی حفاظت کروں اس لئے کہ اس دروازے پر مجھے لا کر کھڑا کر دیا جس دروازے سے داخل ہو کر اس انسان کو تکلیف پہنچ سکتی تھی -

یہ تو تھا تکلیفوں سے بچانا - آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچانی اور فرمایا کہ مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے ہاتھ یا زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے دوسری جگہ فرمایا کہ کسی انسان کو تکلیف نہیں پہنچانی تیسری جگہ فرمایا کہ کسی بھی مخلوق کو تکلیف نہیں پہنچانی یعنی جانداروں تک کو بھی تکلیف نہیں پہنچانی - اس بات پر آپ نے یہاں تک زور دیا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک کنجی کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے معاف کر دیا تھا کہ ایک کتا جو پیاس کی وجہ سے بے چین تھا اس نے اس کے لئے پانی کا انتظام کیا تھا - اس سے ہمیں یہ سبق دیا کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو دُکھ نہیں پہنچانا بلکہ دُکھ کو دور کرنے کے لئے اپنی ہمتوں اور اپنے عزم کو کام میں لانا ہے اور جو ہو سکتا ہو اور جو بھی اختیار میں ہو اس کے مطابق ہر آدمی کے دکھ درد کو دور کرنے کے لئے اپنی کوشش کو اپنے اختیار کو اپنے عزم کو اپنے اموال کو اپنی توجہ کو اور اپنے اثر و رسوخ کو اور اپنی وجاہت کو اور اپنی عزت کو کام میں لانا چاہئے -

پھر فرمایا کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے خیر و برکت کا بھوکا ہے اور اس طرح ہر وہ بھلائی جو انسان کو پہنچ سکتی تھی وہ اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اُسے پہنچا دی - تب ہی تو یہ اعلان کیا گیا:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ ❶

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جذبات اور آپ کے یہ اخلاق اور آپؐ کی یہ قوتیں اور استعدادیں تھیں جو پہلے قرآن کریم کی متحمل ہوئیں اور پھر آپ نے قرآن کریم کو انتہاء تک پہنچایا - ہر قسم کی بھلائی اور نیکی اور خیر و برکت کا سامان اس میں رکھ دیا گیا - کوئی بھی خیر و برکت و بھلائی ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو اور اسے کسی دوسری جگہ تلاش کرنے کی ضرورت پڑے مثلاً اقتصادی معاملات میں بظاہر وہ دین سے تعلق نہیں رکھتے - لیکن حقیقتاً دین ہی سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ خود ہمارے اس محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کَادَ الفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفراً" ❷

غربت جو ہے اس کے نتیجہ میں بسا اوقات اللہ تعالیٰ سے دوری کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں شروع میں دل میں کدورت پیدا ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ سے شکوہ پیدا ہوتا ہے - حکمتیں معلوم نہیں ہوتیں - جو سامان ہیں ان کا علم نہیں ہوتا - بعض دفعہ جنہوں نے کوشش کرنی ہوتی ہے وہ غفلت برت رہے ہوتے ہیں اور انسان کے دل میں اپنے رب کے لئے بدظنی پیدا ہو جاتی ہے - اب اسلام کی اقتصادی تعلیم پر مَیں خطبات دے رہا ہوں - اس سلسلہ میں پچھلے چند ہفتوں میں بہت سے سمجھ دار پڑھے لکھے غیر احمدی بھائیوں سے باتیں ہوئی ہیں مَیں جب ان کو بتاتا ہوں کہ اسلام نے اس طرح انسان کی عزت کو قائم کیا ہے اور اس کے حقوق کو قائم اور اس کی ضرورتوں کو پورا کیا ہے - پہلے انسانی حقوق کو قائم کیا اور پھر اس کی ضرورتوں کو پورا کیا اور دنیا کا کوئی انسانی نظام اس قسم کا نہیں ہے جس قسم کا یہ اسلامی اقتصادی نظام ہے - چنانچہ بلا استثناء سب کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ درست ہے لیکن ایک خلش ہے جو دراصل اپنی کمزوری کا نتیجہ ہے وہ باقی رہ جاتی ہے اور سبھی بلا استثناء مجھ سے یہی سوال کرتے ہیں ٹھیک ہے اتنا حسین نظام ہمیں اور کہیں نہیں ملتا کہ جس نے کوئی حق بھی نہ چھوڑا ہو جسے قائم نہ کیا ہو اور اس کے پورا کرنے کا انتظام نہ کیا ہو - لیکن وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں بتائیں کہ اس کو کون چلائے گا - پھر مجھے ان کو یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ آسمان سے فرشتوں نے آ کر یہ کام نہیں کرنا - مَیں نے اور آپ نے یہ کام کرنا ہے اور پہلی کمزوری تو یہ ہے کہ

❶ سورۃ المائدہ آیت ۴ ❷ الجامع الصغیر صفحہ ۷۴

آپ لوگ قرآن کریم پر غور نہیں کرتے۔ بعض سمجھ دار لوگ دُنیوی لحاظ سے بڑے پڑھے لکھے انہیں یہ احساس ہے کہ ہم سے بڑی غفلت ہوئی ہے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے قرآن کریم نہیں پڑھا۔ ایک موقعہ پر جب میں نے اس طرح کہا کہ آپ لوگ قرآن کریم پر غور کریں تو مجھے یاد ہے کہ ایک بڑے اچھے سمجھ دار وکیل کہنے لگے کہ ہم تو مشکل سے ناظرہ پڑھ سکتے ہیں ترجمہ نہیں آتا۔ غور کیسے کریں گے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ یہ آپ کی پہلی ذمہ داری ہے کہ آپ قرآن کریم کو سیکھیں پھر دوسری قسم کی ذمہ داری جو ہے اس کے ادا کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ میں ہر انسان کی عزتِ نفس اور اس کا شرف اور مرتبہ قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے یہ کہلوایا:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ❶

میں تمہارے جیسا انسان ہوں اور تم میرے جیسے انسان ہو۔ حالانکہ اپنی قوتوں، استعدادوں اور کمالات کے لحاظ سے کوئی انسان آپ کا ہم پلّہ نہیں۔ جس رنگ میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان قوتوں کی نشوونما کو کمال تک پہنچانے کی توفیق دی اس قسم کی توفیق ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتی یہی وجہ ہے اور یہی حقیقت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کی ہے کہ ہماری بصیرت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی دائیں طرف عظمت اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہوا دیکھتی ہے۔ کوئی ایسی خیر اور خوبی نہیں جو قرآن کریم میں بیان ہونے سے رہ گئی ہو۔ اور کوئی اور جگہ نہیں جہاں سے یہ خیر وخوبی ہمیں مل سکتی ہو اور یہی ہدایت ہے جس میں سے ہمیں سب کچھ مل سکتا ہے اور اس کو ہمیں چھوڑنا نہیں چاہئے۔ لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو اس حقیقت کو پہچانتے اور اس یقین پر قائم ہیں کہ سوائے اس تعلیم پر عمل کرنے کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ہاتھ میں دی ہے کسی خیر اور برکت کو کامل طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا اتنا احساس تھا اور آپ کا اپنے ماحول میں دوسروں سے اتنا حسین سلوک تھا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مَیں آپ کی سوانح میں سے چند مثالیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فارسی نظم جو ابھی پڑھی گئی ہے۔ مَیں نے تو ان کو شروع میں کہا تھا کہ اگر آپ مجھ سے پوچھتے تو مَیں آپ کو یہی نظم پڑھنے کو کہتا۔ اتفاق سے انہوں نے یہی نظم پڑھ دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقام کے

❶ سورۃ حٰم السجدۃ: ۷

بیان میں کہ بادشاہ ہونے کے باوجود آپؐ بنی نوع انسان کے محسن اور خدمت گذار تھے فرمایا:

خواجۂ و مر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحّمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے ❷

کہ بادشاہ ہے لیکن اپنی زندگی میں عاجز لوگوں کا مسکین لوگوں کا بندہ اور خادم نظر آتا ہے۔ بادشاہ ہے لیکن جن کا کوئی سہارا نہیں اور جو بے کس ہیں ان کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ اس کے احسان اور اس کی محبت کا یہ عالم ہے کہ بنی نوع انسان نے اس کی محبت کے جو مظاہر دیکھے کسی بچے نے اپنی ماں سے بھی ایسی شفقت اور محبت حاصل نہیں کی۔ بادشاہ ہونے کے باوجود لوگوں سے ایک ماں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ بادشاہ بھی لیکن کوئی معمولی بادشاہ نہیں بلکہ ایسا بادشاہ جو خدائے عرش کے دائیں عظمت اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے یعنی ایسی بادشاہت کا مالک ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے دائیں جلال کے تخت پر قائم ہوئی ہے۔ اس بادشاہت کا مالک ہے لیکن حال یہ ہے کہ بے کس اور عاجز انسان کے ساتھ ایک خدمت گزار اور ایک محسن کا سلوک ہے۔

نسائی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن اوفٰی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت تھی کہ بیوہ اور مسکین کے ساتھ ان کا کام کرنے چل کھڑے ہوتے اور ان کے کام کر دینے میں آپ کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ ❶

اسی طرح ابوداؤد میں ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جس کے دماغ میں کچھ فتور تھا۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ محمد محمد تم سے کچھ کام ہے فرمایا جہاں کہو چل سکتا ہوں۔ وہ آپ کو ایک کوچہ میں لے گئی اور وہیں بیٹھ گئی اور آپ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور جو کام تھا انجام دے دیا۔ ❷

پھر بیہقی میں آتا ہے کہ حبش سے جو ایک دفعہ مہمان آئے تھے صحابہؓ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گذاری کریں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ انہوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے اس لئے مَیں خود ان کی خدمت گذاری کا فرض انجام دوں گا۔ ❸

---

❶ بحوالہ سیرت النبی جلد دوم صفحہ ۳۴۳ از شبلی مرحوم ❷ ابوداؤد کتاب الادب بحوالہ سیرت النبیؐ جلد دوم از شبلی مرحوم ❸ شرح شفائے قاضی عیاض بحوالہ بیہقی وسیرت النبیؐ جلد دوم صفحہ ۳۴۲ از شبلی مرحوم

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے ابھی تکبیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک دیہاتی (بدّو) آیا مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عظمت دی تھی اور آپ کا جو مقام تھا جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اس لحاظ سے آپ سے انتہائی عزت و احترام سے پیش آنا چاہئے لیکن اُس کی ابھی اتنی تربیت نہیں ہوئی تھی- وہ آیا اور اس وقت جبکہ آپ نماز پڑھانے لگے تھے آپ کا دامن پکڑ کر کہنے لگا میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے- ایسا نہ ہو کہ مَیں بھول جاؤں- پہلے اس کو کر دو (معلوم ہوتا ہے پہلے بھی اس نے کچھ کام کروائے تھے) آپ اس کے ساتھ فوراً مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام انجام دے کر پھر نماز ادا کی- ❶

طائف کے کفار جنہوں نے مکی زندگی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے انتہائی طور پر ظالمانہ سلوک کیا تھا- دشمنی کا کوئی ایسا موقعہ ان کو نہیں ملا کہ انہوں نے آپ کی دشمنی نہ کی ہو- انہوں نے آپ پر پتھراؤ کر کے آپ کے جسم کو بھی زخمی کیا- آپ کو گالیاں دی گئیں- شہر کے اوباش آپ کے پیچھے لگائے گئے- دنیوی نقطۂ نگاہ سے جو ذلت کے سامان پیدا کئے جا سکتے تھے وہ انہوں نے اپنی طرف سے کئے تھے خدا کا کرنا کیا ہوا ہے کہ ۹ھ میں اسی طائف کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں اُتارا اور بہ نفس نفیس ان کی مہمانی کے فرائض انجام دیئے- ❷

پس یہ وہ محسن اعظم ہے جو بطور آقا کے ہمیں ملا ہے اور جس کے متعلق ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ اس کے ہر اسوہ کی پیروی کرنا تمہارے لئے ضروری ہے- اللہ تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا تو اس کے دو پہلو ہیں ایک اس تعلیم کے مطابق زندگیاں گزارنا جو کامل اور مکمل کتاب قرآن مجید نے دی ہے اور دوسرے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ❸

کی رو سے آپ کی اتباع میں زندگی گذارنا کیونکہ آپ نے اس کامل اور مکمل تعلیم پر جس رنگ میں اپنی زندگی میں عمل کیا ہے اس کے مطابق اس کے معنی سمجھنا اور اپنی زندگی گذارنا ضروری ہے- یہ خدمت کا جذبہ ہر اس شخص کے دل میں پیدا ہونا چاہئے جس دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے- یہ خدمت جو ہے یتیم کی، مسکین کی، انجان کی، اَن پڑھ کی اور جاہل کی جو آپ کے متعلق آداب سے

❶ ابوداؤد کتاب الادب و بخاری کتاب الصلوۃ مختصراً بحوالہ سیرۃ النبیؐ جلد دوم ۳۴۳

❷ مسلم و ابوداؤد بحوالہ سیرت النبیؐ جلد دوم صفحہ ۳۴۲ ❸ سورۃ الاحزاب: ۲۲

بھی واقف نہیں جیسے بدو کی مثال آ چکی ہے اگر یہ جذبہ نہیں تو ہم نے اپنے آقا کے مقام کو نہیں پہچانا اور یہ مقام نہ پہچاننے کی وجہ سے آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل نہیں کیا - اپنی زندگی پر وہ رنگ نہیں چڑھایا جو رنگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں نظر آتا ہے - اس وقت دنیا عزت کی بھوکی ہے - اس وقت دنیا میں یہ جو نیا معاشرہ اور نئی ناپاکیاں دنیا میں پیدا ہوگئی ہیں - ان کے نتیجہ میں انسان انسان کی عزت کرنا بھول گیا ہے - کسی کو کوئی ذرا سا عہدہ مل جائے تو وہ غریب آدمی کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا - یہ تو کیا (اس بڑے آدمی کا) ایک معمولی چپڑاسی جھاڑیں دے کر بعض دفعہ کسی کو واپس کر دیتا ہے اور اس سے ملنے ہی نہیں دیتا - اور مسلمان کہلاتے ہوئے یہ کام کیا جاتا ہے - وہ مسلمان جس کو یہ کہا گیا تھا کہ تمہارا آقا وہ ہے جو اپنی زندگی میں یہ نمونہ دکھائے گا -

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ"

اور تم پر یہ ثابت کرے گا کہ تمہارے نفوس میں سے ایک رسول پیدا کیا ہے - (بعض اور مثالیں ہیں ان میں اس چیز کی وضاحت ہو جائے گی)

اس وقت ہمارے ملک میں جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے سب سے پہلی ضرورت شرفِ انسانی کا قیام ہے - مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ انسان جس کی سارے لوگ عزت و احترام کرتے ہوں کچھ عرصہ بھوکا رہ کر گذارہ کر سکتا ہے - لیکن وہ شخص جس کا پیٹ بھرا ہوا ہے لیکن اس کو عزت اور احترام اور شرف کا مقام نہیں دیا گیا وہ سکون کی زندگی نہیں گذار سکتا - وہ بے اطمینان رہے گا - وہ بے چین رہے گا اس کی بے چینی کی کیفیت ہوگی - وہ سکون اور وہ اطمینان جو اسلام اس معاشرہ میں پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اس میں تو نہیں پیدا ہوگا -

پس اوّلیت اس وقت اس بات کو حاصل ہونی چاہئے کہ ہر ایک آدمی کو اس کا انسانی شرف اس کو مل جائے اور وہ اس رنگ میں ملے جس رنگ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ سے لوگوں کو حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا کیونکہ آپ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں - مَیں نے لاہور میں اپنے وکلاء سے کہا تھا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے آپ کے اسوہ پر چلتے ہوئے کم از کم پانچ ایسے آدمیوں سے دوستی قائم کریں اور ان کی عزت اور احترام اور ان کے شرف اور مرتبہ کا اظہار اسی رنگ میں کریں جس رنگ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا تھا - اور تعلق ہر ایک آدمی سے روا رکھنا ہے ضروری نہیں کہ وہ مسلمان ہی ہو - لیکن بہرحال یہ تو مسلمان ہیں - مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں - اسلام کا نام ان کے ہاتھ لگا ہوا ہے -

پس غریبوں کے ساتھ تم دوستی اور حسن سلوک روا رکھو یہ ان کا حق ہے کہ ان کو شرف انسانی ملے

اور ان کی عزت کی جائے کیونکہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ شخص جو چیتھڑوں میں ملبوس ہے اسی قسم کا انسان ہے جس نے پانچ سو روپے گز کے کپڑے کا سوٹ پہن رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بحیثیتِ انسان دونوں برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر دو کی ایک جیسی عزت اور شرف اور ہر دو اگر اپنے خدا سے دور ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ایک جیسے نفرت کے جذبات کے مورد لیکن اگر چیتھڑوں میں ملبوس انسان اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کو عزت کی جھلک نظر آتی ہے اور اگر پانچ سو روپے گز کے کپڑے کا سوٹ پہننے والا انسان اس انسانی شرف کو قائم نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اُسے غضب کی چمکار نظر آئے گی۔

ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس یقین سے ایمان لائے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم روحانی فرزند ہیں اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صحیح اسلام جو ہر قسم کے گرد و غبار سے محفوظ ہو دنیا میں قائم کریں اور ہم نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کیا ہے کہ ہم آپ کے انصار کی حیثیت سے آپ کے اس مشن کو جیسا کہ آپ چاہتے ہیں یا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دنیا میں قائم کریں گے اور اس کو پھیلائیں گے اور اس کو کامیاب کرنے کی کوشش کریں گے۔ پس کوئی احمدی اگر کروڑ پتی بھی ہے تو اس کی ایک غریب سے زیادہ عزت نہیں ہے کیونکہ عزتیں دو ہی ہیں جو اسلام نے ہمیں بتائی ہیں۔ ایک انسان کا شرف اور دوسرا تقویٰ کا احترام۔ اس کے علاوہ تو اسلام نے انسان کی کوئی اور عزت ہمیں بتائی نہیں۔ نہ کہیں دیکھی نہ پڑھی۔ انسان کے شرف کو اس نے قائم کیا۔ اور پھر خود انسان کو کہا کہ ایک اس سے بھی بڑھ کر شرف مقدر ہے۔ اگر چاہیں تو اس شرف کو حاصل کر لیں اور وہ یہ ہے۔
''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [1]''

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا شرف مَیں نے انسان میں قائم کیا ہے۔ ایک دوسرے سے عزت سے پیش آؤ اور تقویٰ کا شرف مَیں نے اپنی آنکھ میں قائم کیا ہے اگر تم تقویٰ کے لباس میں ملبوس ہو گے تو مَیں تمہارے ظاہری لباس کو نہیں دیکھوں گا۔ اس صورت میں تم میری نگاہ میں عزت کا مقام حاصل کرو گے۔ تم میری رضا اور میری جنتوں کو پاؤ گے۔ ان ہر دو شرف کے علاوہ کسی اور شرف کے متعلق تو مَیں نے کہیں نہیں پڑھا ہمارے لئے ہر دو شرف کا حصول اور پھر ان کا قیام ضروری ہے اس وقت مَیں شرفِ انسانی کی بات کر رہا ہوں۔ ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس شرفِ انسانی کو قائم کرے جو قرآن کریم کا اس آیہ کریمہ پر مبنی ہے: ''اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ''
تمہارا بھی اتنا ہی شرف انسانی ہے جتنا شرف انسانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یہ صحیح

[1] سورۃ الحجرات آیت ۱۴

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر ٹھہرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں اور استعدادوں اور قابلیتوں کو آپ نے اس رنگ میں نشوونما دی اور اس کے نتیجہ میں ان رفعتوں کو حاصل کیا کہ جن رفعتوں تک کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا- یہ درست ہے-

پس آج دنیا عزت اور شرف کی پیاسی ہے- آج دنیا اپنا حق سب سے پہلے اس رنگ میں مانگتی ہے کہ جو شرف خدائے واحد و یگانہ نے قائم کیا تھا- لوگ کہتے ہیں کہ ان کے حقوق انہیں ملنے چاہئیں اور میرے ساتھ عزت اور احترام کا سلوک ہونا چاہئے میرے ساتھ عزت کا معاملہ چاہئے- یہ ایک بڑا ہی اہم فرض ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ کے مطابق جو ہم احمدیوں پر عائد کیا گیا ہے-

میرا دل کرتا ہے کہ آپ میں سے ہر ایک کو پکڑوں اور پکڑ کر جھنجھوڑوں اور بیدار کروں اور آپ کے دل میں یہ بات ڈالوں کہ ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے- جسے آپ کو ادا کرنا چاہئے ورنہ آپ اپنے مشن میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتے- شہروں میں مَیں نے دیکھا ہے کہ ہماری تبلیغ کا بڑا زور چند امراء پر خرچ ہو جاتا ہے- آج کا امیر الا ماشاءاللہ جس پر خدا تعالیٰ نے خاص فضل کیا ہو دنیوی لحاظ سے گلے گلے تک گند کے اندر پھنسا ہوا ہے- اس کو اس گندگی سے نکالنا آسان کام نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اگر ہم یہی مثال دیں کہ آج کا غریب اور مسکین اور بے سہارا بے شک دینی اور دنیوی لحاظ سے گندہ اور میلا ہے- لیکن دُنیوی لحاظ سے ٹخنے کے اوپر اس کا گند نہیں آیا- زیادہ سے زیادہ گندگی ہے تو اس کے گھٹنوں تک آ گئی ہوگی اس کو اس گندگی سے باہر نکال لینا کہیں زیادہ آسان ہے بجائے اس کے کہ ایک امیر کو اس کی گندی گردن سے کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش کریں- غریبوں کا سہارا بنیں- ان کے محسن بنیں اس کے غم خوار بنیں- ان کے ہمدرد بنیں- ان پر شفقت کرنے والے بنیں ان کے کام آئیں- ان کی تکلیفوں کو دور کریں ان کے دکھوں کا مداوا بنیں- ان کو یہ نظر آ رہا ہو کہ عقیدۃً میرا اس سے اختلاف ہے لیکن مَیں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ میرا ہمدرد اور خیر خواہ ہے- پھر وہ آپ کی بات سُنے گا- اسلام نے ہمیں یہ تو نہیں کہا کہ کس آدمی کے دل میں زور سے نور بھر دیا جائے- نہیں- ہمارے پاس زبردست دلائل ہیں جو اسلام کے حق میں دیئے گئے ہیں- آسمانی تائیدات ہیں- دعائیں ہیں- کوئی شخص اگر آپ کے شہر میں بیمار ہے- اور بیماری ایسی ہے کہ اس کا علاج کوئی نہیں- ڈاکٹروں نے اس کو لا علاج مریض قرار دے دیا ہے- اگر آپ کے دل میں اس شخص کی سچی ہمدردی اور حقیقی خیر خواہی پیدا ہو جائے اور آپ بے چین ہو جائیں اس کی ہمدردی اور خیر خواہی میں اور اس جذبہ کے ساتھ رات کو اُٹھ کر اس کے لئے دعا کریں کہ اے خدا! میرا تو بھائی ہے لیکن تیرا تو بندہ ہے- میرے دل

میں اس شخص کے لئے جب اتنی ہمدردی اور خیر خواہی پیدا ہوئی ہے تو تیری رحمت کی تو کوئی انتہا نہیں ہے تُو اپنے فضل سے اپنے اس بندے کو شفا عطا فرما اور اپنی رحمتوں کے جلوے دکھا تا کہ وہ تیری قدرتوں کو پہچاننے لگے- بسا اوقات آپ کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا اور آپ کے اس نشان کے ساتھ اس کو اس طرف متوجہ کرے گا کہ جو اسلام احمدیت پیش کر رہی ہے وہی سچا اسلام ہے- اور وہی حقیقی اسلام ہے- اور وہی زندہ اسلام ہے- جس کے فیوض اور برکات اور تائیدات کو مَیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں- لیکن اگر آپ کے دل میں آپ کے بھائی کے لئے وہ ہمدردی نہیں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اسوہ حسنہ ہیں- کیونکہ اگر اسوہ حسنہ ہوتے تو آپ ان کی پیروی کرتے -صرف یہاں نہیں بلکہ جب آپ واپس جائیں تو ساری جماعت کو کہیں کہ مسکینوں کا سہارا بنو- ان کا ہاتھ پکڑو ان سے ہمدردی کرو ان کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کرو- ان کے ساتھ عزت و احترام سے بات کرو- کیونکہ شرفِ انسانی کا یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی عطا فرمایا ہے- اور یہ اس کا حق ہے کہ تم اس کو ادا کرو- انسان کے جو حقوق قرآن کریم نے قائم کئے ہیں ان کو ادا کر سکتے ہو تو ادا کرو اگر ادا کروا سکتے ہو تو ادا کرواؤ- اگر بالکل مجبور ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی تکلیفیں دور کر دے-

مَیں نے کراچی میں احباب کو یہ ہدایت کی تھی کہ بعض بیچارے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جن کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ہمارے دُکھ کا علاج کیا ہے یا وہ دنیا کے ماحول کو دیکھ کر ڈرتے ہیں کہ جن کے پاس کام ہے کہیں ذلیل کر کے نکال نہ دے- اب تو مال کا نقصان ہے پھر عزت پر بھی زخم آئے گا- پس اس وجہ سے گھبراتے ہیں- مَیں نے احباب کو یہ ہدایت کی تھی کہ اگر آپ کو کوئی ایسا آدمی ملے تو آپ اس کو کہہ دیا کریں چلو میرے ساتھ- مَیں تمہاری سفارش کرتا ہوں مثلاً وہاں انجینئرز اور ڈاکٹرز وغیرہ اثر و رسوخ والے ہیں- اگر وہ کسی غریب اور بے کس آدمی کی اس طرح سفارش کرا دیں تو وہ اس بات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ مثلاً ایک انجینئر ہے ڈیڑھ دو ہزار روپے تنخواہ لے رہا ہے مگر احمدی ہونے کی وجہ سے یہ میرے ساتھ ایک ایسے افسر کے پاس جانے کو تیار ہو گیا ہے جس کو یہ جانتا اور پہچانتا ہی نہیں- آخر کوئی بات تو ہے اس طرح اگر ہم لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں تو پھر وہ ہماری بات سننے کے لئے تیار ہو جائیں گے- پھر جب آپ اس کے سامنے اسلام کی وہ حسین تعلیم پیش کریں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے- تو اس پر ضرور اثر ہو گا- پھر وہ ہماری زندگیوں میں تازہ بتازہ خدائے قادر وتوانا کی قدرتوں اور اُس کی رحمتوں کے نشان دیکھے گا تو کہے گا کہ یہ

تو وہ قوم ہے جن سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے پھر اس کے دل میں نور ایمان پیدا ہوگا پھر اس کے دل میں بشاشت ایمانی پیدا ہوگی- پھر وہ بشاشت کے ساتھ علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر کہ یہی ایک سچا اور حقیقی اسلام ہے آپ کے ساتھ شامل ہو جائے گا اور جب وہ اس طرح علیٰ وجہ البصیرت احمدیت کو قبول کرے گا تو پھر اگر ساری دُنیا اس کی مخالفت شروع کردے وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا وہ احمدیت کو نہیں چھوڑے گا کیونکہ اس کا وہی حال ہوگا جو حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کا ہوا تھا کہ بادشاہ کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو اور بھی زیادہ عزت دوں گا- آپ احمدیت کو چھوڑ دیں لیکن انہوں نے کہا- مجھے ایک نور مل گیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت مل گئی ہے- میں تمہاری اس دنیا کو کیا کروں- میری تو اگر ایک ہزار جان بھی ہوتی تو قربان کر دیتا- حدیثوں میں شہید کا یہی مقام آتا ہے- پس جب انسان سمجھ کر اور یقین کے ساتھ کسی صداقت کو قبول کرتا ہے تو پھر وہ ثابت قدم رہتا ہے- پس یہ یقین اور ایمان کی یہ پختگی ہماری احمدیت کی نسل میں پیدا ہونی چاہئے- ویسے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں یہ صدق وثبات پایا جاتا ہے- اس میں شک نہیں لیکن جن کے اندر یہ خوبی نہیں پائی جاتی ان کی ہمیں فکر کرنی چاہئے-

غرض دوسری ذمہ داری حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کے نتیجہ میں ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ آپ ایسے محسن تھے کہ خدمت گذاری میں کوئی شخص آپ کا مقابلہ نہ کر سکا آپ کے دل میں ہر وقت یہ تڑپ رہتی تھی کہ کسی شخص کو بھی دکھیا نہ دیکھوں- کسی شخص کو دینی و دنیوی لحاظ سے آگ میں پڑا ہوا نہ پاؤں- جہاں تک ممکن ہو سکے ان کے دکھ کا علاج اور درد کا مداوا کروں- جہاں تک ہو سکے ان کے لئے خیر و برکت اور بھلائی کے سامان پیدا کروں- پس یہ وہ اسوہ حسنہ ہے جس کے نتیجہ میں بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ بھولنی نہیں چاہئے-

تیسری چیز آپ کی زندگی میں ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ آپ سے اچھا دوست انسان نے کبھی نہیں دیکھا- اس میں شک نہیں کہ دوستی بھی بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک یہ قوت بھی رکھی ہے کہ وہ اچھا دوست ثابت ہوسکتا ہے عربی لٹریچر میں ایک حکایت بیان ہوئی کہ ایک شخص اپنے بچے سے کہا کرتا ہے کہ جو دوست تم بنا رہے ہو یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے- یہ مطلب پرست ہیں- اور تمہیں دھوکا دیں گے- روز ہی باپ اس کو یہ نصیحت کرتا رہتا تھا آخر ایک دن تنگ آ کر بیٹے نے باپ سے کہا کہ پھر آپ مجھے بتائیں کہ اچھا دوست کون اور کس قسم کا ہوتا ہے- باپ نے کہا کہ اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کون دوست اچھا ہوتا ہے- چنانچہ ایک دن باپ اپنے بیٹے کو لے کر رات کے بارہ بجے ایک مکان پر پہنچا اور وہاں جا کر دروازے پر دستک دی لیکن اندر سے آواز آئی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا

مَیں فلاں آدمی ہوں- اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی- پانچ دس- پندرہ- بیس -پچیس منٹ گذر گئے مگر کوئی باہر نہ نکلا لڑکے نے باپ سے کہا آپ کا دوست بھی کیا اچھا آدمی ہے کہ باہر ہی نہیں نکلتا- ایسے ہی دوست ہوا کرتے ہیں- باپ نے کہا صبر کرو تمہیں ابھی پتہ لگ جاتا ہے- چنانچہ وہ باہر نکلا پورا ہتھیار بند- زرہ پہنا ہوا- خود لگایا ہوا- تلوار لٹکائی ہوئی- ہاتھ میں نیزہ پکڑا ہوا اور دوسرے ہاتھ میں تین چار تھیلیاں اشرفیوں کی پکڑی ہوئی اور باہر نکل کر کہنے لگا کہ جب مَیں نے تمہاری آواز سنی اور تم نے مجھے اپنا نام بتایا تو مَیں نے سوچا کہ اس بے وقت آنے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ کوئی تمہارا دشمن ہے اور تم اس سے لڑنا چاہتے ہو اور میری مدد کی تمہیں ضرورت ہے- یا یہ مطلب ہے کہ تمہیں فوری طور پر پیسے کی ضرورت پڑ گئی ہے- اس لئے مجھے جو دیر ہوئی کہ مَیں نے سوچا کہ اگر تمہیں میری جان کی ضرورت ہے تو مجھے دیر نہیں کرنی چاہئے کہ پہلے تم سے جا کر واقعہ پوچھوں اور پھر آکر ہتھیار باندھوں- پہلے ہی مَیں ہتھیار باندھ کر باہر نکلتا ہوں اور اگر تمہیں پیسے کی ضرورت ہے تو یہ اشرفیوں کی تین چار تھیلیاں لایا ہوں- یہ تم لے جاؤ- چنانچہ باپ نے بیٹے سے کہا کہ دوست ایسے ہوتے ہیں-

یہ تو ایک انسان تھا جس کی دوستی بھی محدود اور دوستی کے نباہنے کے لئے جس کے وسائل بھی محدود جس کی عقل بھی محدود جس کے اخلاق بھی محدود اور بہت سے زاویئے جن پر زنگ لگا ہوا ہوتا ہے- ہمیں ہمارے رب نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں مَیں تمہیں دوست دیتا ہوں اور تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس دُنیا میں آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اس طرح دینی و دنیوی دوستیوں کو نباہنا- دوستیاں پیدا کرنا یہ ایک ملکہ ہے- اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملکہ اس لئے دیا ہے کہ ہم اس کو استعمال کریں اور پھر اس ملکہ کے نتیجہ میں جو دوستی پیدا ہو اُسے اس طرح نبھایا جائے جس طرح ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی کو نبھایا تھا- ایک طرف ایک شخص اتنا عظیم آقا اور سردار اور دوسری طرف- اتنا محسن اور رحم اور کرم کرنے والا- اور تیسری طرف اتنا اچھا دوست اتنا اچھا دوست کہ کسی نے ایسا اچھا دوست کبھی دیکھا ہی نہیں-

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا کہ مَیں تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دوست دیتا ہوں ایک تو اس کی دوستی کو نباہنا- تم پر دوستی نباہنا فرض ہو جائے گا اور دوسرے اپنی دوستیوں کو اس رنگ میں نباہنا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں سے دوستی نباہی تھی- غلام ہی تھے نا؟ قُلْ یٰعِبَادِیَ میں سب کو غلام بنا دیا تھا اور اس غلامی سے نجات کو وابستہ کر دیا اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہترین دوست کے پیرایہ ہی میں نظر آتے ہیں-

قرآن کریم نے ایک طرف یہ کہا کہ مومن بھائی بھائی ہیں ❶ دوستانہ برادری جو ہے وہ رشتہ کی برادری تو نہیں ہے- مومن بھائی بھائی کہا تو یہ دوستی کا بھائی چارہ ہے- اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ کہلوایا کہ "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" پس سب سے پہلے بھائی یا دوست ہونے کا مقام قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمایا ہے- اور آپؐ کی زندگی میں یہ جلوہ بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے- چند مثالیں مَیں اس وقت دے دیتا ہوں پھر اس سے جو سبق ہمیں حاصل کرنا چاہئے اس کی طرف مَیں آؤں گا- وہ جس کو ایک ایسا مقام عطا کیا گیا کہ اس کے نتیجہ میں روحانی دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا اور اس دنیا میں ایک قیامت بپا ہوئی- روحانی طور پر جو مردہ تھے آپ کی دعاؤں کے طفیل وہ زندہ ہوئے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے لطیف پیرایہ میں اس پر روشنی ڈالی ہے- مَیں اس کو مختصراً بیان کر دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے طفیل ایک قیامت بپا ہوئی اور روحانی مُردے دُنیا میں زندہ ہوئے- جب وہ ایک دوست کے رنگ میں بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں- آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے جبکہ وہ عمرہ کرنے کی اجازت لے کر جا رہے تھے فرمایا:

"یا اخی اشرکنا فی دعائک ولاتنسنا" ❷

کہ اے بھائی اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھنا بھول نہ جانا-

اب مَیں ساری مثالیں ایسی دوں گا جن سے دوستی کے حقوق ادا ہوتے ہیں بہترین دوست جس شکل میں اپنی دوستانہ زندگی کے دن گذار رہا ہوتا ہے ان کی مثال سامنے آجاتی ہے-

ایک صحابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوہ پر بھجوایا- ان کے گھر میں کوئی اور مرد نہیں تھا اور ان کی عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا اس کام پر آپؐ نے کسی اور کو نہیں لگایا- حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ کر ان کو دے آتے- ❸

ایک بدوی صحابی جو آپ کی صحبت میں رہتے تھے اور ایمان اور اسلام میں ترقی کر رہے تھے- اس کی روحانی نشوونما کی وجہ سے بڑی خوشی محسوس ہوتی تھی اور آپ کے دل میں اس کے لئے ایک دوستانہ جذبہ پایا جاتا تھا- ان کا نام زاہر تھا- ایک دفعہ گاؤں سے شہر میں آئے- جو چیزیں لائے تھے ان

❶ الحجرات آیت ١١

❷ مسند احمد بن حنبل جلد ٧ صفحہ ٩٧ امطبوعہ دارالمعارف مصر ایضاً طبقات ابن سعد جلد ٣

❸ ابن سعد حصہ ششم صفحہ ٢١٣ بنت جناب بحوالہ سیرت النبی جلد دوم صفحہ ٣٤٣ از شبلی مرحوم

کو بازار میں فروخت کر رہے تھے اتفاقاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا- آپ خاموشی کے ساتھ اس کے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنی گود میں ''چھا مار کے'' پکڑ لیا- انہوں نے پوچھا- کون ہے؟ چھوڑ دو مجھے- یہ کہتے ہی جب پیچھے نگاہ کی تو وہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے پایا- یہ دوستی کا تعلق تھا جس کا آپؐ نے اظہار کیا- فوری طور پر ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے جسم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ اور بھی زیادہ رگڑنا شروع کر دیا پھر آپؐ نے اس سے دوستی کا جو بے تکلف تعلق تھا اس کا اظہار اس طرح فرمایا کہ وہ بازار میں کھڑے ہوئے تھے- آپؐ نے فرمایا یہ غلام ہے کون خریدتا ہے اس غلام کو- انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ جیسے غلام کو جو شخص خریدے گا نقصان اُٹھائے گا مَیں اس کے کیا کام آؤں گا- ان کی زندگیاں کس قدر بے نفس تھیں یعنی محبوب محمدؐ محبوب خدا اور اپنے نفس کا یہ حال ہے کہ غلام بنیں دوستانہ محبت کا اظہار تھا- لیکن کہا غلام ہی ہوں- لیکن بے فائدہ اور نکما غلام مجھے کوئی خرید کر کیا کرے گا یہ نہیں کہا کہ مجھے آپ نے غلام کیسے بنا دیا- بلکہ یہ کہا کہ ہوں تو مَیں غلام ہی مگر نکما اور بالکل بے برکت غلام ہوں- مجھ سے کسی نے کیا فائدہ اٹھانا ہے- پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ خدا کے نزدیک تمہارے دام زیادہ ہیں- ❶

جب آپ مجلس میں بیٹھتے تھے تو بڑا ہی بے تکلف دوستانہ ماحول ہوتا تھا- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جو آپؐ کے عظیم روحانی فرزند تھے آپ کی مجلس میں بھی بڑا ہی بے تکلف ماحول ہوتا تھا- آپ کی مجلس دوستوں کی مجلس کی طرح ہوتی البتہ آپ کے صحابہؓ ادب کا دائرہ جانتے تھے اس سے وہ بہرحال باہر نہیں نکلتے تھے لیکن بہرحال بے تکلفی تھی آپس میں کوئی تکلف نہیں تھا- اور یہ اسی تصویر کا عکس تھا جو تصویر کہ ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتی ہے-

چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو لوگ بڑی کثرت سے آپ کے پاس آتے تھے اور بہت سے ایسے ہوتے تھے جو آپ کو پہچانتے نہیں تھے- جب وہاں پہنچتے تو دیکھتے کہ بے تکلف ماحول ہے کسی قسم کی تصنع نہیں- سارے لوگ دوستوں کی طرح وہاں بیٹھے ہوئے ہیں- ایک دفعہ لوگ آئے اور انہوں نے پہچانا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں- اور سمجھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شاید رسول اللہ ہیں اور وہ آ کر اُن سے مصافحہ کرتے رہے اور کسی کو اس طرف توجہ نہیں ہوئی کہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آ کر مصافحہ کرتے ہیں اور پھر دوسروں سے- ان کو بتا ہی دیں- لیکن اللہ تعالیٰ کی اپنی شان ہے- کچھ دیر کے بعد سورج کی شعاعیں حضرت نبی

---

❶ شمائل ترمذی بحوالہ سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۳۹۷

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑنے لگیں۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اُتاری اور آپؐ پر سایہ کیا۔تب ان نئے آنے والوں نے سمجھا کہ اس بے تکلف مجلس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کون تھے۔ ❶

ایک آپ کی عادت یہ بھی تھی اور یہ بھی بے تکلف دوستانہ تعلقات پر مبنی ہے۔کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ فرماتے کوئی شخص جھک کر آپ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹا لے۔مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اُس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ ❷

بہت سے مواقع پر دینی خدمات جس طرح ہم وقارِ عمل مناتے ہیں صحابہ کرامؓ کو بھی کرنی پڑتی تھیں وہ بھی ایک بے تکلف مجلس ہوا کرتی تھی مدینہ میں جب آپ تشریف لائے تو سب سے پہلے وقار عمل مسجد نبوی کی تعمیر کے سلسلہ میں کئے گئے اس مسجد کی تعمیر میں دیگر صحابہ (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہمیشہ انہیں حاصل رہے) کی طرح خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک ہوتے تھے۔اپنے دست مبارک سے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔صحابہ عرض کرتے تھے کہ ہماری جانیں قربان آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے ان کا شکریہ ادا کر دیتے لیکن اپنے کام میں لگے رہتے۔ ❸

ایک سفر پیش آیا۔آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سفر پر گئے۔کھانا پکانے کا وقت ہو گیا۔سامان ساتھ تھا۔گو بعض دفعہ کھجوروں پر بھی گذارہ کر لیا جاتا تھا لیکن یہاں ایسا موقع نہیں تھا۔چنانچہ کھانا پکانے کا انتظام ہونے لگا۔صحابہ نے اپنے ذمہ کام بانٹ لیا۔کوئی چولہا جلانے لگا۔کوئی کچھ اور کام کرنے لگا۔انہوں نے مختلف کام آپس میں بانٹ لئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چولہے میں آگ جلانے کے لئے لکڑیاں چاہئیں۔یہ کام مَیں کروں گا۔آپؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا یہ کام حضورؐ کے خدام کر لیں گے۔آپ تکلیف نہ کریں۔آپ نے آگے سے فرمایا ہاں سچ ہے تمہارے دل میں یہی جذبہ محبت ہے کہ مَیں کام نہ کروں اور میری جگہ تم کام کرو۔لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ مَیں تم سے اپنے کو ممتاز کروں۔ ❹

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں مسجد نبوی میں گیا۔

---

❶ بخاری کتاب الہجرت بحوالہ سیرت خاتم النبیین جلد دوم صفحہ ۷ از قمر الانبیاء

❷ ابو داؤد و ترمذی بحوالہ سیرت النبی جلد دوم صفحہ ۲۹۳

❸ مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۸۷ بحوالہ سیرت النبی جلد دوم ۳۳۴

❹ زرقانی جلد ۴ صفحہ ۳۰۶ بحوالہ سیرت النبی جلد دوم صفحہ ۳۳۴

دیکھا کہ کچھ غریب مہاجرا کٹھے حلقہ باندھے باتیں کر رہے ہیں- میں علیحدہ ایک طرف جا کر بیٹھ گیا- یعنی اُن غریب مہاجروں کے پاس نہیں بیٹھا- ان کو دل میں کچھ خیال آیا ہوگا- اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے چاروں طرف دیکھا جہاں وہ مہاجرین بیٹھے ہوئے تھے وہاں جا کر بیٹھ گئے- یہ دیکھ کر مَیں اپنی جگہ سے اُٹھا اور آپؐ کے پاس جا کر بیٹھ گیا- اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان کی وجہ سے ممکن ہے ان کے جذبات کو ٹھیس لگی ہو) کہ فقراء مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولتمندوں کے مقابلہ میں مظلوم فقرا مہاجرین ان امراء سے چالیس سال پہلے اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخل ہوں گے-'' [1]

غرض یہ چند ایک دوستانہ سلوک اور پیار کے نمونے ہیں جو اس وقت مَیں نے آپ کے سامنے رکھے ہیں ان سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ بہترین دوست جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کہ انتہائی بلند مقام اور ہر قسم کی عزت اور فضیلت کا سرچشمہ ہونے کے باوجود آپ نے خدمت گذاری اور دوستی میں اپنے دن گذارے- ایک تو ہمیں شکر گذار بندے کی حیثیت میں آپ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہنا چاہئے- اللہ تعالیٰ آپؐ پر ہمیشہ اپنی رحمتیں نازل کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی آپؐ کی زندگی کے ثبوت کے لئے دنیا میں آپ کے وہ خدام پیدا کرتا ہے جو آپ کے اسوہ پر چلنے والے اور آپؐ کی تعلیم کو سمجھ کر آگے اس کی تبلیغ و اشاعت میں لگے رہنے والے ہوں اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دوستی کا یہ ملکہ یا قوت عطا کی ہے- اس کو ضائع نہ کریں بلکہ اس کو کام میں لائیں- اگر آپ اس طرح کے پانچ دس دوست پیدا کریں تو یہ سلسلہ بڑھتا چلا جائے گا- آج جو دوست بنے گا کل کو بھائی بن جائے گا اور دوست کی کرسی خالی ہو جائے گی- اس پر آپ کو کسی اور کو بٹھانا پڑے گا- یہ سلسلہ چلتا رہے گا اگر آپ اس طرح دوستیاں پیدا کریں اور اسی طرح ان کو نباہنے کی کوشش کریں جس طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبھایا تھا- کہ وہ جو رُتبہ میں اور فضیلت میں آپ سے کہیں نیچے تھے ان کو بھی ایک لحظہ کے لئے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ان دو دوستوں میں کوئی فرق ہے-

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے- ہماری زندگی کا جو مقصد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود ہی قرار دے دیا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں داخل ہو کر اسلام کی تعلیم اور اسلام کے احکام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو ساری دنیا میں قائم کریں گے اور اسلام کو اللہ تعالیٰ ہماری

---

[1] مشکوٰۃ باب فضل الفقراء بروایت صحیح مسلم (بحوالہ سیرت النبی جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

کوششوں اور اپنے فضل کے نتیجہ میں اور اپنی بشارات کے مطابق غالب کرے گا اور دوسرے مذاہب اور دوسرے بد مذاہب اور بے مذہب جماعتیں جو ہیں ان سب کو اسلام اپنے حسن و احسان کے رسے کے اندر اس طرح لپیٹ لے کہ وہ آزادی کے خواہاں ہی نہ رہیں۔ بلکہ دل کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنے لگ جائیں اور اس کی بھی جس کے طفیل یہ نعمت عظمیٰ انسان کو ملی۔صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۲۶/اخاء ۱۳۴۸ ہش ۲۶/اکتوبر ۱۹۶۹ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پیدائش انسانی کی غرض یہ ہے کہ انسان کا ایک زندہ تعلق اپنے قادر و توانا اور حیّ و قیّوم خدا سے قائم ہو جائے اس کے لئے نمونہ کی ضرورت تھی کہ وہ کس قسم کا تعلق ہے جو اللہ اپنے بندہ سے چاہتا ہے کہ اس سے پیدا کرے اور اس کے بعد کس قسم کا سلوک اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جس قدر بھی انبیاء آئے ان کی بعثت کی غرض بھی یہی تھی لیکن چونکہ انسانیت ابھی اپنے ارتقاء کے کمال کو نہیں پہنچی تھی اس لئے قرآن کریم کے کچھ حصّے ان قوموں کو دیئے گئے تھے۔ بے شک ان انبیاء کو اپنی قوموں کے لئے ایک اچھا نمونہ بنایا گیا تھا لیکن وہ نمونہ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل نہیں تھا بلکہ ایک نامکمل خوبصورت نمونہ ان کے سامنے رکھا گیا تھا اور ان سے یہ اُمید کی گئی تھی کہ وہ اپنی استعداد اور طاقت اور نشوونما کے اس مقام کے لحاظ سے اس جہاں تک وہ پہنچے تھے اس نمونہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں پھر انسان اپنی روحانی ارتقاء کے بلند تر درجہ پر پہنچا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ایک کامل اور مکمل اور ارفع اور اعلیٰ اور نہایت ہی حسین اور خوبصورت نمونہ دیا گیا اور کہا گیا کہ اس نمونہ کے مطابق تم اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے حُسن اور نور کے جلوے اپنے کمال میں انسان کو دکھائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کامل اور مکمل اور اکمل نمونہ اور اسوہ کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننا پیدائش انسانی کی غرض ہے اور اللہ تعالیٰ جن صفات سے متصف ہے ان کا بیان بڑی تفصیل سے قرآن کریم میں موجود ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس پاک تعلیم میں بتایا ہے کہ مَیں اللہ وہ ذات ہوں جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور

ہر قسم کے عیبوں اور نقائص سے پاک اور منزہ ہوں۔ ان صفات میں سے بعض صفات اُم الصفات کہلاتی ہیں اور بعض وہ صفات ہیں جو اُم الصفات کے دائرہ کے اندر کسی نہ کسی صفت سے تعلق رکھتے ہوئے۔ انسان پر اپنا جلوہ دکھاتی ہیں۔

اُم الصفات قرآن کریم کے بیان کے مطابق چار ہیں جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، وہ رحمان ہے، وہ رحیم ہے، وہ مالک یوم الدین ہے۔ ربّ العالمین کا یہ مفہوم قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے کہ اس نے ہر مخلوق کو پیدا کیا اور اس کو وہ مادی وجود دیا جو ہمیں نظر آتا ہے گھوڑے کو بھی اس نے پیدا کیا۔ سؤر کو بھی اس نے پیدا کیا درختوں کو بھی اس نے پیدا کیا، جمادات کو بھی اس نے پیدا کیا۔ فرشتوں کو بھی اس نے پیدا کیا۔ زمین کے ذرہ ذرہ کا وہ خالق یعنی پیدا کرنے والا ہے اور رب العالمین کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ صرف پیدا کرنے والا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے اور اس پرورش کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی ان کا متکفل وہ خود ہے۔ ساری قوتیں اس نے مخلوق کو اس کے مناسب حال عطا کیں۔ گھوڑے کو جسم کی خوبصورتی، اس کی چال کی خوبصورتی اور تیز رفتاری کی خوبصورتی عطا کی اور ایک درخت کو اپنی جگہ پر قائم رہتے ہوئے انسان کو شیریں پھل کھلانے کا حُسن دیا۔ ہر ایک مخلوق کو وہ دیا جیسا وہ بنانا چاہتا تھا۔ انسان کو اللہ، رب العالمین نے وہ تمام قوتیں اور صلاحیتیں اور قابلیتیں اور استعدادیں عطا کیں جن سے وہ صحیح طور پر کام لے کر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا مظہر بن سکتا ہے جتنی بھی انسانی قوتیں یا صلاحیتیں ہیں وہ اس کو اس لئے دی گئی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنے۔

تیسرے معنی رب العالمین کے یہ ہیں کہ اس نے صرف پیدا ہی نہیں کیا۔ اس نے صرف نشو ونما کے سامان ہی پیدا نہیں کئے بلکہ اگر اس کی ربوبیت اس عالمین سے ایک لحہ کے لئے بھی معدوم ہو جائے تو وہ فنا ہو جائیں ہر چیز کا وہی سہارا ہے کوئی ذرہ اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک اس کی ربوبیت کا جلوہ ہمیشہ، بغیر کسی وقفہ کے، لگا تار اور مسلسل اس پر جلوہ فگن نہ رہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انسان کو ایسے نظارے دکھاتا ہے کہ ایک سیکنڈ کے لئے اس کی ربوبیت کا تعلق مخلوق سے نہیں رہتا اور مخلوق فنا ہو جاتی ہے کبھی متکبر انسان نے شام کے وقت اپنے باغ کا جائزہ لیا اور خوش ہوا کہ اس کی محنت کا ثمر بڑا اچھا نکلا ہے کل صبح ہم اکٹھے ہوں گے اور اس پھل کو توڑیں گے انہوں نے مشورے کئے کہ ہم ان لوگوں کو جن کے حقوق اللہ تعالیٰ نے قائم کئے ہیں ان کے حقوق ادا نہیں کریں گے۔ اور ایسا انتظام کریں گے کہ ان پھلوں کو اکٹھا کرنے کے وقت حقدار لوگ وہاں جمع نہ ہوں ان مشوروں کے بعد وہ خوشی خوشی

گے کہ ان پھلوں کو اکٹھا کرنے کے وقت حقدار لوگ وہاں جمع نہ ہوں ان مشوروں کے بعد وہ خوشی خوشی رات کو سوئے لیکن صبح جس وقت وہ باغ میں پہنچے تو وہاں انہوں نے یہ دیکھا کہ رات کے کسی حصہ میں رب العالمین کا تعلق اس باغ سے قائم نہیں رہا اور اب نہ وہاں کوئی پھل تھا نہ پتے تھے اور نہ درخت تھے۔ سب چیزوں پر ایک فنا طاری ہوگئی تھی کبھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ دکھایا کہ کھیت ہرے بھرے ہیں اور زمیندار یہ دیکھ کر خوش ہیں کہ ہماری محنت کا پھل جلد ملنے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک منٹ کے لئے اپنی ربوبیت کا تعلق ان کھیتوں سے ہٹا لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری مخلوق نے جب خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ان چیزوں کو نہ پایا تو ایک منٹ میں اس نے ایک زبردست حملہ آور کی طرح ان پر یلغار کی اور ایک منٹ کے اندر سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں کھیت ختم کر کے رکھ دیئے۔ ساری کھیتیاں زمین کے ساتھ لگ گئیں اور ایک دھیلہ کا بھی فائدہ زمیندار کو نہ پہنچا۔

قرآن کریم نے اسی لئے کہا تھا کہ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴿۶۵﴾ ❶ کیا تم ان کھیتوں کو اُگاتے ہو یا ہم انہیں اُگاتے ہیں۔ تم ان کھیتوں کو نہیں اُگاتے بلکہ میری ربوبیت کا تعلق ان کھیتوں کی پرورش کرتا اور انہیں اس قابل بناتا ہے کہ تم ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے بیسیوں سینکڑوں مثالیں قرآن کریم میں ایسی دی ہیں جن میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہر چیز کی بقا اور اس کے قیام کے لئے ایک سہارے اور ستون کا کام دے رہی ہے وہ ستون نکل گیا تو چھت زمین پر آ رہے گی اور وہ چیز فنا ہو جائے گی، ہلاک ہو جائے گی، برباد ہو جائے گی۔ تباہ ہو جائے گی۔ بے نتیجہ اور بے ثمر ہو جائے گی۔

غرض ربوبیت کے معنی میں یہ بھی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو خلق کیا یعنی پیدا کیا۔ جہاں اس نے اسے قوتیں اور استعدادیں دیں وہاں ہر وقت یہ ربوبیت ہر مخلوق کا سہارا ہے۔ ربوبیت کا مینہ بغیر وقفہ کے اور تسلسل کے ساتھ مخلوق پر برستا ہے تب وہ باقی رہتی اور قائم رہتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کے فیضان کی یہ بارش ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصّہ کے لئے بھی مخلوق سے جدا ہو جائے۔ مخلوق اس فیضان کی بارش سے محروم ہو جائے تو سوائے ہلاکت اور فنا کے اور کوئی چیز نہیں۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اے انسان تیرے لئے میرا تجھے پیدا کرنا میری عطا کردہ قوتیں اور صلاحیتیں ہی کافی نہیں بلکہ یہ قوتیں اور صلاحیتیں (میں اب جسمانی ذہنی اخلاقی اور رُوحانی قوتیں کہوں گا۔ یہ چار قسم کی قوتیں ہیں جو ہمیں نظر آتا ہے کہ انسان کو دی گئی ہیں) جو

---

❶ سورۃ الواقعہ آیت ۶۵

نہیں سکتی جب تک کہ مَیں ان کی نشو ونما کے سامان تیری کسی کوشش اور عمل کے بغیر پہلے ہی سے نہ کر دوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت انسان اور حیوان وغیرہ سب جانوروں پر جلوہ فگن ہوتی ہے اور قبل اس کے کہ کوئی ضرورت ان کو پیش آئے اس ضرورت کو پورا کرنے کے سامان وہاں انہیں نظر آتے ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پیدائش کے وقت کون سا عمل ابھی اس نے کیا ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا میں ایک گھبراہٹ بے چینی اور چیخوں کے ساتھ آتا ہے اور ابھی کسی قسم کا (نہ اچھا نہ بُرا) عمل اس نے نہیں کیا تھا لیکن ادھر اس کی پیدائش ہوئی اور ادھر اس کی ماں کی چھاتیوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دودھ پیدا کر دیا۔ اگر بوقت پیدائش بچہ کی غذا مہیا نہ کی جاتی تو پھر کوئی بچہ اس دنیا میں زندہ نہ رہ سکتا۔ نہ انسان کا بچہ، نہ گھوڑے کا بچہ، نہ شہد کی مکھی کا بچہ، نہ تیتر اور فاختہ اور دوسرے جانوروں کے بچے زندہ رہ سکتے۔ پیدائش کے وقت بچہ کے لئے دودھ یا دوسری غذا کا سامان مہیا کیا گیا ہے حالانکہ عمل کی تو ابھی ابتدا نہیں ہوئی۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں رحمان ہوں۔ مَیں تمہارے عمل کرنے سے بھی پہلے تمہاری بقا اور تمہارے قیام کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی وہ مَیں نے مہیا کر دیئے اور میرا یہ جلوہ ہر جاندار دیکھ رہا ہے۔

پھر فرمایا کہ مَیں رحیم ہوں اگر انسان کو جسے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے یہ یقین نہ ہو کہ عام حالات میں اغلب یہ ہے کہ میری کوششوں کا دنیوی نتیجہ وہ نکلے گا جو مَیں چاہتا ہوں تو نری مایوسی ہوتی اور اس کی زندگی بالکل بیکار رہوتی۔ وہ اس دنیا میں زندہ نہ رہ سکتا۔ آخر ایک زمیندار کس امید پر اپنے گھر کے کمروں سے، اپنے کوٹھے سے دانے نکال کر کھیت میں جا کر پھینک دیتا ہے۔ وہ یہ دانے اسی امید پر ہی پھینکتا ہے کہ ہمارا خدا رحیم ہے اور اس سلسلہ میں جو میری کوشش ہوگی اللہ تعالیٰ اپنی رحیمیت کے جلوہ سے اسے باثمر کرے گا اور میرے اعمال ضائع نہیں ہوں گے۔

قرآن کریم نے متعدد جگہ بتایا ہے کہ میری طرف رجوع کرو اس طرح تمہارے اعمال محفوظ رہیں گے جو لوگ رجوع کرنے والے نہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں گرفت کرنے میں دھیما ہوں مَیں تمہیں موقع دیتا ہوں اور مَیں اپنی گرفت سے تمہیں اس لئے محفوظ نہیں رکھتا کہ تم میری نگاہ میں روحانی لحاظ سے بڑے خوبصورت اور حسین ہو بلکہ مَیں تمہیں مہلت اس لئے دیتا ہوں کہ شاید تمہیں کسی وقت عقل آئے اور تم دوری کو قرب سے بدلنے کی کوشش کرو بہر حال مہلت دینے اور گرفت جلد نہ کرنے میں ایک اور حکمت ہے لیکن بدلہ دینے کی جو صفت ہے یہ ایک عام صفت ہے رحیم کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انسان جو نیک کام کرے اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ بہتر رنگ میں عطا کرتا ہے ویسے بالواسطہ تمام کوششیں اور ان کے نتائج اس سے تعلق رکھتے ہیں دنیا میں نیکیاں کی جائیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں کو تلاش کیا

جائے اور اس کی محبت کے حصول کے لئے انتہائی کوشش اور مجاہدہ کیا جائے یہ سب کوششیں اسی صفت سے رکھتی ہیں لیکن کوئی کوشش بالواسطہ اس سے تعلق رکھتی ہے اور کوئی کوشش دوہد کا چکر کاٹ کر بلاواسطہ اس سے تعلق رکھتی ہے لیکن رحیم کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ وہ نیک اعمال کا بہترین بدلہ دیتا ہے یعنی وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے جائیں اللہ تعالیٰ ان کا بہترین بدلہ دیتا ہے اسلام نے تو اپنی پُر حکمت تعلیم سے دنیا کے ہر عمل کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کے منہ میں اس نیّت سے لقمہ ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے تم اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرو۔ اس طرح ایک تو دنیوی تعلق محبت کے مطالبے بھی پورے ہو گئے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اس کو ثواب بھی دے دے گا۔ تو دنیا کا ہر کام اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اس کی ہدایت کے مطابق کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دین ہی کا کام ہے پس رحیم کے اصل معنی یہ ہیں کہ جو نیکیاں بجالائی جائیں ان کا وہ اجر دیتا ہے۔

انسان کی کمزوری کے نتیجہ میں نیکیاں بجالانے میں دو خامیاں اور نقص پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک نقص بیچ میں یہ رہ جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہے لیکن کوئی شیطانی وسوسہ آجاتا ہے کوئی دنیوی دباؤ آپڑتا ہے اور نیکی کا رنگ خلوص اور اخلاص کا نہیں رہتا۔ کوئی داغ پڑ جاتا ہے جیسے پھلوں میں سے سیب پر آپ نے دیکھا۔ کہ اندر سے ٹھیک ہوتا ہے مگر اس پر داغ پڑ جاتا ہے اور وہ داغی ہو جاتا ہے۔ یہی حال دوسرے پھلوں کا ہے اعمال صالحہ کا بھی یہی حال ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔

تو رحیمیت کے معنی میں ایک پردہ پوشی بھی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ وعدہ کیا ہے اور ہمیں یہ تسلی دلائی ہے کہ اگر تم اخلاص نیت سے کام کرو گے تو اس قسم کے نقائص اور عیب اور داغ اگر رہ جائیں گے تو مَیں اپنی مغفرت کی چادر میں انہیں لپیٹ لوں گا۔ بعض دفعہ تمہیں پتہ بھی نہیں ہوگا۔ کہ میری رحمت کو تم کس طرح حاصل کر رہے ہو۔ اور مَیں ان کو ایک خالص، بے عیب اور بے داغ نیکی کے طور پر قبول کروں گا اور پھر اس کا بدلہ دوں گا۔ غرض رحیمیت میں مغفرت کا مفہوم بھی آتا ہے۔

نیکیاں بجالانے میں دوسرا نقص انسان کی کمزوری کے نتیجہ میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان ایک کوشش کرتا ہے لیکن یا تو اس کی قوتوں میں کمزوری ہوتی ہے یا اُسے پورے اسباب اور ذرائع میسر نہیں آتے اور اس لحاظ سے اس کی کوشش کامل اور مکمل نہیں ہوتی اور چونکہ کمال مجاہدہ نہیں ہوتا اس لئے اس کے لئے نیکی کے ثمرہ اور ثواب کے کمال کا حصول عام حالات میں ممکن نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں رحیم ہوں میں تمہیں تمہاری کوششوں کو کمال تک پہنچانے میں خود مدد کروں گا۔ غرض رحیمیت کا یہ مفہوم بھی

ہے کہ خدا تعالیٰ مدد کرتا ہے تا کہ انسانی کوشش اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کے نتیجہ میں وہ اس کے فضلوں کو حاصل کرے۔

چوتھی صفت اللہ تعالیٰ کی امہات الصفات میں سے یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مالک یوم الدین ہے مالک کا ایک مفہوم رب العالمین کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ اور وہ مفہوم یہ ہے کہ ملکیت تامہ اور تصرف تام اور قدرت تام خدا تعالیٰ کو حاصل ہے یعنی اس کے تصرف سے اور اس کی ملکیت سے اور اس کی قدرت سے کسی رنگ اور کسی زاویہ سے بھی کوئی چیز باہر نہیں ہے اور اس مفہوم کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی کا کوئی حق اس پر نہیں ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے میرے رب تیرے پر میرا فلاں حق تھا جو تم نے نظر انداز کر دیا۔ وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اے میرے پیارے رب تیرے پر میرے جتنے حقوق تھے وہ سب تُو نے بڑی اچھی طرح ادا کر دیئے۔ کیونکہ مخلوق کا کوئی حق اپنے خالق پر نہیں۔ اس نے اسے پیدا کیا ہے اور جو کچھ اسے دیا گیا ہے وہ سب اسی کی دین ہے اور اس کا اپنی مخلوق پر ہر قسم کا قادرانہ تصرف ہے مالک یوم الدین ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ جزا سزا کے دن جزا دیتا ہے یا جو لوگ سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دیتا ہے یہ محرومی ہے مالک یوم الدین کا اصل تعلق جزا سے ہی ہے۔ سزا تو اللہ تعالیٰ کے حسن سلوک اور جزا کی نفی ہے۔ مالک ہونے کے لحاظ سے جس کو چاہے وہ بخش دے اور جس کو چاہے وہ پکڑ لے۔ کسی کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ مالک اور بادشاہ کی حیثیت سے جس کے قبضۂ قدرت اور تصرف تام میں ہر چیز ہے وہ ان کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔

مالک یوم الدین کے سلوک کے روشن تر جلوہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ جس کو جزا مل رہی ہو اُسے کامل یقین اور شہود ہو یعنی اس کے سامنے وہ چیز بالکل عیاں ہو۔ کوئی اشتباہ نہ ہو کہ یہ جزا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہی ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جزا اس کثیف اور مکدر دنیا میں اپنا پورا جلوہ نہیں دکھا سکتی۔ یہ تو اسباب کی دنیا ہے یہاں ہر چیز خدا تعالیٰ کی مخلوق کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے مثلاً یہ روشنی جو اس وقت ہے یہ سورج تو نہیں دے رہا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے جو ہمارے لئے روشنی پیدا کر رہی ہے لیکن سورج کو اس مادی اور اسباب کی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی قوت کے لئے بطور نقاب کے رکھا ہے پھر مینہ آسمان سے نہیں برستا بلکہ آسمان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بارش ہو رہی ہوتی ہے لیکن اس کے اوپر ایک نقاب ہے جو بارش کے رنگ میں نظر آتا ہے مگر جب کامل جزا ہو تو یہ نقاب اٹھنی چاہئے ورنہ اس جزا کا کمال ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دونوں چیزیں انسان کو اس جہاں میں میسر نہیں آ سکتیں کیونکہ یہ اسباب کی دنیا ہے یہاں تو بہر حال مادی اصول چلیں گے جو خدا تعالیٰ نے بنائے

ہیں اور دوسرے یہ کہ یہاں انسان اللہ تعالیٰ کے اس طرح روشن چہرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح وہ اُس جہان میں دیکھے گا۔ جن لوگوں پر خدا تعالیٰ یہاں گرفت کرتا ہے ان کے متعلق (کتنے دہریے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے بچہ پر گرفت آ گئی وہ بے وجہ ہے اور اتفاق سے ہے وہ یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس امتحان میں ڈالا ہے) اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ مَیں تمہیں مصیبت میں ڈالتا ہوں اگر تم اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہو گے۔ تو تمہاری یہ مصیبت کسی نہ کسی رنگ میں ٹل جائے گی۔ اور تم بہت بڑے انعاموں کا وارث بنو گے۔

غرض چونکہ یہ اس دنیا کی حجاب در حجاب زندگی ہے اس لئے جب اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے تو بہت سارے انسان اس غضب کو پہچانتے نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوتی ہیں تب بھی کچھ لوگ دعائیں کرتے رہتے ہیں قرآن کریم میں ذکر ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو خدا سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہمیں یہ نعمت ملے ہمیں یہ نعمت ملے۔ اگر بچہ نہ ہو تو وہ دعائیں کرتے ہیں کہ ہمیں بچہ ملے اگر غربت ہو تو وہ دعائیں کرتے ہیں کہ انہیں دولت ملے وغیرہ وغیرہ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی دعاؤں کو سن کر ان کے لئے ایک امتحان کا سامان پیدا کرتا ہے اور جس کا کوئی بچہ نہیں ہوتا اُسے بچہ دے دیتا ہے اور جس کے پاس دولت نہیں اُسے غیب سے دولت مل جاتی ہے تو پھر وہ کہتا ہے کہ یہ دولت تو مَیں نے اپنی قوت بازو سے حاصل کی ہے یا وہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں بڑے بااثر اور بڑا رسوخ رکھنے والے دوست ہیں ان کی سفارشوں کی وجہ سے مجھے یہ دولت ملی ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ یہ چیز ہم نے خدا سے مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہی غیب سے یہ سامان پیدا کئے ہیں پس اس دنیا میں جہاں تک یہ احساس ہے کہ مجھے یہ نعمت اللہ سے اور صرف اللہ سے ملی ہے اور کوئی اور چیز میرا سہارا نہیں بن سکتی تھی میرا مربی نہیں بن سکتی تھی میرا معطی نہیں بن سکتی تھی میرا محسن نہیں بن سکتی تھی۔ یہ چیز کھل کر اور روشن ہو کر سامنے نہیں آتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خود اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کا جلوہ روشن ہو کر سامنے آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا جلوہ بھی پردوں میں ہی نظر آ سکتا ہے۔ اس دنیا میں وہ روشن ہو کر نظر نہیں آ سکتا۔ اس لئے اصل جلوہ اس صفتِ مالکیت کا تو حشر کے دن ہوگا جب سب حجاب اٹھ جائیں گے اور ہر ایک کو پتہ لگ جائے گا کہ میرے اوپر اللہ کے غضب کی نگاہ ہے اور یہاں پر مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی نگاہ ہے مجھے سعادت عظمیٰ ورثہ میں ملی ہے یا شقاوت عظمیٰ مجھے ورثہ میں ملی ہے۔ جو کچھ اُسے ملے گا وہ اس کے متعلق یقین رکھے گا کہ یہ خدا کی طرف سے مجھے ملا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے حسن کے جلوے دیکھے گا تو کوئی حجاب بیچ میں نہیں ہوگا۔ حجاب جو ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو

کوئی مخلوق دیکھ تو نہیں سکتی لیکن یہ حجاب اس رنگ میں دور ہو جائیں گے اور اس طور پر اور اس حد تک دور ہو جائیں گے کہ کوئی شبہ دل میں باقی نہیں رہے گا کہ جو دور سے بھی حُسن کی کرنیں میرے احساس تک پہنچ رہی ہیں وہ حُسن اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے ایک ذرہ بھر اس میں اشتباہ نہیں لیکن اس دنیا میں بھی محدود طور پر اللہ تعالیٰ کی اس مالکیت کے جلوے انسان دیکھتا ہے وہ لوگ جو فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا رنگ پورے طور پر اپنے اخلاق میں ظاہر کرتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک موت اسی دنیا میں اپنے پر وارد کر کے اپنے رب کریم سے ایک حقیقی اور نئی زندگی حاصل کرتے ہیں وہ اس اسباب کی دنیا میں بھی کشوف اور دوسرے روحانی تجربات میں اس دنیا کی جھلک دیکھ پاتے ہیں جس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حسن روشن ہو کر سامنے آئے گا اور انسان کے دل سے ہر قسم کے شک اور شبہ کو دور کر دے گا۔ خدا تعالیٰ کے یہ بندے مالکیت باری تعالیٰ کے جلوے اس دنیا میں دیکھتے ہیں ہر ایک نہیں دیکھ سکتا۔

امت محمدیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان روحانی کے طفیل ہزاروں لاکھوں انسانوں نے اس فنا کے مقام کو حاصل کیا جو بقا کے بے شمار جلوے اپنے اندر رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو اس رنگ میں دیکھا کہ کوئی شک اور شبہ ان کے دل میں نہیں رہا کہ یہ لذت اور سرور جو مجھے مل رہا ہے اس کا منبع اور سرچشمہ سوائے ذات باری کے اور کوئی نہیں اس یقین کامل کے نتیجہ میں اگر دنیا نے ایسے لوگوں کو آریوں سے چیرنا چاہا تب بھی ان کے دل میں کوئی شک اور شبہ پیدا نہیں ہوا انہوں نے کہا تم اپنی مادی آری سے میرے مادی جسم کو چیر دو۔ لیکن وہ لذت اور سرور روحانی جو میرے رب نے مجھے عطا کیا ہے وہ یہ لوہے کی آریاں مجھ سے چھین نہیں سکتیں۔ آریاں ان پر چل رہی تھیں اور وہ لذت اور سرور کے سمندر میں نہار ہے تھے کسی کے لئے آگ جلائی گئی تا اس آگ میں اسے جلا کر راکھ کر دیا جائے اور جس کو اس آگ میں پھینکا جار ہا تھا اس کے دل کے خیالات یہ تھے کہ میرے رب نے محض اپنے فضل سے مجھ سے پیار کیا ہے اور میرے کان میں بڑے پیار سے مجھے کہا ہے کہ اس آگ سے مجھے مت ڈراؤ۔ یہ آگ تو میری بلکہ میرے غلاموں کی بھی غلام ہے۔

یہ سرور اور لذت ہر احمدی کو بھی حاصل نہیں۔ لیکن احمدیوں میں ہزاروں ہیں (اب تو شاید لاکھوں ہوں) جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عظیم روحانی جدوجہد سے جس کے نتیجہ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم روحانی جدوجہد سے جس کے نتیجہ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح گم ہوئے کہ خدا نے دنیا کو کہا کہ اس میں اور اُس میں اب کوئی فرق نہیں رہا۔ ان کے طفیل ہم نے اس مقام کو حاصل کیا ہے لیکن

بہر حال یہ حجاب کی دنیا ہے مثلاً اگر مجھے کوئی لذت حاصل ہے تو آپ اسے سمجھ ہی نہیں سکتے اور نہ مَیں بیان کر سکتا ہوں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ جب اس دنیا میں اللہ تعالیٰ بطور مالک ہونے کے بے حجاب حُسن کا ایک جلوہ (دنیا کے لحاظ سے یعنی جس کی دنیا متحمل ہو سکتی ہے) کسی پر ظاہر کرتا ہے تو وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا جو لذت اور جو سرور اسے ملتا ہے جو محبت اپنے رب کے لئے اُسے پیدا ہوتی ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی لیکن ایک حد تک یہ جلوہ اس دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم اس کی صفات کو سمجھنے نہ لگیں ان کا ہم علم حاصل نہ کریں ان کا عرفان ہمیں حاصل نہ ہو اس کے لئے قرآن کریم پر تدبر کرنا چاہئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی تقریروں اور تحریروں اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا ان پر غور کرنا چاہئے تب جا کر ہر انسان اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان صفات کے متعلق عرفان اور معرفت کو حاصل کرے گا۔ یہ صحیح ہے کہ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عرفان کو حاصل کرنا ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہر انسان پر بالعموم اور ہر احمدی پر بالخصوص یہ فرض ہے کہ اپنی استعداد کے مطابق جس حد تک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا عرفان حاصل کر سکے کرے اور اس کے لئے انتہائی جدوجہد اور کوشش کرے اور محنت کرے یہ اس کا اولین فرض ہے کیونکہ اپنی استعداد اور قوت کے مطابق صفات باری کا مظہر بننا اس کی پیدائش کی علّت اور وجہ ہے اسی لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ باتیں ہمارے اوپر کھول کر بیان کر دی ہیں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نمونہ ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے مقابلہ میں اس قسم کی ربوبیت رکھتے تھے یعنی اس صفت کے اس طور پر مظہر تھے کہ دنیا کا کونہ کونہ اس ربوبیت کی آنکھ سے چھپا نہیں رہا۔ آپ عرب میں پیدا ہوئے اور آپ کی جسمانی آنکھ عرب کے لوگوں پر ہی پڑ رہی تھی لیکن آپ کی جو روحانی بصیرت تھی وہ امریکہ کے ایب اوریجینز (Aborigines) یعنی ریڈ انڈین پر بھی پڑ رہی تھی۔ وہ افریقہ کے حبشیوں پر بھی پڑ رہی تھی اور جزائر کے رہنے والوں پر بھی پڑ رہی تھی چنگیز خاں کی اولاد پر بھی پڑ رہی تھی۔ ایشیا یعنی عرب۔ اور دوسرے ممالک پر بھی وہ نگاہ پڑ رہی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے آپ کو وہ تعلیم دی کہ اگر آج ہم اس نقطہ نگاہ سے دنیا کے مختلف ممالک اور روشن اور تاریک خطوں پر نگاہ ڈالیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ ان کی کیا اُلجھنیں ہیں۔ کیا مسائل ہیں جن کے حل کی آج انہیں ضرورت

ہے۔ ہم غور کریں اور صحیح فکر اور تدبر کے نتیجہ میں معلوم کریں کہ مثلاً آج امریکہ کے حبشیوں کے یہ مسائل ہیں جب تک یہ حل نہ ہوں انہیں ان کے حقوق نہیں ملیں گے اور پھر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے اُسوہ کو مخاطب کریں۔ آپ کی روحانیت کو ہم مخاطب کریں۔ آپ کے اس بلند مقام کو مخاطب کریں کہ اے ہمارے محبوب آقا تجھے خدا نے ہر مقام اور ہر زمانہ کے لئے ربوبیت عالمین کا ایک اسوہ بنا کر بھیجا تھا۔ اب اس زمانہ میں، اس ملک میں اور اس قوم میں اس قسم کی ربوبیت کی ضرورت ہے اور وہ مل نہیں رہی تو آپ کی روحانیت ہمیں بتائے گی کہ میری نگاہ اس وقت بھی اپنے ان غلاموں پر پڑی تھی۔ مَیں نے بیان کیا تھا کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا❶ کی ایک تفسیر یہی ہے کہ جب تک تعلق غلامی نہ ہو اللہ تعالیٰ کا فیض حاصل نہیں ہوسکتا تو اسی معنی میں مَیں لے رہا ہوں۔ کہ ان غلاموں پر جو تیرہ چودہ سو سال کے بعد پیدا ہوئے اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اس وقت بھی آپ کی نگاہ روحانی طور پر ان پر پڑی تھی اور آپ نے ان کی صحیح ربوبیت کا انتظام اپنی تعلیم میں کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ میری تعلیم کا ایک حصہ ہے اگر میری تعلیم کے اس حصہ پر عمل کیا جائے تو ان کی تکالیف دور ہو جائیں گی ان کی اُلجھنیں سلجھ جائیں گی ان کے حقوق ان کو مل جائیں گے۔

تو آج کے زمانہ میں امریکہ میں بسنے والے ایب اوریجنیز (Aborignies) اور حبشیوں پر بھی اس انسانِ کامل کی نگاہ پڑی جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کر کے ربوبیتِ تامہ کا مظہرِ اتم بنایا تھا۔ ہر ملک، ہر گوشہ اور ہر زمانہ پر اس انسانِ کامل کی روحانی نگاہ پڑی۔ اور ان کے حقوق کو قائم کرنے اور ان کی ادائیگی کے سامان پیدا کرنے کے لئے تعلیم دی پھر ہمیں یہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ آج دوسری طرف کیوں جاتے ہیں جب کہ وہ مسلمان کہلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ ربوبیتِ عالمین کے مظہر اتم ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت زمان و مکان سے بالا ہو کر ہر خطّہ اور ہر وقت کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت عالمین (جسے قرآن کریم نے رحمۃ للعالمین کے نام سے پکارا ہے) نے بھی قیامت تک کے لئے انسان کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے اور سارے حقوق کی ادائیگی کے سامان پیدا کرنے کے ذرائع مہیا کر دیئے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس اُم الصفات میں سے پہلی صفت کے بھی مظہر اتم نظر آتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں۔ مثال کے طور پر ہم صحابہ کو لیتے ہیں۔ آپ نے ہر لحاظ سے، ہر زاویہ سے اور ہر پہلو سے صحابہ کرامؓ کی کامل اور مکمل

❶ سورہ زمر آیت ۵۴

ربوبیت کر دی تھی یہ تو آپ کے فیضان کی ایک ظاہری مثال ہے ویسے روحانی مثال تو ساری دنیا کے لوگ ہیں جیسا کہ مَیں نے پہلی مثال میں بتایا ہے لیکن تاریخ اس پر شاہد ہے کہ کس طرح آپ نے صحابہ کرامؓ کو وحشی انسانوں سے ایک انمول ہیرا بنا دیا پھر ان کو مختلف پہلوؤں سے کٹ (Cut) کیا جیسا کہ ہیرے کو کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان کو اس طرح پالش کیا کہ جس طرف سے بھی انسان کی نگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تربیت یافتہ لوگوں پر پڑی اس کی آنکھیں چندھیا گئیں کیونکہ ربوبیت کے نتیجہ میں ان میں سے ایک عظیم روشنی نکل رہی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور روحانی تاثیریں اور آپ کی ہدایت وتبلیغ کل دنیا اور کل عالموں کے لئے قرار پائی اور اس کا اثر صحابہؓ میں بڑے نمایاں طور پر ہمیں نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اُم الصفات میں سے دوسری صفت رحمان کو قرار دیا گیا تھا یعنی اس نے بغیر کسی عمل کے اور بغیر کسی ظاہری استحقاق کے انسان کو اپنی نعماء دیں حق تو کسی کا نہیں بنتا لیکن اللہ تعالیٰ نے خود ہی رحم کر کے یہ کہا ہے کہ اگر تم یہ کام کرو گے تو مَیں تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا کہ گویا تمہارا یہ حق تھا۔ پس انسان کا کوئی حق تو نہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے کہا کہ مَیں تم سے سلوک اسی طرح کروں گا کہ جیسے تم نے حق کو قائم کر لیا ہو لیکن استحقاق حق سے قبل بے شمار نعماء کی ضرورت تھی ورنہ انسان عمل ہی نہ کر سکتا۔ اگر یہ سورج نہ ہوتا۔ سورج اتنے فاصلہ پر نہ ہوتا جتنے فاصلہ پر وہ اب ہے۔ اگر یہ زمین نہ ہوتی اگر یہ زمین اس زاویہ پر اپنے محور کے گرد گھوم نہ رہی ہوتی اور اس رفتار سے سورج کے گرد نہ چل رہی ہوتی جس رفتار سے وہ اب چل رہی ہے۔ اگر چاند نہ ہوتا اور چاند کا زمین سے اتنا فاصلہ نہ ہوتا جتنا فاصلہ اس کا اب ہے۔ پھر چاند کی وہ روشنی نہ ہوتی جو ہمیں نظر آتی ہے۔ وہ کبھی بڑھ رہی ہے اور کبھی کم ہو رہی ہے پھر ایک دو سلخ کی راتیں آتی ہیں۔ ان میں یہ روشنی بالکل غائب ہو جاتی ہے تو اس دنیا میں اپنے قویٰ کی نشو ونما کرنے کے امکان کا سوال نہیں بلکہ اس زمین پر زندگی ہی نہ رہتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی پیدائش سے قبل یہ ساری نعمتیں دیں تو اجر کے طور پر نہیں۔ بلکہ عمل سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے جوش میں اپنی جاندار مخلوق خصوصاً انسان کے لئے وہ نعمتیں بنائی ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے اپنے دائرہ میں (حیوان اپنے دائرہ میں اور انسان بحیثیت نوع اپنے دائرہ میں) جسمانی اور دوسری ترقیات کر سکتا ہے اور روحانی ترقی کرتے کرتے اس بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے کہ اس انسان کی عقل بھی وہاں پہنچنے کے بعد ششدر و حیران رہ جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھ پر کتنا فضل کیا تھا۔ ہماری عقل اس جلوہ کو دیکھنے سے پہلے اس جلوہ کو Grasp نہیں کر سکتی

اسے پہچان نہیں سکتی۔ اس کی معرفت تامہ حاصل نہیں کر سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں تک پہنچا دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے مظہر اتم تھے اور قرآن کریم نے اس صفت میں آپ کے مظہر اتم ہونے کو بڑے عجیب پیرایہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ❶ مَیں تم پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتنا بڑا احسان کر رہا ہوں لیکن یہ احسان اجر کے طور پر نہیں کہ تم نے کوئی کام کیا تھا اور مَیں اس کا بدلہ تمہیں دے رہا ہوں۔ میرے سارے کام میرے سارے احسان میرے سارے تعلقات میری ساری ہمدردیاں اور غمخواریاں اور میرا دکھوں کو دور کرنا۔ میرا حقوق کو قائم کرنا اور حقوق دینا اور دلوانا اجر کے طور پر نہیں یعنی تم نے کوئی کام نہیں کیا تھا کہ مَیں اس کے بدلہ میں تم سے یہ سلوک کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ❷ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کے مظہرِ اتم تھے اور اس صفتِ رحمان کے مظہر اتم ہونے کا نتیجہ تھا (مَیں نے بتایا تھا کہ بہت ساری نعمتیں ہیں جو تفصیلی طور پر دی گئی ہیں لیکن اب جو مَیں بیان کرنے لگا ہوں یہ اصولی طور پر ہے) کہ اصولی طور پر صفتِ رحمانیت کے مظہر ہونے کی حیثیت میں دو ایسی عظیم نعمتیں آپ نے انسان کو عطا کی ہیں کہ ان کی کوئی قیمت اس مادی دنیا میں نہیں ہے ایک قرآن کریم جیسی عظیم نعمت اور دوسرے اپنے اسوہ جیسا عظیم نمونہ۔ یہ دنیا کے سامنے رکھا۔ کیا کام کیا تھا دنیا نے کہ اس کے اجر کے طور پر یہ نعمتیں اسے ملتیں آپ نے اتنی عظیم تعلیم اور اتنا حسین نمونہ دنیا کو دیا کہ اکثر دنیا تو اسے سمجھتی نہیں لیکن جو لوگ سمجھتے ہیں وہ بھی حیران و پریشان رہتے ہیں کہ کیا اتنے اعلیٰ درجہ کے اخلاق دنیا میں ظاہر ہو سکتے تھے جو اس وقت ظاہر ہوئے جب خدائے رحمان نے اپنی رحمانیت کے جلوے اور اس کا عرفان اپنے ایک محبوب بندے پر کیا اور اس کے نتیجہ میں اسے اپنی اس صفت کا مظہرِ اتم بنایا اور آپ کی روحانی قوتوں نے اس قدر نشو ونما میں کمال حاصل کیا کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم کے وصول کرنے کے متحمل ہو گئے اور آپ اس قابل ہو گئے کہ اس کے مطابق آپ اپنی زندگی کو ڈھال کر ایک بہترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں پس آپ کی رحمانیت کے نتیجہ میں یعنی اس صفت الٰہیہ کے مظہر اتم ہونے کے نتیجہ میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے قرآن جیسی نعمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ جیسا حسین جلوہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ان اُم الصفات میں سے تیسری صفت رحیم کی صفت ہے جس کا مطلب جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے یہ ہے کہ اعمال کو ضیاع سے بچانے والا اور پہلے یہ تسلی دینے والا کہ جب تم عمل کرو گے تو تم میری رحیمیت

❶ سورۃ انعام آیت ۹۱ ❷ سورۃ انعام آیت ۹۱

کے جلوے دیکھو گے۔ نیک اعمال کا بدلہ دینا اس کے اصل معنی ہیں اور اسی کے اندر مغفرت اور نصرت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے یعنی اعمال میں جو نقص رہ جائے رحیم خدا اپنے فضل سے اس کو ڈھانپ لیتا ہے اگر کوشش کامیاب ہوتی نظر نہ آئے وہ نامکمل رہتی نظر آئے تو اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب کر دے گا۔ مثلاً اگر کسی چیز کے حصول کے لئے سو اکائیاں کوشش کی ضرورت تھی اور انسان نے کوشش کی بڑا مجاہدہ کیا اور اٹھانوے یعنی دو کم سو اکائیاں اس نے پوری کر دیں اور اس کوشش کے باوجود اسے کمی نظر آ رہی ہے کیونکہ دو اکائیوں کی کمی ہے۔ تب خدائے رحیم جلوہ دکھاتا ہے اور اس دو کی کمی کو پورا کر دیتا ہے تا کہ تدبیر اپنے کمال کو پہنچ جائے یہ سب باتیں رحیم کے معنی کے اندر پائی جاتی ہیں یہی چیز ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ بنی نوع انسان کی کوششوں میں جو غفلت اور کمی اور نقص اور داغ اور بُرائی نظر آ سکتی تھی اس کے متعلق آپ نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے کر انسان کو کہا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ [1] یعنی اگر تم میری اتباع کرو گے تو یہ داغ چھپائے جائیں گے وہ دنیا کو نظر نہیں آئیں گے تمہیں بھی نظر نہیں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی یہی ظاہر کرے گا گو اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں لیکن چونکہ وہ رحیمیت کا جلوہ اس طرح ظاہر کرتا ہے اس لئے وہ بھی یہی ظاہر کرے گا کہ گویا اس کی نگاہ سے بھی تمہارا یہ داغ چھپا ہوا ہے اور تمہارے ساتھ بڑا پیار اور محبت کا سلوک کرے گا یہ جلوہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں بھی نظر آتا ہے اور آپ کا جو سلوک صحابہ کے ساتھ تھا اس میں بھی یہ جلوہ نظر آتا ہے۔

رحیمیت کے جو جلوے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ کرام نے اس وقت دیکھے اور پھر دیکھنے والوں نے آج تک دیکھے اور قیامت تک دیکھتے چلے جائیں گے ان کے نتیجہ میں جو نعمت عظمیٰ دیکھنے والوں نے حاصل کی وہ ثباتِ قدم تھا جس شخص کو یہ یقین ہو کہ میرے اعمال ضائع نہیں ہوں گے جس کو یہ یقین ہو کہ اگر کوئی خامی رہ گئی اگر کوئی نقص رہ گیا۔ اگر میری کوشش پر کوئی داغ پڑ گیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اگر میری نیت میں فتور نہ ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مَیں نے کامل اتباع کی تو یہ نقص دور کر دیا جائے گا۔ یہ داغ چھپا دیا جائے گا اور جس شخص کو یہ یقین ہو کہ بے شک میں کوشش تو کروں گا لیکن آخر مَیں انسان ہوں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ مَیں اپنی کوشش اور تدبیر کو اس کمال تک نہ پہنچا سکوں۔ جس کمال تک پہنچنے کے بعد نتیجہ نکلا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اور میری اس کمی کو دور کر دے گا۔ ہم میں سے اکثر زمیندار ہیں اور زمینداروں کے لئے اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ ایک شخص گندم اُگانے کے لئے بڑی

[1] سورہ زمر آیت ۵۴

کوشش سے اپنے کھیت میں ہل چلاتا ہے۔ بڑی کوشش سے زمین کو ہموار کرتا ہے اچھا بیج مہیا کرتا ہے اور اس میں بوتا ہے پھر اس کو پوری کھاد دیتا ہے۔ اب بھی بہت سے کنوئیں بیلوں سے چلنے والے موجود ہیں اور عام طور پر گرمیوں میں بھی اور سردیوں میں بھی زمیندار راتوں کو بھی جاگتا ہے اور کھیت کو پانی دیتا ہے۔ آج کل گندم کا جو بیج بویا جاتا ہے اس کو پانچ چھ پانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمیندار وقت پر پہلا پانی دیتا ہے پھر نلائی کرتا ہے پھر وقت پر دوسرا پانی دیتا ہے اور نلائی کرتا ہے پھر وقت پر تیسرا پانی دیتا ہے پھر نلائی کرتا ہے پھر وقت پر چوتھا پانی دیتا ہے اور نلائی کرتا ہے پھر وہ بیمار ہو جاتا ہے اور پانچواں پانی نہیں دے سکتا۔ تو دیکھو اس نے ایک تدبیر کی۔ کوشش کی۔ مجاہدہ کیا لیکن چونکہ وہ تدبیر کوشش اور مجاہدہ اپنے کمال کو نہیں پہنچا اس لئے نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی گندم جل جائے گی۔ خشک ہو جائے گی۔ بالیوں میں دانہ نہیں پڑے گا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض اور برکات کے نتیجہ میں رحم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس سے محبت اور پیار کا سلوک کرنا چاہتا ہے تو جس وقت پانچویں پانی کا وقت آتا ہے تو وہ بادلوں کو کہتا ہے میرے اس بندہ نے خلوص نیت کے ساتھ اور اس ارادہ کے ساتھ کہ مَیں اس کو جو دولت دوں گا اُسے وہ میری راہ میں خرچ کرے گا یہ کھیت اُگائے تھے اس نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی تھی اور اس کی کوشش مثلاً نوے تک پہنچ گئی تھی لیکن اب وہ مجبور ہو گیا ہے اور مزید کوشش نہیں کر سکتا۔ جس کے نتیجہ میں کامل ناکامی کا اسے سامنا ہوگا۔ کیونکہ تدبیر مکمل ہو تو کامیابی ہوتی ہے اگر گندم کو آخری دو پانی نہ ملیں تو پوری کی پوری ناکامی ہو جائے گی۔ یہ نہیں کہ زمیندار کو 2/3 گندم مل جائے گی بلکہ اسے ایک دانہ بھی نہیں ملے گا کیونکہ دانے پڑنے سے پہلے ہی سارے پودے خشک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ بادلوں کو کہتا ہے کہ جاؤ اور میرے اس بندہ کے کھیتوں پہ بارش برساؤ کیونکہ مَیں اس کی تدبیر کو اپنی رحیمیت کے جلوہ سے مکمل کرنا چاہتا ہوں تا اسے ثواب ملے۔

یہ محض فلسفہ نہیں بلکہ دو سال ہوئے مشرقی افریقہ میں ہماری ایک چھوٹی سی دیہاتی جماعت ہے انہوں نے حکومت سے کچھ زمین حاصل کی۔ اس علاقہ میں بہت سارے بنجر علاقے پڑے ہیں اور غالباً حکومت بنجر زمینیں ایسے لوگوں کو کنٹریکٹ یا لیز پر دے دیتی ہے جو انہیں آباد کرنا چاہیں۔ بہر حال ہماری اس جماعت کے افراد نے کچھ بنجر زمین حکومت سے حاصل کی۔ اور اس کے حصول میں بڑی محنت کی۔ پھر بڑی محنت سے جھاڑیاں اور درخت کاٹے اور اسے کاشت کے قابل بنایا اس کے بعد انہوں نے بڑی محنت کی اور فصل بونے کے لئے زمین تیار کی۔ پھر انہوں نے نئی امریکن مکّئی کے بیج حاصل کئے یہ مکّئی بڑی موٹی ہوتی ہے اور چھلّی (بھٹہ) میں دانے پر دانہ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ پنجابی میں ایک محاورہ ہے چِب پڑ

جانا۔ اس چھلّی (بھٹہ) کے دانوں میں بھی چپ پڑے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ دانے ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوتے ہیں۔ بہر حال انہوں نے مکّی کا بہت عمدہ بیج اس زمین میں بویا ان کی کوشش یہیں تک تھی کیونکہ وہ علاقہ بارانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے عام رحم کے جلووں کے نتیجہ میں بارشیں ہوتی رہتی ہیں لیکن جس وقت مکّی کو بھٹے لگنے کا وقت آیا تو خشک سالی شروع ہوگئی اور بارش نہ ہوئی۔ انہوں نے خود بھی دعا کی اور مجھے بھی دعا کے لئے لکھا اور کہا ہم نے بڑی محنت کی ہے۔ ہماری پہلی فصل ہے اور بچوں جوانوں اور بوڑھوں، عورتوں اور مردوں سب نے اس کوشش میں حصہ لیا ہے اور اس میں جماعت کا فائدہ تھا لیکن اب ہمیں نظر آتا ہے کہ ہماری اس کوشش کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تو ہمیں بہت مایوسی ہوگی آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ خیر وہ بھی دعا کرتے رہے اور مَیں بھی دعا کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور صرف اسی علاقہ میں بارش ہوئی باقی اردگرد کا سارا علاقہ اسی طرح خشک سالی کا شکار رہا اور لوگوں کی فصلیں خراب ہوگئیں لیکن دعا کے نتیجہ میں اس علاقہ میں بارش ہوئی اور پھر وقت پر بارش ہوتی رہی اور اس کے نتیجہ میں فصل بہت اچھی ہوئی۔ اسی مکّی کی چھلّی (بھٹہ) اتنی بڑی تھی کہ اتنی بڑی چھلّی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ایک دن ایک پارسل مجھے آیا۔ جس میں عرق کی بوتل جتنی کوئی چیز تھی جو بڑی سخت تھی اور وہ کسی غیر ملک سے آیا تھا جو دوست وہ پارسل لائے مَیں نے ان کو کہا کہ اسے ایک طرف رکھ دو۔ اس وقت مجھے یہ خیال ہی نہ آیا کہ اتنا بڑا پارسل کہاں سے آ سکتا ہے۔ وہ بڑا وزنی پارسل تھا۔ نماز کا وقت قریب آ رہا تھا اور مجھے بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ مَیں کام سے اُٹھا اور کھانے کی میز پر چلا گیا اور ابھی مَیں میز پر بیٹھا ہی تھا کہ مجھے خیال آیا کہ یہ کہیں مکّی کی چھلّی (بھٹہ) ہی نہ ہو۔ جو ان لوگوں نے مجھے بھجوائی ہو جو مجھ سے دعائیں کروا رہے تھے کیونکہ مجھے وہاں سے اطلاع آ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا ہے اور بارشیں ہوگئی ہیں مَیں تو اس فضل کے دیدار کا بھوکا تھا مَیں نے کھانا چھوڑا اور جا کر وہ پارسل کھولا۔ مَیں نے دیکھا کہ اس پارسل میں ایک چھلّی ہے جو اتنی بڑی ہے کہ یہاں بڑی سے بڑی چھلّی (بُھٹہ) جو مَیں نے دیکھی ہے۔ وہ اس سے قریباً ڈیڑھ گنا بڑی تھی اور پتہ نہیں اس میں کتنے سو دانے تھے جو ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔

غرض انسان کی کوششوں میں جو کمی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحیمیت اس کمی کو پورا کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ اُسوہ رکھا ہے کہ صحابہؓ کے اعمال میں جو کمی رہ جاتی تھی اس کو آپ اپنی دعاؤں اور مادی ذرائع سے امداد کے ذریعہ پورا کرتے تھے۔ اور اپنی امت کے لئے آپ نے ایسے اصول وضع کئے ہیں کہ مثلاً ایک شخص (مَیں آج کل اقتصادیات سے متعلق مضمون بیان کر

رہا ہوں اس لئے مثال بھی اسی قسم کی دے رہا ہوں) میں اتنی طاقت دی کہ اس کا بچہ دسویں جماعت تک کوشش کرے اور پڑھ سکے اس کے بعد اس کی تدبیر ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس بیچارے کے پاس سامان موجود نہیں لیکن اسلامی تعلیم نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ وہ بچہ اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا کر پی ایچ ڈی (Phd.) بلکہ اس کے بعد کے امتحان بھی دے اور دنیا کے چوٹی کے سائنس دانوں میں سے ہو جائے۔ یہ تعلیم رحیمیت کا ایک جلوہ ہے لوگوں کو یہ کہا کہ اگر تم میرا پیار حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ رحیمیت کے جلوے جو میرے وجود میں دنیا کو نظر آ رہے ہیں میرے اسوہ کی اتباع کر کے یہی صفات اپنے اندر بھی پیدا کرو۔ تاکہ میرے فیوض روحانی قیامت تک دنیا میں جاری رہیں اور میری برکات کے زندہ نظارے دنیا دیکھتی رہے۔

صحابہؓ میں تمہیں نظر آیا کہ ان کے جو نقائص تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دور کیا حالانکہ ان کا کوئی اجر نہیں تھا۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفت کے متعلق بیان کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صفت رحیمیت کے مظہر ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے کام کیا ہے اور آپ نے ان کا اجر دیا ہے اور ان کے ایمان کو قبول کیا گیا۔

بعض لوگ ایمان لاتے ہیں وہ بڑا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں لیکن عمل میں کمزور ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان قبول ہو گیا حالانکہ ایمان اپنی کوشش سے قبول نہیں ہوا کرتا۔ ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے تدبیر اور دعا ہر دو کی ضرورت ہے۔

صحابہ کرامؓ کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحیمیت کے مظہر ہونے کی وجہ سے جو بنیادی نعمت اس دنیا میں ملی وہ ثباتِ قدم اور استقلال تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی نعمت کو پا لینے کی اہلیت ان میں پیدا ہوگئی۔ ثبات قدم اور استقلال کے یہی معنی ہیں اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ صحابہؓ کو صرف یہ ایک نعمت ہی نہیں ملی بلکہ اس کے نتیجہ میں ان میں یہ اہلیت پیدا ہوگئی کہ وہ ہر قسم کی نعمت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل کر لیں۔ کیونکہ تدبیر اور دعا کو بہرحال کمال تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور یہ ثباتِ قدم اور استقلال کے بغیر ممکن نہیں ہے اور ثبات قدم اور استقلال جیسی عظیم نعمت صحابہ کرامؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل ہوئی۔

پھر آپ مالکیت یوم الدین کے بھی مظہر بنے اس کا ایک ظاہری نتیجہ تو ہمیں فتح مکہ کے دن نظر آیا کہ اس دن آپ کا سلوک اپنوں اور غیروں سے اس شخص کا سا نہیں تھا جو اجرت پر کرنے والے کا ہوتا ہے۔ مثلاً اس کے کارخانہ دار کا کوئی مزدور ہو اور اس نے اس کی جزا دینی ہو یا جس نے عمل ایسے کئے ہیں

کہ ان کے مقابلہ میں اسے ضرور سزا ملے۔ سزا دینا تو ایک جج کا کام ہے نا!...... ایک جج کے سامنے اگر گواہیاں ایسی ہوں کہ کسی شخص نے دوسرے کا مال لوٹا ہے تو وہ مال واپس دلواتا ہے کیونکہ وہ مالک نہیں بلکہ وہ ایک عدل کرنے والا منصف اور جج ہے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مالکیت یوم الدین کی صفت کے مظہر ہونے کا جلوہ فتح مکہ کے دن عام لوگوں نے بھی بالکل واضح طور پر سامنے دیکھا۔ آپ کا اس دن اپنوں کے ساتھ یہ سلوک تھا کہ آپ نے ان لوگوں کو کہ جن کی تلواریں اسلام کے حق میں میانوں سے نکلیں اور ان سے خون ٹپک رہا تھا ان کو تو اموال نہیں دیئے۔ بلکہ اموال آپ نے دوسروں میں تقسیم کر دیئے۔ بعض بے وقوفوں کو جن کا ایمان پختہ نہ تھا اس کی سمجھ نہ آئی اور انہیں اس پر اعتراض پیدا ہو گیا حالانکہ انہوں نے اپنا کوئی حق صحیح معنی میں قائم ہی نہیں کیا تھا کوئی شخص نہ خدا پر اپنا حق قائم کر سکتا ہے اور نہ اس شخص کے اوپر اپنا حق قائم کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا۔ تم تو بھول میں ہو میں نے اپنے ماننے والے متبعین مخلصین کے درمیان بڑی پیاری تقسیم کی ہے۔ ان میں سے ایک حصہ کو میں نے ان کی ضرورتیں دیکھ کر دنیوی اموال دیئے اور دوسرے گروہ کو ان کے دلوں میں اپنی محبت دے کر میں نے انہیں اپنی صحبت اور اپنا وجود دے دیا۔

معترض کا اعتراض سن کر مخلصین بڑے پریشان ہوئے وہ بڑے بے چین ہوئے ان کے اوپر گویا ایک موت وارد ہوئی۔ اور ان کی یہ خواہش تھی کہ کاش اس بات کے سننے سے پہلے ہی وہ مر جاتے۔ کسی بیوقوف نے کیا بُرا فقرہ اپنے منہ سے نکالا ہے حالانکہ اس بیوقوف نے وہ فقرہ اپنے منہ سے اس لئے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ میرا یہ بندہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) میری صفت مالکیت کا مظہر ہے۔ اس کا سلوک اپنے صحابہ کے ساتھ ایک عدل کرنے والے اور منصف اور جج کا نہیں بلکہ اس کا سلوک ایک بادشاہ اور قادر اور مالک کا سلوک ہے۔

آپ نے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی ایک عدل کرنے والے کا سلوک نہیں تھا۔ آپ نے انہیں وہ حق نہیں دیا جو ان کی غفلتوں اور بداعمالیوں اور ایذاء دہانیوں کا دنیا کے لحاظ سے بنتا تھا دنیا کے لحاظ سے ان کا حق تو یہ تھا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جاتیں اور اگر ان پر کچھ رحم کیا جاتا تو ان کو غلام بنا کر مدینہ میں لے جایا جاتا۔ ان کے اموال لوٹ لئے جاتے ان کے بچوں اور عورتوں کو بھی غلام بنا لیا جاتا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت یوم الدین کے مظہر کے طور پر مکہ کے میدان میں کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے دشمنوں کو جن کے حقوق کچھ اور تھے وہ اس بات کا حق رکھتے تھے اور سزاوار تھے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کا جلوہ دیکھیں۔ اکٹھا کیا اور یہ منادی کی

کہ لاتثریب علیکم الیوم میں آج خدا تعالیٰ کی صفت مالکیت یوم الدین کا مظہر ہونے کی حیثیت میں اپنی بادشاہت اور مالکیت کا اعلان اس رنگ میں کرتا ہوں کہ تمہارے سارے قصوروں کو معاف کرتا ہوں۔ آج تمہیں تمہاری بداعمالیوں کی سزا نہیں دی جائے گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت مالکیت یوم الدین کے مظہر ہونے کا نتیجہ صحابہ کرامؓ کو یہ ملا کہ انہیں اسی دنیا میں ہی صفات باری کی معرفت اور ذات باری سے محبت عطا کی گئی۔ اس سے بہتر اور کوئی جزا نہیں ہوسکتی تھی۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبت پیدا ہو جائے اور جو روحانیت اور عقل کے لحاظ سے تمام صفات باری کو سمجھنے لگے اور ان کا عرفان رکھے اس کے لئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوسکتی ہے یہ اس سعادت عظمیٰ کی جھلک ہے جو انسان حشر کے دن دیکھنے والا ہے لیکن اس کو بھی ہم سعادت عظمیٰ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبت جب دل میں موجزن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا عرفان ہو جس کے نتیجہ میں یہ ذاتی محبت پیدا ہوتی ہے اور اس کے حسن اور اس کے احسان کی معرفت انسان پالے اور حق الیقین کے ساتھ یہ جانے کہ اصل حسین حسن کا منبع اور اصل محسن۔ احسان کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی سے ہمیں ہر چیز لینی چاہیئے اور اس سے ہمیں ہر چیز ملے گی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے۔

غرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امہات الصفات کے مظہر اتم تھے اور باقی صفات کے بھی مظہر تھے اور اس وجہ سے انسان تا قیامت آپ کے فیوض اور برکات سے حصہ لیتا رہے گا۔ صحابہ کرام کو اور پھر بعد میں آنے والوں کو قیامت تک کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے کہ جس طرح میرا یہ پیارا میری صفات کا مظہر بنا تم بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے میری صفات کا مظہر بننے کی کوشش کرتے رہنا کہ اس کے بغیر تمہیں حقیقی فلاح اور حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ سورۃ فاتحہ میں مذکور الٰہی صفات کی تفسیر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ ہماری جماعت کا اولین فرض ہے کہ وہ ان چار صفات کا رنگ اپنے اندر پیدا کرے اور آپ نے دوسری جگہ مختصراً اس مضمون کو بیان کیا ہے میں بھی شاید اس وقت مختصراً ہی بیان کروں گا کیونکہ کافی دیر ہو چکی ہے۔ جہاں آپ نے جماعت کو تاکید کی ہے وہاں آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ لوگ جو میری جماعت میں شامل ہوئے ہو یہ چار صفات اپنے اندر قائم کی کوشش نہیں کریں گے تو آپ اس دعا کے پڑھنے میں سراسر جھوٹے ہو گے جو آپ پانچ وقت ہر روز نماز میں پڑھتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ اِيَّاكَ نَعْبُدُ آپ نے فرمایا

ہے کہ جماعت کو بحیثیت جماعت اور افراد جماعت کو بحیثیت افراد اس قسم کا نمونہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا اپنی زندگیوں میں ظاہر کرنا چاہیئے کہ ان کی ہمدردی کا میدان اتنا وسیع ہو کر تمام چرند اور پرند اور کل مخلوق اس میں آ جائے۔ یہ حکم ہے ہمیں ربوبیت کے مظہر بننے کا اور اس کا جو نتیجہ نکلتا ہے اس کی حفاظت کرنے کے لئے۔)

ربوبیت عالمین سے جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا تھا کوئی مخلوق باہر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کی ربوبیت کی ہے اس نے سؤر کی بھی ربوبیت کی ہے اس نے ہر ذرے کی ربوبیت کی ہے اور وہ ہر وقت ربوبیت کر رہا ہے وہ اس ربوبیت سے غافل نہیں ہے کیونکہ اللہ کی اگر نعوذ باللہ یہ ممکن ہوتا اور ایسا ہو جاتا تو ایک لحظہ کی غفلت اس عالمین کی ہلاکت پر منتج ہوتی اس کے نتیجہ میں ساری مخلوق ہلاک ہو جاتی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عالمین کی ربوبیت کر رہا ہے تم بھی خدا تعالیٰ کی اس صفت کے مظہر بنتے ہوئے دوسروں کی ربوبیت کرو۔ تم بھی اپنی استعداد کے مطابق اس کی کل مخلوق کی ربوبیت کرو جس میں چرند اور پرند اور انسان سب شامل ہیں بلکہ وہ مخلوق بھی شامل ہے جو اس معنی میں زندہ نہیں جس معنی میں چرند پرند اور انسان زندہ ہیں تمہاری ہمدردی، تمہاری غم خواری اور تمہارے احسان کا دائرہ اتنا وسیع ہونا چاہیئے کہ وہ ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے اندر رحمانیت کی صفت بھی جلوہ گر ہونی چاہیئے۔ جس کے نتیجہ میں جاندار مخلوق کی ہمدردی تمہارے اندر خاص طور پر پائی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسوہ ہمارے سامنے رکھا۔ ذرہ ذرہ سی چیز کو ہم دیکھتے ہیں تو عجیب محبت دل میں پیدا ہوتی ہے عجیب حُسن اس جگہ نظر آتا ہے مثلاً فرمایا ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے مسخّر کی گئی ہے اس لئے تم حسب ضرورت جانوروں کا گوشت کھا سکتے ہو۔ تم جانداروں کی جان لے سکتے ہو۔ یعنی جو جانور حلال کئے گئے ہیں ان کی جان لے سکتے ہو۔ اس لئے فرمایا تم بسم اللہ پڑھ کر اس کی جان لو۔ بسم اللہ پڑھ کر اس کا گوشت کھاؤ۔ کیونکہ تمہارا کوئی حق نہیں تھا کہ تم اس کی جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے جلوہ سے تمہیں اس کی اجازت دی ہے لیکن تم دو چیزوں کا خیال رکھو ایک تو یہ کہ تم نے بلا ضرورت کسی جانور کی جان نہیں لینی کئی لوگ محض شو (Show) کے لئے متعدد جانور ذبح کر دیتے ہیں۔ عرب لوگ اونٹ کا گوشت استعمال کرتے تھے۔ اب دو سو مہمان ہیں ان کے لئے ایک اونٹ کافی ہے لیکن میزبان یہ بتانے کے لئے کہ مَیں بڑا امیر ہوں دو سو مہمانوں کے لئے بیس اونٹ ذبح کر دیتے تھے یا ایک ایک مہمان کے لئے ایک ایک اونٹ ذبح کر دیتے تھے۔ ایسا کرنے کی اجازت اسلام نے نہیں دی کیونکہ کسی جاندار کی جان لینا اتنا

ہی حرام ہے جتنا کسی درخت کو کاٹنا حرام قرار دیا گیا ہے اسلام نے ہر چیز کی حفاظت کی ہے۔اور پھر ساتھ ہی ہمیں یہ کہا کہ جب تم اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور ہمارے اس حکم کے ماتحت کہ ہر چیز تمہارے لئے مسخّر کی گئی ہے کسی جاندار کی جان لوتو ایک تو اس کی جان لینے میں اس کو دکھ نہ پہنچے یعنی کم سے کم تکلیف میں تم اس کی جان لے لو اور دوسرے تمہارے کسی ایسے جذبہ کا اظہار نہ ہو کہ تمہارے دل میں اس کی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور جاندار کے دُکھ کا تمہیں احساس نہیں ہے گویا جاندار کو اس کی جان لینے سے جو دُکھ پہنچتا ہے اس کا احساس یاد دلایا ہے۔

اس طرح آپ نے فرمایا کہ جو پالتو جانور ہیں ان میں بہت سارے بندھے ہوئے ہوتے ہیں تم ان کو تیر سے یا شکار کے دوسرے آلات سے نہ مارو۔ گویا ایک ہرن پر ضرورت پوری کرنے کے لئے تیر چلانے کی اجازت دی لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گھر کی پالتو بھیڑ یا بکری پر تیر چلانے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس سے منع کیا اس لئے کہ پہلے ایک مجبوری تھی اور اس مجبوری کی وجہ سے ہرن کو انسان کی خاطر دو چار منٹ بدنی اذیت میں رہنے دیا گیا کیونکہ تیر چلایا گیا اس کے لگا ہے ضروری نہیں کہ اس کی جان فوری طور پر نکل جائے۔ ہاں بعض دفعہ تیر سر میں سے نکل جاتا ہے یا دل میں جا لگتا ہے اور جان جلد نکل جاتی ہے۔ لیکن کبھی تیر ایسی جگہ لگتا ہے کہ جان جلد نہیں نکلتی پچاس یا سو گز کے فاصلہ پر وہ ہرن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کہا کہ جلدی جا کر اس کو ذبح کر دو غرض تیر لگنے اور ذبح کرنے کے درمیان جو چند منٹ تھے اتنے عرصہ کے لئے ہرن کو اذیت پہنچانے کی اجازت دی پھر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے حکم میں فرماتا ہے کہ مَیں تمہیں اس کی اجازت بھی نہ دیتا لیکن چونکہ مَیں نے تمہیں ساری مخلوق سے افضل بنایا ہے اور تمہارے لئے ان چیزوں کو مسخّر کیا ہے اس لئے مَیں تمہیں یہ اجازت دیتا ہوں کہ تم اگر اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کسی جانور کو دو ایک منٹ کے لئے بدنی اذیت میں ڈالو تو تمہیں گناہ نہیں ہو گا لیکن فوراً جا کر ذبح کرو۔ مگر اتنے تھوڑے عرصہ کے لئے بھی مَیں تمہیں بھیڑ کو اذیت میں ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ تمہارا کام اس کے بغیر بھی چل سکتا ہے اس لئے تیر پالتو جانوروں پر نہیں چلانا۔ یا شکار کا جو آلہ ہے۔ وہ پالتو جانوروں پر استعمال نہیں کرنا۔ اسلام نے اس سے بڑی سختی سے منع کیا ہے۔

پس دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا کتنا خیال رکھا ہے اور ہمیں یہ کہا ہے کہ تم بھی میری صفت رحمانیت کے مظہر بنو۔ اگر تم بھی میری طرح میری مخلوق کا خیال رکھو گے تو تم میری محبت کو پاؤ گے تم میری رضا کو حاصل کرو گے تم ایسی سعادت عظمیٰ کو پاؤ گے کہ جس کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تم میری ان صفات کا مظہر نہیں بنو گے تو یہ تمہاری بدقسمتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا مظہر بنے اور اپنی نوع سے ہمدردی کرے اور تمام حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری سے اصل میں اس وقت جماعت احمدیہ میں یہ ذہنیت پیدا ہونی چاہئے کہ تمام حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے جو حقوق قائم کئے ہیں۔ اگر ہم پر ان میں سے کوئی حق کسی کا ہے تو وہ حق ہمیں ادا کرنا چاہئے اور اگر کسی اور پر اس کا حق ہے اور وہ ادا نہیں کرتا تو جس حد تک ممکن ہے ہمیں حق کی ادائیگی کروانے کی کوشش کرنی چاہئے اگر ہماری یہ ذہنیت ہو اور اس کے مطابق ہمارا عمل ہو تو اخلاق کا یہ پہلو دنیا کو کھینچ کر تمہاری طرف لے آئے گا کتنے عظیم حقوق ہیں کتنے حسین حقوق ہیں جو اسلام میں ایک انسان کے مقرر کئے گئے ہیں لیکن انسان نے اپنی بدقسمتی سے انہیں پامال کیا۔ ان حقوق کو سمجھتا ہی کوئی نہیں اور جو لوگ سمجھتے ہیں اگر ان پر کسی انسان کا کوئی حق ہے تو وہ اسے ادا کرنے کی سعی نہیں کرتے اور اگر حق دلوانے کا سوال ہے تو وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ کہنے والے یہ کہہ دیتے ہیں کہ کون اپنی بے عزتی کروائے اور یہ نہیں سمجھتے کہ اصل بے عزتی تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے اگر اس کے بندے اس کا قائم کردہ حق کے ادا کرنے کی تلقین کرنے کے نتیجہ میں ہماری بے عزتی کرتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہمیں عزت اور پیار کی جھلک نظر آتی ہے تو اس پیار کی جھلک پر تو دنیا کی ساری عزتیں قربان کی جاسکتی ہیں اور ساری بے عزتیاں سہنے کے لئے انسان تیار ہو جاتا ہے ایک آدھ تو کوئی چیز ہی نہیں۔

غرض یہ ذہنیت ہماری جماعت میں پیدا ہونی چاہئے کہ ہم نے تمام بنی نوع انسان کے وہ حقوق ادا کرنے ہیں اگر ہمارے ذمہ ہیں۔ ادا کروانے ہیں اگر ایسا کرنا ہماری استطاعت میں ہے اپنی طرف سے پورا زور لگا دینا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ہم بَری الذمہ ہیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت بھی ایک اور رنگ میں جوش میں آئے تو جہاں آ کر ہماری تدبیر ختم ہوگئی تھی وہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے آ کر تدبیر کرنے لگیں گے اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کے سامان پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

یہی حال مالکیت یوم الدین کی صفت کے مظہر ہونے کا ہے ہماری ساری جماعت کی یہ ذہنیت ہونی چاہئے کہ جہاں کوئی ایسا فعل ہوا ہو جس پر کوئی اجر مترتب ہونا چاہئے تو اس اجر سے کام کرنے والے کو محروم نہیں ہونے دینا چاہئے۔ جہاں تک خدا تعالیٰ کی ذات کا تعلق ہے اس نے کہا ہے کہ گو مجھ پر کسی کا کوئی حق نہیں لیکن مَیں تمہارے عمل کی وجہ سے یہ سمجھ لوں گا کہ تم نے کوئی حق قائم کر لیا ہے لیکن انسان کی تو یہ حیثیت نہیں ہے۔ اس پر تو بہر حال حق قائم ہو جاتا ہے ایک مزدور کسی کارخانہ میں اتنا کام کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے کارخانہ دار کو بیس روپے کا فائدہ ہوتا لیکن کارخانہ دار اس مزدور کو تین، ساڑھے تین یا چار

روپے سے زیادہ اجرت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اگر چار روپے سے اس مزدور کے سارے حقوق ادا ہو جائیں تب تو ٹھیک ہے وہ کارخانہ دار باقی روپے اپنے پاس رکھ لے لیکن اگر اس رقم سے اس مزدور کے حقوق ادا نہیں ہوتے اگر اس کا پیٹ اس سے نہیں بھرتا اگر اس کا تن نہیں ڈھانپا جا سکتا اگر بیماری کے وقت اس کا ٹھیک طور پر علاج نہیں ہو سکتا اگر اس کے بچوں کی صحیح پرورش اور تعلیم کا صحیح انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا حق مارا جا رہا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کارخانہ دار کو جا کر سمجھائیں کہ مزدور کی جو اجرت ہے وہ اسے پوری پوری ملنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صفت مالکیت کے مظہر ہونے کے نتیجہ میں جو نعمت ہمیں ملی ہے وہ ہمیں دکھانی چاہئے۔

اب مَیں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں جو کچھ مَیں آپ سے کہنا چاہتا تھا وہ مختصراً مَیں نے کہہ دیا ہے اب بہت دیر ہو گئی ہے اس لئے مَیں تقریر کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عربی زبان میں ہمیں سمجھانے کے لئے ایک عجیب سبق دیا ہے اور ہماری سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں اسی عربی عبارت کا ترجمہ چھپ چکا ہے اس عبارت میں وہ تمام مطالبات اور ذمہ داریاں بیان کر دی گئی ہیں جو روحانی طور پر جماعت احمدیہ پر عائد ہوتی ہیں مَیں وہ عبارت آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

مَیں اس عبارت کا خلاصہ پہلے بیان کر دیتا ہوں تا آپ اس بات کو پوری طرح سمجھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ تمام عالمین کا وہ رب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیکیوں کا بھی رب ہے کیونکہ نیکی بھی عالم سے تعلق رکھتی ہے اور بدیوں کا بھی وہ رب ہے کبھی اس کا جلوہ ایک رنگ میں نظر آتا ہے اور کبھی دوسرے رنگ میں۔ دنیا میں بدی بدی ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت جاری رہتی ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کی بھی تو ربوبیت کی ہے جب تک اس کی اجل مقدر نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ربوبیت سے باہر تو نہیں پھینک دیا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہا نہ صرف خدا تعالیٰ نے خود اسکی ربوبیت کی اور اس کی زندگی اور اس کی بقا کے سامان کئے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہا کہ تم میرے مظہرِ اتم ہو اس لئے تم نے بھی اس کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنا ہے جس طرح مَیں نے اس کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ چنانچہ فتح مکہ سے پہلے بھی آپ نے اس سے اسی رنگ میں سلوک کیا۔

غرض جب بدی دنیا میں چھائی ہوئی ہوتی ہے اور نیکی چھپی ہوئی ہوتی ہے اور کہیں ظاہر ہو کر نظر نہیں آ رہی ہوتی۔ اس وقت کی دنیا کا بھی اللہ رب ہے۔ کیونکہ وہ بھی عالمین میں سے ایک عالم ہے گناہ، بدی، ناپاکی، تاریکی، اندھیرے اور ظلمات کا عالم۔ اور اللہ تعالیٰ اس عالم کا بھی رب ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے پھر ایک دوسرا دور اللہ تعالیٰ لاتا ہے اور وہ نیکی پاکیزگی محبت پیار اخوت ہمدردی حسن

سلوک اور احسان کا دور ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ہر چیز قربان کر دینے اور خدا تعالیٰ کے لئے ایثار دکھانے کا دور ہے خدا تعالیٰ کے بندوں پر بھی اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانے کا دور ہے اس قسم کی بے شمار نیکیاں ہیں جو نمایاں ہو کر دنیا کے سامنے آتی ہیں اور وہ ایک عالم بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے یعنی جو بدی کا عالم تھا اس کا بھی وہ رب ہے اور جو نیکی کا عالم ہے اس کا بھی وہ رب ہے یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ بدی کے عالم کو نیکی کے عالم میں تبدیل کرنے کے لئے رب العالمین ایسے لوگ پیدا کرتا ہے جو بدی کو کلیۃً مٹا کر نیکی کی حکومت کو اس جگہ قائم کرتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطلب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد وہ لوگ ہیں۔ایک فساد بپا تھا اور اب بھی ہے ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ کا عالم ہے فساد اندھیرے ظلمتیں، دشمنیاں، غفلتیں، سستیاں، بداعتقادیاں، بداعمالیاں لوٹ کھسوٹ ظلم اور حقوق کی پامالی وغیرہ وغیرہ کتنے اندھیرے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت کچھ تو چھٹ گئے اور بہت سے ابھی باقی رہتے ہیں۔ان ظلمات کو دور کرنا۔ان اندھیروں کی بجائے اللہ تعالیٰ کے نور سے اس دنیا کو منور کرنا۔یہ جماعت احمدیہ کا کام ہے۔

مَیں نے مضمون ذرا سادہ الفاظ میں مختصراً واضح کر دیا ہے تا جب میں عبارت پڑھوں تو آپ اس کو سمجھتے چلے جائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ’’اللہ سُبحانہ تعالیٰ نے اپنے قول ربّ العالمین میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کی طرف سے ہے اور اس زمین پر جو بھی ہدایت یافتہ جماعتیں یا گمراہ اور خطا کار گروہ پائے جاتے ہیں وہ سب عالمین میں شامل ہیں کبھی گمراہی، کفر، فسق اور اعتدال کو ترک کرنے کا ’’عالم‘‘ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ زمین ظلم و جور سے بھر جاتی ہے اور لوگ خدائے ذوالجلال کے راستوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔کہ وہ عبودیت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور نہ ربوبیت کا حق ادا کرتے ہیں۔زمانہ ایک تاریک رات کی طرح ہو جاتا ہے اور دین اس مصیبت کے نیچے روندا جاتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ ایک اور ’’عالم‘‘ لے آتا ہے تب یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جاتی ہے اور ایک نئی تقدیر آسمان سے نازل ہوتی ہے اور لوگوں کو عارف (شناسا) دل اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے ناطق (گویا) زبانیں عطا ہوتی ہیں۔پس وہ اپنے نفوس کو

خدا تعالیٰ کے حضور ایک پامال راستہ کی طرح بنا لیتے ہیں۔ اور خوف واُمید کے ساتھ اس کی طرف آتے ہیں۔ ایسی نگاہ کے ساتھ جو حیا کی وجہ سے نیچی ہوتی ہیں۔ اور ایسے چہروں کے ساتھ جو قبلہ حاجات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور بندگی میں ایسی ہمت کے ساتھ جو بلندی کی چوٹی کو دستک دے رہی ہوتی ہے۔ ایسے وقتوں میں ان لوگوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے جب معاملہ گمراہی کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور حالت کے بدل جانے سے لوگ درندوں اور چوپاؤں کی طرح ہو جاتے ہیں تو اس وقت رحمت الٰہی اور عنایت ازلی تقاضا کرتی ہے کہ آسمان میں ایسا وجود پیدا کیا جائے جو تاریکی کو دور کرے اور ابلیس نے جو عمارتیں تعمیر کی ہیں اور خیمے لگائے ہیں انہیں منہدم کر دے۔ تب خدائے رحمان کی طرف سے ایک امام نازل ہوتا ہے تا کہ وہ شیطانی لشکروں کا مقابلہ کرے اور یہ دونوں (رحمانی اور شیطانی) لشکر برسرِ پیکار رہتے ہیں اور ان کو وہی دیکھتا ہے جس کو دو آنکھیں عطا کی گئی ہوں یہاں تک کہ باطل کی گردنوں میں طوق پڑ جاتے ہیں اور امور باطلہ کی سراب نما دلیلیں معدوم ہو جاتی ہیں۔ پس وہ امام دشمنوں پر ہمیشہ غالب اور ہدایت یافتہ گروہ کا مددگار رہتا ہے ہدایت کے علَم بلند کرتا ہے اور پرہیز گاری کے اوقات واجتماعات کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے کفر کے سرغنوں کو قید کر دیا ہے اور ان کی مشکیں کس دی ہیں اور اس نے جھوٹ اور فریب کے درندوں کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کی گردنوں میں طوق ڈال دئے ہیں اور اس نے بدعات کی عمارتوں کو گرا دیا ہے اور ان کے گنبدوں کو توڑ پھوڑ دیا ہے اور اس نے ایمان کے کلمہ کو اکٹھا کر دیا ہے اور اس کے اسباب کو منظّم کر دیا ہے اس نے آسمانی سلطنت کو مضبوط کیا ہے اور تمام رخنوں کو بند کر دیا ہے اس نے اس (سلطنت) کی شان بہتر بنا دی ہے اور اس کے معاملات کو درست کر دیا ہے اور اس نے بے قرار دلوں کو تسکین دی ہے۔ جھوٹ پھیلانے والی زبانوں کو خاموش کر دیا ہے۔ اور تاریک دلوں کو روشن کر دیا ہے اور بوسیدہ سلطنت کی تجدید کی ہے۔ خدائے کارساز ایسا ہی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اندھیرا اور گمراہی جاتی رہتی ہے اور اس وقت دشمن اپنی ایڑیوں پر پسپا ہو جاتے ہیں اور جو خیمے انہوں نے گاڑے ہوتے ہیں ان کو (خود ہی) سرنگوں کر دیتے ہیں اور جو

گر ہیں انہوں نے ڈالی ہوتی ہیں انہیں خود کھولتے ہیں۔ تمام جہانوں میں سب سے زیادہ عالی مرتبہ اور مخلوقات میں سے سب سے زیادہ حیرت انگیز وجود نبیوں اور رسولوں اور خدا کے نیک اور صدیق بندوں کا ہوتا ہے کیونکہ وہ سب دوسرے لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ نیک صفات کے پھیلانے اور ظلم وستم کے دور کرنے اور عادات کے سنوارنے میں اور اپنوں اور بیگانوں کے لئے نیک ادارے رکھنے میں، راست بازی اور سلامتی کے پھیلانے میں، بدی اور تباہی کی جڑ اُکھاڑنے میں، نیکی کی تلقین کرنے اور بُرے کاموں سے منع کرنے میں، بُری خواہشات کو چوپاؤں کی طرح دھتکارنے میں، پروردگار عالم کی طرف رخ کرنے میں، نئے اور پرانے مال سے قطع تعلق کرنے میں، پوری قوت اور مکمل تیاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے میں، جمع کردہ لشکروں اور اکٹھی کی ہوئی جماعتوں کے ساتھ شیطان کی ذریّت پر حملہ کرنے میں محبوب کی خاطر دنیا کو ترک کرنے اس کے شاداب مقامات سے کنارہ کشی کرنے اور اس کے پانیوں اور چراگاہوں سے ترک وطن کرنے کی طرح الگ ہو جانے میں، اور بارگاہ الٰہی میں اپنی گردن جھکانے میں وہ دوسروں پر فوقیت لے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ ایسی قوم ہے کہ ان کی آنکھوں میں نیند ایسی حالت میں آتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں (محو) اور قوم کے لئے دعا کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ دنیا داروں کی نظر میں تو دنیا نہایت خوبصورت ہے اور خوش رنگ ہے۔ لیکن نیک لوگوں کی نظروں میں وہ میلے سے بھی زیادہ گندی، اور مُردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوتی ہے وہ اپنی ساری توجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور صدق دل سے وہ اس کی طرف پوری طرح جھک جاتے ہیں اور جس طرح گھر کی بنیادیں بنائے جانے والے طاقوں اور برآمدوں پر تقدم رکھتی ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بزرگ ہستیاں اس دنیا میں ہر طبقہ کے نیک لوگوں پر تقدم رکھتی ہیں اور مجھے (کشفاً) دکھایا گیا ہے کہ زمین میں بھی اور بلند پایہ آسمانوں میں بھی ہمارے نبی محمد مصطفیٰؐ جن پر ہر قسم کی برکت، رحمت اور سلامتی نازل ہو۔ ان سب سے اکمل افضل اور اعرف ہیں اور تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ بدبخت وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ پر زبان درازی کی اور نکتہ چینی اور عیب جوئی کرتے ہوئے آپ پر

حملہ آور ہوئے حالانکہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ نہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جن پر زمین میں تو لعنت کی جاتی لیکن آسمان میں اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرتا رہتا ہے اور اسی طرح کئی لوگ ہیں جو اس دنیا میں تو صاحبِ عظمت سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن وہ ذلیل ہوں گے۔'' ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر کے داخل ہوئے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کام ہیں ان کو بڑی وضاحت سے بغیر کسی اشتباہ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں ایک جگہ بیان کر دیا ہے اور آپ سے یہ توقع رکھی ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن کر آپ کی اتباع میں اب قیامت تک کے لئے آپ اور آپ کی نسلیں ان ذمہ داریوں کو بشاشت کے ساتھ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ اسی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ جو اس کے قرب اور اس کی رضا اور اس کی جنتوں تک پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

ہم عاجز بندے ہیں اور مَیں نے ذاتی طور پر قرآن کریم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپ کے ارشادات پر غور کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر غور کیا۔ اور علیٰ وجہ البصیرت اس بات پر قائم کیا گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ تندہی کے ساتھ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتا ہے اور اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا۔ جس نے اپنے نفس پر یا اپنے علم پر یا اپنی قوتوں پر یا اپنی قابلیت اور استعداد پر بھروسہ کیا اس نے خود کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سے محروم کر لیا۔ جو لوگ صاحب تجربہ ہیں وہ تو سمجھ جائیں گے اور جو صاحب تجربہ نہیں ان کو سمجھانا میرے لئے بھی مشکل ہے۔ وہ غیب پر ایمان لے آئیں کیونکہ بہت سی باتیں ایمان بالغیب سے تعلق رکھتی ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ صرف عاجزی ہی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے اور نیستی سے ہی وہ محبت رکھتا ہے جو اس میں گم ہو جاتا ہے وہ اس کی صفات کے بہت سے جلوے دیکھتا ہے اور ہمیشہ اسی کی گود میں اپنے آپ کو محسوس کرتا ہے۔ ہم دعا کریں گے کیونکہ وہ عظیم ذمہ داریاں جو ہم پر ڈالی گئی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں اور فضلوں کے بغیر ہم پوری نہیں کر سکتے۔ اور وہ عظیم فضل انتہائی عاجزی کے بغیر ہمیں حاصل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عقل دے اور اللہ تعالیٰ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے کی ہمیں توفیق دے اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو ہمیشہ ہمارے سامنے رکھے اسے ہم کبھی نظر انداز نہ کریں کہ ہم اپنی ذات میں

❶ تفسیر سورہ فاتحہ صفحہ ۹۲ تا ۹۶

کوئی قابلیت کوئی علم، کوئی خوبی، کوئی حُسن اور احسان کی کوئی قوت نہیں رکھتے۔ ہم لاشئی محض ہیں۔ اس کا فضل جب قوت دیتا ہے تو ہم طاقتور بن جاتے ہیں۔ اور جب وہ ہمیں علم دیتا ہے اور ہمارا معلم بن جاتا ہے تو عالمانہ اور محققانہ باتیں ہمارے منہ سے نکلتی ہیں۔ جب وہ ہمارا مربی بنتا ہے تو ہمارے اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں۔ جب وہ معطی بنتا ہے تو انسان مٹی کو ہاتھ لگاتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔ بہتوں کے متعلق آپ نے سنا ہوگا کہ جس چیز کو بھی وہ ہاتھ لگاتے ہیں وہ مٹی بن جاتی ہے اور بہت سے ایسے بھی دیکھے ہوں گے کہ جس چیز کو بھی انہوں نے ہاتھ لگایا وہ سونا بن گئی۔ اللہ تعالیٰ یہی بتاتا ہے کہ میں ہی معطی ہوں مجھے چھوڑ کر تم کون سی چیز حاصل کرو گے۔

غرض وہ تعلق جس کے بغیر ہم اپنی ذمہ داریاں نباہ نہیں سکتے۔ خدا کرے وہ زندہ تعلق ہمارے رب سے پیدا ہو جائے اور خدا کرے کہ حشر کے دن جب ہم خدا کے حضور پیش ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے ہم دھتکارے نہ جائیں بلکہ معصوم اور کمزور بچوں کی طرح اللہ کی محبت ہمیں اٹھا کر اس گروہ میں شامل کردے کہ جس کے اوپر اس نے سعادت عظمیٰ کے شامیانے لگانے ہیں۔ اللہ پر ہی ہم سب کا بھروسہ ہے۔

اب مَیں عہد دہراؤں گا۔ پھر دعا کراؤں گا۔ اور جب ہم سب مل کر دعا کر لیں گے۔ تو اس کے بعد مَیں آپ سے السلام علیکم کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر حالت میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ کا مربی بنے۔ آپ کا ہادی ہو اور آپ کا معطی اور محسن رہے۔

اس کے بعد حضور نے عہد دہروایا اور اس کے بعد فرمایا:

ابھی آپ دوستوں نے کھانا کھانا ہے یہاں سے دعا کے بعد آپ ہال میں جہاں کھانا کھلانے کا انتظام ہے جا کر کھانا کھائیں گے اور منتظمین جو ہیں وہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اطلاع دے دیں۔ مَیں نمازیں جمع کرادوں گا کیونکہ بہت سے دوست باہر جانے والے ہیں۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہو کر مسجد مبارک میں آئیں گے تو نماز کھڑی ہوگی اور نمازیں (ظہر وعصر) جمع ہوں گی۔ میرے اندازہ کے مطابق نماز کا وقت سوا دو اور اڑھائی بجے کے درمیان کوئی وقت ہوگا۔ بہرحال جب آپ کھانے سے فارغ ہو کر آجائیں گے۔ کچھ دیر پہلے یا بعد (مَیں آپ دوستوں کا انتظار کروں گا) تو مَیں نمازیں اکٹھی کروادوں گا۔ اب دوست دعا کر لیں۔

اس کے بعد حضور نے احباب سمیت لمبی اور پرسوز دعا کرائی اور اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر دوستوں کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(غیر مطبوعہ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۳/اخاء ۱۳۴۹ہش ۲۳/اکتوبر ۱۹۷۰ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے پندرھویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ۲۳/اخاء ۱۳۴۹ہش مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۷۰ء کو جو بصیرت افروز افتتاحی خطاب فرمایا درج ذیل ہے:

غلبۂ اسلام کے عظیم کام کے لئے بنیادی ذمہ واری اگلی نسل کی تربیت ہے

حضور اقدس نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد فرمایا:

غلبۂ اسلام وہ عظیم کام ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کا قیام کیا ہے۔ اس عظیم کام کا تعلق صرف ایک نسل سے نہیں ہے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ کئی نسلوں سے اس کا تعلق ہے اور یہ حقیقت بڑی عظیم ذمہ واریاں ہر اُس نسل پر جس کے بعد ایک نئی نسل آنے والی ہو ڈالتی ہے۔ بنیادی ذمہ واری تو اگلی نسل کی تربیت ہے اور اس تربیت کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے اندر خود مربّی کی صفات ہوں۔ جو شخص متقی نہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ اور پختہ تعلق نہیں ہے، جو ایک عاجز خادم اور مزدور کے طور پر خود کو نہیں سمجھتا جو عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل نہیں کرتا وہ آنے والی نسل کی تربیت نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب یہاں آنے والی نوجوان نسل کی تربیت کی ذمہ واری پہلوں پر ہے اور اس تربیت کے لئے خود کو تیار کرنے کی ذمہ واری بھی ان پر ہے اور یہ ضروری ہے کہ وہ خود متقی بنیں اور خود اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کر کے اس کی رحمتوں کے وارث بنیں۔ وہ فلسفیانہ طور پر اپنے رب پر ایمان نہ لا رہے ہوں بلکہ وہ اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کی زندہ قوتوں اور طاقتوں کا مشاہدہ کرنے والے ہوں۔ اگر وہ ایسے ہوں تب ہی اور صرف تب ہی وہ آنے والی نسل کی تربیت کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان وعدوں کو دوہرایا جو قرآن کریم میں امتِ مسلمہ کو دیئے گئے ہیں۔ بنیادی طور پر قرآن کریم نے ایک ہی شرط رکھی ہے اور وہ ایمان کی پختگی اور ہمہ گیری ہے یعنی انسان کے سارے نفس کو ایمان نے اپنے احاطہ

میں لے لیا ہو اور اس ایک بنیادی شرط کے ساتھ بڑے عظیم وعدے دیئے ہیں۔ اور قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس وقت میں دو اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لے کر یہ بتاؤں گا کہ قرآن کریم کی کن بنیادی باتوں کو ان میں دہرایا گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھنے کے سلسلہ میں آپ پر کیا ذمہ واری عائد ہوتی ہے اور کس طرح قرآن کریم ہی کی تعلیم، قرآن کریم ہی کے وعدے اور بشارتیں ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری زبان میں سہل طریقے پر کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔'' ❶

ایمان دنیا کی ملونی سے پاک ہو

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار بنیادی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک یہ کہ ایمان ایسا ایمان ہو جس میں دنیا کی ملونی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ ❷

کہ اے وہ لوگو! جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو۔ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو اتَّقُوا اللّٰه تم ایسے اعمال بجا لاؤ، ایسی زندگی گزارو، اپنے نفس پر کچھ اس طرح فنا طاری کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تمہاری ڈھال بن جائے اور اس رنگ میں اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور آپؐ کی اطاعت کا جؤا اپنی گردنوں پر رکھو۔ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ تو اللہ تعالےٰ اپنی رحمتوں کا دوہرا وارث تمہیں بنائے گا۔ یہ دوہرا تو نسبتی چیز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ پہلے انبیاء کی امتوں کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمتوں کا وارث بنایا تھا۔ ان کے مقابلہ میں تمہیں کہیں زیادہ اجر ملے گا اس لئے کہ جو کتاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں سے لیکر ہماری طرف آئے ہیں۔ وہ ایک کامل اور مکمل کتاب ہے۔ پہلے انبیاء کی تعلیمیں اور شریعتیں اپنے زمانہ کے نقص

❶ الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۰ ❷ سورۃ حدید ۲۹

اور ارتقاء کی کمزوری کی وجہ سے کامل نہیں تھیں اور نہ ہو سکتی تھیں۔تو چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کامل اور مکمل شریعت دی گئی ہے اس لئے وہ لوگ جو آپؐ پر ایمان لائیں گے اور آپؐ کی لائی ہوئی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزاریں گے اللہ تعالیٰ پہلوں کے مقابلہ میں ان سے کہیں زیادہ رحمت کا سلوک کرے گا۔اس واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رحمت کا سلوک اس طرح ہوگا کہ ایک ایسا نور تمہیں دیا جائیگا کہ جس کی روشنی میں تم زندگی گزارو گے دنیا میں بغیر روشنی کے انسان راہِ راست پر نہ چل سکتا ہے اور نہ قائم رہ سکتا ہے۔مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے بہتوں کو رات کے اندھیروں میں سفر کرنے کا موقعہ ملا ہوگا اور بہت سے راتوں کو سفر کرنے والے راہ گم کر جاتے ہیں۔راہ کے نشان ان کو صحیح طور پر پتہ نہیں لگتے اور وہ راستہ بھٹک جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ ہی نہیں سکتے۔بعض دفعہ کچھ دور جانے کے بعد پھر ان کو پتہ لگتا ہے کہ ہم غلط راہ پر آ گئے ہیں۔جو راہ دس کوس کی تھی اس کی بجائے ان کو بیس کوس چل کر اپنی منزل تک پہنچنا پڑتا ہے اس طرح پر ایک کمزوری واقع ہوتی ہے فرمایا کہ تمہیں ایسا نور ملے گا جس کے ساتھ مغفرت بھی ہوگی۔اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ تمہاری کمزوریاں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے نیچے چھپ جائیں گی اور تمہارا نور جو تمہیں عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے شعلہ زن ہو کر (کیونکہ وہی حقیقی نور ہے) تمہاری راہوں کو اس طرح روشن کر دے گا کہ تمہیں اپنے راستہ سے بھٹکنے کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا اور تم اپنے رب کے حضور پہنچ جاؤ گے۔کیونکہ تم میں سے ہر فردِ واحد کی جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اس کی منزل یہی ہے اس کا مقصود یہی ہے کہ وہ اس زندگی میں اپنی استطاعت کے مطابق روشن راہوں کو جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ روشن کی گئی ہیں اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے قرب کو اس کی رضا کو حاصل کرے۔تو یہاں ایمان کے بعد پھر تقویٰ کا ذکر اور پھر حقیقی ایمان کا ذکر ہمیں بتاتا ہے کہ ایمان حقیقی وہی ہوتا ہے جس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ ہو۔اور اس اقتباس میں اس بات کو ہماری زبان میں سہل طریق پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ظاہر کیا ہے۔

ایمان نفاق سے آلودہ نہ ہو

پھر آپ فرماتے ہیں:۔’’اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہ ہو‘‘

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔کہ منافق کہتے ہیں کہ مَّاوَعَدَنَااللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا❶ کہ جو اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدے کئے ہیں وہ جھوٹے ہیں وہ پورے نہ

❶ احزاب ۱۳

ہوں گے۔ منافق اللہ کی راہ میں وہ قربانیاں دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا جو ایک مومن کو دینی چاہئیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بشارتوں پر اس کو ایمان نہیں ہوتا اور وہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے کہ جو وعدے ہم سے کئے گئے ہیں اور جن کے لئے ہم سے قربانیاں مانگی جا رہی ہیں وہ پورے نہیں ہوں گے اس لئے ہمیں قربانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ کہا جائے کہ اگر تم فلاں کام کرو تو مَیں تمہیں ایک ہزار روپیہ دونگا۔ اب اگر وہ سمجھے کہ وعدہ کرنے والا جھوٹا ہے تو وہ یہ کام نہیں کرے گا۔ کام کرنے کے لئے مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ اگر مَیں نے یہ کام کر بھی لیا تب بھی یہ وعدہ پورا نہیں ہوگا اور وہ شخص مجھے ہزار روپیہ نہیں دے گا اسلئے وہ اس کام کو نہیں کرے گا۔ سو منافق اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا نہ اس کے وعدہ پر اور نہ اس کی بشارتوں پر ایمان رکھتا ہے ایک شخص کے کان میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ کہتا ہے کہ میری راہ میں قربانی دو تو میری جنّت میں جاؤ گے اگر واقعہ میں وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ساری دنیا کو چھوڑ دے گا اور دنیا کی پرواہ نہیں کرے گا اور وہ کہے گا کہ یہ خدا کا وعدہ ہے اور وہ سچے وعدوں والا ہے' جو چیز اس سے مانگی گئی ہے وہ اس کے مقابلہ میں جس کا وعدہ کیا گیا ہے بالکل حقیر ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ دو پیسے مجھے دیدو۔ مَیں تمہیں ایک روپیہ دونگا۔ اور وہ کہے مَیں نہیں دیتا۔ ایسا جواب کوئی جاہل یا کم عمر ہی دے سکتا ہے۔ مثلاً بچہ ہے کئی دفعہ ہنسی میں باپ اپنے بچہ کو کہتا ہے کہ آنہ جو تم نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ یہ مجھے دے دو۔ مَیں تمہیں روپیہ دونگا وہ کہے گا کہ نہیں اس کا ایسا کرنا کم عمری اور جہالت کی وجہ سے ہوگا سو اس قسم کے طرزِعمل کا ایک منبع تو جہالت ہے اور دوسرا کم عمری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے اور منافق جس کے دل میں نفاق ہوتا ہے شیطان کا سایہ اس کے سر پر ہوتا ہے، اس کی رگوں میں شیطان کی ظلمات دوڑ رہی ہوتی ہیں اس وعدہ پر یقین نہیں رکھتا۔ خدا وعدہ کر رہا ہوتا ہے کہ تھوڑا سا دے دو مَیں بہت کچھ دوں گا تو منافق اس بچے کی طرح جس کو علم نہیں ہوتا کہتا ہے کہ مَیں نہیں دیتا منافق اپنے طرزِعمل سے دنیا میں یہ اعلان کرتا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے وعدے جھوٹے ہیں وہ پورے نہیں ہوں گے ہر وہ شخص جس کا ایمان کمزور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر قادر و توانا نہیں سمجھتا جس قدر کہ وہ ہے اور اس قدر باوفا اور وعدے کا سچا نہیں سمجھتا جو اللہ تعالیٰ ہے وہ کہتا ہے مَیں قربانی نہیں دیتا۔ اللہ کہتا ہے کہ اس دنیا میں جسمانی تکالیف اٹھاؤ۔ یہ دنیا عارضی ہے یہ عمر بہت چھوٹی ہے زیادہ سے زیادہ اسی ۸۰ سال کا کوئی ہوگا میرے خیال میں میرے سامنے شائد ہی کوئی اسی ۸۰ سال کا بیٹھا ہو۔ ورنہ ساٹھ ستر سال کی عمر میں انسان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ میرا تعلق اس دنیا سے

کمزور ہو رہا ہے اور یہ کہ مَیں اس دنیا کی طرف جا رہا ہوں۔ اگر اس کو آخرت پر ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہو تو یہ اتنی چھوٹی سی عمر ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان سے کہتا ہے کہ اس چھوٹی سی عمر میں تم کو میری خاطر اگر تکلیف اٹھانی پڑے تو اٹھاؤ مَیں تمہیں ابدی حیات اور ابدی مسرتیں دکھاؤں گا۔ منافق کہتا ہے کہ اللہ کے وعدے جھوٹے ہیں۔ نہ اخروی زندگی ہے اور نہ اللہ کے وعدے پورے ہوں گے۔ اس پر اس کا ایمان نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس چیز کا یہاں ذکر کیا ہے کہ ''وہ ایمان نفاق سے آلودہ نہ ہو'' ہر احمدی کو پھر ایک زندہ خدا پر یقین کرنے کے لئے اکٹھا کیا گیا ہے۔ یعنی وہ پیدا احمدی ہوا ہے یا وہ باہر سے آکر داخل ہوا ہے۔ منافق والا ہمارا عمل نہیں ہونا چاہیئے نہ ہمارا دعویٰ ایسا ہونا چاہیئے نہ ہمارا اعلان ویسا ہونا چاہیئے پکے ایمان والا ہمارا دعویٰ اور اعلان ہونا چاہیئے خدا کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد میں تمہارے ذریعہ سے اسلام کو ساری دنیا پر غالب کر دوں گا۔

خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی

خدا تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ وہ چیزیں جو مَیں نے تمہیں دی ہیں اب مَیں تم سے مانگتا ہوں۔ مَیں اسے تمہاری طرف سے قربانی سمجھوں گا اور اس سے بڑا بدلہ دوں گا تو تم اس بات پر اس وعدہ پر' اس بشارت پر ایمان لاؤ۔ منافق جو سمجھتا ہے مَیں ویسا نہیں۔ میرا وعدہ جھوٹا نہیں ہے مَیں سچے وعدوں والا ہوں۔ جو مَیں کہتا ہوں وہ پورا کرتا ہوں۔ مجھے قدرت ہے کہ جو کہوں مَیں وہ پورا کر دوں۔ کیونکہ بے وفا آگے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو بدنیت ہوتے ہیں اور شیطان کے چیلے ہوتے ہیں جب وہ وعدے کرتے ہیں اسی وقت ان کی نیت ہوتی ہے کہ وہ انہیں پورا نہیں کریں گے۔ لیکن ایک بے چارہ انسان وہ بھی ہوتا ہے جو خلوص نیت کے ساتھ وعدہ کرتا ہے اس کے حالات بدل جاتے ہیں وہ وعدہ پورا کر ہی نہیں سکتا۔ مثلاً کوئی زمیندار ہے اس نے کسی کو دس ہزار روپے دینے کا وعدہ کا کیا لیکن ژالہ باری ہوئی اس کی فصلیں خراب ہوگئیں۔ اب جو اس نے فصل آنے پر وعدہ پورا کرنا تھا وہ اسے پورا کر ہی نہیں سکتا۔ نیت میں فتور نہیں تھا۔ طاقت میں فتور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو سب طاقت ہے اس میں کوئی کمزوری نہیں وہ سب طاقتوں کا مالک اور سب قوتوں کا مالک ہے بلکہ سب طاقتوں اور قوتوں کا وہی سرچشمہ ہے۔ انسان کو یا کسی دوسری مخلوق کو جو طاقت جسمانی یا ذہنی یا علمی یا روحانی ملی ہے وہ اس نے دی ہے۔ گھر سے تو کچھ نہ لائے کون کہہ سکتا ہے کہ مَیں پیدائش کے وقت اپنے ساتھ یہ چیزیں سمیٹ کر لایا تھا۔ پیدائش کے وقت تو اسے اپنی بھی ہوش نہیں تھی۔ چیخ مار کر تو وہ دنیا میں داخل ہوا تھا اور بے سہارے وہ اپنا بچپنا بھی نہ گزار سکتا

تھا بے سہارے کے تو وہ جوانی بھی نہیں گزار سکتا۔ اگر کسی نے پڑھنا ہے تو استاد کا سہارا چاہیئے پہلے ماں باپ کا سہارا تھا جو لگا ہی رہتا تھا زندگی بھر۔ پھر استاد کا سہارا ہے۔ پھر دوستوں کا سہارا ہے، پھر جتھے کا سہارا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ نے تدبیریں پیدا کی ہیں۔ لیکن ایک وہ شخص ہے جو تدبیر کو تدبیر سمجھتا ہے اللہ تعالےٰ کی عطا سمجھتا ہے۔ تدبیر کو خدا نہیں سمجھتا۔ تو انسان کی طرح یا مخلوق کی طرح اللہ تعالےٰ ناقص نہیں ہے، اپنی قوت اور طاقت کے اندر اور اپنے متصرف بالا رادہ ہونے کے لحاظ سے ساری طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ وہی ہے۔ خدا کہتا ہے مَیں تمہیں یہ دوں گا۔ منافق کہتا ہے اللہ تعالیٰ نہیں دے سکتا یا دینا نہیں چاہتا یا وہ اللہ تعالےٰ کی پاک ذات کی نیت پر حملہ کرتا ہے یا اس کی طاقت پر حملہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور جو عظیم وعدے میرے ذریعہ سے آج تم سے کئے گئے ہیں وہ تبھی پورے ہو سکتے ہیں جب تمہارے ایمان میں نفاق نہ ہو اور تم اس قسم کے نہ ہو زبان کے لحاظ سے یا قول کے لحاظ سے یا فعل کے لحاظ سے یا فکر کے لحاظ سے کہ تم یہ سمجھو کہ اللہ تعالےٰ وعدہ دیتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ یہ تو منافقوں کا اعلان ہے۔ مومن کا اعلان تو نہیں۔ الغرض مومن کا ایمان نفاق سے آلودہ نہیں ہونا چاہیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اے میری جماعت خدا نے مجھے کہا ہے کہ مَیں تمہیں بتادوں گا کہ تمہارا ایمان نفاق سے آلودہ نہیں ہونا چاہے نتیجہ آگے نکلتا ہے وہیں مَیں اکٹھا نکالوں گا۔

ایمان بزدلی کی آلودگی سے منزّہ ہو

اسی طرح ایمان بزدلی سے آلودہ نہ ہو بزدلی شرک ہے جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرتا ہے وہ مشرک ہے جو شخص دوسرے کی دولت سے خائف ہے کہ وہ اپنی دولت کا استعمال کر کے خدا کی منشاء کے خلاف میرا نقصان کر دے گا یا جو شخص دوسرے کے جتھے سے خوف کھاتا ہے یا جو شخص دوسرے کے شور مچانے سے خوف کھاتا ہے ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ جب چاروں طرف سے دوسرے شور مچاتے ہیں مرزائی کافر، مرزائی کافر تو وہ ڈر جاتے ہیں۔ مرزائی کافر کی آواز تمہارے کان میں خدا تعالےٰ کی زبان سے نہیں پڑی اور جو کسی غیر اللہ کی زبان سے آواز نکل رہی ہو اس سے تمہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے آخر یہ دھمکیاں، یہ فتوے یہ منصوبے' یہ جوش وخروش آج تو نہیں پیدا ہوا اسی ۸۰ سال پہلے سے یہ شروع ہیں اسی ۸۰ سالہ کفر کے فتوؤں کا نتیجہ کا پتہ ہے کیا نکلا۔ پہلا نتیجہ تو یہ نکلا کہ اسی ۸۰ سالہ گالیوں اور کفر کے فتوؤں نے ہمارے چہروں سے مسکراہٹیں نہیں چھینیں۔ ہم آج بھی اس طرح ہشاش بشاش ہیں ہمارے مسکراتے چہرے ہیں۔ ہماری بشاشت ہم سے کون چھین سکتا ہے۔ جو شخص اپنے رب کی نگاہ میں پیار دیکھتا ہے وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا چاہے ساری دنیا اس کی مخالفت پر کمربستہ کیوں نہ ہو اسی ۸۰ سالہ شور وغوغا نے ہم

سے قوتِ احسان نہیں چھینی ۔ ہ: اللہ تعالیٰ کا فضل ہے آپ کو بڑی حمد کرنی چاہیئے قریباً اسی ۸۰ سال سے مخالفین جو منہ میں آتا ہے ہمارے خلاف کہہ جاتے ہیں اور وہی لوگ جن کے منہ میں جو آتا ہے ہمارے خلاف کہہ جاتے ہیں جب ان کو ضرورت پڑتی ہے تو وہ ہمارے پاس آ جاتے ہیں اور ہم مسکراتے چہروں سے ان کی مدد کرتے ہیں ۔ظفر علی خاں مرحوم اخبار زمیندار کے جو ایڈیٹر تھے وہ شروع سے ہی ہمارے مخالف تھے ۔ٹھیک ہے ۔ یہ دل کا معاملہ ہے اگر نہیں سمجھ میں آیا تمہارا حق ہے مخالفت کرو ۔لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ ہم تم پر احسان کریں ۔ ساری عمر زمیندار اخبار میں جو کچھ دل میں آیا وہ ہمارے خلاف لکھتے رہے ۔ جب وہ بوڑھے ہوئے تو (اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایک سبق دینا تھا) وہ بیمار ہو گئے جب وہ بیمار ہوئے تو ان کے بچوں نے ان کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ۔ اِس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مری میں تھے ۔ مری میں ہی ظفر علی خاں تھے آپ کو جب پتہ لگا تو آپ نے اپنے ڈاکٹر کو کہا کہ روزانہ جا کر ان کو دیکھا کرو ۔ جس دوائی کی ضرورت ہو خواہ وہ کتنی مہنگی ہو ان سے قیمت نہیں لینی ۔ مجھ سے پیسے لے کر جایا کرو اور دوائی خریدا کرو اور وہ دوائی استعمال کراؤ اور ایسی تو سینکڑوں ہزاروں مثالیں ہیں ۔ خلافت نے بھی یہی کیا اور ہمارے بزرگ احمدیوں نے بھی یہی کیا جب مخالف اور ضرر اور ایذا پہنچانے والا انسان ضرورت کے وقت ان کے پاس آیا ۔اور وہ جائز طریقہ سے اس کی ضرورت پوری کر سکتے تھے یا کروا سکتے تھے تو انہوں نے کی تو اسی ۸۰ سالہ مخالفت نے اور شور نے اور گالیوں نے ہم سے قوتِ احسان نہیں چھینی ۔مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے ۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تمہیں گالی دیتا ہو اور تم مقابلہ میں گالی دیتے ہو تو تم نے اپنا بدلہ لے لیا تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا ۔لیکن اگر تم گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم پر درود بھیجتے ہیں ۔ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ حکم دیا کہ گالیاں سن کر دعا دو تو بڑا احسان کیا ہم پر ۔اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تمہیں گالیاں دی جائیں تو یہ کوشش کرو کہ تم بدلہ نہ لو بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا درود تمہیں حاصل ہو اور ان کی دعائیں تمہیں حاصل ہوں تو کتنی دعائیں ہمیں دلا دیں ساری عمر فرشتوں کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں ۔ کیونکہ گالی سن کر ہم گالی نہیں دیتے ہمیں اتنی طاقت نہیں تھی کہ ہم وہ نتیجہ نکال سکتے ۔ جو ہماری اشاعتِ اسلام کی کوشش کا اس وقت نکل رہا ہے ۔

افریقن نَو مسلموں کا اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

سات ہزار میل دور ہے ایک علاقہ ۔مَیں مغربی افریقہ کی بات کر رہا ہوں ۔ وہ کبھی یہاں نہیں آئے اِلَّا مَـــا شـــاء اللہ شائد کبھی کوئی آیا ہو اور وہ بھی اب ۔ اتنا بڑا فاصلہ ہے ان کے اور ہمارے درمیان ۔ نہ مرکز کو انہوں نے دیکھا ، نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی ۔ نہ ان کو اردو

آتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتب سے ہی فائدہ اٹھا سکیں۔ اور روشنی حاصل کریں اور نہ مرکز کی اور خلافت کی برکات سے حصّہ اتنا لے سکتے تھے وہ اتنی دور بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔ وہ ہمارے تک نہیں آ سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فرشتوں کی فوجوں کو کہا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان کے دلوں میں تبدیلی پیدا کرو۔ جب مَیں گیا ہوں مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے وہ عجیب میرا مشاہدہ اور تجربہ اور احساس تھا میرے سامنے بارہ ہزار آدمی بیٹھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوشی ان کے جسموں سے اور ان کی رُوح سے پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہی ہے۔ ان کی کیفیت کا یہ عالم تھا کہ بو(سیرالیون) میں جب ہم پہنچے وہ فری ٹاؤن Capital سے ایک سو ستر میل دور ہے۔ وہاں ہمارا اسکول بھی ہے۔ اور ہمارا مشن بھی ہے اس کے گرد ہماری جماعتیں بھی بہت ہیں۔ انہوں نے اس لاج (رہائش گاہ) میں جہاں ہم نے ٹھہرنا تھا جھنڈیاں بھی لگائی ہوئی تھیں اور روشنی کے اتنے قمقمے تھے کہ ہمارے ساتھیوں کو اور مجھے بھی احساس ہوا کہ کچھ ضرورت سے زیادہ خرچ کر گئے ہیں۔ اسراف کا پہلو شائد زیادہ ہو گیا ہے۔ ہم میں سے کسی نے ایک ذمہ وار آدمی سے پوچھا کہ آپ نے یہاں بہت زیادہ قمقمے کیوں لگا دیئے ہیں۔ اِس کی کیا ضرورت تھی۔ اس رنگ میں انہوں نے بات کی۔ آگے جو اس نے جواب دیا وہ بڑا پیارا تھا وہ کہنے لگے کہ ہمارے دلوں میں چراغاں ہو رہا ہے ہم اپنے در و دیوار کو اس سے کس طرح محروم رکھ سکتے ہیں۔ یہ چیز ان کے دلوں میں کس نے پیدا کی۔ ہم تو وہاں جا نہیں سکے۔ ہم بڑی دیر کے بعد پہنچے بڑے تھوڑے پہنچے وہ یہاں آ نہیں سکتے تھے۔ سوائے اس کے کہ جو ہم میں شامل نہیں۔ ہر ایک یہ تسلیم کرے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کام کیا ہے اور پھر وہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور فدائی ہیں مَیں نے یہ بھی وہاں غور کیا کہ احمدیت کی محبت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ان کا عشق اور خلافت کے ساتھ ان کی وابستگی دراصل اس لئے ہے کہ اگرچہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ حُسن سے وہ واقف تھے نہ احسان سے اور نہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے لیکن جب وہاں احمدیت گئی تو احمدیت نے ان کی زندگیوں میں پہلی دفعہ ربِ کریم کا ان سے تعارف کروایا۔ اس پاک ذات کا جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام قدرتوں کا سرچشمہ ہے اُن لوگوں سے تعارف کروایا جو تو ہم پرستی اور جادو ٹونے پر یقین رکھتے تھے۔ عیسائیت یہ چیز ان کے دلوں سے نہیں نکال سکی لیکن احمدیت نے جا کر یہ چیز ان کے دلوں سے نکال دی۔ احمدیت نے اللہ تعالیٰ کو جیسا کہ قرآن کریم نے اسے پیش کیا ہے ان کے سامنے پیش کیا۔ اللہ کی معرفت انہوں نے حاصل کی اور اس احسان کے نیچے وہ دب گئے کہ چھوٹی سی جماعت تھی چند آدمی یہاں آئے تکلیفیں برداشت کر کے آئے نہ ان کو سیاست

سے کوئی پیار، نہ ہماری دولت سے کچھ لگاؤ اور ہماری خاطر انہوں نے قربانیاں دیں اور کتنی قیمتی یہ چیز ہمارے ہاتھ میں پکڑا دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ لعل تو لینے کے قابل ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے اور حقیقت یہی ہے کہ اس بات کی قدر ان کے دل میں ہے کہ وہ قیمتی ہیرا جس کے مقابلہ میں انسان کی جان کی بھی کوئی قیمت نہیں احمدیوں کے ذریعہ ہمیں مل گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خالی یہ کہہ دینا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے کافی نہیں ہے جب تک ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا نہیں ہو جاتے۔ ہم نجات نہیں پا سکتے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل نہ کرنا اور زبان سے ایسا کرنے کا دعوے کر دینا اگر کوئی احمدی ایسا کرتا ہے تو اس کے یہ کسی کام نہیں آئے گا۔ اسوۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہی ایمان ہے۔ اتنا حُسن کہیں اور کسی اَور جگہ آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا احسان کیا کہ چودہ سو سال گزر گئے اور پتہ نہیں کتنی اور صدیاں آئیں گی۔ ہر صدی پر احسان کیا آپ کی قوتِ قدسیہ نے آپؐ کے افاضہ روحانیہ نے۔

مجدد نائیجیریا عثمان بن فودی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صدی سے پہلی صدی میں نائیجیریا میں ایک مجدد پیدا ہوئے۔ عثمان بن فودی ان کا نام ہے۔ وہ بھی ایک عاشق تھے خدا اور اس کے رسول کے عثمان بن فودی نائیجیریا میں کیوں پیدا ہوئے اس لئے کہ آپ کا پیار اور ہمدردی بنی نوع انسان کے کسی خاص قطعہ یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھی۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی نے تمام بنی نوع انسان کو اور تمام زمانوں کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ جہاں جہاں ضرورت پڑی آپؐ کے افاضہ روحانی نے بنی نوع انسان کی ہمدردی کے جوش میں وہاں وہاں اپنے روحانی فرزند پیدا کئے جنہوں نے ان لوگوں کی اصلاح کی اور ان کے لئے دین و دنیا کے اخلاص کے دروازے کھولے۔ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن اور آپؐ کا احسان جماعت احمدیہ کے ذریعہ ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین روحانی فرزند ہیں پیار کیا اور آپ کے سلسلہ کے ساتھ اور آپ کے خلفاء کے ساتھ پیار کیا۔ سیرالیون کے ایک سابق نائب وزیراعظم ہیں۔ اب تو حکومت بدل گئی وہ Opposition میں آ گئے ہیں۔ یہ تو سیاست میں ہوتا ہی ہے۔ لیکن اس سے قبل جو حکومت تھی اس میں وہ نائب وزیراعظم تھے۔ اب وہ مسلم کانگرس کے پریذیڈنٹ ہیں۔ وہ بہت پیچھے پڑے کہ ہم نے ضرور Reception دینی ہے۔ مَیں نے اپنے مبلغوں کو کہا تھا کہ ملاقاتیں کرنی ہیں دعائیں کرنی ہیں۔ حالات دیکھنے ہیں۔ سکیمیں بنانی ہیں۔ مشورے کرنے ہیں۔ لہٰذا ایک ملک میں

ایک ری سیپشن کافی ہے۔ وہاں جولوگ آئیں گے ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ دوسری ری سیپشن ایک ملک میں نہ رکھوا نہوں نے کہا کہ اتنا تعلق رکھنے والا ہے یہ شخص اور اتنا گھائل ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے کہ ہمارے یہ بہت پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس کی پیشکش کو ماننا چاہیئے ورنہ اس کی دل شکنی ہوگی۔ مَیں نے کہا کہ اچھا ایک جگہ رکھ لو۔ اس موقعہ پر وہ کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی تقریر شروع ہی یہاں سے کی کہ مَیں احمدی نہیں ہوں لیکن آپ کو بھی پتہ ہے اور مجھے بھی پتہ ہے کہ اس صدی کے شروع میں لوگ اسلام کا نام لیتے ہوئے شرماتے تھے اور ہم اب اپنی گردنیں فخر سے اونچی کر کے اسلام کا نام لیتے ہیں۔ اور یہ احمدیت کی بدولت ہے۔ یہ لوگ یعنی احمدی مبلغین آئے اور انہوں نے ہماری فضا کو بدل دیا تو چونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین موجزن و منعکس ہوتے دیکھا اس لئے پیار کیا، اور اسی لئے جماعت سے پیار کیا، اسی لئے خلافت سے پیار کیا تو یہ وعدے جو ہمیں دیئے گئے ہیں ہم نے منافقوں کی طرح یہ نہیں کہنا کہ خدا اپنے وعدے کا سچا نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدے تو ہم نے اپنی زندگیوں میں سچے ہوتے دیکھ لئے اور وہ جو اگلا زمانہ ہے وہ بڑی تیزی کے ساتھ اسلام کے آخری غلبہ کی طرف رواں دواں ہے تو دنیا جب عدم علم کی وجہ سے کچھ اور سمجھتی ہے، ہمارے دل میں ان کے لئے زیادہ رحم پیدا کرتی ہے، غصہ نہیں پیدا کرتی، نفرت نہیں پیدا کرتی، دشمنی نہیں پیدا کرتی، کسی فرد واحد کے ساتھ دشمنی ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ہاں ہم بدی سے، ہم بُرائی سے، ہم گند سے دشمنی کرتے ہیں، اس کو ہم مٹانا چاہتے ہیں چونکہ ہم مومن ہیں اس لئے منافقانہ نعرہ نہیں لگا سکتے اور چونکہ ہم مومن ہیں اس لئے بزدلانہ نعرہ نہیں لگا سکتے۔ مَیں نے ان کے چہروں پر اس قسم کی خوشی دیکھی کہ انسان بیان نہیں کر سکتا۔ مَیں ایک روز سوچ میں پڑ گیا اور مَیں نے یہ دعا کی کہ اے خدا یہ مسئلہ مجھے سمجھا کہ ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ اتنے زیادہ خوش ہوں پھر میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا۔ اور مَیں نے تقریر میں کہا کہ تم اپنی جگہ اس لئے خوش ہو کہ تاریخ احمدیت میں پہلی بار اور تمہاری زندگیوں میں پہلی بار وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب روحانی فرزند تھا مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا خلیفہ تمہارے اندر آیا ہے، تم نے اس کی باتیں سنیں، تم نے اسے دیکھا، تم نے اس کی برکات سے حصہ لیا، تم اپنی جگہ خوش اور تمہیں خوش ہونا چاہیئے آج تمہارے لئے خوشی کا دن ہے اور مَیں بھی خوش ہوں بہت ہی خوش ہوں۔ اس وجہ سے کہ آج سے قریباً اسی ۸۰ سال پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم روحانی فرزند نے جب اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام بنی نوع انسان

کے دلوں میں بٹھانے کے لئے ایک دعوےٰ کیا اور ایک آواز بلند کی اس وقت وہ اکیلی آواز تھی۔ آپ حیران ہوں گے کہ بہت ساروں کے ذہن میں نہیں ہوگا کہ جب دوسوعلماء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفر کا فتوےٰ لگایا تو آپ نے اس وقت ایک شخص سے بھی بیعت نہیں لی تھی یعنی آپ یک وتنہا تھے اور اس وقت کے جو دوسو علماء تھے چوٹی کے انہوں نے کفر کا فتوےٰ لگایا۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اس اکیلی آواز پر ساری دنیا کی طاقتیں اکٹھی ہوگئیں اور مجتمع ہوگئیں۔ اس اکیلی آواز کو خاموش کرنے کے لئے۔ لیکن وہ خاموش نہیں رہ سکی۔ مَیں تمہاری آوازوں میں اس آواز کی بازگشت سُن رہا ہوں اور اس لئے مَیں خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے کئے۔ پختہ ایمان جو ہے اس کے بعد دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوسکتا کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ وعدے پورے کرے گا یا نہیں۔ جس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے وہ منافق ہے۔ ایمان لانے کے بعد یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ پتہ نہیں کہ خدا کے مقابل پر کوئی مادی طاقت جیتے گی یا شکست کھائے گی۔ خدا کے مقابلہ میں کون جیت سکتا ہے۔ بلاوجہ تو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہیں کہا۔ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ❶

کہ تم انسانوں میں سے کسی انسان سے خوف نہ کھاؤ۔ صرف مجھ سے ڈرو اور اس بات سے ڈرو کہ مَیں تم سے ناراض نہ ہو جاؤں۔ اگر تمہارے دل میں یہ خشیت رہی، اگر تم نے اپنی سی کوشش کی کہ میری ناراضگی مول نہ لو تو پھر مَیں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ مَیں تمہیں اپنی گود میں بٹھا لوں گا۔ پھر وہ کونسا انسان ہے جس کی طاقت میں ہے کہ اس شخص پر حملہ کرے جو خدا تعالیٰ کی گود میں بیٹھا ہے۔ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ تمہیں لوگوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک ہستی ہے اس کی خشیت دل میں پیدا کرو، اس کا خوف دل میں پیدا کرو، یہ خوف نہیں کہ وہ ضرر پہنچانے والی ہستی ہے بلکہ یہ خوف کہ جو فائدہ وہ پہنچانے والی ہے اس سے ہم محروم نہ ہو جائیں۔ ہماری کسی گندگی کی وجہ سے ہماری کسی غفلت کے نتیجہ میں وہ ہمیں اپنی گود سے اتار کر نیچے نہ رکھ دے۔ (اس موقعہ پر حضور اقدس نے اپنی دونوں باہوں کو پھیلا کر بتایا) ہمارے لئے تو یوں اس نے اپنی باہوں کو کیا ہوا ہے۔ ہم اس کی باہوں کے حلقے میں ہیں کون سی دنیا کی طاقت ہے کہ جو یہ حلقہ توڑ کر ہمارے تک پہنچ سکے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ تم بزدلی سے آلودہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی خشیت دل میں پیدا کرو:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سمجھانے کے لئے فرمایا ہے کہ مومن بزدل نہیں ہوا کرتا جو خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا خدا پر توکل ہے، جس نے خدا سے طاقت لینی ہے، جس نے

❶ سورہ مائدہ ۴۵

خدا تعالیٰ سے قوتِ احسان کو پاتا ہے وہ کسی سے ڈر کیسے سکتا ہے وہ تو اسی آیت پر عمل کرے گا۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ جو شخص یہ کہے کہ خدا سے نہ ڈرو ہم سے ڈرو تو وہ قرآن کریم پڑھ لے اور اپنے متعلق آپ ہی فیصلہ کرلے کہ وہ کس دماغ کا آدمی ہے۔ ہمیں کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہمیں تو یہ حکم ہے کہ کسی انسان سے نہیں ڈرنا، کسی انسان کا خوف دل میں نہیں لانا، کسی کی خشیت پیدا نہیں کرنی۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی خشیت کے ہم تو اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہیں ہم تو ہر وقت کانپتے رہتے ہیں۔ جب ہم اپنی عاجزی کو دیکھتے ہیں، جب ہم اپنی کم مائیگی کو دیکھتے ہیں، جب ہم اپنی کم علمی کو دیکھتے ہیں، جب ہم ان ذمہ واریوں کو دیکھتے ہیں جو بڑی عظیم بھی ہیں جو ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ محض اپنی طاقت یا علم یا دولت یا قربانی یا ایثار کے نتیجہ میں ہم یہ دولت سنبھال نہیں سکتے۔ اُس وقت ہم خوف سے کانپنے لگ جاتے ہیں۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو دیکھتے ہیں۔ جب ہم اس کی صفت غنا پر نظر ڈالتے ہیں کہ اس کو تو کسی کی احتیاج نہیں ہم ہی اس کے محتاج ہیں تو ہمارے دل میں بڑا خوف پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہم اپنی کوتاہی کے نتیجہ میں اس سے دور نہ جا پڑیں۔ وہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ یہ خشیت اور یہ خوف تو ہمارے دل میں ہے لیکن وہ ہمارا پیارا اور محبوب ہمیں کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کی خشیت تمہارے دل میں پیدا نہ ہو۔ اب ہم خدا تعالیٰ کے حکم کو مانیں ہم قرآن کریم پر عمل کریں یا لوگوں کے جو نعرے ہیں ان سے خوف زدہ ہو جائیں۔ ایک مومن تو ایسا نہیں کرسکتا۔ ہم عاجز بھی ہیں کمزور بھی ہیں۔ ہم اثر ورسوخ بھی نہیں رکھتے۔ نہ ہمارے پاس اقتدار ہے نہ حکومت ہے نہ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ ع

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا

ہمیں ان ملکوں سے کیا ہم تو اس دنیا کے ملک کی ہوس نہیں رکھتے۔ یہ جذبہ ہے جس نے افریقہ میں اثر کیا۔ یہ جذبہ ہے جو ساری دنیا پر اثر کرے گا۔ مَیں ان کو کہتا تھا کہ پچاس سال سے ہم تمہارے اندر کام کر رہے ہیں کئی سو سال ہوئے عیسائی تمہارے پاس آئے پادریوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم خداوند یسوع مسیح کی محبت کا پیغام لے کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں اور تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ ان پادریوں کی صفوں کے پیچھے یورپین اقوام کی جو فوجیں تمہارے ملک کے اندر داخل ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ جو توپیں تھیں۔ ان سے پھول نہیں جھڑے تھے ان سے گولے برسے تھے اور انہوں نے جو تمہارا حلیہ کیا۔ اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

یورپین اقوام افریقنوں کی ہر نعمت چھین کر اپنے ممالک میں لے گئیں

یہ ایک حقیقت ہے وہاں نائیجیریا کے سربراہِ مملکت یعقوبو گوون کو بھی مَیں نے کہا۔ اس وقت

مجھے نائیجیریا میں پہنچے ہوئے دو تین دن ہوئے تھے۔مَیں نے جو دو تین دن مشاہدہ کیا اس کے متعلق اسے کہا کہ تمہارے ملک اور قوم میں آ کر مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں (اور کل مَیں نے ایک احمدی سے اس کا ذکر بھی کیا تھا کہ مَیں نے گوون سے یہ ذکر کیا تھا) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر ایک نعمت سے نوازا تھا اور ان یورپین اقوام نے خدا کی ہر نعمت کو تم سے چھین لیا اور اسے وہ اپنے ملکوں میں لے گئے۔وہ مجھے کہنے لگے۔

How ture you are. How true you are.

یہ کتنی سچی بات آپ کہہ رہے ہیں تو یہ ایک حقیقت ہے۔اور مَیں انہیں کہتا تھا کہ ہمیں یہاں آئے ہوئے پچاس سال ہو گئے ہیں۔پہلے ہم نے تھوڑے پیمانہ پر کام کیا۔پھر وہ بڑھا اور کافی بڑھا۔ہم باہر سے پیسہ لائے اور تمہارے ملکوں پر خرچ کیا۔تمہارے ملکوں سے پیسہ کمایا تھوڑا نہیں کمایا بڑا کمایا۔کانو کے ہمارے مشن نے کوئی پندرہ بیس ہزار پونڈ سے زیادہ Save کیا ہوا تھا۔بیس ہزار پونڈ ہو تو چار لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔ان کو ہدایت کی گئی کہ ساری کی ساری رقم اس Health Centre پر خرچ کردو۔اور اس سے ایک نہایت خوبصورت ہسپتال بن گیا۔عوام کو بھی پتہ ہے حکومتوں کو بھی پتہ ہے۔تو میں نے انہیں کہا تمہاری دولت میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔جو کماتے ہیں تمہارے اوپر خرچ کر دیتے ہیں۔جو کسی اور جگہ سے ہمارے احمدی کمارہے ہیں۔وہ بھی لا کر تمہارے اوپر خرچ کر دیتے ہیں تو تمہیں پتہ ہے کہ ہماری للچائی ہوئی نظر تمہاری دولت پر نہیں پڑی۔نہ ہم اقتدار کے بھوکے ہیں۔ہمیں کیا ملکوں سے،ہمیں کیا تاجوں سے،ہمیں کیا ان ملکوں کے سربراہوں سے۔ہم تو خادم پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں ہماری لذّت،اور اسی میں ہماری نجات ہے اور یہ چیز ان پر بڑا اثر کرتی تھی۔پہلے تو خاموش احساس تھا کچھ نیم بیدار احساس تھا تو مَیں اس کو جھنجھوڑتا تھا۔مَیں ان کو پورا بیدار کرتا تھا۔مَیں ان کو بتاتا تھا کہ یہ زندگی کی حقیقت ہے۔تمہیں سمجھنا چاہئیے۔ہم تمہارے بھائی بھی ہیں ہم تمہارے خادم بھی ہیں۔ہم تمہارے برابر بھی ہیں۔یہ چیز ان کو آج تک کسی نے نہیں دی۔یعنی عیسائیت وہاں کئی سو سال رہی ہے۔انہوں نے مساوات کا نام نہیں لیا۔پادری بھی اپنے آپ کو سب کچھ سمجھتا تھا اور وہاں کے عوام کو کچھ نہیں سمجھتا تھا۔وہ پیار کے بھوکے ہیں۔مَیں نے ان کو کہا کہ وہ جو پیرامونٹ پرافٹ تھا (پیرامونٹ ان کا محاورہ ہے) یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے بڑے نبی تھے۔خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء تھے۔ان کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ کہلوایا۔قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ تم دنیا میں یہ منادی کردو کہ مَیں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں اور تم بھی میرے جیسے انسان ہو۔انسان ہونے کے لحاظ سے میری برتری نہیں ہے۔ہم برابر ہیں۔مَیں نے انہیں کہا کہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور تمام انبیاء سے افضل تھا اس کے منہ سے قرآن کریم نے یہ کہلوایا تو وہ انبیاء جو آپؐ کے ماتحت تھے اور آپؐ سے چھوٹے تھے۔جیسے حضرت موسیٰ

حضرت عیسیٰ علیہا السلام وہ یا ان کے ماننے والے کس طرح تم سے برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کا خدائی فیصلہ

احمدیت نے آج پھر تمہیں برابر قرار دے دیا۔ پہلے زمانہ میں بھی برابر قرار دیا۔ وہ بھی مَیں مثالیں دیتا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور دوسروں کی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن ایک تنزل کا دَور بھی آیا۔ ہمیں آنکھیں بند کر کے حقائق کا انکار نہیں کرنا چاہئیے ٹھیک ہے۔ لیکن وہ دور تنزل کا ختم ہو گیا۔ اب خدا نے فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرے۔ اس محبت اور مساوات اور ہمدردی اور خیر خواہی کے پیغام کے ذریعہ تو مَیں نے انہیں کہا کہ اب تمہیں آئندہ کوئی حقارت اور نفرت سے نہیں دیکھے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس ندا کو دوبارہ دنیا میں پھیلایا گیا ہے کہ سب انسان برابر ہیں۔ کوئی شخص اب تم سے نفرت نہیں کرے گا۔ اب گزر گیا تم سے نفرت کرنے کا زمانہ۔ اب تو اسلام کا سورج طلوع ہو چکا ہے گو نصف النہار تک نہیں پہنچا لیکن طلوع ہو چکا ہے۔ صبح صادق نمایاں ہو چکی ہے۔ سورج نکل آیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے احمدیت اور اسلام کے ذریعہ تمہاری عزتوں اور تمہارے احترام کا انتظام کر دیا ہے۔ تمہیں اب حقارت اور نفرت سے کوئی نہیں دیکھے گا۔ یہ اعلان آپ تبھی کر سکتے ہیں کہ جبکہ آپ کے دل میں یہ ایمان پختہ ہو کہ لوگوں سے نہیں ڈرنا اور صرف اللہ سے ڈرنا ہے۔ افریقہ کے دورہ کے بعد اسی مارشل لاء کے ایک بہت بڑے افسر کو مَیں ملا تو بڑے حیران ہو کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ یعقوبو گوون نے آپ کو ملاقات کے لئے وقت دے دیا تھا۔ تو مَیں نے انہیں کہا کہ خالی ملاقات کا وقت ہی نہ دیا تھا وہ تو میرے ساتھ اس طرح ملے جس طرح اپنے گھر کا ایک بچہ ہو۔ تو ان کے واسطے حیرانی تھی اس واسطے کہ ایک دنیا کا رعب اور وجاہت اسے حاصل تھی اور اسے مغرور ہونا چاہئیے تھا کیونکہ امریکہ کے خلاف اور یورپ کی مداخلت کے خلاف اس نے خانہ جنگی جیتی تھی۔ لیکن میرے ساتھ وہ مغرور نہیں تھا۔ میرے ساتھ تو بچہ کی طرح ملا۔ میرے ساتھ اس کا پیار کا طریق اتنا تھا کہ مَیں نے اس کی آزمائش کی۔ جب ہماری ملاقات ختم ہوئی تو مَیں نے کہا کہ مَیں آپ سے معانقہ کرنا چاہتا ہوں تو وہ آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ مَیں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے اس فقرہ کا اثر اس پر کیا ہوتا ہے۔ اگر وہ جھینپا اگر اس میں جھجک پیدا ہوئی تو مَیں یہ سمجھوں گا کہ یہ تکلفاً اور رسمی طور پر میرے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ لیکن اگر رسمی باتیں نہ ہوئیں اور واقعی اس کے دل میں میرا پیار یا عزت خدا تعالیٰ نے قائم کی تو اس کا رِدّ عمل میرے فقرہ پر کچھ اور ہوگا۔ تو وہی ہوا جو میری خوشی کا باعث تھا۔ یعنی وہ خود مجھ سے آ کر لپٹ

گیا۔ پھر انہوں نے میری ملاقات کے متعلق غیر ممالک کے اپنے سارے ایمبیڈرز کو Brief کیا۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ کے ایمبیڈر نے ہمارے مبلغ چوہدری مشتاق احمد سے ذکر کیا۔ انہوں نے کوئی بات کی تو ایمبیڈر نے کہا مجھے پتہ ہے ہماری حکومت نے ملاقات کی اطلاع دی ہے اور ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ دنیا ہمارے خلاف یہ جھوٹ بول رہی ہے کہ خانہ جنگی جو ہوئی وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ تھی۔ حالانکہ یعقوبو گوون جو عیسائی ہے اس نے ایک مسلمان امام سے دعا کروائی اور اس سے پانچ دن پہلے وہ آرچ بشپ آف ویسٹ افریقہ سے ملا تھا۔ اس نے اس کو دعا کے لئے نہیں کہا تھا کیونکہ وہ غیر ملکی تھا تو اس نے کہا کہ اس جنگ میں مسلمان اور عیسائی ایک تھے اور غیر ملکی مداخلت دوسری طرف تھی۔ یہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ نہیں تھی۔ اب مَیں مثال دے رہا ہوں کہ یعقوبو گوون دنیوی لحاظ سے بڑا عظیم انسان ہے۔ اپنے ملک کا لیڈر ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا طاقتور ہے بڑے ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے۔ اس نے بڑے صبر اور تحمل سے کام لیا اور کوشش کی کہ کم سے کم خوں ریزی ہو اور اب جنگ کے بعد بھی وہ لوگ جو ان سے لڑ رہے تھے وہ ان سے محبت اور پیار کا سلوک کر رہا ہے۔ لیکن اس کی دنیوی برتری سے مَیں تو مرعوب نہیں ہوا اور نہ آپ کو ہونا چاہئے۔ نہ ہمارے مبلغ ہوتے ہیں کیونکہ ہمیں خدا نے یہ کہا ہے کہ کسی کی خشیت اور کسی کا خوف تمہارے دل میں نہیں ہونا چاہئے سوائے ایک ذات کے جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہ ہو

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اے میری جماعت اگر تمہارا ایمان اس قسم کا ہوا کہ اس میں دنیا کی ملونی نہ ہوئی اور نفاق سے آلودہ نہ ہوا اور بزدلی سے آلودہ نہ ہوا اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ اس کے اندر کامل اطاعت ہوئی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی اور بھی آیات ہیں لیکن مَیں نے ایک لی ہے اس میں بھی کافی دیر ہوگئی ہے۔ فرمایا:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ❶ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ ❷

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ ❸

اسی طرح فرمایا: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ❹

نیز فرمایا: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ❺

❶ سورہ آل عمران آیت ۳۳ ❷ سورہ نساء آیت ۱۴ ❸ سورہ نساء آیت ۷۰ ❹ سورۃ المائدہ آیت ۹۳

❺ سورۃ النساء ۶۰

بیسیوں سینکڑوں آیات ہیں لیکن اس آیت کو اس لئے مَیں نے انتخاب کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہ ہو۔ تو اطاعت کے کسی درجہ سے جو شخص چاہتا ہے کہ محروم نہ ہو اس کو ہر وقت چوکس اور ہوشیار رہنا پڑے گا۔ کیونکہ جو شخص چوکس اور ہوشیار نہیں رہتا وہ کسی وقت غفلت سے اطاعت سے خارج ہو جائے گا قرآن کریم نے بھی یہ کہا ہے کہ اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہ ہو مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کی تعلیم ہی ہمارے سامنے پھر از سر نو رکھ رہے ہیں اور وہ عظیم بشارتیں اور عظیم تعلیم ہے۔ قرآن کریم یہاں یہ فرماتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو وَاعْمَلُوْا اور ہر وقت ہوشیار رہو کہیں ایسا نہ ہو شیطان کا کوئی داؤ لگ جائے اور کسی ایک پہلو سے بھی تم اطاعت سے باہر نکل جاؤ۔ ہر وقت بیدار اور ہوشیار اور چوکس رہو تا کہ تمہاری اطاعت کسی درجہ پر محرومی کا رنگ اختیار نہ کر لے۔ اگر تمہارا ایمان ایسا ہی پختہ ہو گا تو خدا کا وعدہ دیکھو کتنا عظیم اور حسین ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ جماعت کو یہ سنا دو کہ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہ ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔ یہ قرآن کریم کا محاورہ ہے۔ دسویں سورۃ [1] کے شروع میں کہ ظاہری و باطنی قرب اور پاکیزگی جو ہے اس کو عربی محاورہ میں ''قدم صدق'' کہتے ہیں یعنی اندرونی طور پر بھی پاک اور بیرونی طور پر بھی پاک۔ تو فرمایا کہ بیرونی پاکیزگی کا دراصل مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اس دنیا میں اکیلا تو نہیں اس کا ملاپ ہوتا ہے دوسروں سے۔ اس کا اپنا خاندان ہے، بچے ہیں، بزرگ ہیں، ہمسائے ہیں، محلّہ والے ہیں، شہر ہے، دنیا ہے، ہر سطح پر اس کے ملاپ ہوتے ہیں تو بیرونی پاکیزگی کا دراصل مطلب یہ ہے کہ جہاں بھی غیر کے ساتھ ملاپ ہوا وہ پاک اثر اپنا اس کے اوپر چھوڑتا ہے، باقی تو اس کی تفصیل ہے تو جسم بھی بیرونی چیز ہے وہ پاک ہونا چاہیئے۔ اگر گند لگا ہوا ہو گا تو بدبو آئے گی۔ اگر وہ اس کی استطاعت کے مطابق پرواہ نہیں کرے گا تو اس کے اوپر اچھا اثر نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ کپڑے پاک رکھو لیکن اصل بنیادی چیز یہ ہے کہ جہاں اس کا غیر کے ساتھ ملاپ ہوا ہے وہاں وہ پاک اور نیک اثر ڈالتا ہے۔ یہ ہے ظاہری پاکیزگی۔ اور باطنی پاکیزگی کا یہ مطلب ہے کہ جہاں اس کا ملاپ ہوا اپنے رب کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ بھی یہی دیکھتی ہے کہ میرا یہ بندہ پاک اور مطہر ہو کر میرا قرب حاصل کرنے کے لئے آیا ہے تو چونکہ وہ پاک ہے اور ناپاک سے وہ تعلق قائم ہی نہیں کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ باطنی پاکیزگی پسند کرتا ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور ظاہری

---

[1] قَدَمَ صِدْقٍ (یونس ۳)

پاکیزگی کا تعلق اس سے ہے کہ اس نے جوفیض حاصل کیا ہے۔اپنے رب سے اسے وہ آگے پہنچاتا ہے۔ اگر وہ ظاہری طور پر پاکیزہ نہیں یعنی جب وہ ملاپ کرتا ہے دوسروں سے تو ان پر پاک اثر نہیں چھوڑتا تو وہ خدا کا بندہ کیسے ہوا خادم کیسے بنا۔اس نے پھر دوسروں کے لئے ایثار کیسے کرنا ہے۔تو قدم صدق کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک وہ اس کا ایسا بندہ ہے کہ جب اس کے پاس آتا ہے۔تو باطنی پاکیزگی کے ساتھ آتا ہے اور جب وہ غیر سے ملاپ کرتا ہے تو وہ پاک اور مطہر اثر کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔

ہماری زندگی کا مقصد

اگر یہ چیز آپ میں پیدا ہو جائے تو آپ بڑی جلدی دنیا کے دل جیت لیں گے۔محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ پھر مَیں آپ کو سمجھانے کے لئے کہتا ہوں۔کئی نئے آئے ہیں۔کئی کم علم ہیں کہ ہماری زندگی کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کچھ بن جائیں۔ ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلال اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا میں قائم ہو جائے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم غالب آئیں گے تو ہمارا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہمیں کوئی دنیا کی ہوس یا لالچ ہے یا ہم اقتدار چاہتے ہیں یا مال و دولت چاہتے ہیں۔ ہمارا تو یہ محاورہ ہے کہ ہم غالب آئیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وعدے جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں وہ جماعت کے حق میں پورے ہوں گے۔اور وہ یہ وعدہ نہیں کہ مرزا عبدالحق یا مرزا ناصر احمد کو کچھ ملے گا۔وہ وعدہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا مل جائے گی۔تو یہ وہ غلبہ ہے جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں۔جس کے لئے ہم مجاہدہ کر رہے ہیں،جس کے لئے ہم جدوجہد کر رہے ہیں،جن کے لئے ہم عاجزانہ قربانیاں پیش کر رہے ہیں،جس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے متلاشی ہیں جس کی وجہ سے ہم یہ ہر وقت چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔جس کے لئے ہم اس امید میں زندگی گزار رہے ہیں کہ ہمیشہ اس کی نگاہ میں ہمیں پیار ملے۔

ایک دوسرا اقتباس بھی ہے جس میں ایسے نکات تھے کہ جس پر مَیں تفصیلی روشنی ڈالنا چاہتا تھا۔وہ مَیں صرف پڑھ دیتا ہوں کہ اس کا تسلسل جو چھپا ہے سامنے آ جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

> ''اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک رُوح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قوے' سے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے اور کوئی چیز نہ اس سے باہر ہے اور نہ اس کے تصرف سے نہ اس کی خَلق سے۔'' ❶

❶ نسیم دعوت صفحہ ۱ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۶۳

یہ وہ خدا ہے جس کی محبت میں ہم مست اور جس کی ناراضگی کے خوف سے ہم لرزاں اور ترساں رہتے ہیں اور اس خدائے واحد و یگانہ اور قدوس اور مالک اور خالق اور تمام طاقتوں کے سرچشمہ کو ہم نے اپنی کوششوں یا اپنی کسی خوبی کے نتیجہ میں حاصل نہیں کیا۔ اس حقیقت پر ہم ہمیشہ قائم رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔'' [1]

اس زندہ خدا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانی کے طفیل ہم نے پایا۔ وہ ہم سے کلام بھی کرتا ہے۔ وہ ہمیں زندہ نشان بھی دکھلاتا ہے۔ اس پیارے کی آواز سن کر اور اس کی طاقتوں اور قوتوں کا مشاہدہ کر کے اسے چھوڑ کر ہم غیر کی طرف کیسے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور اس مقام پر وفا کے ساتھ اور صدق کے ساتھ قائم رہنا بھی مشکل ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال نہ ہو۔ اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ان تمام برکات سے نوازے جو اللہ کا ذکر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کی باتیں سن کر انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ اجتماع انصار اللہ کا منعقد کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اور آپ پر بھی بڑا ہی رحم اور کرم فرمائے اور ہمیں اپنی حفاظت اور امان میں ہمیشہ رکھے۔ ہم ایک کمزور اور بڑے ہی عاجز اور کم علم اور کوئی طاقت نہ رکھنے والے بچوں سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ ایک بچہ جو ہم سے زیادہ طاقت رکھتا ہے ہم اس سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا سہارا اور پناہ ہے وہ ہمیں اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ اللّٰھم آمین۔

(ماہنامہ انصار اللہ۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۶۔۳۳)

---

[1] نسیم دعوت صفحہ ا روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۶۳

○

انصاراللہ کے سالانہ اجتماع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا

پُر معارف اور بصیرت افروز اختتامی خطاب ۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۰ء

ظاہری اور باطنی پاکیزگی کی دو علامتیں ہیں ایک خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف دوسرے فوق العادت نشانوں کا ظہور

غلبۂ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف ہم خود بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی ان دونوں انعاموں کی مورد بنی رہیں۔

حضور کا یہ خطاب کسی اخبار و رسالہ مین شائع نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس کا کیسٹ مل سکا ہے۔ اس لئے روزنامہ الفضل سے خلاصہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے اپنے روح پرور اختتامی خطاب میں (جس کا سلسلہ نزلہ اور زکام کی شدید تکلیف اور ناسازیٔ طبع کے باوجود قریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہا) اس امر پر بہت ہی پُر معارف اور بصیرت افروز انداز میں تفصیل سے روشنی ڈالی کہ قدمِ صدق یا بالفاظ دیگر ظاہری اور باطنی صفائی کی کیا علامتیں ہیں اور ان سے ہر احمدی کو ہی نہیں بلکہ احمدی کی ہر آئندہ نسل کا متصف ہونا کیوں ضروری ہے؟

حضور ایدہ اللہ نے قرآنِ مجید کی آیات اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں واضح فرمایا کہ جس انسان کو پختہ اور ہمہ گیر ایمان نصیب ہونے کے نتیجہ میں ظاہری اور باطنی صفائی میسر آ جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے ایسے بندے کو دو عظیم الشان انعاموں سے نوازتا ہے ان میں سے ایک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کی برکت سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف اور دوسرے ایسے مومن بندے کے ذریعہ فوق العادت نشانوں کا ظہور۔

حضور نے ان دونوں انعاموں پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد مزید واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیش جاری رہنے والے افاضۂ محمدیہ کے طفیل امّتِ محمدیہ کے افراد کو ہر زمانہ میں ہمکلامی کے شرف سے مشرف رکھنے اور ان کے ذریعہ فوق العادت نشانوں کا ظہور جاری رکھنے کے لئے قرآنِ مجید میں مومنوں کو دو عظیم الشان بشارتیں دی ہیں۔ ایک بشارت تو قیامِ خلافت کے وعدہ پر مشتمل ہے جو سورۃ النور کی آیت ۵۶ میں مذکور ہے اور دوسری بشارت مومنوں پر نزولِ ملائکہ کے وعدہ پر مشتمل ہے جس کا

ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیت ۳۱ میں فرمایا ہے- اس موقع پر حضور نے خلافت اور مجدّدیت کے باہمی تعلق پر بھی بہت بصیرت افروز پیرائے میں روشنی ڈالی اور واضح فرمایا کہ مجدّد خلیفہ نہیں ہوتا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے صرف ایک حصہ میں کام کرتا ہے برخلاف اس کے ہر خلیفہ مجدّد بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کاموں میں آپؐ کا نائب ہوتا ہے اور وہ آپؐ کے افاضۂ روحانیہ کی برکت سے دین کی ساری ضرورتوں کو پورا کرتا ہے-

حضور نے آخر میں واضح فرمایا کہ احباب جماعت کا جن کے کندھوں پر اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے یہ فرض ہے کہ وہ پختہ اور ہمہ گیر ایمان پر ہمیشہ قائم رہیں اور اس درجہ ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل کریں کہ خدا تعالیٰ انہیں اپنی ہمکلامی اور فوق العادت نشانوں کے ظہور سے ہمیشہ ہی نوازتا رہے- پھر احباب جماعت کا اور بالخصوص انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ خود ہی ان ہر دو انعاموں کے وارث نہ بنیں بلکہ ان کی آئندہ نسلیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کی برکت سے ان انعاموں کی وارث بنتی چلی جائیں یہاں تک کہ اسلام ساری دُنیا میں غالب آجائے- حضور نے فرمایا سوال یہ نہیں ہے کہ افاضۂ محمدی جاری ہے یا نہیں وہ تو جاری ہے اور جاری رہے گا سوال یہ ہے کہ افاضۂ محمدی کے ہم بھی وارث ہیں یا نہیں- ہم میں سے ہر شخص کو ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہنا چاہئے کہ وہ اور اس کی نسلیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں افاضۂ محمدی کی وارث بنی رہیں تا خدا تعالیٰ ہمیشہ ہی ہمیں بھی اور ہماری نسلوں کو بھی اپنی ہمکلامی اور فوق العادت نشانوں کے ظہور سے نوازتا رہے- ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ ہم دُنیا اور اس کی رنگینیوں کی طرف جو اِن ہر دو عظیم الشان خدائی انعاموں کے بالمقابل ثمن قلیل کی حیثیت رکھتی ہیں کبھی راغب نہ ہوں اور خدا تعالیٰ کے اس قرآنی حکم پر کہ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا [1] پر سختی سے کاربند رہیں-

اس نہایت درجہ بصیرت افروز خطاب کے شروع میں حضور نے احباب کو ایک نہایت اہم امر کی طرف توجہ دلائی- حضور نے یہ واضح کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق جماعت کو روز افزوں ترقی دیتا چلا آ رہا ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ہے کہ وہ ہمیں ترقیات پر ترقیات سے نوازتا چلا آ رہا ہے تو پھر ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ غلبۂ اسلام کے ضمن میں اپنی کوششوں کو ہر لحہ اور ہر آن تیز سے تیز تر کرتے چلے جائیں ہمارا ہر قدم ہمیشہ آگے ہی کی طرف اٹھے نہ کہ پیچھے کی طرف- ہمیں ہمیشہ یہ

[1] سورۃ المائدہ آیت ۴۵

کوشش کرنی چاہئے کہ ہر سال خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے اجتماعات میں شرکت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے نہ یہ کہ اس میں کمی ہو- اگر ہر میدان میں ہمارا قدم آگے کی طرف نہیں اُٹھے گا- تو پھر ہمیں خدائی برکات کیسے حاصل ہوں گی-

حضور نے فرمایا کہ بعض اوقات چند ایک کی غلطی کی وجہ سے دوسروں کو بھی سزا بھگتنی پڑتی ہے- پچھلے سالوں میں خدام الاحمدیہ ایک بڑے نازک دَور سے گزری ہے یہ دَور ۱۹۶۶ء میں ختم ہوا- اُس وقت اجتماع میں شامل ہونے والی مجالس کی تعداد گرتے گرتے صرف ۱۰۱ رہ گئی تھی- سو گویا خدام الاحمدیہ بجائے ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف جا رہی تھی- اللہ تعالیٰ تو جماعت کو ترقی دے رہا تھا لیکن اس کا ایک عضو تنزّل کی طرف جا رہا تھا- خدا نے میری توجہ اس طرف پھیری کہ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جسمانی رشتہ کی ضرورت نہیں روحانی رشتہ مضبوط ہونا چاہئے- چنانچہ بہت دعاؤں کے ساتھ مَیں نے ایک سادہ، بے نفس اور عشق کا جذبہ رکھنے والے نوجوان کو جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جسمانی تو نہیں روحانی تعلق مضبوط تھا خدام الاحمدیہ کا صدر مقرر کیا- خدا تعالیٰ نے اِس مخلص نوجوان کو کام کرنے کی توفیق دی چنانچہ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدام کے اجتماع میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ۱۰۱ سے بڑھ کر ۴۰۱ تک پہنچ گئی- خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایسا حسین جلوہ دکھایا کہ دل اس کی حمد سے لبریز ہو گیا- پھر مجھے فکر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے خدام الاحمدیہ پر تو اتنا بڑا فضل کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ انصار اللہ والے پیچھے رہ جائیں چنانچہ مَیں نے انہیں بھی توجہ دلائی کہ وہ آگے قدم بڑھانے کی کوشش کریں- اب تازہ رپورٹ یہ ہے کہ امسال خدام کی ۴۰۱ مجالس کے بالمقابل انصار اللہ کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۴۶۵ مجالس انصار اللہ نے حصہ لیا ہے- اس طرح مجالسِ انصار اللہ نے مسابقت کی رُوح سے کام لیا ہے- آئندہ خدام کو چاہئے کہ وہ ۴۶۵ کی تعداد سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں- اُدھر انصار اللہ کو چاہئے کہ وہ خدام سے آگے بڑھیں اور اس طرح روحِ مسابقت سے کام لیتے ہوئے خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں-

علاوہ ازیں حضور نے آئندہ نسلوں کی صحیح تربیت کے ضمن میں انصار اللہ کو ان کی نہایت اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو خدام کی تربیت اس لحاظ سے انصار کے ذمہ ہے کہ اکثر و بیشتر خدام انصار کے اپنے بیٹے ہیں اور اسلام نے ہر باپ کو اپنے بیٹے بیٹیوں کی تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے- بعض باپ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ اولاد کی تربیت کے وہ خود ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ یہ

ذمہ داری خدام الاحمدیہ کی تنظیم کی ہے کہ وہ نوجوانوں کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ انجام دے۔حضور نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ خیال ہرگز درست نہیں ہے پہلی اور اصل ذمہ داری تو باپ کی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی تربیت کا ہر طرح خیال رکھے۔اس لئے انصاراللہ کے رُکن ہونے کی حیثیت میں بطور باپ اپنے اپنے بیٹوں کی تربیت آپ کی ذمہ داری ہے۔

تربیتِ اولاد کی اہمیت واضح کرتے ہوئے حضور نے مزید فرمایا کہ جو لوگ لمبا عرصہ احمدیت میں رہے ہیں اور انہیں براہِ راست تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے آئندہ نسلوں کی تربیت کرنے کا بوجھ زیادہ تر ان پر ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد کے زمانہ میں اسلام کا جو غلبہ انقلابِ عظیم کی صورت میں ظاہر ہوا اس کی جان وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم ہی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تربیت یافتہ تھے۔بعد میں وہ نئی نسلوں کی اِس رنگ میں تربیت کرتے چلے گئے کہ نئی نسلیں بھی غلبۂ اسلام کے لئے قربانیاں دیتی چلی گئیں۔اس کے ثبوت میں حضور نے جنگ یرموک کے موقع پر صحابہ کرامؓ اور ان کے زیر اثر نئی نسلوں کے تربیت یافتہ نوجوانوں کی قربانیوں اور ان کے سنہری کارناموں کا بہت ہی مسحور کُن انداز میں ذکر فرمایا اور انصاراللہ کو نئی نسلوں کی تربیت کے ضمن میں ان کی ذمہ داریوں کی طرف بہت پُر اثر انداز میں توجہ دلائی۔

حضور کی اِس رُوح پرور اور بصیرت افروز تقریر نے جو قریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی احباب پر وجد کی کیفیت طاری کر دی اور اس کے دوران انہیں علوم و معارف اور حقائق و دقائق سے اپنی جھولیاں بھرنے کے انمول مواقع میسّر آئے۔فالحمدللہ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ راکتوبر ۱۹۷۰ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۱۵؍اخاء ۱۳۵۰ہش ۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۱ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۵؍اخاء ۱۳۵۰ہش (مطابق ۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۱ء) کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی تھی۔اس کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ آیہ کریمہ پڑھی۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ ❶"

اور پھر فرمایا۔یہ جگہ اجتماع انصاراللہ کے لئے تنگ ہوگئی ہے۔اس لئے منتظمین نوٹ کریں کہ آئندہ سال انشاء اللہ کسی اور جگہ اجتماع ہوگا۔

موازنہ اجتماع خدام الاحمدیہ واجتماع انصاراللہ:

تعداد کے لحاظ سے خدام الاحمدیہ آگے ہے اور مجالس کے لحاظ سے انصاراللہ آگے ہے۔انصار کے اس اجتماع میں ۴۵۲ مجالس شامل ہوئی ہیں اور خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں ۴۲۸ مجالس شامل ہوئی تھیں۔خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں تین ہزار سے زائد اراکین تھے اور انصاراللہ کے اس اجتماع میں قریباً چوبیس پچیس سو انصار شامل ہوئے ہیں۔

خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں ان خدام کی نسبت جو انصار اللہ کے اجتماع میں شامل ہوئے ہیں انصار زیادہ شامل ہوئے تھے اور انصار اللہ کے اجتماع میں ان انصار کی نسبت جو خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں شامل ہوئے تھے خدام کم شامل ہوئے ہیں۔پس خدام کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔شاید کسی کے کان میں نیکی کی کوئی ایسی بات پڑ جائے جس سے وہ فائدہ اُٹھا سکے۔

❶ سورۃ البلد آیت ۵

اس وقت انصار اللہ کے اجتماع میں جو چہرے میرے سامنے ہیں، انہیں دیکھ کر تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سب انصار اللہ کو دوائی الموسوم بہ ''مَـابلُ'' (محافظِ اجساد باذن اللہ) کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ (جو میری نظر ظاہری طور پر دیکھ رہی ہے۔ واللہ اعلم میرا یہ قیافہ درست ہے یا نہیں) اس کی رو سے چالیس اور پچپن کی درمیانی عمر کے انصار کم ہیں اور پچپن سے زائد عمر کے انصار زیادہ ہیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے (اور یہ خوشی کی بات ہے، گھبرانے کی نہیں) کہ پیچھے سے جو نسل آ رہی ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ ہماری رفتارِ ترقی پہلے سے زیادہ تیز ہو رہی ہے۔ ہمارے بچوں کی پیدائش کی رفتار بھی زیادہ تیز ہے۔ روزانہ کی ڈاک میں جو مجھ سے نام رکھوائے جاتے ہیں وہ بھی دس، پندرہ کے قریب ہوتے ہیں اور سارے دوست تو مجھ سے نام نہیں رکھواتے۔ اس واسطے ہم امید رکھتے ہیں کہ اس سے بہر حال انصار اللہ کی تعداد آئندہ پانچ سات سال میں بڑھ جائے گی۔ البتہ بیچ میں وقفہ آیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ تیزی بہر حال قائم رہنی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم کے ساتھ اس واسطے یہ فرق بڑھتا چلا جائے گا۔

مسابقت کی روح:

ایک اور لحاظ سے نمایاں فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ آپ میں سے جو بڑی عمر کے دوست ہیں شاید انہیں یاد ہو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو کئی خطبے دینے پڑے تھے کہ جو عمر رسیدہ ہیں یعنی خدام کے ماں باپ انہیں خدام الاحمدیہ کو مالی امداد دینی چاہئے۔ کیونکہ اس وقت خدام الاحمدیہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ چنانچہ بڑے لمبے عرصہ تک تو مَیں نے خدام الاحمدیہ کا بجٹ ہی نہیں بنوایا تھا۔ غالباً ۱۹۴۲ء کی بات ہے مرزا منور احمد صاحب شہید (انہوں نے امریکہ میں میدان تبلیغ میں وفات پائی ہے) کو قائد مال [1] یا جو بھی خدام الاحمدیہ میں اس وقت عہدہ کہلاتا تھا۔ اس پر مقرر کیا گیا تو دس پندرہ دن کے بعد وہ میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے مجھے اس عہدہ پر مقرر کر دیا ہے۔ اور بجٹ کوئی نہیں ہے۔ بجٹ تو ضرور ہونا چاہئے۔ غرض انہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی۔ ان سے رشتہ داری بھی تھی اور وہ میرے بے تکلف ساتھی بھی تھے۔ مَیں ان کی بات سنتا رہا۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو مَیں نے انہیں کہا کہ تم پچھلے آٹھ دس مہینے کی اصل آمد اور خرچ کا گوشوارہ بنا لاؤ پھر مَیں تمہاری بات کا جواب دوں گا۔ دوسرے دن وہ مغرب کے قریب پہنچے اور آ کر کہنے لگے۔ مجھے سمجھ آ گئی۔ مَیں نے کہا کیا سمجھ آئی۔ کہنے لگے مَیں نے جب گوشوارہ بنایا تو شکل یہ بنی کہ جس مہینے خدام الاحمدیہ کو خرچ کرنا پڑا چار سو روپیہ تو اس مہینے خدام الاحمدیہ کی کم وبیش (پانچ دس روپے کا فرق کوئی ایسی بات نہیں) چار سو

---

[1] مہتمم مال

روپے آمد ہوگئی اور اگلے مہینے بارہ سو روپیہ خرچ کرنا پڑا یعنی تین گنا زیادہ تو بارہ سو روپے آمد ہوگئی۔ پس جتنا خرچ ہوتا ہے اتنا اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے۔اس واسطے بجٹ بنانے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میری گھبراہٹ دور ہوگئی۔

مگر جس طرح انہیں گھبراہٹ پیدا ہوتی تھی۔ مجھے بھی بسا اوقات کم مائیگی کا سوچ کر بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی تھی۔ ہم لوگ یعنی اس زمانے کے نوجوان حضرت صاحب کی خدمت میں لکھتے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت صاحب نے کئی خطبات پڑھے ہیں۔لیکن اس سال خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں جو بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ اڑھائی لاکھ روپے کا ہے اور جو آپ کے سامنے بجٹ رکھا جائے گا وہ صرف بہتر ہزار روپے کا ہے۔ پس بڑا فرق پیدا ہوگیا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ پیچھے سے جو پود آرہی ہے وہ تعداد کے لحاظ سے بھی زیادہ ہے اور مالی وسعت کے لحاظ سے بھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تعداد میں برکت ڈالی اور مال میں برکت ڈالی اور خدام آگے نکل گئے۔ میرا خیال ہے کہ ۱۹۴۲ء میں ایسے احمدی نوجوان جو خدام الاحمدیہ کے رکن تھے اور جن کو ہزار دو ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی وہ گنتی کے دو ایک ہوں گے۔اب میرا خیال ہے کہ اگر ہزاروں نہیں تو سینکڑوں ایسے نوجوان ہیں جن کی تنخواہ اس وقت ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مال میں بھی برکت ڈالی جو ہمارے لئے ایک نشان ہے اور ایک تازیانہ بھی ہے آپ کے لئے اور میرے لئے بھی جو عمر میں بڑے ہوگئے ہیں کہ ہم کیوں پیچھے رہیں۔جن کو ہم بچے کہتے ہیں ان کو ہم آگے کیسے نکلنے دیں گے۔کوشش تو یہی ہونی چاہئے۔خواہش بھی یہی ہونی چاہئے۔ ویسے نوجوان فی الدنیا آگے نکلیں تو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے (اور ان کو نکلنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل ہے اور ہم پر بھی) لیکن جب ہمارا یعنی چالیس سال سے بڑی عمر والوں کا ان کے ساتھ مقابلہ ہو تو پھر ہماری خواہش یہی ہونی چاہئے کہ نوجوان بھی ترقی کریں لیکن ہم ان سے زیادہ ترقی کر جائیں۔ ہماری خواہش نہیں ہونی چاہئے کہ ان کے اندر کمزوری پیدا ہو جائے۔ بلکہ ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہونی چاہئے کہ وہ جتنی اور زیادہ ترقی کر سکتے ہیں کریں۔ خدا تعالیٰ ان کو اور بھی زیادہ ترقی دے۔ہمیں ان سے بھی زیادہ ترقی دے بہرحال جب آپ اپنے بجٹ پر غور کریں گے تو اس چیز پر بھی آپ غور کریں اور کوئی ایسی صورت نکالیں کہ آپ ان سے پیچھے نہ رہیں۔

آج مَیں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان نہیں کروں گا اس واسطے کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ رمضان کی وجہ سے یہ اجتماع پہلے ہوگئے ہیں۔ انشاء اللہ اس مہینے کا جو آخری خطبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور زندگی رکھی تو مَیں اس وقت تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کر دوں گا۔

انسانی قویٰ کی چار اقسام:

آج میں چند باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا اور احسنِ تقویم کی پیدائش کے نتیجہ میں اصولی طور پر اُسے چار قسم کی قوتیں اور استعدادیں دی گئیں۔ایک جسمانی طاقت ہے یہ بھی ایک ایسی قوت ہے جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔مثلاً ایک طاقت ہے تیز دوڑنے کی۔ایک شخص آگے نکل جاتا ہے اور دوسرے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ایک طاقت ہے کشتی کرنے کی ایک طاقت ہے تیراندازی کی۔ایک طاقت ہے بندوق چلانے کی۔چنانچہ تیراندازی کی جو طاقت ہے۔جس وقت وہ اپنے نشوونما کے کمال پر پہنچی تو ایک محاصرے کے وقت دشمن نے اپنی فصیلوں کے اوپر تھوڑے سے مٹھی بھر مسلمانوں پر رُعب ڈالنے کے لئے آدمی ہی آدمی کھڑے کر دیئے اور جبّہ پوش عیسائی پادری (شام کے علاقے کی بات ہے) آ گئے اور وہ جوش دلا رہے تھے کہ مارو ان کو چھوڑنا نہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے دماغ میں یہ عجیب بات ڈالی۔انہوں نے تیراندازوں کو بلایا اور کہا کہ جو لوگ فصیلوں پر کھڑے ہیں ان کی آنکھ کا نشانہ لو۔آنکھ کا نشانہ! چنانچہ انہوں نے تیر چلانے شروع کئے تو ایک ہزار آدمی کی آنکھ نکال دی۔پس یہ ایک قوت ہے۔جسے اللہ تعالیٰ ہی نشوونما دیتا ہے۔لیکن یہ عجیب نشان ہے۔ادھر حضرت خالدؓ بن ولید کے دل میں یہ ڈالا کہ تیراندازوں کو یہ حکم دو ادھر فرشتوں سے کہا کہ ان کے تیر پکڑ لو اور دشمن کی آنکھ میں گھسیڑ دو۔آج تیر کے مقابلے میں بندوق کا نشانہ لینا نسبتاً آسان ہے۔مگر اتنے فاصلے پر سے بندوق سے بھی آنکھ نہیں نکالی جا سکتی۔اور اتنے وقت میں ایک ہزار آدمی کی آنکھ تو نہیں نکالی جا سکتی۔بڑے اچھے نشانہ والا ہو تو پھر بھی شاید دو تین فیصد نشانہ ٹھیک بیٹھتا ہے اول تو وہ بھی مشکل ہے۔پس یہ ایک طاقت ہے۔انسان کو تیر چلانے کی قوت دی گئی ہے یہ ایک استعداد ہے جو انسان کو ملی ہے۔

پھر ذہنی استعداد ہے اور اپنی ذہنی استعداد کی بناء پر کوئی کسی طرف نکلتا ہے اور کوئی کسی طرف نکلتا ہے۔اس کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا تنوع پیدا کر دیا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خلق کی کثرت اللہ تعالیٰ کی وحدت پر دلیل قائم کرتی ہے۔ہر چیز میں ایک تنوع ہے اس طرح نہیں جس طرح لوگ موٹریں بناتے ہیں اور ایک ہی سانچے کے اندر ہزاروں لاکھوں نکل آتی ہیں کیونکہ انسان اور اس کی کوشش محدود ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو غیر محدود ہے۔اس کا ہر فعل دوسرے سے مختلف ہے۔اور وہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ – [1] کی شان رکھتا ہے۔اس کی قدرت کا ہر جلوہ ایک نئی شان کے ساتھ

[1] سورۃ الرحمٰن آیت ۳۰

ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً انسانی ذہن ہے۔ جس طرح جسموں کی شکلیں آپس میں نہیں ملتیں اسی طرح ذہن بھی آپس میں نہیں ملتے۔ ہر ایک ذہن کی اپنی خاصیت ہے اور اسی پر بنیاد رکھ دی۔ انسانی معاشرہ کی (ایک مستقل مضمون ہے۔ اس وقت مَیں تفصیل میں نہیں جاؤں گا) بہرحال ذہنی قویٰ اور استعدادیں ہیں۔ پھر اخلاقی قویٰ اور استعدادیں ہیں اور پھر روحانی قویٰ اور استعدادیں ہیں۔

قویٰ میں تدریجی نشوونما:

اللہ تعالیٰ نے قانون یہ بنایا کہ تدریجاً ترقی ہوگی۔ ہر قوت تدریجاً نشوونما کرے گی۔ مثلاً بیج ہے۔ یہ بھی ایک قوت ہے مگر یہ تدریجاً نشوونما کرتا ہے۔ ایک بچہ کے قویٰ بھی تدریجی ترقی کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آج بچہ پیدا اور کل کو یونیورسٹی میں پروفیسر لگ جائے۔ یہ تدریجی نشوونما محنت کو چاہتی ہے اور "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔" میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ انسان کو ہم نے رہین محنت بنایا ہے۔ (ہر خلق کے اندر ہر جگہ ہمیں یہی نظر آتا ہے) کہ انسان کی جو بھی قوت ہے، جب تک محنت نہ کی جائے۔ اس کی نشوونما نہیں ہوسکتی۔ دراصل نشوونما نام ہی ہے صحیح راہ پر محنت کرنے کا۔ تاکہ ہر قوت کے اندر ترقی پیدا ہو۔ زور اور طاقت پیدا ہو۔ روشنی اور حُسن پیدا ہو۔ مثلاً بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت بچہ تو محنت نہیں کر رہا ہوتا لیکن اس کے ماں باپ محنت کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر امیر خاندان ہے تو اس کے نوکر اس بچے کے لئے محنت کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ راتوں کو جاگتے اور ان کے بچوں کا کام کرتے ہیں۔ خود ہم نے اپنے بچوں کو صاف کیا ہے۔ بچے بیمار ہو گئے ہیں۔ دس پندرہ منٹ کے بعد دست آ رہے ہیں اور یہ چیزیں انسانی زندگی کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ ماں باپ کو ہر قسم کی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس محنت کے بغیر بچہ اپنی عمر کے لحاظ سے نشوونما کرنا تو کُجا زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔ اس کی بقاء ہی ممکن نہیں۔

صحیح نشوونما کے لئے سخت محنت کی ضرورت:

پس اگرچہ نشوونما کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن بقاء یعنی سالمیت کے بغیر تو نشوونما نہیں ہو سکتی۔ نشوونما کا پہلا مطالبہ ہی یہ ہے کہ زندہ رکھا جائے۔ دوسرا مطالبہ نشوونما کا یہ ہے کہ صحت کے ساتھ زندہ رکھا جائے اور تیسرا مطالبہ نشوونما کا یہ ہے کہ صحیح طریقے پر مدد دی جائے۔ یا اپنی مدد کی جائے۔ یہ دونوں طرح سے ہے۔ جو آدمی بڑا ہو جاتا ہے۔ وہ خود اپنی مدد کر رہا ہوتا ہے۔ "**ولنفسک علیک حق**" اسی لئے کہا گیا ہے۔ یعنی تیرے نفس کا بھی تیرے پر حق ہے۔ فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے تجھے جو قوتیں اور استعدادیں دی ہیں ان کی صحیح اور کامل نشوونما کے لئے تُو انتہائی جدوجہد اور محنت کر اور اس میں

قانون تدریج کو مدنظر رکھ۔ مثلاً بچہ پیدا ہوتا ہے اور وہ شروع میں ایک خاص عمر تک ایسا ہوتا ہے کہ غیر اس کے لئے محنت کر رہے ہوتے ہیں اور پھر ایک ایسی عمر میں سے گزرتا ہے جس میں وہ اور دوسرے مل کر محنت کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر استاد اچھا محنت کرنے والا نہیں ہے۔ تب بھی اس کی نشوونما نہیں ہوگی۔ اگر بچے کو پڑھائی کی طرف توجہ نہیں ہے تب بھی نشوونما نہیں ہوگی۔

پس انسان پر ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ جب صحیح اور کامل نشوونما کے راستے پر آگے بڑھنے کی حرکت کے لئے اپنی محنت اور دوسرے کی محنت ملنی ضروری ہے۔ ورنہ نشوونما نہیں ہوگی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچتا ہے کہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ وہ دوسرے کے لئے بھی محنت کر رہا ہوتا ہے اور اسلامی معاشرے میں تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کی مدد کرے۔

پس محنت! محنت!! محنت!!! یعنی پوری جدوجہد ضروری ہے۔

محنت کا صحیح نتیجہ نکلنے کے متعلق قرآن کریم کی راہنمائی:

لیکن انسان کا دماغ یہ سوچ کر چکرا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں کمزور ہوں۔ اگر میں پوری محنت کروں تب بھی وہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ جو نکلنا چاہئے یا جو نتیجہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نکلے۔ صحیح نتیجہ نکالنے کے لئے قرآن کریم نے بہت ساری باتیں بتائی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۶﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۷﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۸﴾ (1)

کہ جو آدمی قربانی دے اور قربانی دینے کے بعد اس کا سر بلند نہ ہو غرور اور تکبر میں بلکہ وہ اپنی بساط کو سمجھتا ہو اور اس کی گردن خدا تعالیٰ کے حضور جھکی رہے اور سوائے خدا تعالیٰ کے اپنے لئے کوئی سہارا نہ پائے اور نہ محسوس کرے اور نہ کسی اور کی طرف توجہ کرے۔ فرمایا اَعۡطٰی اس نے قربانی دی اور پھر وَ اتَّقٰی اس نے غرور نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ چمٹا رہا اور اسی کو اپنا سہارا سمجھا اور اس کے بغیر کوئی چیز ممکن الحصول ہی نہ سمجھی۔ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی اور جہاں بھی اس نے کوئی اچھی چیز پائی وہ لے لی "کلمة الحق ضآلة المومن" اسی آیت کی تشریح و تفسیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے پھر فرمایا۔ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی. اگر تم محنت کرو گے تو وہ جو محنت کی ذمہ داری ہے اس میں تمہارے لئے آسانی اور سہولت کے سامان پیدا کر دیئے جائیں گے اور تم کامیاب ہو جاؤ گے پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی۔

---

(1) سورۃ اللیل آیت ۶ تا ۸

پس محنت ضروری ہے اور محنت کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے حصول کے لئے اپنی طرف سے انتہائی قربانی اور پھر انتہائی قربانی کے بعد انتہائی انکساری ضروری ہے۔ کیونکہ اتقی ہی کا نتیجہ صدق بالحُسنیٰ ہے اس لئے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی دوسرا شخص میرے دماغ سے اچھا دماغ نہیں رکھتا یا اس کے منہ سے کوئی اچھی بات نہیں نکل سکتی۔ جہاں بھی آدمی نیکی کی بات دیکھے اس کا نفس اس کے لینے میں حائل نہ ہو۔ بلکہ وہ اسے لے لے تب اللہ تعالیٰ محنت کا پھل پورا دیتا ہے اور یُسر کے سامان پیدا کر دیتا ہے مگر یہ سب کچھ محنت۔ محنت اور محنت پر منحصر ہے۔

خلیفہ وقت اور جماعتی قربانیاں:

خلیفہ وقت کا کام ہے وہ جماعت سے محنت کرواتا ہے۔ دوست ایک قربانی دیتے ہیں تو وہ ان سے ایک بڑی قربانی کا مطالبہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل ہے کہ پچھلے چند سالوں میں اتنا Momentum (مومینٹم) یعنی غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر ہماری جو حرکت ہے اس میں اتنی شدت پیدا ہوگئی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

میں نے فضل عمر فاؤنڈیشن کو بھی کہا تھا کہ مَیں نے سوچا اور مجھے تمہارے متعلق فکر پیدا ہوئی کیونکہ آج سے قریباً چھ سال پہلے فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کی گئی تھی اور جماعت نے اس پیار کے نتیجہ میں جو انہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے تھا۔ وہ پیار جو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدی مسعودؑ (جو دراصل ایک ہی وجود ہے) کے ساتھ ہے اور وہ پیار جو انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس کے نتیجہ میں انہوں نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایک کمزور اور غریب جماعت نے دوسری مالی ذمہ داریوں کے علاوہ قریباً ۳۴ لاکھ روپیہ فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیا لیکن اس کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کی حرکت جماعتی حرکت سے بہت پیچھے رہ گئی۔ تاہم فضل عمر فاؤنڈیشن نے مالی لحاظ سے ایک نمایاں کام یہ کیا ہے کہ لائبریری کی عمارت بنوا دی ہے۔ لیکن ان چار سالوں میں اس عمارت پر جو رقم خرچ کی گئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں صدر انجمن احمدیہ نے (مَیں تحریک جدید اور دوسرے اداروں کو نہیں لیتا) اس سے چار پانچ گنا زیادہ پیسہ خرچ کر کے عمارتی لحاظ سے جماعتی ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ غرض فاؤنڈیشن نے اس (لائبریری کی عمارت) کے علاوہ کوئی اور نمایاں کام نہیں کیا۔ میں نے اس کے متعلق کرنل عطاء اللہ صاحب سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے خود یہ خیال آیا اور مجھے فکر پیدا ہوا ہے۔ ہم سوچ رہے ہیں آپ ہماری رہنمائی کریں۔ مَیں نے کہا میری پہلی رہنمائی یہ ہے کہ آپ سر جوڑیں اور دعائیں کریں اور سوچیں پھر میرے پاس آئیں جو خدا تعالیٰ میرے ذہن میں ڈالے گا وہ مَیں بتا دوں گا۔

اس وقت فضل عمر فاؤنڈیشن کے متعلق مَیں نے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا ہوں۔ آپ کے سامنے یہ بات اس لئے رکھ رہا ہوں کہ جس دن فضل فاؤنڈیشن شاہراہ غلبہ اسلام پر حرکت میں آئی تھی۔ اس کی نسبت بہت زیادہ حرکت جماعت کے دوسرے اداروں میں پیدا ہو چکی ہے۔ مثلاً پچھلے سال ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کے لئے جس مال کی ضرورت تھی اس کی خاطر مَیں نے ''نصرت جہاں ریزرو فنڈ'' جاری کیا چنانچہ اس مالی تحریک کے علاوہ وصیت کے چندے، عام چندے، تحریک جدید کے چندے، وقف جدید کے چندے، خدام الاحمدیہ کے چندے، انصاراللہ کے چندے اور لوکل جماعتوں کے چندے تھے اور پھر ان کے علاوہ فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے ۳۳ ر لاکھ روپے دے کر دوست بظاہر تھکے ہوئے تھے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی اور خود رہنمائی فرمائی تھی کہ تم جماعت سے قربانی لو۔ میری یہ قوم بشاشت سے قربانی دیتی چلی جائے گی۔ چنانچہ وہ لوگ جو دنیا کی نگاہ میں تھکے ہوئے سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے فضل عمر فاؤنڈیشن سے کہیں زیادہ مال ''نصرت جہاں ریزرو فنڈ'' میں دے دیا۔

خدا تعالیٰ سے تجارت اور غیر معمولی برکت:

جس وقت مال آتا ہے تو جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ دنیا میں ہر قسم کے ذہن ہوتے ہیں مسلمانوں میں بھی تاجرانہ ذہن پایا جاتا ہے۔ بنیا ہونا صرف ہندو کی اجارہ داری نہیں ہے مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بڑے تاجرانہ ذہن رکھتے ہیں۔ ایسے تاجرانہ ذہنوں کو فکر پڑ گئی کہ پیسہ آ گیا ہے اس کو تجارت میں لگنا چاہئے ورنہ یہ بڑھے گا نہیں۔ میرے پاس ایک سے زیادہ دوست آئے۔ انہوں نے کہا کہ روپیہ جمع ہے اسے تجارت میں لگائیں۔ آج کل بعض کمپنیاں اچھی ہیں اگر وہ مل جائیں اور ان میں پیسہ تجارت میں لگایا جائے تو دس فیصد تک نفع مل جاتا ہے۔ مَیں نے ان کی بات سنی (مَیں ہر ایک کی بات آرام سے سنتا ہوں) اور مسکرا کر کہا کہ جس ہستی سے مَیں تجارت کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھے دس فیصد سے کہیں زیادہ نفع دے گا۔ مَیں تو اس سے ۳۰۰ فیصد نفع کی امید لگائے بیٹھا ہوں۔ اس لئے اگر آپ ۳۰۰ فیصد سے زیادہ نفع کسی اور جگہ سے لے دیتے ہیں تو پھر ہم تھوڑا سا پیسہ وہاں بھی لگا دیں گے۔ مگر یہاں ۳۰۰ فیصد کون دیتا ہے خیر وہ تو ہوا۔ جماعت سے مَیں نے کہا تھا کہ خرچ کر دینا ہے۔ افریقہ میں بھی یہی کہا تھا۔ لیکن مجھے پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ''تجارت'' کا محاورہ ویسے ہی استعمال نہیں کیا۔ جو اللہ تعالیٰ سے تجارت کرتا ہے وہ گھاٹے میں کس طرح رہ سکتا ہے؟ صرف ایک مثال دے دیتا ہوں اس کی تفصیل میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح فضل کیا۔ ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ وہ ہماری کمر پر ہاتھ رکھیں اور ہمیں آگے ہی آگے تیزی سے چلاتے چلے جائیں۔

مغربی افریقہ کے ایک ہیلتھ سنٹر جس کی مَیں مثال دے رہا ہوں اور وہ دوسروں سے نسبتاً اچھا ہے کے جاری کرنے پر ہم نے ڈیڑھ ہزار پونڈ خرچ کیا۔ یہ سب خرچ بیرون پاکستان کی جماعتوں کے چندہ سے کیا جاتا ہے دس فیصد کے لحاظ سے ڈیڑھ ہزار پونڈ پر ہمیں ڈیڑھ سو پونڈ سال کا نفع ہونا چاہئے تھا یعنی اگر ہم یہی ڈیڑھ ہزار پونڈ کسی اچھی کمپنی میں لگا دیتے تو سال کے بعد وہ کمپنی ہمیں ڈیڑھ سو پونڈ نفع دے دیتی مگر اللہ تعالیٰ نے ڈیڑھ ہزار کے اوپر ہمیں پانچ مہینے کے بعد جو نفع دیا وہ چھ ہزار پونڈ ہے۔

افریقہ میں ہیلتھ سنٹرز اور سکولوں کا قیام:

پھر یہ تو ایک مالی چیز ہے۔ اصل چیز عوام کی خدمت ہے۔ اس سے وہاں ایک جوش اور پیار پیدا ہو رہا ہے (جوش کام کے لئے اور پیار ان خادموں کے کام کے ساتھ) اصل بنیادی چیز اسلام ہے جس کے ساتھ ہم پیار پیدا کرنا چاہتے ہیں اور جس کے نتیجہ میں خدائے واحد و یگانہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار پیدا ہوگا۔ عیسائی باشندے ہیلتھ سنٹرز کے لئے ہمیں زمینیں دے رہے ہیں اور پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ جلد ہسپتال کھولے جائیں اور ابھی وقت بھی کیا ہوا ہے۔ مَیں پچھلے سال مئی میں افریقہ سے واپس آیا تھا اور اس طرح قریباً چودہ مہینے ہوئے ہیں اور وعدہ مَیں نے یہی کیا تھا کہ اگلے پانچ سال کے لئے سکیم بنا رہے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کم از کم ایک لاکھ پونڈ ان ملکوں میں خرچ کردو اور اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء گیمبیا میں مجھ پر ظاہر ہوا تھا اور یہ اس وقت ظاہر ہوا تھے جب میرے پاس کام کے لئے لاکھ آنہ بھی نہیں تھا۔ لیکن مجھے کوئی گھبراہٹ اس لئے نہیں ہوئی کہ جب خدا تعالیٰ جو تمام دولتوں کا مالک ہے وہ کہتا ہے تو وہ مجھے دے گا بھی۔ چنانچہ میں نے لندن آ کر بھی یہی اعلان کیا تھا اور یہاں آ کر بھی یہی اعلان کیا کہ مجھے یہ فکر نہیں کہ پیسہ کہاں سے آئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دولتوں کا اصل مالک ہے۔ اس نے کہا ہے تو وہ دے گا کیونکہ اس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے یا مجھے یہ فکر نہیں تھی کہ آدمی کہاں سے آئیں گے چند سال ہوئے میں نے تحریک جدید کو کہا کہ تم وہاں اور ڈاکٹر کیوں نہیں بھیجتے؟ تو تحریک نے کہا کہ کوئی ڈاکٹر ہی نہیں ملتا۔ ہم بھیجیں کیسے؟ اور وہاں میں وعدہ کر آیا تھا چھ ملکوں کے لئے کم سے کم 18 ڈاکٹروں کا اور یہ کہتے تھے کہ ہمیں وہاں بھیجنے کے لئے ایک ڈاکٹر بھی نہیں ملتا۔ لیکن مجھے کوئی فکر نہیں تھا بلکہ مجھے یقین تھا کہ جب خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہاں ڈاکٹر بھیجے جائیں تو ڈاکٹر آئیں گے کیونکہ مَیں نے ڈاکٹر پیدا نہیں کرنے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔

بے لوث خدمت کا جذبہ:

جتنے سکولوں کا میں نے وعدہ کیا تھا نیز یہ جو ہیلتھ سنٹرز ہیں ان کا یعنی سکولوں اور ہسپتالوں کا پانچ سالہ بجٹ ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے ہے اور اس کا چندہ بصورت وعدے نصرت جہاں ریزروفنڈ 48 لاکھ کے قریب پہنچا ہے اور خرچ ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے کا ہے۔ باقی قریباً نوے لاکھ روپے کہاں سے آئیں گے؟ مگر مجھے فکر نہیں تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ اب یہی ہیلتھ سنٹرز روپیہ کما رہے ہیں اور ان کے ذریعہ جو کمایا جاتا ہے وہ وہیں ان لوگوں پر خرچ کر دیا جاتا ہے کیونکہ ہم Exploitation (ایکس پلائیٹیشن) کے لئے وہاں نہیں گئے۔ ہم وہاں خدمت کے لئے گئے ہیں۔ ہم اسلام کی محبت پیدا کرنے کے لئے گئے اور اسلام کی محبت پیدا ہی نہیں ہو سکتی اگر آپ ایک دھیلہ بھی وہاں سے نکالیں۔ پھر تو وہ کہیں گے تم تو ہمارے پیسے کے لالچ میں یہاں آئے تھے۔ ہم ان سے کہتے ہیں ہم پیسے کے لالچ میں نہیں آئے۔ ہم خدمت کے جذبہ سے آئے ہیں۔

نائیجریا میں ہیلتھ سنٹرز:

نائیجریا میں ڈاکٹروں کا ایک Crisis (کرائسز) پیدا ہوا اور ہماری پریشانی کا باعث بنا۔ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ یعقوبو گوون بڑے پیار سے ملے تھے۔ مَیں نے ان سے بھی اپنی سکیم کے متعلق باتیں کی تھیں اور وہ بڑے خوش تھے۔ اب وہ ہمیں ڈاکٹروں کے لئے ریذیڈنشل پرمٹ نہیں دے رہے تھے۔ مَیں بڑا پریشان تھا کہ بات کیا ہے؟ شاید بیچ میں کوئی ایسا متعصب آدمی آ گیا ہے جو رُعب ڈال رہا ہے۔ فکر تھا کہ کیا بات ہے؟ بعد میں یہ پتہ لگا کہ وہاں افریقین ڈاکٹر جو گورنمنٹ کے نوکر تھے انہیں یکدم یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم استعفیٰ دے کر اپنی پریکٹس کریں تو زیادہ کما سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے استعفے دینے شروع کر دیئے جس سے حکومت نائیجریا کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ بہت سارے ہسپتال بند کرنے پڑیں گے۔ غرض انہوں نے ہمارے ڈاکٹروں کو روک دیا اور کہا کہ ہم اجازت نہیں دیتے اور وجہ یہ بتائی کہ جس نے ہاؤس جاب نہیں کیا۔ اس کو ہم اجازت نہیں دیں گے۔ اب ہاؤس جاب تو سارے ڈاکٹر نہیں کرتے۔ بعض ڈاکٹروں کی پندرہ پندرہ سال کی پریکٹس ہے اور یہ پندرہ سال کی پریکٹس ہاؤس جاب سے بہرحال زیادہ کوالیفکیشن ہے۔ ہاؤس جاب تو صرف ایک سال کا ہوتا ہے مگر پھر بھی انہوں نے کہا کہ نہیں ہم نے اجازت نہیں دینی۔

اتفاق کی بات ہے اور یہ بھی خدا کی شان ہے کہ مجھے خیال آیا کہ مَیں اپنے مشن کو لکھ دوں۔ کہ

ان سے کہو کہ اپنے ہسپتالوں میں ہمارے ڈاکٹروں کو ہاؤس جاب کروادو۔خیال یہ تھا کہ ممکن ہے ان کو ڈاکٹروں کی ضرورت ہو۔ادھر ہمارے مشنری انچارج نے لکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہم کر سکتے ہیں۔غرض وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہتے تھے میرے ساتھی کچھ گھبرائے۔مَیں نے کہا گھبرانے کی بات نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے ہم نے وہاں سردست چار ہیلتھ سنٹرز کھولنے تھے مگر اب ہم ان کو لکھ رہے ہیں کہ ہم دس ڈاکٹر بھیجتے ہیں جنہیں تم ہاؤس جاب کرواؤ اور ایک سال کے بعد ان کو فارغ کر دینا۔اگر وہ دس بارہ کی اجازت دے دیں تو وہاں سولہ ہیلتھ سنٹرز کھل جائیں گے۔

اس وقت سوال تھا۔پیسے کا وہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے۔جماعت نے پہلے سے زیادہ قربانی کی اور اس طرح غلبۂ اسلام کی اس مہم کی حرکت میں بڑی شدت پیدا ہو رہی ہے اور اس سے ہم امید رکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھنڈا عنقریب ساری دنیا کے دل میں گاڑ دیا جائے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہیلتھ سنٹرز کا قیام اور اس کا اثر:

اِس وقت تک جو ڈاکٹر وہاں پہنچ چکے ہیں۔ان کی تعداد 14 ہو چکی ہے۔جو تیار ہیں اور روانہ ہونے والے ہیں۔ان کی تعداد 4 ہے۔یعنی سولہ کا وعدہ کر کے آیا تھا۔پانچ سال کے لئے اور سولہ کی بجائے اٹھارہ ڈاکٹر ڈیڑھ سال سے بھی کم عرصہ میں پہنچ جائیں گے۔

ایک اس کا اور اثر ہوا۔وہاں کے پیراماؤنٹ چیفس پہلے یہ سمجھتے تھے کہ امام جماعت احمدیہ آئے ہیں۔ان کے دل میں پیار تو بڑا ہے۔لیکن انہوں نے ایسا وعدہ کیا ہے کہ جسے یہ اتنی جلدی پورا نہیں کر سکیں گے۔ان کے دل میں چونکہ یہ خیال تھا اس لئے وہ آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔جب ہمارے ڈاکٹر پہنچنے لگے تو انہوں نے کہا ہمیں اور ڈاکٹر دیں۔ہم زمین دیتے ہیں ہم اور Help (ہیلپ) کرتے ہیں۔ہم حکومت سے اجازت لے کر دیتے ہیں۔ہمیں اور ڈاکٹر دیں پس اس وقت تک انیس اور ڈاکٹروں کا مطالبہ آ چکا ہے ان اٹھارہ کے علاوہ جن میں سے اکثر پہنچ چکے ہیں اور کچھ پہنچنے والے ہیں۔اس کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی فضل سے ہمارا کام بڑی جلدی کر دیا اور اس میں برکت ڈال دی۔

ایک امریکن غانا میں ریسرچ سکالر کے طور پر کام کر رہا ہے۔اس نے ایک افریقن عورت سے شادی کی ہوئی ہے۔وہ مجھے ٹیچی من (غانا) میں ملا تھا۔یہ ٹیچی من وہ جگہ ہے جہاں حال ہی میں ہمارا ایک ہیلتھ سنٹر کھلا ہے۔چند روز ہوئے اس کے متعلق الفضل میں چھپا ہے۔میرے دورے کے وقت یہ امریکن وہاں ٹیچی من میں بھی آیا ہوا تھا۔اب وہ سیاحت پر ہے۔مجھے یہاں بھی ملا۔یہاں میرے سامنے تو بات نہیں کی لیکن ہمارے دوستوں سے کہنے لگا کہ انہوں نے مغربی افریقہ کے ممالک میں جو پروگرام بتایا

ہے۔ ہم نے سوچا کہ اگر ہم اتنا بڑا پروگرام طے کرتے تو باوجود ساری دنیا کی دولت ہمارے پاس ہونے کے ہم اس کو تیس سال میں مکمل کر سکتے تھے۔ مگر ابھی تو ایک سال نہیں گزرا کہ آپ کے کام شروع ہو گئے ہیں۔ تم کس طرح اور کیا کرتے ہو؟ ہمیں تو سمجھ نہیں آ رہی۔

غیر کیا جانے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کب، کس پر اور کیوں نازل ہوگا۔ یہ امر انسان کے دماغ میں بھی نہیں آتا۔ یہ تو اس کو پتہ لگتا ہے جس پر فضل نازل ہو رہا ہوتا ہے۔

ٹیچی من کا ہیلتھ سنٹر:

''ٹیچی من'' میں ایک بہت بڑا عیسائی پیراماؤنٹ چیف ہے۔ یہ اپنے علاقے کا صدر بھی ہے اور کنگ کہلاتا ہے اور غانا کے پیراماؤنٹ چیفس کی جو مجلس ہے۔ جسے انہوں نے ابھی تک روایتاً رکھا ہوا ہے اس مجلس کا یہ نائب صدر ہے یعنی چیفس کے لحاظ سے سارے غانا میں یہ دوسرے نمبر پر ہے۔ غرض یہ اتنا بڑا چیف اور پھر عیسائی ہے۔ بایں ہمہ اس نے ہمیں اڑھائی سوا یکڑ زمین مفت دی ہے اور جب مَیں وہاں گیا تھا تو اس نے جو ایڈریس پڑھا وہ اس طرح لگتا تھا کہ گویا کسی احمدی کا لکھا ہوا ہے۔

ٹیچی من میں کیونکہ عیسائی پہلے سے پہنچے ہوئے ہیں۔ یہاں عیسائیوں نے دو بڑے ہسپتال بنا رکھے ہیں۔ ایک کیتھولک ہسپتال ہے اور دوسرا کسی اور عیسائی فرقے کا ہے اس وقت میرے ذہن میں نہیں کہ وہ کس فرقہ کا ہے۔ بہرحال ان دونوں ہسپتالوں میں یورپین ڈاکٹر ہیں۔ چنانچہ جس وقت مَیں نے اپنی جماعتوں کے دوستوں سے کہا کہ ٹیچی من میں ہیلتھ سنٹر کھولو تو وہ مجھے اصل وجہ تو بتائیں نہ۔ اور کہیں یہاں مناسب نہیں ہے۔ پھر مجھے یہاں خط لکھنے شروع کئے کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ اس سے تو فلاں جگہ اچھی ہے اگر آپ اجازت دیں تو وہاں کھول دیں۔

میرے دماغ نے فیصلہ کیا تھا کہ اس جگہ ہیلتھ سنٹر ضرور کھلنا چاہئے کیونکہ ٹیچی من ایک مرکزی نقطہ بنتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس کے جنوب مشرق اور مغرب میں عیسائی اور بت پرست (پیگن) زیادہ ہیں اور مسلمان نسبتاً کم اور شمال میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور یہ ایک مرکزی نقطہ ہے۔ عیسائیوں نے وہاں اپنا سارا زور لگایا ہوا تھا کیونکہ وہ بت پرستوں کو عیسائی بنا رہے تھے اور مسلمانوں کے بچوں میں اپنا دجل پھیلا رہے تھے۔ ہماری جماعت کے دوستوں کا یہ خیال تھا کہ دو مشن ہسپتال ہیں۔ جن کی اچھی عمارتیں ہیں جن میں یورپین ڈاکٹر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ زور لگائیں گے اور حکومت ہمارے ہسپتال کو روک دے گی۔ جس سے ہماری سبکی ہوگی۔ مگر میرا دل کہتا تھا کہ مَیں نے یہیں ہسپتال بنانا ہے۔ چنانچہ وہ مجھے

بار بار خط لکھ رہے تھے کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے فلاں جگہ مناسب ہے۔ وہاں ہسپتال ہونا چاہئے مَیں نے کہا کہ جب مَیں نے فیصلہ کر دیا ہے تو وہیں بنے گا۔ چنانچہ مَیں نے یہاں سے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کو بھیج دیا۔ وہ سرحد کے رہنے والے ہیں اور بڑے ہی مخلص ہیں۔ انہوں نے بڑا اچھا کام کیا ہے۔

چنانچہ اس علاقے کا جو عیسائی ہیلتھ آفیسر تھا اس نے ہمارے حق میں رپورٹ دے دی اور رپورٹ دے کر وہ خود چھٹی پر چلا گیا۔ اس کی جگہ عارضی طور پر جو دوسرا آدمی آیا ہے وہ بڑا متعصب تھا اس نے عیسائی پادریوں اور ڈاکٹروں سے مل کر مرکزی حکومت پر زور دینا شروع کیا کہ ان کو ہسپتال کھولنے کی اجازت نہ دو۔ چنانچہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

پھر انہوں نے مجھے لکھنا شروع کیا کہ یہاں یہ قصہ ہے۔ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ تم گھبراتے کیوں ہو؟ چار پانچ مہینے تک یہی حالت رہی مگر انہوں نے اس عرصہ میں ہمارے ڈاکٹر کا ریذیڈنشل پرمٹ منسوخ نہیں کیا کیونکہ پہلا ہیلتھ آفیسر یہ رپورٹ کر چکا تھا کہ عمارت بھی مناسب ہے اور ڈاکٹر بھی اہل ہے۔ چنانچہ حکومت نے کہہ دیا کہ جب تک ہم اجازت نہیں دیتے اس وقت تک یہ ڈاکٹر پریکٹس کرے۔ ہم کچھ نہیں کہیں گے چنانچہ اس نے پریکٹس شروع کر دی۔ پریکٹس کے دوران ایک دن کیتھولک کے علاوہ عیسائیوں کے دوسرے فرقے کا جو ہسپتال تھا اس کا یورپین ڈاکٹر اچانک مر گیا اور ان کے پاس کوئی ڈاکٹر نہ رہا اور یہ جو کیتھولک ڈاکٹر تھا یہ ایک دن بیمار پڑ گیا اور اسی دن ایک بڑی خطرناک مریضہ کا کیس آ گیا۔ اس پر انہیں مجبوراً رات کو ہمارے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کے پاس درخواست کرنی پڑی کہ اس طرح ایک مریضہ آئی ہوئی ہے تم ہمارے ہسپتال میں آ کر اس کا اپریشن کر دو انہوں نے اپریشن کیا اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوا اور مریضہ اچھی ہوگئی۔

احمدی ڈاکٹروں کی قربانی:

ہمارے احمدی ڈاکٹروں نے بڑی اچھی مثال پیش کی ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ مثلاً ایک ڈاکٹر جو لندن میں قریباً چار سو پونڈ ماہانہ کما رہا تھا وہ ساٹھ پونڈ ماہانہ پر وقف کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ مَیں نے اسے خود روکا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ڈینٹسٹ ہے اور مجھے ابھی ان کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک اور ڈینٹسٹ ڈاکٹر مجھے مل گئے تھے۔ ان کو مَیں نے گیمبیا بھجوا دیا ہے اور اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

پاکستان میں نوری صاحب ہمارا ایک نوجوان ڈاکٹر ہے۔ پچھلے سال وہ یونیورسٹی میں اپنے لاہور ایریا میں فرسٹ آیا ہے۔ اس نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ وہ بغیر ہاؤس جاب کئے جانے کے

لئے تیار تھا۔ لیکن جب مَیں نے دوستوں سے مشورہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اگر اس کو Higher Qualification کے لئے امریکہ یا انگلستان بھیجنا ہو تو پھر اس کے لئے ہاؤس جاب کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ مَیں نے اسے کہا کہ پہلے ہاؤس جاب کرو۔ غالباً ڈیڑھ دو مہینے تک اس کا ہاؤس جاب ختم ہو رہا ہے اس کے متعلق میرا پروگرام یہ ہے کہ پہلے اُسے وہاں بھجوا دیں گے پھر تین سال کا عرصہ وہاں خدمت کرے گا۔ اس عرصہ میں پیسے بھی کمائے گا اور کچھ جوڑے گا اور پھر وہ لندن جائے گا اور وہاں دو اڑھائی سال میں Higher Degree لے گا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ اس سے بھی جلدی لے لے گا۔ کیونکہ وہ ماشاء اللہ بڑا ذہین بچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ذہانت اور صحت کو قائم رکھے اور اُسے لمبی زندگی عطا فرمائے۔

اسی طرح کئی اور نوجوان ڈاکٹروں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ دنیا میں یہ کبھی نہیں ہوا۔ دنیا تو بڑے بڑے جبّہ پوشوں کو بھی مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ رہی ہے لیکن یہ تو جماعت ہی اللہ تعالیٰ نے عجیب پیدا کر دی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں دے گا اور ہمیں کچھ نہیں کرنا۔ خدا تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنا پورا زور لگا لو پھر جو کمی رہ جائے گی وہ مَیں پوری کر دوں گا۔ اب غلبہ اسلام کے لئے جتنی طاقت کی ضرورت ہے یا جتنے انسانوں کی اور جتنے مال و دولت کی ضرورت ہے، اس کا شاید کروڑواں حصہ بھی ہمارے پاس نہیں ہے مگر آج ہمارے کان میں یہ آواز پڑ رہی ہے کہ جتنی ضرورت ہے اس کا کروڑواں حصہ تم خرچ کر دو باقی مَیں دے دوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل اور رحم ہے۔

مغربی افریقہ میں سکولوں کا اجراء:

جہاں تک نئے سکولوں کے اجراء کا تعلق ہے۔ نائیجریا پیچھے رہ گیا ہے۔ نائیجریا میں کچھ جذباتی بات بھی آ گئی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شروع میں جب وہاں مبلغ بھیجے اور جماعت قائم ہوئی تو اس وقت جو ہمارے دوست وہاں گئے تھے ان کو یہ خیال آیا کہ یہاں سکول کھلنے چاہئیں۔ مسلمان بچے تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہاں سکول کھولے۔ وہاں کے مقامی لوگوں نے بھی مدد کی۔ جس وقت وہ سکول آمد کا ذریعہ بن گئے تو بعض مقامی احمدیوں کو ٹھوکر لگی کوئی کانسٹی ٹیوشن Constitution ابھی تک بنی نہیں تھی اور عہدیدار وہ تھے اور چونکہ کانسٹی ٹیوشن کوئی نہیں تھی اس لئے لیگل کیس کوئی نہیں بنتا تھا۔ انہوں نے سکول سنبھال لئے اور پیسے کھانے شروع کر دیئے۔

مَیں نے اپنی نائیجرین جماعت سے کہا کہ میری غیرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اُن سے دُگنے سکول مَیں یہاں جلدی سے جلدی کھلواؤں سولہ ہائر سیکنڈری سکول یعنی انٹرمیڈیٹ کالج کا مَیں وعدہ کر کے آیا

ہوں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ گیمبیا میں ایک سکول کھل گیا ہے صرف یہ ایک ہی نہیں اور کئی جگہ بہت سے سکول کُھلنے ہیں مثلاً اس عرصہ میں غانا میں چار ہائر سیکنڈری سکول کھل چکے ہیں اور ان سکولوں کو ہم انٹرمیڈیٹ کالج کہہ سکتے ہیں۔ وہاں یہ ہائر سیکنڈری سکول کہلاتے ہیں یعنی بارہ سال کا کورس بلکہ شاید تیرہ سال کا کورس ہے۔

پس سیرالیون میں چار سکول کھل چکے ہیں نائیجریا میں دو سکول کھلے چکے ہیں۔ گیمبیا میں ایک سکول کھل چکا ہے۔ غانا میں ایک سکول کھل چکا ہے۔ ان کی کل تعداد آٹھ بنتی ہے اور ان آٹھ سکولوں کا خرچ یعنی جو شروع کا سرمایہ ہے۔ مثلاً بلڈنگ ہے فرنیچر ہے اور دیگر سامان ہے وغیرہ وغیرہ پانچ سال کا خرچ فی سکول بیس ہزار پونڈ ہے اور اس طرح اس سال آٹھ سکولوں کے لئے ایک لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ خرچ کا وعدہ اور عہد ہو چکا ہے۔ یعنی خرچ تو وہ پانچ سال میں ہوگا۔ کیونکہ ہر سال نئی کلاس نے کھلنا ہے۔ پہلے سال تو سارا خرچ کرنا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ پہلے سال ایک نویں کلاس ہی ہوتی ہے (وہاں ہائر سیکنڈری میں آٹھویں کلاس نہیں ہوتی) پھر دسویں پھر گیارہویں، پھر بارہویں پھر تیرہویں کلاس غرض پہلے سال نویں کلاس ہوتی ہے اس لئے شروع میں تھوڑا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے نائیجریا کے جو سکول کُھلے ہیں ان میں جنوری ۱۹۷۲ء میں دوسری کلاس آ جائے گی۔ تو پھر یہ چار سکول بن جائیں گے۔ مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے۔ نائیجریا کے شمال مغرب میں سکوتو کا صوبہ ہے۔ وہاں کے گورنر لیگوس کابینہ کی میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے آتے ہوئے ایئرپورٹ پر یہ اعلان کیا کہ ہم تعلیم میں بہت پیچھے ہیں اور اس واسطے ہم نے Emergency Declare (ایمرجنسی ڈیکلر) کر دی ہے اور پبلک کو چاہئے کہ وہ میرے ساتھ تعاون کرے۔ مَیں نے اپنے ایک دوست کو بھیجا۔ مَیں نے کہا میری طرف سے اُسے کہو کہ مَیں تعاون کرتا ہوں۔ چار سکول کھولتا ہوں۔ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور دو قسم کا تعاون کریں۔ ایک یہ کہ زمین مفت دیں کیونکہ مَیں پاکستان سے زمین نہیں لا سکتا اور دوسرے ریزیڈنشل پرمٹ دیں۔ کیونکہ اس کے بغیر ہمارے ٹیچر یہاں رہ نہیں سکتے۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ ان چار میں سے دو سکول ایک سال کے اندر کھل گئے ہیں اور ڈیڑھ سال کے اندر اندر چار بن جائیں گے۔ دراصل دو لڑکوں کے کھولنے تھے اور دو لڑکیوں کے۔ وہ تو حکومت کی ریڈ ٹیپ ازم ایسی چلی کہ لڑکوں کے سکول کے لئے زمین مل گئی۔ اور لڑکیوں کے لئے نہیں ملی اور مَیں دونوں (یعنی لڑکے اور لڑکیوں کے سکول) ایک جگہ کھولنا چاہتا ہوں اس واسطے کہ مَیں نے وہاں میاں بیوی ٹیچرز کو بھجوانا ہے اور اگر بیوی میاں سے ۲۰۰ میل دور رہے تو محرم کے بغیر غیر ملک میں عورت کا اتنی دور رہنا

مناسب نہیں ہے۔مگر وہاں کی لوکل جماعت کے ذہن میں خود ہی یہ آ گیا اور انہوں نے بڑا اچھا کیا کہ شروع میں لڑکے اور لڑکیوں کو اکٹھا داخل کر دیا کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ نویں جماعت میں لڑکیاں اور لڑکے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے الگ الگ سکول کی ضرورت نہیں۔ دسویں میں ہم دو کالج بنا دیں گے۔لڑکیوں کو ادھر لے جائیں گے (سیکنڈ ایئر میں) اور لڑکے یہاں رہ جائیں گے اور اس طرح چار سکول ہو جائیں گے۔

پس جنوری ۷۲ء میں نائیجریا میں چار سکول ہو جائیں گے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ فضل کر رہا ہے اور ان ممالک ہی میں آمد کے ذرائع پیدا کر رہا ہے اب ان کو خرچ کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ یہاں سے تو ہم بھیج نہیں سکتے۔ کیونکہ ملک میں فارن ایکسچینج کی دقت ہے اس لئے ہم یہاں سے کوئی پیسہ باہر نہیں بھیج سکتے اور نہ بھیج رہے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

بعض لوگ بغیر سوچے سمجھے اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہ ضرور کوئی شرارت کرتے ہوں گے یہ نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں ہماری جماعتیں ہیں بعض دیگر ممالک میں بھی دقتیں ہیں جہاں سے ہم پیسے باہر نہیں بھیج سکتے۔ لیکن ہم انگلستان سے بھیج سکتے ہیں۔ جرمنی سے بھیج سکتے ہیں۔ سوئٹزر لینڈ سے بھیج سکتے ہیں امریکہ سے بھیج سکتے ہیں۔ امریکہ نے ۲۳ ہزار ڈالر کے وعدے کئے اور غالباً ۱۰۔۱۲ ہزار ڈالر اس وقت تک وہ جمع بھی کر چکے ہیں۔ مَیں نے سہولت کی خاطر امریکہ اور Continent کے جو پیسے ہیں یہ سوئٹزر لینڈ میں جمع کرا دیئے ہیں۔

غرض بیرون پاکستان کی جو ہماری احمدی جماعتیں ہیں وہ ان کو پیسے بھیجتی ہیں۔ البتہ ہم یہاں سے جو آدمی بھیجتے ہیں ان کا کرایہ دیتے ہیں اور یہاں سے جتنی کتابیں قانوناً ساتھ جا سکتی ہیں وہ ساتھ بھجواتے ہیں یا بعض دوسرا سامان بھی ہے مگر ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے خرچ کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ فضل کرے اور یہاں ہمارا پریس لگ جائے تو ہمارا دل کرتا ہے کہ ہمارے پاس جتنے پیسے ہیں یعنی پاکستان کی جماعت کا کل چندہ ساڑھے ستائیس لاکھ ہے۔ اس میں سے دو لاکھ رکھ کر پچیس لاکھ کی حکومت سے اجازت لے کر ایک سال کے اندر اندر قرآن کریم شائع کر کے ساری دنیا میں پھیلا دیں۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۱۷؍اخاء ۱۳۵۰ہش ۱۷؍اکتوبر ۱۹۷۱ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالےٰ نے مورخہ ۱۷؍اخاء ۱۳۵۰ہش (مطابق ۱۷؍اکتوبر ۱۹۷۱ء) کو انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے جو اختتامی خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ آیات پڑھیں۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝ ❶

اور پھر فرمایا:

ہم اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے اپنے فضل سے موجودہ کشمکش کے حالات میں بھی ہمیں یہاں بخیریت جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور نیکی کی باتیں سننے اور دلوں میں یہ عہد کرنے کی توفیق دی کہ ہم ان باتوں پر عمل کریں گے۔

انصاراللہ اور اشاعتِ قرآن کریم

انصاراللہ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کریں۔ قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ قرآن کریم کی بڑی شان ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی بڑی عزت ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے چشمے سے نکلا ہے اور اسی کی طرف اس کے تمام نتائج رجوع کرتے ہیں۔

پس قرآن کریم بڑی بلند شان والا ہے۔ یہ پاکیزگی کے چشمے سے نکلا ہے اور انسان کے لئے پاکیزگی کا چشمہ بننے والا ہے یہ ایک کامل اور مکمل اور حسین اور خوبصورت اور پاک اور مطہّر شریعت ہے

❶ سورہ عبس: ۱۴ تا ۱۷

جس کے بغیر عقل مند انسان کی حسین اور پیاری زندگی ممکن ہی نہیں۔

پھر فرمایا بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ - کِرَامٍ بَرَرَۃٍ اور اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اگر تم عزت حاصل کرنا چاہتے ہو اور نیکیوں میں ترقی کرنا چاہتے ہو، تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم پر تمہارا Grasp (گراسپ) ہو۔ عبور ہو (بِاَیْدِیْ میں اسی طرف اشارہ ہے) اور قرآن کریم کے لکھنے اور پھیلانے میں تم کوشاں رہو۔ کیونکہ اشاعتِ قرآن انسان کو نیک بھی ٹھہراتی ہے اور پاک بھی ٹھہراتی ہے اور باعزت بھی ٹھہراتی ہے۔ جو آدمی قرآن کریم کو چھوڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت نہیں پا سکتا۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت پانا چاہتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں نیک ٹھہرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل اور اپنے فعل اور اپنے قول سے قرآن کریم کی اشاعت کرنے والا ہو۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے۔ انصار اللہ کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اشاعتِ قرآن کے لئے کوشاں رہیں۔ میں پھر دوبارہ بطور یاددہانی آج یہ نصیحت اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ واپس جائیں اور جہاں بھی آپ ہوں دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توفیق پا کر قرآن کریم کی اشاعت کی طرف متوجہ رہیں۔

قرآن کریم کا مخاطب ہر انسان ہے

جیسا کہ خود قرآن کریم نے بتایا ہے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کو مہجور بنانے والے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ یعنی وہ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگیوں کے مسائل کا حل اس سے تلاش نہیں کرتے اور اس کے سہارے اس کے نور سے اپنی زندگیوں کو روشن کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ دنیا میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جہاں بھی آپ کو ایسے لوگ ملیں۔ آپ ان کو اس طرف متوجہ کریں کہ قرآن کریم کے بغیر تو مسلمان کی کوئی زندگی نہیں ہے۔ ہر اس شخص کو جو اسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ہر اس شخص کے لئے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ صاحب شریعت صلعم کا پیار میرے دل میں ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کو پڑھے اور اس کو سمجھے یعنی ترجمہ جانتا ہو اور اس پر غور کرنے کی عادت رکھتا ہو۔ اس کے بغیر تو ایک مسلمان کی زندگی ہی نہیں اور اس کے بغیر جو مسلمان زندہ ہیں، خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی زندگی زندگی ہی نہیں ہے دیکھو ہر انسان کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک حسین زندگی گزارے اور یہ صرف قرآن کریم ہی کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے انعام بھی مقرر کئے ہیں کیونکہ یہ ایک عظیم اور ہمیشہ قائم رہنے والی جدوجہد ہے اور ہر نئی نسل کے ساتھ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ یہ مجاہدہ کرنا پڑتا ہے

اور یہ کوشش کرنی پڑتی ہے کہ ان کے دل میں قرآن کریم کی محبت قائم ہو یہ کوشش ان کے ساتھ بھی کرنی پڑتی ہے جو بڑے ہو گئے ہیں اور جنہوں نے بدقسمتی سے قرآن کریم کی طرف توجہ نہیں کی۔ اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا میں سارے فتنے اس لئے پیدا ہوئے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو چھوڑ دیا گیا۔ مثلاً عیسائی فتنہ ہے، دہریت کا فتنہ ہے، شرک کا فتنہ ہے۔ یہ سارے فتنے اسی وجہ سے ہیں۔ قرآن کریم کا مخاطب صرف وہ نہیں جو بعد میں مسلمان بنا۔ قرآن کریم کا مخاطب تو ہر انسان ہے۔ ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ وہ اپنی نجات کے لئے قرآن کریم کی شریعت کی طرف لوٹے تا کہ اس کے دل میں میری محبت پیدا ہو اور وہ میری محبت کا وارث بنے۔

قرآن کریم میں ہر فتنہ کا علاج ہے

پس دنیا کا ہر فتنہ قرآن کریم کی تعلیم کو چھوڑنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور دنیا کے ہر فتنے اور فساد کا علاج قرآن کریم میں موجود ہے اور اسی کے ذریعہ ہر فتنے کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ اگر میرے اور آپ کے دل میں بنی نوع انسان کی محبت ہے اور ان سے ہمدردی ہے اور ان سے تعلق ہے۔ اور یہ خواہش ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچیں تو پھر میرا اور آپ کا یہ فرض ہے کہ ہم ہر شخص کے پاس ہر ذہن کے پاس، ہر دل کے پاس، اور ہر روح کے پاس قرآن کریم کو لے کر جائیں اور اس سے کہیں کہ اس میں تمہاری نجات اور اس میں تمہاری بھلائی اور اس میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے۔ اس میں تمہارے لئے نور کے سامان ہیں۔ اس میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کے جذب کرنے کے سامان ہیں۔ تم اس کی طرف توجہ کرو۔

قرآن کریم اور خدائی انعامات

غرض قرآن کریم نے فرمایا کہ اگر تم "بِاَيۡدِىۡ سَفَرَةٍ - كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ" کے گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو اور اس میں شامل ہونے کی کوشش کرو گے تو تمہیں بڑا انعام ملے گا اور انعام یہ ملے گا کہ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۙ﴿۱۲﴾ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۙ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ - [1]

یعنی قرآن کریم ایک قائم رہنے والی مکمل اور حسین تر اور منور تر شریعت ہے جس وقت تم اس پر عمل کرو گے اور اس کو دنیا میں پھیلاؤ گے۔ تو فرمایا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ

اللہ تعالیٰ تم پر بار بار آسمانوں سے برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کھولے گا اور اللہ تعالیٰ

---

[1] سورۃ الطارق آیت ۱۲ تا ۱۴

ایسے سامان پیدا کرے گا کہ تم اُن رحمتوں اور برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاؤ گے۔ تمہاری روح اور تمہارا دل کھِل اُٹھے گا۔ جس طرح بادلوں سے پانی برستا ہے اور زمین پر تر و تازگی کے آثار پیدا کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت آسمانوں سے نازل ہوگی۔ البتہ کبھی وہ وحی کے ذریعہ سے نازل ہوگی۔ کبھی وہ الہام کے ذریعہ سے نازل ہوگی۔ کبھی وہ کشوف کے ذریعہ سے نازل ہوگی۔ کبھی وہ رویائے صالحہ کے ذریعہ سے نازل ہوگی۔ کبھی وہ فرشتوں کے نزول کے ساتھ آئے گی اور کبھی وہ کسی اور طریق سے آئے گی۔ کیونکہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ — ❶ اللہ تعالیٰ کا تو ہر رنگ ہی نرالا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو تو ہم گن نہیں سکتے بے شمار زاویوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور بے شمار طریقوں سے اس کی رحمتیں نازل ہوں گی اور وہ تمہارے لئے بے شمار خوشیوں کے سامان پیدا کرتی جائیں گی اور اس سے یہ دعویٰ ثابت ہوگا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ

صحیح محنت اور اس کے نتائج

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تمہیں جو کہتے ہیں کہ محنت کرو گے۔ جدوجہد کرو گے محنت کی طرف مَیں نے شروع میں افتتاحی تقریر میں بھی ایک رنگ میں توجہ دلائی تھی تو تمہارا دل اس طرف بھی مائل ہوسکتا ہے۔ تمہاری توجہ اس طرف بھی پھر سکتی ہے کہ ساری محنتیں تو نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتیں یعنی ساری محنتیں اور کوششیں ایسی نہیں ہوتیں کہ ان کے نتیجہ میں تسلی ملے۔ سکون ہو، کامیابی ہو، رحمتوں کے سامان پیدا ہوں، نور کی وسعتیں پیدا ہوں۔ بشاشتِ قلب پیدا ہو۔ چہرے پر مسکراہٹیں ہوں۔ غموں سے نجات ملے۔ پس ساری محنتیں تو کامیاب نہیں ہوتیں عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ❷ بھی تو ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ کوشش کرتے ہیں مگر نتیجہ کوئی نہیں نکلتا۔ چنانچہ بے نتیجہ کوشش کا اثر یہ ہوتا ہے کہ چہرے پر سیاہی آ جاتی ہے۔ بددلی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی تیوڑیاں چڑھی ہوتی ہیں۔ وہ بڑا پریشان ہوتا ہے۔ کبھی آپ نے بے نتیجہ کوشش والا ناکام انسان دیکھا ہے؟ مَیں نے تو بہت دیکھے ہیں۔ مَیں تو آدمی کا چہرہ دیکھ کر ہی پہچان جایا کرتا ہوں کہ وہ کہیں سے ناکام ہو کر آیا ہے لیکن جو کامیاب ہو جاتا ہے اس کے چہرے سے پتہ لگ جاتا ہے۔ مَیں ایک موٹی مثال لیتا ہوں دسویں جماعت کا بچہ پاس ہوتا ہے۔ کوئی تھرڈ ڈویژن میں کوئی سیکنڈ ڈویژن میں اور کوئی فرسٹ ڈویژن میں۔ جس وقت وہ نتیجہ سُن کر اپنے گھر میں آتا ہے اس وقت اسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ میں پاس ہوگیا ہوں اس کے چہرے کے آثار بتاتے ہیں کہ وہ پاس ہوگیا ہے۔ اس کے جسم میں سے، اس کی روح میں سے خوشی کی شعاعیں نکل رہی ہوتی

❶ سورۃ الرحمٰن ۳۰ ❷ سورۃ الغاشیۃ آیت ۴

ہیں۔ پس جو دسویں میں پاس ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے کے آثار ایسے ہوتے ہیں تو وہ آدمی جو خدا تعالیٰ کے امتحان میں پاس ہو کر خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرتا ہے اس کے جسم اور روح میں سے جو نور نکل رہا ہوگا۔ اس کی شعاعوں کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔

لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو "عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ" کے گروہ میں ہیں۔ وہ جو بھی عمل کرتے ہیں اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اُن کے چہروں پر وہی بد دلی، وہی پریشانی اور وہی گھبراہٹ کے آثار اور وہی نیند کے اُڑے رہنے کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ مثلاً ایٹم بم ایجاد کر دیا۔ دنیا کہتی ہے یہ بڑا کارنامہ ہے۔ مگر جن قوموں نے ایٹم بم ایجاد کیا ہے ان کو اپنی ہلاکت کا اتنا خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ ایٹم بم کی ان کو کیا خوشی ہے۔ ان کو تو اب یہ فکر لاحق ہے کہ کہیں ایک دوسرے پر اس کا استعمال ہو گیا تو یہ انہیں تباہی کے گڑھے میں پھینک دے گا۔

محنت اور بشاشت کا احساس

پس دنیا کی وہ ساری کوششیں جو دعاؤں کے حصار کے اندر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے حصار کے اندر نہیں ہیں، ان کا نتیجہ خوشی نہیں ہے۔ آدمی منہ سے جو مرضی کہہ لے لیکن ان قوموں کے چہروں پر ہمیں فکر کے آثار نظر آ رہے ہیں حالانکہ ان کے چہروں پر خوشی اور بشاشت کا یہ احساس پیدا ہونا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔ اور ہمیں وہ کچھ مل گیا ہے جس کی ہمارے ذہن بھی امید نہیں کر سکتے تھے اور جہاں تک ہمارا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

غرض عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ بھی ہیں یعنی ایسے محنت کرنے والے لوگ جن کی محنت کا نتیجہ نہیں نکلتا۔ وہ نتیجہ جو وہ اپنے لئے نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ نتیجہ جو بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے ہو۔ وہ نتیجہ جو انسان کی بشاشت کے سامان پیدا کرنے والا ہو۔ اس کی خوشی کے سامان پیدا کرنے والا ہو۔ لوگوں کی بے فکری کے سامان پیدا کرنے والا ہو۔ ان کے سکون کے سامان پیدا کرنے والا ہو۔ وہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ لیکن قرآن کریم نے ہمیں یہ فرمایا ہے کہ اگر تم اپنے فعل و عمل اور دوسرے ذرائع (مثلاً طباعت ہے) سے اشاعتِ قرآن کرو گے تو تمہاری اس کوشش کا نتیجہ ضرور نکلے گا۔ اور وہ بڑا شاندار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۚ (1)

کہ اسلام کی اشاعت کی جدوجہد کو اللہ تعالیٰ کامیاب کرے گا اور بڑی ہی کامیابی دے گا۔

---

(1) سورۃ الغاشیۃ آیت ۹ تا ۱۲

ذہین بچوں کی صحیح نشو ونما اور کامیابی

کامیابی تھوڑی بھی ہوتی ہے اور بڑی بھی ہوتی ہے۔ایک شخص بی اے یا ایم اے میں پاس ہوتا ہے۔ یہ ایک شخص کی کامیابی ہے۔ایک قوم کے جتنے ذہین بچے ہیں جو دراصل اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور جو ایم اے تک پہنچ سکتے ہیں اگر وہ سب کامیاب ہو جائیں تو یہ قوم کی خوشی کا دن ہے۔ ہمارے ملک میں بدقسمتی سے بہت سے ذہن ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بات خدا تعالیٰ کو پیاری نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک اچھا ذہن دیا ہے تو اس کا شکر کرنا چاہئے۔ بہرحال اگر کوئی ایسی قوم ہو کہ اگر اس کے سارے ذہین بچے اپنی صلاحیتوں کی پوری نشو ونما کر سکیں تو یہ اس قوم کے لئے بڑا خوشی کا دن ہے۔

ایک دفعہ ہمارے ایک مشہور سائنٹسٹ جو ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں انہوں نے مضمون بھی لکھا اور مجھ سے زبانی بھی بات کی کئی سال پہلے کی بات ہے کہ بڑا فکر رہتا ہے۔اس وقت ملک میں صرف پانچ ہزار سائنسدان ہیں اور ہمیں ان کی بڑی ضرورت ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم نے پچاس ہزار سائنسی ذہن ضائع کر دیئے اور آج تم روتے ہو کہ ہمارے پاس سائنسدان نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو تمہیں نہیں چھوڑا تھا لیکن تم نے خدا کو اور اس کی نعمتوں کو چھوڑ دیا اور اب تم اس کا نتیجہ بھگت رہے ہو۔

ذہین بچوں کی اعلیٰ تعلیم

ایک اور دوست سے مَیں نے بات کی۔مَیں نے کہا ہم غریب سی جماعت ہیں۔ جہاں تک ہماری بساط اور طاقت ہے ہم اپنے ذہین بچوں کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ ابھی انشاء اللہ کل ہی ایک غریب مگر ذہین بچہ انگلستان جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حساب کے ایک خاص شعبہ میں بڑا اچھا ذہن دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ذہانت اور فراست کو اور زیادہ تیز کرے۔ پس قوم نے اس کا انتظام کیا۔ وہ ولایت جا کر پڑھے گا اور اگر حالات یہی رہے اور اس کی توجہ بھی قائم رہی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذہن کو بھی اسی طرح ٹھیک رکھا تو وہ انشاء اللہ دس سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے چوٹی کے دماغوں میں شامل ہو جائے گا۔

پس ہم اس معاملہ میں کنجوس نہیں ہیں۔ جو جماعت کے بچے نہیں ابھی تک اگر اُن کے متعلق ہمیں پتہ لگ جائے۔اور ہمیں طاقت ہو تو ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں۔ہم نے خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اپنے غیر احمدی بھائیوں کے سینکڑوں بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ہے۔جس سے ان کے خاندانوں کی کایا پلٹ گئی ہے۔ ہمارے اس علاقہ کے ایک مزدور کا بچہ تھا۔جس کے لئے باپ ایک پیسہ خرچ نہیں کر سکتا تھا۔

پتہ نہیں کس طرح اس بچارے نے میٹرک پاس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی پڑھائی کے لئے مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اب وہ وکیل ہے۔ اس پر ہمارا کوئی احسان نہیں ہے۔ ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق بخشی۔ یہ اس کا حق تھا۔ دوسرے لوگ اُسے دے نہیں رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ ہم اُسے یہ حق دے دیں۔ اب اس کا گھر ایک مزدور کا گھر نہیں رہا۔ وہ ایک وکیل کا گھر بن گیا ہے۔ دنیوی نقطہ نگاہ سے بھی اس میں بڑا فرق ہے اور عزت کے لحاظ سے بھی اور مال کے لحاظ سے بھی بڑا فرق ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم اپنے قول اور فعل سے قرآن کریم کی اشاعت میں لگے رہو گے اور اشاعتِ قرآن کے لئے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کرو گے یعنی وہ کوشش جس کو کبھی ہم غلبہ اسلام کی کوشش کہتے ہیں کبھی اشاعتِ اسلام کی کوشش کا لفظ بولتے ہیں۔ کبھی ہم خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے الفاظ بولتے ہیں اور دراصل ہر کوشش کا آخری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پیار ہو۔ کیونکہ اللہ ہی اللہ ہے اور یہ حقیقت ہے اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ باقی تو سارے وسائل ہیں یا غیر متعلق چیزیں ہیں دنیا نے غیر متعلق بنا دیا ہے ورنہ اصل میں تو اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کو وسائل ہی بنایا تھا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا۔

اشاعتِ قرآن کریم کی کوشش اور افضالِ الٰہیہ

بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میری راہ میں اشاعتِ قرآن کی کوشش ہوگی، وہ تمہیں اس گروہ میں شامل نہیں کرے گی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ بلکہ اس گروہ میں شامل کرے گی۔ جس کے متعلق اس نے فرمایا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ـ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ. یعنی جو اپنی کوشش کے نتیجہ سے راضی اور مطمئن ہوں گے اور وہ سمجھیں گے کہ ان کی کوشش کا نتیجہ بہت زیادہ نکل آیا۔ اس لئے کہ مثلاً ایک غریب آدمی ہے اس کی انتہائی کوشش دس روپے ہو سکتی ہے۔ لیکن ساری دنیا میں اشاعتِ اسلام کے لئے دس روپے تو کوئی کوشش نہیں۔ مگر یہ بھی خدا تعالیٰ کا بڑا رحم ہے کہ انتہائی کوشش دس روپے بلکہ انتہائی کوشش چار آنے بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اب یہ چار آنے کی انتہائی کوشش تھی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں فرمایا ہے۔ آپ نے ایسے لوگوں کا جنہوں نے چار آنے میں انتہائی کوشش کو پایا اور خدا کے حضور وہ قربانی پیش کر دی، ان کا نام قیامت تک کے لئے دعا کے لئے محفوظ کر دیا۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم قرآن کریم کی اشاعت کے لئے انتہائی کوشش کرو گے (خواہ وہ دنیا کی نگاہ میں دس روپے ہو یا دس آنے ہو یا دس پیسے ہو) تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنے انتہائی فضل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے انتہائی فضلوں کا تو شمار بھی نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ جو فضل نازل کرتا ہے انہیں ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ رہے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑا عظیم وعدہ دیا ہے۔ ہمیں یہ خوف نہیں کہ ہماری کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ البتہ ہمیں یہ خوف ضرور ہے کہ ہماری کوششوں میں شیطانی وساوس کا گھن نہ لگ جائے۔ لیکن ہمیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ فکر پیدا نہیں ہوتی کہ اگر ہم نیک نیتی اور خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں محو ہو کر کوئی کوشش کریں گے تو وہ ضائع چلی جائے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہماری ایسی کوششیں ضائع نہیں جائیں گی۔

دنیا کی جنت اور ہماری ذمہ داری

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ کہ ایسے لوگوں کو جنت ملے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس زندگی کی بھی ایک جنت ہے اور اُس زندگی کی بھی ایک جنت ہے اور یہاں کی جنت بھی۔ یعنی اس دنیا کی جنت بھی جَنَّةٍ عَالِيَةٍ کی مصداق ہے۔ جنت کی زندگی کے متعلق قرآن کریم نے جو بیانات دیئے ہیں۔ وہ اس پر بھی چسپاں ہوں گے اور دنیا کی جنت میں بھی لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً کوئی لغو بات نہیں کی جائے گی۔

دراصل اس میں ایک مومن پر بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ آج میں سوچ رہا تھا تو میرا دماغ اس طرف گیا کہ دنیا کامیابی کے بعد لغو باتوں میں مشغول ہو جاتی ہے۔ بچے میٹرک کا امتحان دے کر آتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اب ہم فارغ ہیں اور بیٹھ کر گپیں ماریں گے۔ یہی حال ایف، اے کے امتحان دینے کے بعد ہوتا ہے بی۔ اے۔ کے امتحان دینے کے بعد ہوتا۔ ایم اے کے امتحان دینے کے بعد ہوتا ہے اور اجتماعات کے بعد ہوتا ہے۔ مثلاً اب آپ یہاں سے واپس جائیں گے تو کہیں گے آؤ ذرا ستا لیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً خدا کی جماعتیں لغو باتوں میں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کیا کرتیں۔

جلسہ سالانہ ہوتا ہے۔ دماغ تھکے ہوتے ہیں دعائیں کر کے اور باتیں سُن کر۔ مگر ایک عقلمند انسان کا دماغ باتوں کو ذہن میں حاضر رکھنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً کی رو

سے یہ دنیوی جنت بھی ایسی ہے کہ اس میں وقت کے ضیاع کی اجازت نہیں ہے۔ امت محمدیہ جو اپنے مقام کو پہچانتی ہے یا امتِ محمدیہ کے وہ حصے جو اپنے مقام کو پہچانتے ہیں۔ وہ کامیابی کے بعد لغو باتوں کی طرف نہیں جاتے۔ اس واسطے کہ اگلی اور ایک نئی اور بڑی کامیابی کا وعدہ ہے اور اس کے لئے بھی انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

متواتر جدوجہد اور الٰہی رحمتیں

اگرچہ میرا مضمون اس وقت روحانیت اور روحانی ترقیات اور روحانی رفعتوں کے متعلق ہے۔ لیکن مَیں وہی میٹرک کے امتحان کی مثال دے کر بات واضح کرتا ہوں۔ جس لڑکے نے دسویں کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن لی ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ ایف اے کے امتحان میں بھی بورڈ میں اول نمبر پر آئے گا تو وہ پہلے سے تیاری کرنی شروع کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے انتہائی کوشش کی ضرورت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بیچ میں قریباً دو سال کا فاصلہ ہے اس کا ایک منٹ بھی ضائع نہ ہو۔ مگر ایف اے کی کامیابی اس کامیابی کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ روحانی میدانوں میں ایک کے بعد دوسری کامیابی دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ یعنی اللہ تعالیٰ انسان پر بار بار فضل کرتا ہے اور دو فضلوں کے درمیان انسان کی اپنی کوشش ہے۔ ایک فضل ہوتا ہے۔ اس پر وہ تسلی پاتا ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس پر ٹھہرنا نہیں۔ اے میرے بندے! تُو نے میرا پیار لیا۔ لیکن اس سے بڑا پیار میں تجھے دینے کے لئے تیار ہوں۔ تو اس کے لئے کوشش کر۔ غرض ایک ہی وقت میں پہلی کامیابی پر اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے جلوے دیکھنے کے بعد روح سرور بھی حاصل کر رہی ہے اور دماغ اور جسم اور روح نئی کوشش میں بھی لگ گئی ہے۔

پس سرور اور جدوجہد متوازی چلنے شروع ہو گئے اور یہ شروع سے اسی طرح چل رہے ہیں۔ اس لئے وقت کو ضائع کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَّا تَسۡمَعُ فِيۡهَا لَاغِيَةً. اب آپ یہاں سے جائیں گے ستانے کے لئے آپ کو کوئی وقت نہیں۔ اگلی کامیابی کے لئے آپ کوشش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ پر مزید رحمتیں نازل فرمائے۔ اس طرح ایک غیر متناہی سلسلہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا شروع ہو جاتا ہے۔

اُخروی جنّت اور ترقیات

جب انسان خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان لاتا ہے تو اُسے اُخروی جنت بھی ملتی ہے اور وہاں بھی اگرچہ وہ عمل کی دنیا نہیں ہے۔ مگر جس طرح گلاب کا پھول جب پورا بن جاتا ہے تو اس کے بعد گلاب کے

پھول کے بننے کا تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن پتیوں کے کھلنے کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ گلاب کی تو محدود پتیاں ہیں۔ لیکن انسان جب دوسری زندگی میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نئی زندگی حاصل کرتا ہے تو اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ وہ ایک گلاب کا پھول ہے جو نہایت خوب صورت اور خوشبودار اور حسین رنگوں کا مجموعہ ہے اور جس کی پتیاں غیر محدود ہیں اور جب کھلتی ہیں تو اس کے حسن میں خدا تعالیٰ کا پیار اور اس کی محبت کا جلوہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی۔

پس میرے اور آپ کے لئے کسی ایک مقام پر ٹھہرنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم تو ایک راستے پر چل پڑے ہیں کہ ٹھہرے تو مارے گئے کون ہے ہم میں سے جو زبانی یہ کہنے کے لئے تیار ہو کہ کچھ گھنٹے ہماری زندگی میں ایسے بھی ہونے چاہئیں جن میں اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان دوری پیدا ہو جائے۔ جب آپ کا دماغ اس تصور کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کا عمل اس بات کو قبول کرنے کے لئے کیسے تیار ہو جائے گا۔ پس یہ تسلسل جو ایک طرف انسانی کوشش اور محنت میں ہمیں نظر آ رہا ہے۔ اس تسلسل کو قائم رکھنا چاہئے تا کہ دوسری طرف وہ تسلسل جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا ہے اور جسے ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ رہے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے پیار کے جلوے جن میں سے ہر جلوہ پہلے سے بڑھ کر ہوتا ہے، وہ تسلسل قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب مَیں عہد اور دعا کرانے کے بعد آپ کو رخصت کروں گا۔ سفر اور حضر میں آپ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جسموں میں اور آپ کے عمروں میں برکت ڈالے اور آپ کی محنت میں برکت ڈالے اور آپ کے مال میں برکت ڈالے اور آپ کی اولاد میں برکت دے۔ آپ کی اولاد کو آپ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنائے۔

پاکستان کی حفاظت و سالمیت کے لئے مساعی

پاکستان کی حفاظت اور سالمیت کے لئے آج قوم ایک عظیم جدوجہد کر رہی ہے۔ اس جدوجہد میں شامل کرنے کے لئے مَیں آپ کو واپس آپ کے گھروں میں بھجوا رہا ہوں۔ خدا کرے کہ آئندہ سال مَیں آپ کو کامیاب و کامران واپس آنے پر آپ کا استقبال کروں اور آپ کو سینے سے لگاؤں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمتیں، اس کی مدد اور اس کی نصرتیں ہر وقت اور ہر آن آپ کے شاملِ حال رہیں۔

(روزنامہ الفضل ۱۵۔۱۶۔۱۸۔۱۹ر فروری ۱۹۷۲ء)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۱۷ر نبوت ۱۳۵۰ء ہش ۱۷ر نومبر ۱۹۷۲ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

ساڑھے تین بجے شام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۷ر نومبر ۱۹۷۲ء کو انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ کے افتتاحی خطاب کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ❶

اور پھر فرمایا ''ہم نے انصار کے اس اجتماع کو دعاؤں سے شروع کیا اور ہماری ہر آن یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے ہماری نیک خواہشات کو پورا کرے اور ہماری پاک دعاؤں کو قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایک مسلمان کو جو تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا یعنی انسان کا اپنا کچھ نہیں۔ سب کچھ اس کے رب کا ہے۔ اور سب کچھ اس کی مخلوق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان اپنی زندگی رکھتے ہوئے بھی اپنی زندگی نہیں رکھتا۔ اور اپنی تمام دولت وثروت کے باوجود جیب خالی رکھتا ہے اور اپنی ساری طاقت اور اقتدار کے ہوتے ہوئے بھی ایک خادم کی حیثیت میں دنیا میں پیدا ہوا ہے۔

ہم عام طور پر بار بار جماعت کے سامنے یہ بات تولاتے رہتے ہیں کہ اسلام کے معنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن کو رکھ دینے کے ہیں۔ کہ اگر وہ چاہے تو اس کی راہ میں جان تک قربان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے۔ اُس نے ہماری ربوبیت کے لئے اس سارے جہان کو، اس عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور ہم میں تسخیر کرنے کی طاقت۔ اور اس عالمین میں تسخیر ہو جانے کی قوت پیدا کی ہے۔ ہمارا جو کچھ بھی ہے یا تو اس عالم کی وجہ سے اور ان جہانوں کے نتیجہ میں ہے۔ یا ان طاقتوں اور قوتوں یا اس عقل اور فراست کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔

---

❶ آل عمران آیت: ۱۱۱

ایک مادہ یعنی ٹھوس چیز ہے جس سے ہم کام لیتے ہیں۔ یہ ایک طاقت ہے جس سے ہم اپنے فائدہ کے لئے خدا کی مخلوق کا استعمال یا اسے تسخیر کرتے ہیں۔ یہ مادی اشیاء نہ ہم نے پیدا کیں اور نہ پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور جس طاقت کے نتیجہ میں، جس ہنر کے حاصل کرنے کے بعد، جس عقل وفراست کی وجہ سے ہم اس عالمین کو تسخیر کرتے اور انسان کے فائدہ کے لئے اس مادہ سے نئی نئی چیزیں اور نئی سے نئی طاقتیں نکالتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ غرض یہ مادی دنیا اور ہماری یہ قوتیں اور استعدادیں نہ تو ہماری پیدا کردہ ہیں۔ اور نہ ہم ان کو پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ ایک موٹی بات ہے جسے ہر انسان کی عقل تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک چھوٹے سے فقرہ میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

''گھر سے تو کچھ نہ لائے''

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ربوبیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے جلوے دکھائے۔ چنانچہ جب انسان نے فعل اور عمل کے میدان میں داخل ہونا تھا۔ اور جہاد اور مجاہدہ کرنا تھا۔ اور کوشش اور محنت کرنی تھی اور احسان کے نتیجہ میں اپنی محنت کی قوت کو اجاگر کرنا تھا اور اسے بڑھانا تھا یا اپنے اندر زیادہ طاقت پیدا کرنی تھی تو اُس وقت بھی ہمیں یہی فرمایا کہ خدائے رحیم کی برکت کے بغیر تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی ہوشیار کیوں نہ ہو۔ خواہ کتنا ہی سمجھدار کیوں نہ ہو۔ خواہ کتنا ہی محنتی کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ کتنے ہی اچھے طریق پر مثلاً اپنی کھیتی کو تیار کر دے۔ اس میں وقت پر دانہ ڈال دے۔ جسے کھیتی باڑی کی اصلاح میں Optimum Period (آپٹیمم پریڈ) کہتے ہیں یعنی وہ وقت جس میں بیج بونے سے سب سے زیادہ گندم پیدا ہونے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ پھر وہ وقت پر کھاد دے۔ وقت پر پانی دے۔ غرض اس ساری محنت کے باوجود پھر بھی کچھ نہ کچھ خامیاں ضرور رہ جاتی ہیں جو بعض دفعہ انسان کو معلوم ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ اس کو معلوم نہیں ہوتیں۔ چنانچہ بسا اوقات ہمارا کوشش کرنا اور روپیہ کو خرچ کرنا رائیگاں جاتا اور ہماری دن رات کی محنت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس لئے نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ تو خدائے رحیم ہی ہے جو ہماری مدد کو آتا اور وہ ہماری قربانیوں کا، ہماری محنتوں کا اور ہماری کوششوں کا نتیجہ نکالتا ہے۔ اور ہمیں وہ غذا دیتا ہے تب جس باغ کو ہم نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ وہ ہمیں ثمر آور نظر آتا ہے۔ اور اس کے پھل ہمیں ملتے ہیں۔ دنیا میں بھی ایک جنت ہمارے لئے پیدا کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد تو ایک جنت ہے ہی۔ جو اتنی حسین جنت ہے جس کا ہم آج تصور بھی نہیں کر سکتے وہ ہمارے مقدر اور نصیب میں ہوتی ہے۔ مَیں نے آپ کے سامنے یہ باتیں اس لئے زیادہ تفصیل کے ساتھ اور بار بار رکھی ہیں کہ

اس کے دوسرے پہلو کے بارہ میں جس کا تعلق اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ سے ہے اس کے متعلق مَیں آج کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

جب یہ کائنات پیدا کی گئی جس میں تسخیر ہو جانے کا مادہ رکھا گیا اور جب انسان کو قوتیں اور استعدادیں دی گئیں جن کی روح اشیائے عالم کو تسخیر کرنا ہے یعنی اس کائنات کی تمام چیزوں کو حسب ضرورت اور استعداد کام پر لگانا ہے تو اس سلسلے میں عقلاً دو نظریے قائم ہوئے۔ ایک کو اسلام نے دھتکار دیا اور ایک کو اسلام نے اپنا لیا۔

چنانچہ ایک نظریہ یہ ہے کہ انسان کہتا ہے۔ مَیں ہوں۔ میرے لئے دنیا میں یہ سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے مَیں اپنے نفس کی خاطر اور اپنے وجود کی خاطر اور اپنے خاندان کی خاطر اور اپنے بیوی بچوں کی خاطر محنت کروں گا۔ مَیں کماؤں گا۔ مَیں گندم پیدا کروں گا۔ خود کھاؤں گا اور دوسروں کو کھلاؤں گا اور اس طرح میری زندگی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

پس ایک یہ نظریہ ہے جسے اسلام نے دھتکار دیا اور ردّ کر دیا ہے۔ اس کو قبول نہیں کیا۔ مگر جو لوگ دنیا دار ہیں۔ انہوں نے اس نظریئے کو قبول کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ خدا نے دنیا کو ہمارے لئے پیدا کیا ہے اور ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے یا جو لوگ خدا کو نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کچھ ایسی بنائی گئی ہے کہ جو ہماری محنت اور کوشش کے اثر کو قبول کرتی اور ہمیں فائدہ پہنچانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے لہٰذا ہم اس سے فائدہ حاصل کریں گے۔ ''میں'' ایک فرد کے لحاظ سے اور ''ہم'' ایک قوم کے لحاظ سے جتنا کما سکیں گے اور جس طرح کما سکیں گے ہم کمائیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے۔ اس نظریے میں کوئی اخلاقی پابندیاں تسلیم نہیں کی گئیں۔ جہاں تسلیم کی گئیں (دنیا کی عقل کی مَیں بات کر رہا ہوں) وہاں بھی وہ ظاہری لحاظ سے تھیں۔ کیونکہ بعض لوگ اس وقت تک اخلاقی پابندیوں کو مانتے نظر آتے ہیں۔ جب تک کہ ان کا ذاتی یا قومی مفاد اس کو برداشت کرتا ہو۔ جب ان کے قومی یا ذاتی مفاد کے خلاف بات ہو جائے تو پھر ان اخلاقی پابندیوں کے قائل نہیں رہتے۔ یہ نظریہ آگے پھر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

دنیا کا ایک وہ حصہ جنہوں نے بحیثیت قوم سب کچھ اپنا ہی سمجھ لیا۔ اور کہہ دیا کہ بس خدا نے سب کچھ انگلستان میں بسنے والوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج سے دو سال پہلے انگریزوں نے یہ سمجھا کہ جہاں سے ہمیں مال و دولت اور آرام و آسائش کے سامان مل سکتے ہیں۔ ہم دنیا میں نکلیں گے اور وہاں سے حاصل کریں گے چنانچہ وہ ہندوستان میں آئے اور ہمیں لوٹا اور پھر افریقہ میں گئے وہاں سے انہوں نے دولت سمیٹی اور وہاں کے رہنے والوں کا کوئی خیال نہیں کیا۔ وہ امریکہ میں گئے۔ امریکہ کی آج اور

حالت ہے۔ آج سے چند سو سال قبل اس کی حالت یہ نہیں تھی وہاں Red Indians (ریڈ انڈینز) کے نام سے بعض قبائل رہائش پذیر تھے۔ انگریز وہاں جا پہنچے اور ان کا بڑی بُری طرح سے قتل عام کیا کہ اب بھی اس کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ملک جس کے وہ باشندے تھے اس میں ان کا زندہ رہنا ناممکن بنا دیا گیا۔ پھر بعد میں جب ان کو لوٹ لاٹ لیا اور جب پچاس فیصد اور بعض جگہ تو نوے فیصد قبیلے مارے گئے تو دنیا کو دکھانے کے لئے اُن پر گویا یہ بڑی مہربانی کی اور بڑا احسان کیا کہ زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعے بنا دیئے تاکہ وہ ان پر آباد ہوں اور زندگی کے دن گذاریں۔ اس کو اخلاق نہیں کہتے۔ یہ تو جب اعتراضات زیادہ پڑنے لگے تو ان سے بچنے کے لئے جو اُن کا (ریڈ انڈینز کا) اپنا تھا یعنی جو ان کی ملکیت تھی۔ اس میں سے ہزارواں حصہ دیا اور کہہ دیا دیکھو ہم تم پر کتنا احسان کر رہے ہیں۔ ابھی تک، میں سمجھتا ہوں ان کے یعنی ریڈ انڈینز اور جو باہر سے لٹیرے گئے ہوئے تھے ان کے درمیان صحیح معنوں میں مساوات نہیں پائی جاتی۔

پھر یہ انگریز آسٹریلیا پہنچ گیا اور وہاں کچھ لوگ تھے ان کو Aborigines کہتے ہیں۔ ان کا بُری طرح قتل عام کیا۔ کچھ ان میں سے بچ گئے ہیں۔ ورنہ یہ تو ان کو بالکل مٹا دینا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہ اتنا بڑا علاقہ ہے کہ کوئی ڈیڑھ سو سال بعد بھی اس کو ابھی تک پوری طرح آباد نہیں کر سکے۔ بہر حال بڑا لمبا زمانہ گذر گیا۔ اسی طرح جہاں بھی انگریز گئے وہاں ان کی یہ ذہنیت کارفرما رہی کہ جو کچھ اس دنیا کا مل سکتا ہے، لے لو۔ خواہ اس سے دنیا کے کتنے بڑے حصے کو، دنیا کی کتنی اقوام کو اور کتنے کروڑوں انسانوں کو تکلیف پہنچے بس لوٹ مار کرو۔ دولت سمیٹو اور اپنے گھروں کو لے جاؤ۔

پھر یہی انگریز آئس لینڈ پہنچے اور وہ بے چارے غریب جن کا تمدن پرانا تھا یعنی یہ صحیح ہے کہ وہ اس قسم کے تہذیب یافتہ نہیں تھے گویا ان کو سگریٹ کی عادت نہیں تھی۔ انگریز نے کہا ہم تمہیں مہذب بناتے ہیں یہ لو سگریٹ پیو تمبا کو استعمال کرو۔ یہ شراب لو۔ اس کا استعمال کرو۔ اور جو اُن کی دولت تھی وہ سگریٹوں کے پیکٹ کے بدلے سمیٹ کر چلتے بنے۔ مثلاً ان کی دولت تھی۔ برف میں اللہ تعالیٰ نے جو جانور پیدا کئے ہیں۔ ان کی کھالیں یعنی سمور جو بڑی قیمتی چیز ہے۔ وہ وہاں سے لوٹ کر لے آئے اور بھی جتنی بھی ان کی دولت تھی وہ سگریٹ کے بدلے میں لے آئے ان کو سگریٹ کا نشہ لگایا۔ شراب کا نشہ لگایا۔ اور ان کا سب کچھ لوٹ کر لے آئے۔ مَیں نے خود وہاں انگلستان کے لوگوں کے مضمون پڑھے ہیں بعض لوگوں میں کہیں کہیں شرافت پائی جاتی ہے وہ اُبھر آتی ہے۔ انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ انگریز آئس لینڈ کے باشندوں کا سب کچھ چھین کر لے گئے ہیں۔ تو یہ گویا کوئی Isolated یعنی یہ نہیں کہ یہ کوئی اتفاقی

واقعہ ہے۔ یہاں ہوا یا وہاں ہو گیا۔ بلکہ یہ واقعات ایسے ہیں جو ایک نظریہ کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا لیکن انہوں نے خدا تعالیٰ کی خلق کو دیکھا اور انہوں نے زمین کو پیدا کرنے والے، زمین کے اندر صفات کو پیدا کرنے والے خدا کو تسلیم نہیں کیا نہ اس کو پہچانا اور نہ اس کی صفات کی معرفت حاصل کی لیکن انہوں نے زمینی مخلوق کو پہچانا اور انہوں نے کہا یہاں تو بڑی گندم پیدا ہو سکتی ہے۔ یہاں تو بڑے چاول پیدا ہو سکتے ہیں یہاں تو بہت کپاس پیدا ہو سکتی ہے یا دوسری فصلیں اُگ سکتی ہیں۔ یا یہاں کیلوں کے باغات لگائے جا سکتے ہیں یا ذرا اور نیچے چلے جائیں تو ہیرے جواہرات مل سکتے ہیں اور ذرا اور نیچے چلے جائیں تو ہم پٹرولیم حاصل کر سکتے ہیں۔

پس انہوں نے خدا کو نہیں پہچانا لیکن خدا کی مخلوق یعنی انسانوں کے علاوہ جو دوسری کائنات ہے اور جو ایک خاص غرض کے لئے بنائی گئی تھی۔ اور جس میں خدا تعالیٰ نے بے شمار فائدے کی چیزیں رکھی تھیں۔ انہوں نے ان سے فائدہ اٹھایا مگر اس کے جو حق دار تھے ان کو محروم کر دیا اب یہ ایک موٹی بات ہے اور اسے ہر عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جس نے کائنات کو پیدا کیا وہی بتائے گا کہ مَیں نے اسے کیوں پیدا کیا۔ جس نے پیدا ہی نہیں کیا وہ کیسے بتا سکتا ہے کہ اس چیز کو کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ پس ہر چیز کے معاملہ میں خواہ وہ زمین سے تعلق رکھتی ہو یا آسمان سے تعلق رکھتی ہو۔ اس کا علم حاصل کرنے کے لئے خدا کی طرف متوجہ ہونا اور رجوع کرنا چاہئے۔ تا کہ ہمیں پتہ لگے کہ وہ چیز کیوں پیدا کی گئی ہے۔

پس یہ ایک نظریہ ہے جو مَیں نے بتایا ہے آگے پھر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ اور اسلام نے اس کو ردّ کیا ہے۔ اسلام نے جو نظریہ ہمارے سامنے رکھا ہے اور جسے ہماری فطرت قبول کرتی اور ہماری عقل تسلیم کرتی ہے اور جس کے متعلق ہمارا رب ہمیں قرآن عظیم میں اپنی ہدایت اور شریعتِ کاملہ کی رُو سے فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تمہیں ''الناس'' کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ سب بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ عمل وہی شخص کرتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن عظیم پر ایمان لاتا ہے اس لئے اگرچہ قرآن عظیم کے مخاطب جن طرف قرآن نازل ہوا۔ یعنی بنی نوع انسان ہیں۔ لیکن جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہی صاحبِ بصیرت بنتے ہیں۔ اور عقل اور فراست سے کام لے کر اس شریعت کے اسرار اور رموز معلوم کرتے ہیں اور ان صداقتوں کو خود بھی پہچانتے ہیں اور دنیا کے سامنے بھی پیش کرتے ہیں۔

پس اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی رو سے فرمایا کہ ہر مسلمان کی زندگی کی سرحدیں اس کی اپنی زندگی پر جا

کر ختم نہیں ہو جاتیں اور اس کے فوائد تک ہی آگے نہیں بڑھتیں بلکہ ہر مسلمان کی سرحدیں وسعت میں بنی نوع انسان کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ میں اس وقت جس چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ عملی زندگی میں اس کے آگے بہت سے نتائج نکلتے ہیں۔ مثلاً ایک بالکل چھوٹا زمیندار ہے اس کے لئے ساڑھے بارہ ایکڑ کا یونٹ رکھا گیا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے ایک خاندان پل جاتا ہے۔ اب اگر وہ پہلا نظریہ ہو تو اس کے مطابق تو اس شخص کو اتنی محنت کرنی چاہئے کہ اس کے خاندان کا پیٹ بھر سکے کیونکہ اس نے جو کچھ کرنا ہے اپنے لئے کرنا ہے۔ اور اب اگر فرض کریں کہ اس کے خاندان کے دس افراد ہوں بڑا کنبہ ہے میاں بیوی اور آٹھ بچے کھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے ان کے نفوس میں برکت ڈالی ہے تو گویا اگر نصف سیر غلہ فی کس روزانہ کے حساب سے ساڑھے چار من غلہ ایک سال کے لئے درکار ہے تو دس افراد کے لئے پینتالیس من غلہ کی ضرورت ہے تو اگر وہ شخص چھ ایکڑ میں غلہ لگاتا ہے اور پینتالیس من حاصل ہو جاتا ہے تو گویا اس کا پیٹ بھر گیا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنی زمین میں کچھ کپاس لگائی کچھ اور چیزیں لگائیں۔ اور اس طرح اپنی ضرورتیں پوری کرلیں۔ اب پہلے نظریہ کے مطابق (جو دراصل غیر اسلامی نظریہ ہے) یہ شخص بڑا کامیاب نظر آتا ہے۔ مگر اسلام اسے قبول نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے تیری کوشش اور محنت کی سرحدیں تو تیری اپنی زندگی یا تیرے خاندان کے جو تقاضے ہیں ان سرحدوں تک نہیں جاتیں۔ بلکہ جہاں انسانیت کی سرحد ختم ہوتی ہے۔ وہاں تیری محنت کی سرحد ختم ہوتی ہے۔ پس وہ اس اسلامی نظریہ کی رو سے زیادہ سے زیادہ محنت کرتا ہے جس کی اسے اپنے لئے تو ضرورت نہیں ہوتی مگر بنی نوع انسان کو ضرورت ہوتی ہے۔

اس نظریئے کا دوسرا حصہ جو ذکر کرنے سے رہ گیا ہے مختصراً یہ ہے کہ مثلاً انگریز باہر گئے ہیں یعنی اپنے ملک سے آگے گئے ہیں۔ لیکن ان کی وسعت انسانی سرحدوں کی انتہاء کو نہیں پہنچی۔ مثلاً روسی کہے گا کہ ہم نے انٹرنیشنل پرولیٹیریٹ کے لئے بھی کام کرنا ہے۔ اسی طرح چینی سوشلسٹ یہ کہے گا کہ جو باہر کے ملکوں میں ہمارے ہم خیال لوگ ہیں ان کی تقویت کے لئے اور ان کی بہبود کے لئے بھی ہم نے محنت کرنی ہے۔ میرا تاثر یہ ہے کہ روس اپنی نفسانی حدود سے ابھی باہر نہیں نکلا لیکن چین اپنی نفسانی حدود سے یعنی خودغرضی کی حدود سے کچھ باہر آ گیا ہے گو ابھی وہاں تک نہیں گیا جہاں تک اسلام لے کر جانا چاہتا ہے لیکن وہ خودغرضی کی حدود سے کسی قدر باہر آ گیا ہے۔ مگر اسلام یہ کہتا ہے کہ اے انسان تُو نے اپنے لئے زندگی نہیں گذارنی تُو نے بنی نوع انسان کے لئے زندگی گذارنی ہے۔

پس یہ ذہنیت ایک احمدی کے اندر پیدا ہونی چاہئے۔ کہ اس کی زندگی کی دوڑ اس کے اپنے ہی

محدود ماحول تک نہیں ہے بلکہ وہ افریقہ تک جاتی ہے۔ وہ امریکہ تک جاتی ہے وہ آسٹریلیا تک جاتی ہے وہ یورپ تک جاتی ہے وہ روس تک جاتی ہے، وہ چین تک جاتی ہے وہ جزائر تک جاتی ہے اور ہر ضرورت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یعنی صرف جسمانی ضرورت نہیں یا صرف تعلیمی ضرورت نہیں بلکہ اس نے ہر ضرورتِ انسانی کو اپنی اس ذہنیت کے اندر سمیٹا ہوا ہے۔ ہر احمدی اپنی زندگی کی جدوجہد میں یہ کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو میری ذمہ داری افریقہ کے عوام کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے میں پورا زور لگا کر لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ❶ اپنی جگہ پر درست ہے) یہ کوشش کروں گا کہ اس کی مدد کر سکوں۔ اگر ہم سب یہ جملہ معترضہ ہے پاکستان میں ایسا کر لیں تو ہم بھک منگے بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے ماتحت دوسری اقوام کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنے والے بن جائیں گے۔ اور بن سکتے ہیں کیونکہ ایک مسلمان جب خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو اس کی مخلوق کی بھلائی کے لئے خرچ کرتا ہے تو اس کے نتائج دوسروں کی کوششوں سے بہرحال زیادہ اچھے نکلتے ہیں اور نکلنے بھی چاہئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ وعدہ ہے اور اکثر حالات میں اچھے نتائج نکلتے بھی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جن کا اپنا ذاتی مشاہدہ ہے۔ میرا بھی ایک ذاتی مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس محاورہ کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے یا آسمان پھاڑ کر دیتا ہے، اس طرح وہ بے حساب دیتا ہے۔ لیکن خلوص نیت ہونا چاہئے۔ تاہم صرف غذائی ضرورتوں کا سوال نہیں۔ انسان کی غذائی یا دوسری جسمانی ضرورتوں کے علاوہ مثلاً تعلیمی ضرورتیں ہیں۔ انسان کی تعلیمی دوڑ محض اپنے تک محدود نہیں رہنی چاہئے۔

اب ان دنوں گندے ماحول کا ہمارے احمدی طلباء کے ذہنوں پر بھی اثر پڑا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں اور آج کل یہ خیال عام ہے کہ ہنگامے کرو ڈگریاں مل ہی جائیں گی۔ سٹرائکس (Strikes) کریں گے اور ڈگری لے لیں گے گویا اب ڈگریاں لینا بڑا آسان ہوگیا ہے۔ پہلے طالب علم بڑی محنت کیا کرتا تھا۔ آدھی آدھی رات تک جاگتا اور محنت کرتا تھا۔ ہم خود طالب علمی کے زمانے میں آدھی آدھی رات تک پڑھتے رہے ہیں ہمیں یہ فکر لگا رہتا تھا کہ اگر محنت نہیں کریں گے تو اچھے نمبر نہیں لیں گے۔ یا پاس نہیں ہوں گے۔ لیکن اب آسان ہوگیا ہے۔ بس ایک جلوس نکالو۔ نعرہ لگاؤ اور جس کسی معصوم دکاندار کی دکان سامنے آجائے اس کے شیشے توڑ دو۔ اب بتاؤ اس دکاندار کا کیا قصور ہے۔ حکومت اگر تمہیں ڈگریاں نہیں دیتی تو اس میں اس بے چارے دکاندار کا تو کوئی قصور نہیں ہے لیکن یہ فیشن بنا لیا گیا ہے کہ اس طرح اپنا غصہ نکالو اور پھر حکومت سے کہو کہ جی ہمیں ڈگریاں دے دو۔ مگر امتحان کے لئے تیاری نہ کرو۔ جو

❶ سورہ آل عمران آیت ۲۸۷

طالب علم امتحان کی تیاری کرتا ہے وہ تو ایک دن کے لئے بھی اپنا امتحان ملتوی نہیں کروانا چاہتا۔ لیکن جو طالب علم تیاری نہیں کرتا وہ کہتا ہے دو مہینے اور مل جائیں۔ وہ اس میں بھی نہیں پڑھتا پھر کہتا ہے کہ اچھا دو مہینے اور مل جائیں۔ چنانچہ انہی ہنگاموں اور سٹرائکس کی وجہ سے اب اس سال کے بہت سارے امتحان اگلے سال کے امتحانوں کے قریب قریب چلے گئے ہیں۔ اس سے مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے اور بڑی پریشانی ہوتی ہے خصوصاً جب مَیں یہ سوچتا ہوں کہ کچھ احمدی بچے بھی اس گندے ماحول اور گندی فضا سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہماری تعلیمی کوششیں یعنی حصول علم کی کوششیں محض حصول علم کے لئے نہ ہوں بلکہ علم کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے یا سکھانے کے لئے بھی ہوں۔ اگر ہمیں یہ نظر آ رہا ہو کہ افریقہ میں اس وقت کئی لاکھ اساتذہ کی ضرورت ہے جب آپ اس غرض کے لئے پڑھیں گے اور علم حاصل کریں گے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا تمہیں بھوکا نہیں مارے گا۔ تمہاری اس نیت کے نتیجہ میں شائد تمہیں اس دنیا میں بھی دوسروں سے زیادہ دے دے اور اگلی دنیا میں جو تمہیں جزاء ملنی ہے وہ یقیناً ملنی ہے اس کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔ پس ایک احمدی مسلمان کو اس نیت سے پڑھنا چاہئے کہ اس نے صرف اپنے یا اپنے خاندان کی ضرورتیں پوری نہیں کرنی بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا اور اس کے کان میں بڑے پیار سے یہ آواز پہنچائی کہ تم اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی رو سے لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تم ''الناس'' یعنی ساری دنیا کے عوام کی خدمت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تمہارا دائرہ عمل اپنے نفس یا اپنے قبیلے یا اپنی قوم یا اپنے ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام کی جو حدود ہیں ان کی آخری حدوں تک پھیلا ہوا ہے۔

اگر ہم اپنا وقت ضائع نہ کریں اگر ہم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھیں تو ہم دنیا سے آگے نکل سکتے ہیں لیکن اس وقت تک ہم نہیں نکل سکے۔ یہ ایک حقیقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نعرہ لگانا کہ ہم ساری دنیا سے علم میں آگے نکل جائیں گے لیکن پڑھنے کی بجائے جلوس نکالنے لگ جائیں تو اس کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو قول اور فعل میں تضاد کے مترادف ہے۔ کبھی نعروں کے ساتھ بھی کسی نے علم حاصل کیا ہے۔ یا ایجادات کی ہیں؟ مثلاً آئن سٹائن تھا یا دوسرے بڑے بڑے سائنسدان تھے یا ڈاکٹر سلام ہیں۔ انہوں نے بڑی ریسرچ کی ہے اور علمی میدان میں نئی سے نئی دریافتیں کی ہیں۔ کیا انہوں نے نعرہ لگا کر کی ہیں؟ نہیں انہوں نے دن رات سوچ کر اور دعائیں کر کے اور محنت کر کے اور خلوص نیت کے ساتھ کوشش کر کے نئی چیزیں دریافت کی ہیں۔ نئی نئی چیزیں دریافت کرنے کا یہی عمدہ طریق اور بہترین اصول ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان تیرا نفس ہی نہیں، یا تیرا خاندان ہی

نہیں، یا تیرا قبیلہ ہی نہیں، تیری برادری یا دوستوں کا حلقہ ہی نہیں، تیرا ملک ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے عوام ہیں جن کی خدمت کرنے کے لئے تمہیں پیدا کیا ہے...... ان کی سرحدوں تک تیری کوشش مؤثر ہونی چاہئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ علم کے میدان میں کوئی کوشش نہ کی اور بے مقصد ہنگاموں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیا۔

پھر جب ہم دنیا کے میدان میں نگاہ ڈالتے ہیں تو خالی اس چیز کی ہی ضرورت نہیں بلکہ دوسرے نمبر پر بھی نہیں یعنی مادی اشیاء اور علم کے علاوہ کچھ اور علم بھی ہمیں حاصل کرنا چاہئے۔ مثلاً ان کو اچھے اخلاق کی ضرورت ہے۔ اب ان کو اچھے اخلاق سکھانے کے لئے وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ کی رو سے پہلے خود اپنے اخلاق اچھے بنانے پڑیں گے۔ اگر اپنے اخلاق اچھے نہیں بنائے تو گویا ''حب الوطن من الایمان'' کے جذبہ کے خلاف کام کیا اور اگر اپنے اخلاق اچھے نہیں بنائے یعنی ایسے اخلاق جو ساری دنیا کے اخلاق پر اثر انداز ہونے والے ہوں تو گویا ہم اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی بشارت کے خلاف عمل کرنے والے ہوں گے۔

اب اخلاقی لحاظ سے جب ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو بعض علاقے، بعض قبائل اور بعض قومیں ایسی نظر آتی ہیں جن میں آداب بھی نہیں پائے جاتے حالانکہ آداب ہی اخلاق کی بنیاد ہوتے ہیں۔ یعنی ان میں بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ رہن سہن کی تمیز نہیں ہے۔ کپڑے پہننے کی تمیز نہیں ہے، کھانے پینے کی تمیز نہیں ہے گویا اس قسم کے جو آداب ہیں وہ بھی ان کے اندر نہیں پائے جاتے اچھے اخلاق کا تو سوال ہی نہیں۔ بعض ایسے ملک ہیں جہاں یہ اعلان کیا گیا کہ اخلاق کیا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں جو چیز ہمارے منصوبہ میں مدد و معاون ہے وہ اچھے اخلاق ہیں۔ اور ہر وہ بات جو ہمارے راستے میں روک بنتی ہے وہ بُرا خلق ہے۔ گویا اگر سچ بولنا تمہارے راستے میں روک ہے تو سچ نہ بولو۔ اگر جھوٹ بولنا تمہارے راستے میں مد ہے تو یہ اچھا خُلق ہے اس پر عمل کرو۔ چنانچہ بہت بڑی بڑی قومیں ایسی ہیں جو اس قسم کے نظریے رکھتی ہیں۔ احباب کو ان کے متعلق غور کرنا چاہئے مثلاً روس نے خدا کا انکار کیا۔ اخلاق کا مضحکہ اڑایا اور کہا اخلاق کیا چیز ہوتے ہیں تاہم ایسے ملکوں کو ہم بُرا نہیں کہتے ہمیں ان پر رحم آتا ہے۔

اخلاقی اقدار سے اُن کے انکار کی ایک وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ صحیح اور سچے اخلاق مذہب سکھاتا ہے مگر جس مذہب سے اُن کا واسطہ پڑا وہ عیسائیت تھی جو مذہبی اور اخلاقی اقدار سے محروم ہو رہی تھی۔ دوست یہ یاد رکھیں کہ ہمارے نزدیک تمام انبیاء اور مرسلین اللہ تعالیٰ کے مقرب اور نیک بندے تھے۔ ہماری اُن کے حق میں ہر وقت دعائیں رہتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم اُن کو بھی

شامل کرتے ہیں۔ جو آپ کے روحانی بچے تھے اور جو آپ سے پہلے آئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی خاتم النبیین تھے۔ سارے انبیاء علیہم السلام کا روحانی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک بچے کا باپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن اُن کو چونکہ ایک وقت تک ایک خاص قوم کی طرف ان کی مخصوص برائیاں دور کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ اپنا کام کر گئے تو ان کی ضرورت نہ رہی۔ پھر اگلا نبی آ گیا۔ چنانچہ جس وقت عیسائیت اپنی نہایت گری ہوئی زندگی میں داخل ہو رہی تھی۔ اس وقت اُن لوگوں کے ساتھ ان روسی کمیونسٹوں وغیرہ کا واسطہ پڑا جو مذہب کا نام لیتے تھے مگر خود بداخلاقیوں میں ملوث تھے۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے کہا مذہب کیا ہوتا ہے اور یہ اخلاق کیا ہوتے ہیں۔ اگر یہ پادری مذہب کے نمائندے ہیں تو توبہ بھلی ہمیں ان کی ضرورت نہیں اور اس لحاظ سے ان کا نتیجہ ٹھیک ہے کیونکہ ان کے اپنے اخلاق نہیں تھے۔ مذہب جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا اس غرض کی کوئی جھلک ان کی زندگیوں اور کوششوں اور ان کے عمل میں نظر نہیں آ رہی تھی۔ مَیں نے بڑے بڑے اشتراکی لیڈروں کی کتابوں میں خود پڑھا ہے کہ اخلاق کوئی چیز نہیں وہ کہتے ہیں جو چیز ہمارے منصوبہ میں (جو انہوں نے بنایا ہے وہ اچھا ہے یا بُرا اس کے متعلق مَیں اس وقت کچھ نہیں کہہ رہا) ممد ہے وہ اخلاق ہے بہرحال انہوں نے اخلاق کا مذاق اڑایا اور مذہب اور اخلاق کو چھوڑ دیا یہ گویا بعض لحاظ سے مفلوج اقوام ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ ان کی حالت بالکل اس آدمی کی ہے جس کے ایک بازو پر فالج گرے تو دوسرا بازو کام کر رہا ہوتا ہے یا اس کی ایک لات حرکت بھی نہیں کر رہی ہوتی اور دوسری میں پوری طاقت ہوتی ہے۔ یا مثلاً اس کے چہرے کا ایک حصہ لقوہ کی وجہ سے ٹیڑھا ہو جاتا ہے جبکہ دوسرا حصہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے یا اس کی ایک آنکھ پر اثر ہوتا ہے تو دوسری ٹھیک ہوتی ہے تو اس طرح انسان کی جو انسانی زندگی ہے اور میں انسانی زندگی کی یہ تعریف کروں گا کہ اس سے مراد انسان کی وہ زندگی ہے جس میں اس کا جسم جس میں اس کا ذہن جس میں اس کی اخلاقی قوتیں اور جس میں اس کے روحانی قویٰ ایک جیسی مناسب نشوونما حاصل کرنے کے بعد ایک صحت مند فرد کی شکل میں اسے دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔

پس اس لحاظ سے روس مفلوج ہے گو اس نے جسمانی لحاظ سے بڑی ترقی کی ہے مثلاً اب ہمارے اتھلیٹ بھی باہر جاتے ہیں مگر ان کا پتہ نہیں لگتا کہ کہاں ہیں۔ وہ ان روسیوں کی ہوا کو بھی نہیں پہنچتے۔ پس یہ جسمانی طاقت کی نشوونما ہی ہے جس کے نتیجہ میں وہ سو گز کی دوڑ میں بھی آگے نکل گئے۔ جس کے نتیجہ میں (کبڈی انہوں نے کھیلنی شروع نہیں کی) کُشتی شروع کر دی اور وہ کُشتی میں آگے نکل گئے۔

کیونکہ انہوں نے اپنے ملک کی جسمانی طاقتوں کی نشو ونما کو کمال تک پہنچا دیا۔ مگر ہم نے اس ملک میں اپنی جسمانی طاقتوں کو کمال تک نہیں پہنچایا۔ لیکن ہم مفلوج نہیں ہم کمزور ہیں۔ یعنی Constitutionally Weak جسمانی ساخت کے لحاظ سے کمزور ہیں۔ یعنی جسمانی طور پر ہر پہلو سے ہم کمزور ہیں۔ لیکن مفلوج نہیں۔ پھر ایسے ملک ہیں جنہوں نے اخلاق کو تو لے لیا لیکن وہ روحانی قوتوں کو بھول گئے۔ وہ بھی ایک لحاظ سے مفلوج ہیں۔ لیکن ان کے وجود کا ایک چوتھائی حصہ فالج زدہ ہے۔ جنہوں نے اخلاق کو چھوڑا ان کے آدھے جسم پر فالج کا حملہ ہے۔ جن کو علم سے کوئی مس نہیں وحشی قبائل ہیں۔ ان کا تو کوئی قصور نہیں۔ یہ سرمایہ دار قوموں کا قصور ہے کہ انہوں نے اپنی خود غرضی کی وجہ سے ان کو علم نہیں سکھایا۔ ان کی ۳/۴ قوتوں پر فالج کا اثر ہے اور جو جسمانی لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ ان کا تو گویا کوئی عضو بھی ہل نہیں رہا۔

بہرحال اسلام نے یہ کہا ہے کہ تمہاری ان علاقوں میں بھی ضرورت ہے۔ یعنی تمہاری اور تمہاری کوششوں کی اور تمہارے عمل کی تمہارے مجاہدہ کی اور تمہاری دعاؤں کی ان علاقوں میں بھی ضرورت ہے جن کے نہ جسم اچھے نہ ان کے ذہن اچھے نہ ان کے اخلاق اچھے اور نہ ان میں روحانی اقدار پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح تمہیں ان سرحدوں پر بھی جانا ہوگا کہ جہاں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے کہ ان کے جسم تو اچھے ہیں لیکن ان کی ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشو ونما نہیں ہوئی۔ تمہیں ان سرحدوں پر بھی جانا پڑے گا۔ جن کے جسم بھی اچھے جن کی ذہنی نشو ونما بھی ہوئی ہوئی ہے۔ لیکن اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشو ونما نہیں ہوئی۔ تمہیں ان سرحدوں پر جانا پڑے گا جن کی جسمانی ذہنی اور ایک حد تک اخلاقی قوتوں کی نشو ونما تو ہوئی ہے لیکن ان کی روحانی نشو ونما نہیں ہوئی۔ تمہیں ان سرحدوں تک بھی جانا پڑے گا جن کی جسمانی ذہنی اخلاقی اور ایک حد تک روحانی نشو ونما ہوئی ہے لیکن کامل طور پر نہیں ہوئی۔ لیکن چونکہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ قوتوں کی کامل نشو ونما ہونی چاہئے۔ اور قوتوں کو کمال نشو ونما تک پہنچانے کے لئے اپنے نفس کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی کوشش کرنی چاہئے۔ پس ایک احمدی کی ذہنیت یہ ہونی چاہئے اور ایک احمدی کو یہ عرفان ہونا چاہئے کہ وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اسی اہم غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ محض اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ وہ اپنے نفس کی ضرورتوں کو پورا کرے اور اپنے نفس کے چار قسم کے قویٰ کی نشو ونما کو کمال تک پہنچائے نہ وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے خاندان، اپنے دوستوں یا اپنے قبیلے کی یا اپنے ملک کی ہر چہار قسم کی قوتوں کی نشو ونما میں حصہ لے اور ان کو کمال تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ بلکہ اسے تو خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کا خادم بنایا ہے کوئی ایک آدمی کا خادم بنتا ہے۔ کوئی دو کا خادم بنتا ہے۔ گاؤں کا چوکیدار ہے وہ اس گاؤں کا خادم ہے۔ ضلع کا

ڈی سی اس ضلع کا خادم ہے۔ حکومت کا صدر اس ملک کا خادم ہے۔ لیکن مَیں جماعت کے ہر چھوٹے بڑے سے کہتا ہوں کہ تمہیں دنیا اور اس کی وجاہتوں سے بے تعلق کر کے، تمہارے دل سے دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کر کے اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی رو سے باہر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ باہر نکلو اور جس جس جگہ خدمت کی ضرورت ہے۔ وہاں خدمت بجالاؤ۔ پس جب تک یہ ذہنیت ہمارے اندر پیدا نہیں ہوگی۔ آپ سنیں! اور اچھی طرح یاد رکھیں!!! اُس وقت تک بعثت مہدی معہود کی غرض کامیابی کے ساتھ پوری نہیں ہو سکے گی .... جو آپ نے جابجا یہ فرمایا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جو یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو امتِ واحدہ بنادے مَیں (یعنی مسیح موعودؑ) آپ کے جرنیل کی حیثیت میں بھی اور آپ کے فرزند کی حیثیت میں تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو وعدے دیئے تھے وہ بنیادی طور پر دو تھے۔ ایک تھا تکمیلِ ہدایت کا وعدہ اور بشارت یعنی آپ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ جو کتاب نازل ہوئی (اور آخر وقت تک نازل ہوتی رہی) وہ کامل اور مکمل شریعت کی حیثیت میں آپ پر نازل ہوگی۔ اور یہ ایک چیلنج ہے جسے ہم غیروں سے بحث کرتے وقت دھراتے ہیں کہ کوئی صداقت ایسی نہیں کہ جو کہیں اور نظر آئے اور قرآن کریم میں بنیادی طور پر نہ ملتی ہو۔ کیونکہ تفصیل تو ساری دنیا میں مختلف رنگ اختیار کرتی ہے۔ ہر زمانہ میں مختلف رنگ اختیار کرتی رہی ہے۔ لیکن ہدایت کے سارے کامل اصول اور نہایت حسین صداقتوں کو قرآن کریم نے اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔ پس ایک تکمیل ہدایت کی بشارت دی گئی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ گویا یہ بشارت آپؐ کی زندگی میں پوری ہوگئی تھی۔ اور اس وقت کی معروف دنیا میں اس کی اشاعت بھی ہوئی۔ لیکن جو دوسرا وعدہ دیا گیا تھا۔ یعنی صرف یہ نہیں کہا گیا تھا کہ آپ کے وجود میں تکمیلِ ہدایت ہوگی۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا تھا کہ آپ کے ذریعہ تکمیلِ اشاعتِ ہدایت بھی ہوگی۔ یعنی آپ کے ذریعہ سے ساری دنیا اس نور سے جو قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوا منور ہوگی تمام اقوام عالم اور تمام ملک جن میں سے بعض آج ہمیں گالیاں دینے والے ہیں اور خدا تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہیں وہ بھی سب کے سب اس نور سے منور ہوں گے۔ یہ بشارت دی گئی ہے گویا دُنیا باہمی اتحاد اور اخوت اور پیار اور محبت کے نتیجہ میں اس طرح بن جائے گی کہ گویا یہ ہر ایک دوسرے کا خادم بن جائے گا۔ آج ہر ایک آدمی دوسرے کا خادم نہیں۔ کیونکہ جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن جس وقت خدائی

بشارتیں پوری ہوں گی اور جماعت احمدیہ اسلام کو دنیا میں غالب کرے گی اور ہر دل میں خدا تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ اور ہر نفس انسانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر لا رکھا جائے گا۔ اس وقت ہاں اس وقت ہر ایک آدمی ایک دوسرے کا خادم ہو گا۔ غرض اس وقت جماعت احمدیہ نے ایک مختصر تعداد کے باوجود تمام بنی نوع انسان کا خادم بننا ہے۔ یہ ذہنیت اس کے اندر پیدا ہونی چاہئے تا کہ وہ بشارت پوری ہو کہ تمام دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اور قرآن عظیم کی حکومت قائم ہو جائے۔ پھر کون خادم اور کون آقا ہم سارے ہی ایک دوسرے کے خادم ہوں گے اس وقت آقا بننے کے لئے جدوجہد نہیں کی جایا کرے گی اس وقت اچھے خادم بننے کے لئے جدوجہد ہو گی۔ اور اسی میں انسان کو لذت اور پیار ملے گا اور اسی کے بعد خدا تعالیٰ اپنے بندے کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ میرے بندوں میں سے تجھ سا پیارا کوئی نہیں پیدا ہوا۔ مَیں نے کہا تھا کہ تمہیں بطور اخرجت للناس پیدا کیا گیا ہے۔ اور تم نے اپنی عملی زندگی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ واقعی تم لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

پس دوست اس حقیقت کو سمجھیں تا کہ آپ اس بشارت کو پاسکیں جو ایک عظیم بشارت ہے۔ اور جس کا حلقہ ساری دنیا پر پھیلا ہوا ہے۔ اسی واسطے مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ آپ کی جدوجہد کی سرحدیں عوام الناس کی جہاں تک سرحدیں ہیں، وہاں تک پہنچتی ہیں۔ اگر وہاں تک نہ پہنچیں تو آپ اس بشارت کے کیسے حامل ہو سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس انتہائی پیار کو جس کو پہلوں نے بڑی کثرت سے پایا اور جس کا وعدہ بعد میں آنے والوں کے لئے یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ بھی پورا ہونا ہے۔ لیکن یہ وعدہ آپ کی غفلتوں کی وجہ سے پورا نہیں ہو گا۔ آپ کی سستیوں اور نالائقیوں کی وجہ سے پورا نہیں ہو گا بلکہ آپ کے اس مقام کو سمجھنے کے بعد اپنی ساری کوشش دنیا کی خدمت میں لگا دینی پڑے گی۔ تب خدا تعالیٰ کے فرشتے آ کر وہ کام کریں گے جو آج انسان کی طاقت سے باہر نظر آ رہا ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس حقیقت کو سمجھیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پانے والے ہوں۔''

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۱۹ر نبوت ۱۳۵۰ ہش ۱۹ر نومبر ۱۹۷۲ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ ❶

قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۵﴾ ❷

اور پھر فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منافقوں کا ذکر کیا ہے اور اس رنگ میں ان کا ذکر کیا ہے اور نفاق کے ہر پہلو پر اس تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ ایک مسلمان کے لئے منافقوں کی ذہنیت کو سمجھنا مشکل نہیں رہا۔

غرض قرآن کریم میں نفاق کے متعلق بڑی کثرت سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ہم تین نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ، وہ سلسلہ اور وہ جماعت جو قرآن کریم سے محبت اور پیار کرنے والی ہے اور قرآن کریم کو حرز جان بنانے والی ہے اور قرآن کریم پر فدا ہونے والی ہے۔ اور قرآن کریم کے رموز و اسرار کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر جھکنے والی ہے۔ اُس کے ساتھ منافقوں کا وجود ہمیشہ پایا جاتا رہے گا۔ اسی لئے تو قرآن کریم نے جماعت مومنین کو بار بار اور ہر رنگ میں منافقین کے متعلق آگاہ کیا اور ان کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

ہم اس سے دوسرا نتیجہ یہ اخذ کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کو چوکس اور بیدار رہ کر منافقوں کی نگرانی کرنی چاہئے۔ الٰہی جماعتوں میں منافقوں کا وجود تو ساتھ لگا ہوا ہے۔ لیکن ان کے شر سے خود کو اور امت

---

❶ سورہ توبۃ آیت ۱۲۶ ❷ سورۃ الحدید آیت ۱۵

کو بچایا جا سکتا ہے۔اُن ذرائع کے ساتھ اور اُن طریقوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی قرآن کریم میں بیان کر دیئے ہیں۔

ہم تیسرا نتیجہ یہ اخذ کرتے ہیں کہ اس گروہ کی ہدایت کے لئے ہر ممکن کوشش ہونی چاہئے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو ہدایت کے سامان پیدا کئے ہیں۔اور جو ہدایت میں ترقیات کے سامان پیدا کئے ہیں وہ صرف کافر و مومن ہی کے لئے نہیں بلکہ کافر و مومن کے علاوہ منافق کے لئے بھی ہیں۔اس لئے جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت میں منکرین اسلام پر دنیا کے جس مقام پر بھی ہوں وہاں قرآن عظیم کی عظیم روحانی طاقت کے ساتھ جارحانہ حملے کریں۔وہاں ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو ہمارے اندر منافق پائے جاتے ہیں، ان کی اصلاح کی کوشش بھی کریں۔دلیل کے ساتھ بھی اور سمجھا کر بھی اور دعاؤں کے ساتھ بھی کہ اللہ تعالیٰ اس بد بخت گروہ کو جن کے لئے اسی کے فرمان کے مطابق جہنم کی سب سے نچلی سب سے زیادہ دکھ دینے والی جگہ مقرر کی گئی ہے۔انہیں اپنے فضل سے یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس نہایت ہی بھیانک عذاب سے خود کو بچا سکیں۔اور ہدایت پا جائیں۔تاہم کچھ ہدایت پا جاتے ہیں مگر اکثر جہنم کے نچلے حصے کی زینت بن جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس سے ہر شخص کو محفوظ رکھے۔

بہر حال قرآن کریم میں جو کثرت سے منافقین اور ان کے نفاق کا ذکر آیا ہے۔اس سے یہ تین نتیجے نکلتے ہیں جن کا مَیں نے ابھی مختصراً ذکر کیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ان کی اصلاح کے لئے ایک پُر حکمت طریق بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا وہ دیکھتے نہیں کہ سال میں ایک دو بار ان کو آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ان کو آزمائش میں اس لئے ڈالا جاتا ہے کہ وہ توبہ کریں اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکیں اور اس کا ذکر کریں۔لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سے توبہ بھی نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع بھی نہیں کرتے۔بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سال میں ایک دو بار منافقوں کو آزمائش میں ڈالا جانا چاہئے۔اور منافق کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ منافقین کے متعلق قرآن کریم کی جو تعلیم ہے اسے جلسوں میں تقاریر میں کھلے بندوں بیان کیا جائے۔اس لئے گاہے گاہے اس قسم کی تقاریر اللہ کے حکم اور اسی کی ہدایت کے مطابق ہوتی ہیں۔جن میں کسی کا نام تو نہیں لیا جاتا۔صرف یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافق کی یہ علامت بیان فرمائی ہے اور اس کے بعد مثلاً مَیں اگر تقریر کروں تو میرے پاس خط آ جاتے ہیں۔کوئی کہتا ہے مَیں تو منافق نہیں۔کوئی کہتا ہے فلاں تو منافق نہیں ہے۔تمہارے دل میں چور تھا وہ نکل آیا۔ننانوے ہزار ننانوے مخلصین کے دل میں

تو یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ یہ ان کے متعلق کہا گیا ہے لیکن جس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ منافقوں کو سال میں ایک دو بار ضرور آزمائش میں ڈالنا چاہئے۔ اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے منافق کی ایک بڑی آزمائش اور امتحان یہ ہے کہ قرآن کریم میں نفاق کے بارہ میں جو تعلیم دی گئی ہے۔ اس پر تقریر کر دی جائے۔ اس حکم کے ماتحت آج مَیں یہ تقریر کر رہا ہوں۔ اور اس میں مومن اور منافق ہر دو کے متعلق انشاء اللہ کچھ کہوں گا۔ وباللّٰہ التوفیق.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن وہ بد قسمت منافق جن کے لئے ہر خیر کے دروازے کھولے گئے تھے مگر انہوں نے ہر خیرِ ربِّ کریم کو ٹھکرا دیا۔ جن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گئے تھے اور رفعتوں کے سامان پیدا کئے گئے تھے لیکن وہ اس زمین کی طرف اور زمین کے سامانوں اور زمین کے آراموں اور زمین کی آسائشوں کی طرف جھک گئے۔ چنانچہ قیامت کے دن جس وقت ایک گروہ جہنم کی طرف جا رہا ہوگا تو مخلص مومن جنہوں نے خلوص کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دے کر اس کی رضا کو حاصل اور اس کی جنتوں کو پایا ہوگا۔ منافق ان سے کہیں گے تم اُدھر جا رہے ہو اور ہم اِدھر کیا بات ہے۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دیا جائے گا۔

قَالُوْا بَلٰى کہ ہاں ٹھیک ہے تم ظاہر میں ہمارے ساتھ تھے لیکن اندرونی طور پر ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ ہونے کے باوجود فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ تم نے اپنے لئے خود اپنے ہاتھوں اور اپنی کرتوتوں اور اپنے اعمال اور بدنیتوں اور نفاق کے نتیجہ میں جہنم کے سامان پیدا کئے۔ اس لئے بظاہر ہمارے ساتھ ہوتے ہوئے بھی تم ہمارے ساتھ نہیں رہے اور اس نتیجہ کے حقدار نہیں بنے جس کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہم حقدار بنے ہیں۔ ہمارے لئے اس کی رضا کی جنت ہے اور تمہارے لئے وہ ہے جسے تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہے۔

یہاں سورہ حدید کی اس آیہ کریمہ میں منافقوں کے متعلق تین بنیادی باتیں بیان کر کے ایک منافق اور مومن میں ایک امتیاز اور فرقان پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو کہا جائے گا تَرَبَّصْتُمْ تم نے ہماری ہلاکت کا انتظار کیا۔ قرآن کریم میں تین قسم کی ہلاکتوں کے انتظار کا نمایاں طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ (ممکن ہے کوئی اور بھی ہو لیکن اس وقت میرے ذہن میں تین باتیں ہی آئی ہیں) ایک خود منافقوں کی طرف سے منافقانہ ریشہ دوانیاں ہوتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مومنوں کی جماعت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مجاہد جماعت کو جو ساری دنیا میں اشاعت

اسلام کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ ان کو اپنی ریشہ دوانیوں سے کمزور یا ہلاک کر دیں گے یا ناکام کر دیں گے۔ لیکن ان کو نظر آتا ہے کہ وہ ریشہ دوانیاں تو کرتے ہیں لیکن بے نتیجہ رہتی ہیں۔ ان سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو مقصد وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چھ مہینوں کی کوششوں کے بعد وہ نتیجہ تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ چھ مہینے پہلے کے مقابلہ میں اس وقت جماعت کمزور ہو گی لیکن نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جماعت کہیں سے کہیں ترقی کر کے آگے نکل چکی ہوتی ہے۔ پھر اُن کے چور دل یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہماری ریشہ دوانیاں ناکام ہو گئیں۔ یہ امید لگاتے ہیں کہ کوئی آسمانی حادثہ نازل ہو گا۔ اور اس جماعت کو ہلاک کر دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ ❶

دوائر یعنی حوادثِ آسمانی کا وہ تمہارے لئے انتظار کر رہے ہیں کہ اس طرح جماعت مومنین ہلاک ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اُسے ہمارے سامنے کھول کر رکھا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے پیارے اور محبوب بندوں پر مصائب کے پہاڑ گرا دیتا ہے۔ یہ تو صحیح ہے مگر یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ ان کو ہلاک کرے بلکہ اس لئے کہ وہ دنیا پر یہ ثابت کرے کہ یہ میرے محبوب بندے ہیں۔ اور اگر ان پر کوہ ہمالیہ بھی گر پڑے گا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا مگر میرے یہ بندے ناکام نہیں ہوں گے۔

پس منافق وہ ہے جس کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی حادثہ ایسا رُونما ہو جس کی وجہ سے جماعت ہلاک ہو جائے۔ کوئی بیماری پڑ جائے یا آپس میں جھگڑے پیدا ہو جائیں یا کسی جماعت کے ٹوٹنے کے سامان پیدا ہو جائیں وغیرہ وغیرہ۔ پتہ نہیں منافق کیا باتیں سوچتا ہو گا۔ لیکن اس میں بھی وہ ناکام ہوتا ہے۔ پھر جس وقت معاند اور دشمنِ اسلام اسلام کو مٹانے کے لئے حملہ آور ہوتا ہے۔ مثلاً جس وقت کفار مکہ ایک ہزار لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تو ان کے مقابلہ میں قریباً ایک تہائی مسلمان تھے اور قریباً نہتے تھے۔ مسلمانوں کے پاس کفار کے مقابلہ میں فوجی ساز و سامان بھی بہت تھوڑا تھا۔ اس وقت ایک منافق اس انتظار میں تھا کہ اب دشمن آ گیا ہے۔ چمکدار تلواریں (سیوف ہندی اس وقت بڑی مشہور تھیں) ان کے ہاتھ میں ہیں، گھوڑے ہیں، اونٹنیاں ہیں کھانے کا سامان ہے جتھہ ہے اتحاد ہے، مال و دولت ہے اور ان کے مقابلہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بالکل غریب پھٹے ہوئے کپڑوں میں ٹوٹی ہوئی اور زنگ آلود تلواروں کے ساتھ کفار کے ساتھ کیا لڑیں گے۔ آج تو ان کے لئے

❶ سورۃ التوبہ آیت ۹۸

(نعوذ باللہ) موت کا دن ہے۔
چنانچہ یہ اُس وقت کا منافق تھا جو یہ کہتا تھا کہ بس مسلمان مارے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس قسم کے منافقانہ خیالات کا یہ جواب دیتا ہے کہ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ❶ کہ ٹھیک ہے دشمن حملہ آور ہوا ہے اور تمہارے نزدیک ہماری یعنی مسلمانوں کی ہلاکت کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جو سلوک ہے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ نہیں کرتے کہ دشمن ہلاک کرنے کے لئے آیا ہے۔ بلکہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں یعنی تمہارا یہ نظریہ ہے کہ اب ہم ہلاک ہوئے کہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے باعث ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ تم دراصل دو اچھی باتوں میں سے ایک کا ہمارے لئے انتظار کر رہے ہو۔ اگر تم یہ امید رکھتے ہو کہ ہم مارے جائیں گے تو یہ تو ہمارے لئے شہادت یا عزت کا موجب ہے۔ شہادت کا اسلام میں بڑا درجہ ہے۔ اس لئے وہ یعنی شہداء تو بڑے انعام کے وارث بنیں گے۔ ناکامیوں کے وارث تو نہیں بنیں گے۔ ان سے ان کے صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کا سلوک تو نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ان سے ایک شہید کا سلوک کیا جائے گا۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ان کو مردہ بھی نہ کہو۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اتنی حسین اخروی زندگی عطا کی کون احمق ہے جو ایسے شخص کو مردہ کہے گا ان کو مردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ بلکہ وہ دوسروں کو زندگی دینے والے ہیں یعنی وہ دوسروں کے لئے ایک اسوۂ حسنہ قائم کرنے والے ہیں۔ دلوں میں ایک نور اور عقلوں میں ایک جلاء پیدا کرنے والے ہیں۔ اس لئے ان کو تم مردہ نہ کہو فرمایا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ دشمن ہمیں مار کر ہلاک کر دے گا۔ خدا کہتا ہے تم میں سے کفار کے ساتھ لڑتے ہوئے جو لوگ مارے جائیں گے وہ تو شہید ہوں گے ان کو مردہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور کچھ وہ ہوں گے جن کو شہادت نہیں ملے گی۔ اور وہ کامیابی کے ساتھ واپس لوٹیں گے اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کی جنت میں وہ داخل ہوں گے اور دنیا ان کی زندگیوں میں جنت کے نظارے دیکھے گی۔ منافق سمجھتے تھے کہ ہلاکت آنے والی ہے اور اس کا وہ انتظار بھی کر رہے تھے مگر مومن کو خدا نے کہا تم ان کو کہو تم اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ کا انتظار کر رہے ہو۔ ہماری ہلاکت کا دراصل انتظار نہیں کر رہے یا ہمیں شہادت ملے گی یا ہمیں کامیابی ملے گی۔ ہلاکت کہاں سے آئے گی۔ ہلاکت کے لئے تو ہم پیدا ہی نہیں کئے گئے۔ ہلاکت ہمارے مقدر کی بات نہیں تمہارے مقدر کی بات ہے۔
پس ایک منافق کی ایک بنیادی علامت یہ ہے کہ وہ مخلصین کی ہلاکت کا انتظار کرتا ہے۔ اپنی

❶ سورۃ التوبہ آیت ۵۲

ریشہ دوانیوں سے مخلصین کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ پہلے ریشہ دوانیاں کرتا ہے پھر انتظار کرتا ہے۔ مگر اس کی ریشہ دوانیوں سے مومنین کو وہ نقصان نہیں پہنچتا جو وہ پہنچانا چاہتا ہے۔ پھر وہ یہ انتظار کرتا ہے کہ کوئی آسمانی بلا نازل ہو اور ان کو مٹا دے۔ چنانچہ انتظار کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو پھر وہ دیکھتا ہے کہ معاند اپنی وحشیانہ قوت کے ساتھ مومنین پر حملہ آور ہوا ہے جسے ہر لحاظ سے برتری حاصل ہے ہتھیاروں کے لحاظ سے سواریوں کے لحاظ سے دولت کے لحاظ سے کھانے پینے کی اشیاء کے لحاظ سے۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں مسلمانوں کے خلاف جب اس قسم کے حالات رونما ہوئے تو منافقین نے یہ سمجھا کہ اب یہ مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی یہ امید بھی پوری نہ ہوگی۔ کچھ مومنین اپنی جان کی قربانی ضرور دیں گے۔ مومن کو یہ نہیں کہا کہ تم یہ کہو کہ کون سی تلوار ہے جو کسی ایک مومن کی گردن بھی نہیں کاٹ سکتی۔ خدا نے کہا گردن مومن کی کٹے گی لیکن اسلام کی گردن نہیں کٹے گی۔ کیونکہ اسلام مرنے کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ ذہنیت کیوں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں منافق کی تین نشانیاں جو بیان کی گئی ہیں۔ ان پر مَیں نے غور کیا تو میری توجہ اس طرف پھیری گئی کہ یہ ذہنیت اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ مذہب سے عام طور پر اور اسلام سے چونکہ وہ ایک کامل مذہب ہے اور اس نے انسانی زندگی کا کامل احاطہ کیا ہوا ہے۔ منافق اسلامی احکام اور ان کی پابندی سے جان چھڑانا چاہتا ہے کیونکہ اسلام صبح تہجد کے وقت تم پر یہ حکم چلاتا ہے کہتا ہے اٹھو اور دعائیں کرو یہ فجر کے وقت کہتا ہے کہ نکلو اپنے بستروں سے اور جا کر مسجدوں کو آباد کرو۔ پھر ظہر کا وقت ہے پھر عصر کا وقت ہے پھر مغرب کا وقت ہے پھر عشاء کا وقت ہے غرض پانچ وقتوں میں تمہیں اپنے کاموں سے چھڑوا کر گھروں سے باہر نکال کر مساجد کی طرف بھجواتا ہے اس کے علاوہ وہ نوافل ادا کرنے کی بھی ترغیب دلاتا ہے۔ وہ مال و دولت کو جائز طریقوں سے کمانے کی اجازت بھی دیتا ہے اور جب ایک انسان، مردِ مومن کما لیتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گردن کو جھکا دیا ہے تو اس کو اسلام کہتا ہے کہ اب تم کمائے ہوئے مال کی گٹھڑی باندھ لو اور باہر نکل کر دیکھو تمہارے دوسرے بھائی کو اس مال کی ضرورت ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ سارا مال تیرا ہے اس لئے تُو خود ہی اسے کھا لے۔ بلکہ وہ اس پر ایک ذمہ داری ڈالتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک سائل ہے۔ ایک محروم ہے اس کی خداداد قوتوں اور استعدادوں کی نشو ونما نہیں ہو رہی۔ مثلاً ایک لڑکا ہے جسے پڑھائی کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے یا کسی کو توانائی حاصل کرنے کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے یا کسی کو اخلاقی روشنی کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے اور دولت کی ضرورت ہے۔ باہر نکل اور ان میں اپنی جائز ضرورتوں سے

بچا ہوا مال تقسیم کر دے غرض پیسے خرچ کرنے پر پابندی لگا دی۔ پھر اسی طرح مثلاً اوقات ہیں فرمایا وقار عمل کرو۔ خدمت خلق کرو۔ باہر نکلو لوگوں کو دیکھو ان سے دوستی پیدا کرو۔ وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرو۔ کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ہاں تعزیت کے لئے پہنچو۔ اس کے پسماندگان کی دلجوئی کرو۔ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ غیروں کے لئے ہدایت پانے کی دعا کرو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا ہے (مجھے حوالہ تو یاد نہیں مفہوم یاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہے) سر سے لے کر پاؤں تک اسلامی احکام تمہارے اوپر حاکم بنے ہوئے ہیں۔

زمانہ کو لے لیجئے اس کے لحاظ سے۔ مثلاً بچپن کے متعلق علیحدہ احکام دیئے گئے ہیں جوانی کے متعلق علیحدہ احکام دیئے گئے ہیں۔ بڑھاپے کے متعلق علیحدہ احکام نازل کئے گئے ہیں اور پھر انسان کے بحیثیت انسان ہونے کے اس کی ساری زندگی کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں۔ صبح سے لے کر شام اور شام سے لے کر صبح تک کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ ہر چیز کو احکام کے اندر جکڑ دیا یہاں تک کہ تمہاری نیند پر بھی حکم لگا دیا اور فرمایا۔ وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ. ہم نے رات کو تمہارے لئے سکینت اور طاقت کو از سرِ نو بحال کرنے کے سامان پیدا کئے۔ وہ دیوانہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ مَیں دن کو روزے رکھ کر اور رات کو اپنا سر رسّی سے باندھ کر ساری رات خدا کا نام جَپ کر خدا کو راضی کر لوں گا۔ خدا نے فرمایا نہیں کوئی انسان مجھے اس طرح راضی نہیں کرسکتا۔ میری بات مانو گے تو مجھے پاؤ گے۔ مجھے پانے کی اپنی طرف سے ہدایات بنا کر پیش کرو گے تو پھر مَیں تمہیں نہیں ملوں گا۔ کیونکہ مَیں تمہیں اپنا بندہ بنانا چاہتا ہوں تم میری مرضی کے مطابق کام کرو گے تو مَیں اپنی ساری قدرتوں کے جلوے تم پر ظاہر کر دوں گا۔ لیکن اگر تم اپنی مرضی کے مطابق ایک خدا بنا کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہارا دماغ تو کسی خدا کی تخلیق نہیں کرسکتا۔ اس واسطے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔

بہر حال اسلام نے ایک مسلمان اور اس کی زندگی پر اپنے گوناگوں احکام عائد کئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم نے سات سو سے زیادہ احکام تمہارے لئے دیئے ہیں۔ اگر تم دیدہ و دانستہ اور بغاوت کرتے ہوئے اُن میں سے ایک حکم کی بھی خلاف ورزی کرو گے تو خدا تعالیٰ کے قہر کی انگلیاں تمہاری گردن پر ہوں گی۔ اور تمہیں جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ دراصل یہ قیود اور یہ پابندیاں انسان کی فطرت اور اس کی روح کو ارتقائی مدارج اور بلندیاں طے کرنے کے لئے عائد کی گئی ہیں۔ اب ایک منافق کسی نہ کسی طریق سے اسلام میں شامل تو ہو جاتا ہے لیکن وہ ان قیود اور ان پابندیوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کی عجیب قابل رحم حالت ہوتی ہے۔ وہ اسلام کو مان بھی لیتا ہے

مگر اسلام کی طرف سے عائد شدہ پابندیوں کے نیچے اپنی گردن نہیں رکھ سکتا۔ اس واسطے وہ یہ انتظار کرتا ہے کہ کسی طرح چھٹکارا ہو جائے۔ بس قصہ ختم ہو جائے اور مَیں پھر اسی طرح دنیا میں عیش کرنے کے لئے آزاد ہو جاؤں۔

پس یہ تَرَبَّصۡتُمۡ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ منافق اسلامی احکام بجالانے میں کوفت محسوس کرتا ہے۔ وہ بشاشت کے ساتھ ان احکام کو بجالانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے مسلمان کہلانے کے باوجود وہ اس بات کا انتظار کر رہا ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ تباہ ہوں اور ہم پھر آزاد ہو جائیں۔ یہ منافق کی ایک علامت ہے جو یہاں بیان کی گئی ہے۔ یہ وہ بنیادی علامت ہے جو منافق کی ذہنیت سے تعلق رکھتی ہے۔ پھر فرمایا وَارۡتَبۡتُمۡ ان کو کہا جائے گا کہ تمہارے اندر ایک اور وصف پایا جاتا ہے اور وہ تمہارے دلوں میں ریب کے ہونے کا وصف ہے۔ یقین کے فقدان کو ریب کہتے ہیں۔ منافق کو کسی بات پر یقین نہیں ہوتا قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ اِرۡتَبۡتُمۡ کی تشریح بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَسۡتَاۡذِنُکَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ فَہُمۡ فِیۡ رَیۡبِہِمۡ یَتَرَدَّدُوۡنَ﴿۴۵﴾ [1]

فرمایا منافقوں کے دل میں یہ شکوک وشبہات اور یقین کا فقدان اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح وظفر کی جو بشارتیں دی ہوں اُن کے ساتھ انہیں یقین پیدا نہیں ہوتا۔ تو چونکہ ان کو آخری کامیابی پر یقین نہیں ہوتا۔ اس لئے درمیانی عرصہ میں قربانیاں دینے کے لئے منافق تیار نہیں ہوتا۔ جب کہ مومن کی ساری قربانیاں اور اس کا مجاہدہ یقین کی بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے۔ جس شخص کو یہ پتہ ہو کہ مثلاً سوگز کی دوڑ صرف مجھے تھکانے کے لئے کی گئی ہے۔ اس کا جو انعام ہے وہ مجھے نہیں ملے گا تو اسے اس دوڑ سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ لیکن اگر اس دوڑ میں ہی آپ کہیں کہ سونے کا تمغہ ملے گا تو پھر اس دوڑ میں ایک کی بجائے سولہ کے شامل ہوں گے۔ تو نتیجہ کی کامیابی پر یقین کام کرنے کی جرأت اور قربانیاں دلاتا ہے لیکن منافق چونکہ اللہ تعالیٰ کی بشارتوں پر ایمان نہیں لاتا یعنی وہ بشارت جو آخری کامیابی یعنی فتح وظفر کے متعلق ہے اس کے پورا ہونے پر اُسے یقین نہیں ہوتا اس لئے جو درمیانی عرصہ کے مختلف امتحان اور مصائب ہیں ان کو وہ برداشت نہیں کرتا۔ ان سے گھبراتا ہے۔ حالانکہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے امت محمدؐیہ کو کامیابی کی بشارتیں دی ہیں اور اخروی زندگی میں جنت کا بھی وعدہ دیا گیا ہے۔ جو شخص آخرت پر حقیقی ایمان نہیں لائے گا اور یہ نہیں سمجھے گا کہ واقع میں کوئی جنت ہے اور وہ اتنی حسین اور اتنی اعلیٰ اور اتنی

[1] سورۃ التوبہ:۴۵

عمدہ اور اتنی آسائشوں اور مسرتوں اور سرور والی ہے کہ جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ ان خوبیوں کا تم اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اس پر یقین نہیں تو اس جنت کے حصول کے لئے کوئی کوشش کیوں کرے گا۔ اگر منافق کو اس دنیا میں آخری کامیابی پر یقین نہیں تو وہ قربانیاں کیوں دے گا۔ وہ بدر کے میدان سے واپس آجائے گا۔ وہ احد کے میدان میں فتنہ بپا کرے گا۔ اور غداری کرے گا۔ وہ ہر ایسے موقع پر جہاں انتہائی جانی قربانی کا خطرہ پیدا ہوگا۔ وہ اس میں شامل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جنگ یہاں ہار جانی ہے اور اخروی زندگی میں کوئی جنت نہیں ہے۔

پس شکوک وشبہات کے نتیجہ میں منافق کے اندر کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ قربانیاں دینے سے گریز کرتا اور ہچکچاتا ہے۔ فرمایا اُس وقت یعنی میدان حشر میں کہا جائے گا کہ تم نے شک کیا۔ لیکن یہاں کہتے ہو کہ ہم بھی تمہارے ساتھ تھے ہمیں بھی اپنے نور کا حصہ دو اور وہاں تم کہتے تھے کہ مرنے کے بعد جنت ہے ہی کوئی نہیں۔ جب انسان مر جائے گا تو سارا قصہ ختم ہو جائے گا۔ آج تمہیں کیسے نور مل جائے گا۔ اس ریب کی وجہ سے جو تم اس دنیا میں کرتے رہے ہو اور جس کے نتیجہ میں تمہیں قربانیاں کرنے کی توفیق نہیں ملی بلکہ تمہیں نفاق کی توفیق ملی جس کی سزا تمہارے سامنے ہے۔

پس دوسری چیز جو منافق میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت اور جنتوں اور اس کی رضا کے حصول کے وعدوں پر یقین کامل نہیں ہوتا اور وہ شک میں پڑا ہوتا ہے۔ کبھی اسے شبہ پڑ جاتا ہے۔ یعنی اس کی حالت لَا اِلٰی هٰؤُلَآءِ وَلَا اِلٰی هٰؤُلَآء کی مصداق ہوتی ہے۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ شاید یہ بات صحیح ہو اور کبھی اس کا دل کہتا ہے کہ شاید یہ بات صحیح نہ ہو۔ اس واسطے وہ مسلمان بھی رہنا چاہتا ہے اور قربانیوں سے بچنا بھی چاہتا ہے۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مخلصین صحابہؓ نے میدان جنگ میں ذاتی خوشی اور بشاشت سے اپنی جانوں کو خدا کے حضور پیش کیا کہ اتنی خوشی اور بشاشت سے ایک شخص اپنے سونے والے کمرہ سے اپنے بیٹھنے والے کمرہ میں نہیں آتا۔ یہ یقین کامل کا نتیجہ تھا۔ جتنا ان کو یہ یقین تھا کہ آج ہم زندہ ہیں اور میدانِ کارزار میں دشمن کا دفاع کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں اتنا ہی ان کو یہ یقین تھا کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے اور دوزخ اور جنت برحق ہے ہم اٹھائے جائیں گے اور اسی دن فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا قہر ہمارے مقدر میں ہوگا یا اس کی رضا اور اس کا پیار ہمارے مقدر میں ہوگا۔ قہر کا تصور، اگر واقع میں اللہ ہے، اگر واقع میں مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے۔ اگر واقع میں اس زندگی میں یا قہر یا رضا اور محبت کے جلوے ظاہر ہوں گے تو ایک لمحہ کے لئے انسان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اللہ کے قہر کو قبول کرے۔

اس لئے وہ قربانی دیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے غضب اور اس کے غصہ سے بچنے کے لئے قربانی دیتا ہے اور وہ قربانی پر قربانی دیتا ہے اس کے پیار اور اس کی رضا کے پانے کے لئے۔ لیکن منافق شک میں پڑا رہتا ہے۔ اسے اس بات کا یقین ہی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کے نتیجہ میں جنت ملے گی تاہم کبھی کوئی نشان دیکھ لیتا ہے تو سمجھتا ہے شاید یہ صحیح ہے۔ پھر جب اس سے قربانی کا مطالبہ ہوتا ہے تو کہتا ہے شائد غلط ہے مَیں اپنے پیسے کیوں ضائع کروں، مَیں اپنے جسم کو کیوں تکلیف میں ڈالوں۔ کیوں مَیں اپنی بیوی اور بچوں کی مفارقت برداشت کروں مَیں کیوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پروانہ وار چکّر لگاؤں؟ غرض یہی شک ہے جو منافق کو قربانیاں دینے اور ایثار دکھانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں فدا ہو جانے اور خدا کے لئے ایک موت کو قبول کر کے ایک نئی اور پیاری زندگی پانے میں روک بنتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَارْتَبْتُمْ قیامت کے دن ان کو کہا جائے گا۔ کہ تم اس بات میں شک میں پڑے ہوئے تھے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی بھی ہے، مرنے کے بعد کسی جنت کے ملنے کا امکان بھی ہے، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے سامان بھی پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں تم نے قربانیاں نہیں دیں۔ تم نے وہ مطالبات پورے نہیں کئے جو تم سے تمہارے پیدا کرنے والے رب نے کئے تھے مگر آج تم یہ کہتے ہو کہ ہمارا وہ رب جس پر تمہیں ایمان ہی نہیں تھا تم سے وہ وعدے پورے کر دے جو اس نے مخلصین مومنین کے ساتھ کئے تھے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا۔ وعدہ تو مخلص کے ساتھ ہے۔ وعدہ تو یقین کامل پر قائم ہو کر خدا کی راہ میں قربانیاں دینے والے کے لئے ہے۔ تمہیں اس کی توفیق نہیں ملی تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے جہنم کے دروازوں کی چابیاں بنائیں اور ان چابیوں کو لے کر آج تم میدان حشر میں اکٹھے ہو گئے ہو۔ اب اس چابی سے جو تم نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے صرف جہنم کا قفل کھول سکتے ہو۔ اس سے جنت کا قفل نہیں کھل سکتا۔ اس کے لئے اور چابی درکار ہے آج تم کو جنت کیسے مل جائے گی۔ آج تمہیں جہنم سے دور کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

پس قرآن کریم نے منافق کی دوسری صفت یہ بتائی ہے کہ وہ یقین کامل پر قائم نہیں ہوتا اس میں آگے ایک چھوٹا سا فرق ہے لیکن اس کی تفصیل میں مَیں اس وقت نہیں جا سکتا۔ ورنہ دیر ہو جائے گی۔ قرآن کریم نے کمزور ایمان والے اور منافق میں بھی فرق کیا ہے۔ بہرحال جو منافق ہے وہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہتا ہے اور وہ یقین سے دور ہوتا ہے اسی لئے وہ قربانی نہیں دیتا۔ یہ ایک پکی بات ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ہماری عقل اسے تسلیم کرتی ہے کہ جب تک کسی بات پر یقین نہ ہو۔ اس وقت تک اس کے لئے صحیح معنوں میں اور پورے طور پر قربانی نہیں دی جا سکتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے۔ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ جہاد میں جانے کا موقعہ پیدا ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہمیں اجازت دے دیں۔ ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لئے باہر نہ نکلیں۔ یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کا ایمان پختہ نہیں ہوتا۔ اور جو یوم آخرت کو یقین کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جس کے نتیجہ میں ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ اس وجہ سے وہ اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک منافق کی تیسری صفت یہ بتائی ہے غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ شیطان ایک منافق کے دل میں دنیا اور اس کے سامانوں کی محبت اور پیار پیدا کر دیتا ہے۔ جھوٹی طمع پیدا کر کے اس کو دھوکا دیتا ہے اور ایک پکا مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اور اس کی صفات کا عرفان رکھتا ہے وہ شیطان کو کہتا ہے کہ جاؤ ہم تمہارے فریب میں نہیں آ سکتے۔ لیکن منافق اس کے فریب میں آ جاتا ہے اور دنیا اور دنیا کے اموال اور دنیا کی زینتیں اور دنیا کی وجاہتیں اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ ایک جھوٹی طمع ہے جو اسے دلائی جاتی ہے اور ایک جھوٹی طمع ہے جسے منافق قبول کر لیتا ہے اور خدا کا دوست بننے کی بجائے وہ شیطان کا دوست بن جاتا ہے۔ یہ حیاتِ دنیا سے دلچسپی اور پیار اور دنیا کی نعمتوں پر فریفتہ ہونے کی جو صفت ہے یہ منافق میں پائی جاتی ہے اور یہ مومن میں نہیں پائی جاتی اور اس کے نتیجہ میں ایک منافق اپنی عملی زندگی میں مذہب اسلام کو ایک مشغلہ اور کھیل بنا لیتا ہے۔ وہ اسے ایک بنیادی حقیقی اور ابدی صداقت نہیں سمجھتا اور نہ اسے اسلام کی اس بنیادی صداقت کو سمجھنے کے نتیجہ میں ایک مسلمان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا احساس ہی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دنیا دارانہ خیالات میں بہہ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں فرمایا

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ❶

یعنی ورلی زندگی نے ان کو دھوکا میں ڈالا ہوا ہے۔ اے رسول تُو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے یعنی تو ان کی فکر نہ کر ہم ان کے شر سے محفوظ رہنے کے سامان پیدا کر دیں گے۔

پس یہ تیسری بنیادی حقیقت ہے کہ خواہشات رذّیہ جن کا تعلق دُنیا کی چھوٹی چھوٹی اور عارضی لذتوں سے ہے ایک منافق ان کا شکار ہو جاتا اور اس طرح وہ ابدی سرور اور لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ شیطان اسے دھوکا دیتا اور یہ شیطان کے دھوکے میں آ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کی بجائے وہ شیطان کا دوست بن جاتا ہے۔ شیطان تو ہے ہی دھوکا دینے والا۔ اس کا تو دوسرا نام ہی غرور ہے۔ یعنی دھوکا دینے والی ہستی۔ وہ پہلے دھوکا دیتا ہے اور پھر قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ آتا ہے کہ

---

❶ سورہ انعام آیت: ۷۱

وہ اپنی بریت کا اعلان کر دیتا ہے۔ کہتا ہے مَیں نے تو تمہیں ایک بات کہی تھی تم نے کیوں مانی تھی۔ مَیں نے تمہارے ساتھ فریب کیا تھا تم میرے فریب میں کیوں آ گئے۔ آج میرے اوپر کیا الزام دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے کی تمہیں قوت عطا کی تھی تم نے کیوں استعمال نہ کی۔ وہ بالکل بُری ہو جاتا ہے۔ اور منافق کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ شیطان پرے ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ گو اُس نے بھی جہنم میں جانا ہے۔ لیکن وہ منافق کو تو یہی کہتا ہے کہ مَیں تجھے جہنم میں نہیں لے کر آیا۔ تیری بدبختی تھی کہ تُو میرا دوست بن گیا اور مَیں کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوں میری تیری کوئی دوستی نہیں۔ جہنم میرے لئے بھی ہے لیکن مَیں تو تیرے ساتھ جہنم میں رہنا بھی پسند نہیں کرتا۔ شیطان لعین میں معلوم ہوتا ہے اتنی غیرت ضرور ہے کہ وہ جن کو دھوکا دیتا ہے اور جو اس کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ اپنی دوستی کا ہر وقت انکار کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ لیکن بعض انسانوں میں بدقسمتی سے بعض دفعہ اتنی غیرت بھی نہیں ہوتی۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیسری چیز جو تم منافق میں دیکھو گے وہ یہ ہے کہ وہ شیطان کا دوست بن جائے گا اور ورلی زندگی کی عارضی خواہشات اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیں گی اور جو ضروری باتیں اور بنیادی صداقتیں ہیں ان کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے گی۔ اور خدا کی بجائے شیطان کی طرف اس کا رخ ہو جائے گا۔ اور نُور کی بجائے اندھیروں کی طرف وہ اپنے مکان کی کھڑکیاں کھول دے گا۔ اور ظلمات سے اس کا مکان بھر جائے گا۔ نور کی کوئی کرن وہاں داخل نہیں ہوگی اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانا ''فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'' ❶ بنا دے گا یعنی جہنم میں جو سب سے زیادہ تکلیف دہ مقام ہے وہ ایک منافق کا ٹھکانا بن جائے گا۔

غرض سورہ توبہ کی ان آیات میں منافقوں کے متعلق اور بھی کئی باتیں بڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہیں مَیں نے اس وقت صرف تین بنیادی باتوں کو لیا ہے۔ ان کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب مضمون بیان فرمایا ہے۔ اس طرح لگتا ہے کہ گویا سننے والوں، ایمان لانے والوں، پڑھنے والوں اور قرآن کریم پر غور و فکر کرنے والوں کا زبردستی پکڑ کر مُنہ دوسری طرف پھیر دیا گیا ہو۔ ایک نیا مضمون کھل کر ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر میں فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ❷

---

❶ سورہ النساء: ۱۴۶ ❷ سورہ توبہ: ۱۲۸

اللہ تعالیٰ منافقین سے فرماتا ہے کہ دیکھو کہ تم شیطان کے دوست بن جاتے ہو حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہاری نجات کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں ان میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اور پھر ظلی طور پر، کیونکہ قرآن کریم تو قیامت تک ہے اس کی کوئی آیت کسی زمانہ میں بھی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بس یہاں تک اس کا دائرہ عمل تھا اور اس کے آگے قابل عمل نہیں۔ اس کا دائرہ عمل قیامت تک ممتد ہے۔ تو نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حسنہ ہیں وہ آپ کے پیاروں اور آپ سے انتہائی پیار کرنے والوں اور آپ کے تابعین میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ منافقین کی ان تین علامتوں کے بتانے کے بعد جو شیطان ان میں پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں انہی کے ساتھ تعلق رکھنے والی تین صفتیں پائی جاتی ہیں اور وہ زیادہ اچھی ہیں۔ ایک یہ کہ تَرَبَّصْتُمْ یعنی قرآن عظیم کے قوانین، احکام اور اوامر و نواہی کی قیود اور پابندیوں کو قبول کرنے میں ایک ہچکچاہٹ کا پیدا ہونا (یہ تو تَرَبَّصْتُمْ کی رُو سے منافق کی علامت بتائی گئی تھی) تو شیطان کہتا ہے کہ تُو کیوں اتنی قیود اور اتنی پابندیوں اور اتنے احکام کے نیچے اپنی گردن رکھتا ہے۔ اس طرح تو تم نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم یہ دیکھو تمہاری طرف ایک ایسا رسول آیا ہے۔ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کہ تمہارا تکلیف میں پڑنا اس کو شاق گذرتا ہے یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے کہ آپ کسی کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور ہر کسی کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے حتی المقدور کوشاں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے گروہِ منافقین شیطان تمہیں یہ کہتا ہے کہ اگر تم اسلامی احکام کی پابندی کرو گے تو تکلیف میں پڑ جاؤ گے کیونکہ اتنی قیود ہیں اور اتنی پابندیاں ہیں کہ ان کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کیا تم یہ دیکھتے نہیں کہ جس نبی پر، جس رسول پر جس خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کلام، یہ شریعت اور یہ ہدایت نازل ہو رہی ہے۔ اس کی فطرت کتنی اچھی ہے کہ تمہارا تکلیف میں پڑ جانا اس پر شاق گذرتا ہے۔ اگر یہ احکام تمہیں تکلیف میں ڈالنے والے ہوتے تو وہ ان کو کبھی تمہارے سامنے پیش نہ کرتا۔ پھر تو یہ ایک کھلا تضاد ہوتا کہ قرآن کریم کچھ کہتا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور کہہ رہے ہیں اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھنا ہو تو قرآن کریم کو دیکھ لو۔ آپ کا جو اسوۂ حسنہ قرآن کریم کے الفاظ میں بیان ہوا ہے آپ کی عملی زندگی اسی کی تصویر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن کریم کے احکام تمہیں تنگی میں ڈالنے والے نہیں بلکہ تمہارے لئے یسر اور فراخی کے سامان پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ تمہیں دھوکا دینے کے لئے نہیں تمہارے سامنے اس حکیم کتاب نے ہر چیز کھول کر بیان کر دی ہے۔ اپنی عقلوں سے کام لو تو

ان احکام کوقبول کر کے اپنے لئے تنگی کے سامان پیدا کرو گے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام لے کر آئے ہیں ان کی زندگی کو تم دیکھو۔ تمہیں نظر آئے گا کہ ''عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ '' تمہارا تکلیف میں پڑنا اس کی طبیعت پر شاق گذرتا ہے۔ شیطان تمہیں کہتا ہے کہ یہ تو یقینی بات نہیں ہے کہ جو تمہیں کہی گئی ہے یعنی ''وَاِرْتَبْتُمْ'' کہ شائد تمہیں ملے یا شائد تمہیں نہ ملے۔ فرمایا اگر یقینی بات نہ ہوتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت تمہیں قرآنی ہدایت پیش نہ کرتی کیونکہ آپ کی فطرت میں ہے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ وہ تو تمہارے لئے خیر و برکت کا بھوکا ہے تم قربانیاں دینے سے اس لئے گھبراتے ہو کہ تمہیں شک ہے کہ ان کا اچھا نتیجہ نہیں نکلے گا اگر ان قربانیوں کا اچھا نتیجہ نہ نکلنا ہوتا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت تمہارے سامنے ان قربانیوں کا مطالبہ نہ کرتی اس واسطے کہ آپؐ کی فطرت میں ہے کہ آپؐ کے لئے خیر و برکت کا متمنی ہو۔

مگر شیطان تمہیں غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ۔ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

کی رو سے امید دلاتا ہے لیکن چونکہ شیطان تم سے محبت نہیں کرتا وہ تمہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور ہماری عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی کو جھوٹی امید دلائے وہ محبت کرنے والا نہیں ہوتا۔ جھوٹی امیدیں دلانے سے، امید دلانے والے کی محبت ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس شخص کے ساتھ لاتعلقی یا ایک قسم کی دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ جو مرتا ہے وہ مرے مجھے اس سے کیا غرض؟ پس شیطان کی طرف سے یہ چیز تو ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا پیار ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تم یہ مشاہدہ کرتے ہو کہ آپ مومنوں کے ساتھ حد درجہ محبت کرنے والے تھے اور ان پر بہت کرم والے تھے اگر شیطان کی دلائی ہوئی امیدیں اور جھوٹی طمع درست اور قابل اعتنا ہوتی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت اس کی مخالف تمہارے سامنے کوئی بات نہ کرتی۔ تمہارے سامنے ان وعدوں اور بشارتوں کا رکھ دینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو رؤف اور رحیم ہیں یہ بتاتا ہے کہ ان میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس اے میرے بھائی! اگر ایک دشمن تیرے ہاتھ میں زہر کا پیالہ دے اور تجھے یہ پتہ نہ ہو کہ یہ زہر ہے۔ یا تریاق ہے تو تیرے دل میں یہ شبہ پیدا ہوگا کہ مَیں اس کو پیوں یا نہ پیوں۔ کیونکہ تُو جانتا ہے کہ وہ شخص تیرا دشمن ہے۔ لیکن تیرا باپ تیرے ہاتھ میں ایک پیالہ دے اور کہے کہ یہ دوائی ہے کیا تُو اس محبت کرنے والے باپ کی بات ماننے سے انکار کر دے گا؟ اور کیا تُو یہ کہے گا کہ مجھے تو پتہ نہیں اس میں کیا ہے کیوں پتہ نہیں؟ یہ یقین تو اس خدا نے تیرے دل میں پیدا کیا ہے۔ جس کے دستِ قدرت نے تیرے لئے شفا کا پیالہ پکڑا ہوا ہے۔ اگر تُو نے اس پیارے وجود صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی زندگی میں رأفت اور رحمت کے نمونے دیکھے ہیں، صرف اپنوں کے لئے نہیں بلکہ عالمین کے لئے رحمت کے نمونے

دیکھے ہیں تو اس پیالہ میں جو چیز اس کا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے تُو آگے بڑھ اور شوق کے ساتھ لے اور اسے پی جا۔ کوئی شک نہ کر بلکہ تُو اس یقین کے ساتھ پی جا کہ جیسا کہ قرآن کریم نے اس کا دعویٰ کیا ہے اس میں تیرے لئے شفا کا سامان پیدا کیا گیا ہے۔

پس یہ تین بنیادی باتیں ہیں جو شیطان، منافق کے دل میں پیدا کرتا ہے ان تین باتوں کا جواب جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں نمونۃً نظر آتا ہے اسے قرآن کریم نے مندرجہ بالا آیہ کریمہ میں پیش کیا ہے۔ اور پھر منافق کو جو آج زندہ ہیں یا ان کو جو کل زندہ ہوں گے۔ تاہم جو مر گئے ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جو آج زندہ ہیں ان کے ساتھ ہمارا تعلق ہے۔ جو آئندہ ہوں گے ان کے ساتھ ہماری جماعت کا تعلق ہے کیونکہ قیامت تک کی تگ و دو اور قیامت تک کے جہاد اور مجاہدہ کرنے کا کام جماعت احمدیہ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔

پس منافقین سے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں اور آپ کی فطرت میں یہ تین چیزیں تمہیں نظر آتی ہیں اور یقیناً نظر آتی ہیں تو پھر تو تم بتاؤ کہ تمہاری عقل کیا کہے گی؟ اس کے باوجود تمہیں شیطان کی طرف جھکنا چاہئے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جمع ہو جانا چاہئے۔ تمہاری فطرتِ صحیحہ کا یہی صحیح جواب ہوگا کہ اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان لعین پر بہرحال ترجیح دینی پڑے گی۔

دوست دعا کریں کہ منافقوں کو یہ بات سمجھ آ جائے اللہ تعالیٰ نے بلاوجہ اور بغیر کسی مصلحت کے تو یہ نہیں فرمایا کہ منافقوں کو سال میں ایک دو دفعہ آزمائش میں ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارا تجربہ ہے کہ پانچ چھ مہینے کی یا بعض دفعہ آٹھ دس مہینے کی خاموشی ہو تو پھر جس طرح جنگلی چوہا اپنے بل سے منہ باہر نکالتا ہے منافق بھی اپنے بل سے منہ باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کے جلوے اپنی زندگیوں میں دیکھے ہیں وہ تمہارے فریب میں کبھی نہیں آ سکتے وہ تمہارے لئے دعائیں کریں گے وہ تمہاری اصلاح کی کوشش کریں گے۔ وہ تمہاری خدمت کریں گے کیونکہ تم بھی خدا کی مخلوق ہو۔ مگر وہ تمہارے دھوکا میں نہیں آئیں گے۔ اور تمہیں سمجھائیں گے کہ دیکھو شیطان کے چیلے نہ بنو۔ بلکہ خدائے رحمان کے دوست بنو۔ خدا نے کہا اور بڑے پیار سے کہا (آدمی سوچتا ہے تو جذبات میں آ جاتا ہے کہ اتنی عظیم ہستی اور ہمیں کہے) کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ تم خدائے واحد یگانہ، قادر مطلق کے دوست بننے کی اہلیت رکھتے ہو۔ اپنے نفسوں کو ٹٹولو۔ میں تو جب بھی اپنے نفس کو ٹٹولتا ہوں۔ تو یہی جواب آتا ہے کہ نہیں اے خدا! میرے اندر کوئی اہلیت نہیں تھی یہ سب تیرا فضل اور تیری

رحمت ہے پس ہم اس خدا کی طرف جھکیں گے ہمیں شیطان مردود سے کیا تعلق اور کیا واسطہ۔ سوائے اس کے جن کی گردن اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت ہم آگے بڑھیں گے اور شیطان کا پنجہ پکڑ کر اس کو ان کی گردن سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ ہمارا ایک دوسرا بھائی اس کے شر سے محفوظ ہو جائے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں اس کے یعنی منافقت کے بداثرات کو مٹانا ہمارا اصل مقصد ہے۔

اب پھر میرے کانوں میں کچھ منافقوں کی بعض باتیں پڑی تھیں تو میری توجہ اس طرف پھری کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ سال میں ایک دو بار ان کو آزمائش میں ڈالا کرو۔ ان کے متعلق قرآنی احکام بیان کیا کرو۔ سو میں نے آج کچھ احکام بیان کر دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان آیات کی طرف توجہ پیدا کی جب مَیں نے ان آیات کا آپس میں جوڑ کے متعلق غور کیا تو مجھے بڑا لطف آیا۔ اللہ تعالیٰ بڑا اچھا اور بہترین معلم ہے مَیں منافقوں کے متعلق پڑھ رہا تھا کہ اتفاقاً میری نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تین خوبیوں پر پڑ گئی ویسے تو منافقین کے متعلق سورۃ توبہ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ لیکن سورہ حدید میں ان کی ان علامتوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

پس قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے یہ اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس کی عظمت کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس سے پیار کریں۔ آنکھیں بند کر کے پیار کریں کیونکہ جب بھی آپ نے آنکھ کھولی۔ اس کی عظمت کو اور بھی زیادہ بڑھا ہوا پایا۔ کسی کو اس کا دھوکا نہیں لگ سکتا۔ جو چیز ٹھنڈی ہے اور اس کی ٹھنڈک کو آپ کی انگلیوں نے محسوس کیا ہے اس کے بعد آپ اس گلاس میں جس میں وہ چیز پڑی ہوئی ہے آنکھیں بند کر کے ہاتھ ڈال دیں گے۔ جو چیز پھنک رہی ہے اور اس کا ذرا سا بھی چھینٹا پڑ جائے تو آپ کو اس کی جلن محسوس ہوتی ہے۔ آپ آنکھیں بند بھی کریں تو اس کی طرف آپ کا ہاتھ نہیں بڑھے گا۔ غرض قرآن کریم کی عظمت کو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ قرآن کریم کی عظمتوں کو اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کیا۔ ہم نے قرآن کریم کی مٹھاس اپنی زبان سے چکھی۔ اس کی سریلی آواز کو ہمارے کانوں نے سنا۔ اس کی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی خوشبو کو ہمارے ناکوں نے سونگھا۔ ہمارے سارے حواس اس کی عظمت کے قائل اور اس کی بڑائی کے مداح ہیں۔ اس کو ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ قرآن کریم ہمیں یہ کہتا ہے اور وضاحت سے بیان کر کے کہتا ہے اور کوئی الجھن اور شک باقی نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ منافقین کے اس بیان میں بھی کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ یہ خوبیاں ہیں (جس کی تفصیل قرآن کریم نے دوسری جگہ بھی بیان کی ہے) ان خوبیوں کے بعد شیطان اگر اس کے برعکس وسوسہ پیدا کر کے اور شکوک وشبہات پیدا کر کے نفاق پیدا کرنا چاہے تو تم شیطان کو دھتکار دو۔ کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ''محمدؐ ہست برہان محمدؐ''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات، آپ کی انسانی خدمات، آپ کا احسان اور وہ حسن جو خدا نے آپ کے اندر پیدا کیا وہ اس بات کا شاہد ہے کہ جب کوئی چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یا خوبی کے یا آپ کے کسی حسن واحسان یا آپؐ کے کسی نور کے مقابلہ میں آئے گی تو دھتکار دی جائے گی۔ اسے ہم نے نہیں لینا۔ منافقوں کو بھی یہ سمجھاؤ۔ ہم کو قرآن کریم نے جیسا کہ فرمایا۔ **احدی الحسنیین** گو وہ ایک خاص Context میں کہا گیا ہے۔ لیکن جب دشمن سے لڑائی ہو تو اس وقت دو ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ یا شہادت یا ظفر اور کامیابی ملتی ہے۔ تیسری چیز کوئی نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ نے تو ہمارے ساتھ اتنے حسن کے، اتنی خوبیوں اور اچھائیوں کے وعدے کئے ہیں کہ ان کا شمار کوئی نہیں۔ ہر ضمن میں ہر زاویۂ نگاہ سے آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم پر خدا تعالیٰ کی بے شمار مہربانیاں ہیں۔ قرآنِ کریم نے کہا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے احسانوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکو گے۔ بارش کے قطرے گنے جا سکتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کو نہیں گنا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک وجود ہم پر احسان کرنے کے لئے، خدا کے حسن کے جلوے اپنی زندگی میں ہمیں دکھانے کے لئے مبعوث کیا تھا۔ آپ کی تعلیم کے مقابلہ میں منافق کے دل میں شیطان بنیادی طور پر یہ تین بدصفات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن واحسان کے جلوے دیکھے ہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ شیطان شیطان ہے۔ وہ جعل سازی کرتا ہے۔ دھوکے دیتا ہے اور فریب کرتا ہے جو لوگ اپنی بدقسمتی کے نتیجہ میں یہ نہیں سمجھتے ان کو "فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" سے بچانے کے لئے آپ کو چوکس اور بیدار رہ کر اُن کی اصلاح کی کوشش کرنی پڑے گی۔ تا اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ یہ ذمہ داری بھی مَیں اور آپ خدا تعالیٰ کے فرمان اور منشاء کے مطابق نباہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ اجتماع آج ختم ہو رہا ہے۔ آخری رپورٹ جو مجھے پہنچی ہے اس کے مطابق خدام الاحمد یہ اپنی مجالس کی تعداد کے لحاظ سے (جو اس دفعہ اجتماع میں شامل ہوئی ہیں) دو مجالس آپ سے آگے نکل گئی ہے۔ اور آپ دو مجالس سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ مَیں نے لجنہ اماء اللہ کو کل خطاب کیا تھا۔ اس میں مَیں نے ان کو بتایا تھا کہ اپنا دائرہ خدمت بڑھاؤ۔ عورتوں کی بعض مجبوریاں ہیں اس واسطے جب ہم مجالس کی طرف سے شمولیت اور ان کی حاضری کو دیکھتے ہیں تو اس معیار پر ہم ان کو نہیں پرکھ سکتے۔ لیکن بہرحال جس حد تک ممکن ہو ان کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے اجتماع میں شامل ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس دفعہ لجنہ کی ۱۵۰/۱۵۱ مجالس لجنہ اماء اللہ کے اجتماع میں شامل ہوئی ہیں۔ یہ تعداد پہلے کے مقابلہ میں بہت

زیادہ ہے۔ ایک جان، ایک جسم، ایک روح کے ساتھ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو نباہنا ہے۔ اس واسطے ہمارے کام میں گہرائی بھی ہونی چاہیئے۔ اور ہمارے کام میں وسعت بھی ہونی چاہیئے۔ ہمیں ہر کام بہت اچھی طرح بھی کرنا چاہیئے۔ اور خوب پھیلا کر بھی کرنا چاہیئے۔

پھر جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ آپ خدمت بنی نوع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ہمارے عمل کا دائرہ اور حدود اپنی زندگی تک یا اپنے ملک کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہمارا دائرہ عمل عوام الناس کی زندگیوں کے دائرۂ عمل اور دائرۂ حیات تک ممتد ہے۔

پس آپ (یعنی انصار اللہ) بھی اپنی خدمت کا دائرہ بڑھائیں اور میری ایک خواہش ہے اگر آپ پورا کر دیں تو شاید آپ کے سامنے اس خواہش کے اظہار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحم کرے اور آپ پر بھی رحم کرے گا۔ وہ یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں پاکستان کے ہر گاؤں میں کم از کم ایک قرآن کریم ہمارا چھپا ہوا پہنچ جانا چاہیئے۔ وہ سادہ ہو گاؤں کے حالات کے لحاظ سے یا وہ ترجمہ والا ہو۔ مختلف جگہوں کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ بعض ایسے گاؤں بھی ہیں جہاں ایک آدمی بھی قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خوش قسمتی میں بدل دے۔ بہرحال قرآن کریم کا کم از کم ایک نسخہ ہر گاؤں میں پہنچ جانا چاہیئے۔ یہ کوئی ایسا بڑا کام نہیں ہے۔ اس طرح ستر اسی ہزار یا ایک لاکھ قرآن کریم کے نسخے تقسیم کرنے پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ سامان پیدا کر رہا ہے۔ ہماری بہنیں یعنی لجنہ کی جو ممبرات ہیں وہ آپ کے ساتھ ہر قربانی میں بھی شامل ہیں۔ مثلاً فضل عمر فاؤنڈیشن ہے، نصرت جہاں ریزرو فنڈ ہے یا دوسری مالی تحریکات ہیں وہ ان میں بھی شامل ہوتی ہیں۔ اور یہ سوچنے والی بات ہے (مَیں اس کا اعلان تو نہیں کروں گا آپ کو صرف توجہ دلانا چاہتا ہوں) کہ وہ بعض ایسے کام کرتی ہیں جن میں مردوں کو شامل نہیں کرتیں اور خود آگے نکل جاتی ہیں۔ لیکن مرد کوئی ایسا نیکی کا کام نہیں کرتے (کم از کم اس وقت میرے ذہن میں نہیں)

یا خدا کی راہ میں قربانی کا کام نہیں کرتے جس میں اُن کو (یعنی احمدی مستورات کو) باہر نکال دیں۔ اور کہیں تم اس میں شامل نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً انہوں نے اپنے چندے سے کئی مساجد بنوا دیں جس میں مردوں کا کوئی حصہ نہیں۔ کل ہی انہوں نے اپنے پچاس سالہ جشن کے موقعہ پر قریباً ایک لاکھ روپیہ پاکستان کی لجنہ نے اور قریباً ایک لاکھ روپیہ غیر ممالک کی لجنہ نے اشاعت قرآن کریم کے لئے خلافت کے حضور پیش کر دیا۔ گو انہوں نے کہا تو یہی ہے کہ جیسے آپ کی مرضی ہو خرچ کریں۔ لیکن میری پہلی اور آخری مرضی یہی ہے کہ قرآن کریم کی ہمہ گیر اشاعت ہو۔ لیکن یہ سوچنے والی بات ہے۔ آپ بھی کوئی

ایسی راہ نکالیں کوئی نیکی کا ایسا کام کریں جس پر آپ عورتوں سے کہیں کہ تم گھر بیٹھو ہم تمہیں شامل نہیں کریں گے۔

عیسائیوں نے اسلام پر بڑا اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں عورت کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی حماقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسلام نے تو کہا ہے کہ عورت ہو یا مرد جو بھی نیکی کرے گا مَیں اسے اپنا پیار دوں گا۔ بہر حال میں نے انہیں (عورتوں کو) کہا تھا کہ دائرہ خدمت میں وسعت پیدا کرو۔ اُن کے لئے مشکل ہے۔ مَیں نے ان سے کہا تھا کہ انہیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہیں بعض دشواریاں ہے۔ تمہارے راستے میں بعض روکیں ہیں تم ایسا انتظام کرو کہ دوسری عورتیں تمہارے گھر میں آ جایا کریں۔ مثلاً تمہاری غریب بہنیں ہیں تم ان کی خدمت کیا کرو۔ لیکن آپ کے راستے میں یہ دشواری نہیں ہے۔

پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ دائرۂ خدمت کو بڑا وسیع کریں۔ روحانی طور پر بنیادی خدمت یہی ہے کہ قرآن کریم کی برکت اگر گھر گھر پہنچانے کے قابل نہیں تو قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں ضرور پہنچا دینی چاہئے۔ آپ اس کام کے قابل ہیں اگر آپ ہمت کریں تو قابل ہیں۔ پیسے کے لحاظ سے تو قابل ہیں۔ لیکن قرآن کریم کو گاؤں گاؤں پہنچانے کا جو کام ہے وہ تو آپ نے کرنا ہے مگر اس طرح نہیں کہ یہاں سے گئے۔ پانچ سات دن بہت جوش دکھایا اور پھر خاموش ہو گئے۔ یہ بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہے۔ مجھے اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ جو کام کرنا ہے اس کو کرتے رہیں جب تک کہ وہ اپنے کمال کو نہ پہنچ جائے اور پورا نہ ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی مثال دی ہے کہ کونین سے ملیریا کا علاج کیا جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ کونین پوری Dose (ڈوز یعنی خوراک) میں کھائی جائے اگر کوئی شخص ایک گرین کونین کا ہزارواں حصہ کھائے اور کہے کہ میرا ملیریا بخار نہیں اترتا۔ یوں ہی لوگ کہتے ہیں کہ ملیریا کا علاج کونین سے کیا جاتا ہے۔ میرا تو بخار نہیں اترتا۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں میں پوری خوراک کے ساتھ دواؤں کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح پوری خوراک کے ساتھ ساتھ روحانی غذاؤں کا استعمال بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک شخص چار روٹیوں سے سیر ہوتا ہے۔ اب وہ کہے کہ مَیں ایک لقمہ کھاتا ہوں۔ لوگ یونہی کہتے ہیں کہ روٹی سے پیٹ بھر جاتا ہے مَیں نے تو روٹی کھائی میرا تو پیٹ نہیں بھرا۔ جب تک تم چار روٹیاں نہیں کھاؤ گے۔ اس وقت تک تمہارا پیٹ نہیں بھرے گا۔ پس جب تک انسان اپنے کام کی انتہاء تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس کام کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ اور اس کے بغیر تو صحیح کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

غرض میری یہ خواہش تو بڑی چھوٹی اور ابتدائی ہے اور وہ یہی ہے کہ ہر گاؤں میں جماعت کا چھپا ہوا قرآن کریم کم از کم ایک نسخہ ضرور پہنچ جانا چاہئے۔ آپ اپنے اردگرد علاقے میں چکر لگائیں، پیدل چلیں ہم گھر میں کرسیوں کے ساتھ بندھے رہنے والے بھی بعض دفعہ آٹھ آٹھ دس دس میل پیدل چلے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی اشاعت کے لئے تو پیدل چلنا کونی ایسی بات نہیں۔ یہاں اس وقت اکثر دوست زمیندار ہوں گے۔ وہ اپنے اردگرد کے گاؤں کو لیں۔ وسعتِ خدمت کے لئے ساتھ کے گاؤں کو لیں اور وہاں یہ کام بھی کریں۔ ایک ضلع نے کہا تھا کہ ہماری جماعتیں کم ہیں مَیں نے کہا تھا مَیں تمہیں تین مبلغ دیتا ہوں گاؤں والوں کو کہو۔ اردگرد کے دیہات میں ان کی رشتہ داریاں ہیں۔ وہاں مبلغ چلے جائیں۔ اور تبلیغ ان کو اس طرح کریں کہ دیکھو اسلام پر اللہ تعالیٰ کتنا فضل کر رہا ہے افریقہ میں امریکہ میں یورپ میں جزائر میں فجی آئی لینڈ اور آسٹریلیا جاوا سماٹرا وغیرہ میں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ پہلے یہ باتیں ان کو بتائیں۔ پھر جب اُن کو دلچسپی پیدا ہو جائے گی تو پھر وہ خود بخود اور باتیں بھی سنیں گے۔ پھر ان کو کہیں کہ ہم اس لئے وہاں کامیاب ہیں کہ جو بات قرآنی تعلیم اور انسانی عقل کے خلاف ہے ہمیں خدا نے یہ سمجھ عطا فرمائی کہ ان باتوں کو ردّ کر دیں جو اسلام میں بلا وجہ شامل ہوگئی ہیں اور ایسی باتیں کریں جو اُن کی عقل میں آ جائیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں یہ کیا ہوا۔ ان کی عقل میں نہیں آتا کہ ایک تین اور تین ایک کا فلسفہ کیا ہے۔ ہم ان کو کہتے ہیں کہ یہ ہے ہی فضول مسئلہ۔ مگر وہ جن کے متعلق یہ مسئلہ بنایا گیا ہے وہ تو کبھی کے کشمیر میں طبعی وفات پا چکے ہیں۔ اس طرح گویا آپ نے وفاتِ مسیح کی ایک دلیل دے دی۔ پس اگر آپ کسی شخص کو مخاطب کر کے یہ کہیں کہ تیرا عقیدہ غلط ہے۔ اور اگر تُو اس عقیدہ پر قائم رہا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔ تو وہ چڑ جائے گا۔ اور آپ کی کوئی بات نہیں سنے گا۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم افریقہ میں غلط عقائد کی درستی کے لئے یہ بات کرتے ہیں۔ گویا غلط قسم کے عقائد جو اس کے دل میں ہیں اس کی طرف منسوب نہ کریں اس کے غیر کی طرف منسوب کریں تو اس کو کوئی غصہ نہیں چڑھے گا۔ آپ کہیں گے دیکھو! افریقہ کے حبشی کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فیضانِ الٰہی مل ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو فیضانِ الٰہی مل تو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قوتیں اتنی ہی قوی اور شدید ہیں کہ جتنی پہلے کسی زمانہ میں رہی ہیں۔ اور وہ ہماری دعاؤں کو سنتا ہے وہ کہتے ہیں اچھا چالیس سال سے ہمارے ہاں بچہ نہیں ہوا دعا کر کے دکھائیں کہ واقعی خدا تعالیٰ اسلام کی برکت سے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے دعاؤں کو سنتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ، ہماری دعاؤں کو سن کر اس کے ہاں بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ تو گویا دعا قبول ہوگئی۔ بعض دفعہ پہلے بتا دیتا ہے۔ بعض دفعہ سکھوں اور عیسائیوں کے خط

آ جاتے ہیں کہ مثلاً ہم ہیں تو عیسائی لیکن ہمیں پتہ لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سنتا ہے۔اس واسطے آپ ہمارے لئے دعا کریں مشرقی افریقہ کے غالباً نیروبی کے ایک سکھ کو ایک ایسی تکلیف تھی جس کا اس کے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ آخر لاچار ہوکر اس نے مجھے لکھا کہ آپ کے احمدی کہتے ہیں کہ خدا آپ کی دعائیں سنتا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔مَیں تو بالکل ذرۂ ناچیز ہوں۔خیر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص جسے دنیا نے کہا تھا کہ تیرا کام نہیں ہوسکتا۔اس کا کام ہوگیا۔اس کے دل میں ایک پیار پیدا ہوا۔ بعد میں عام دعاؤں کے متعلق لکھتا رہا۔اس کے یہاں سے جواب جاتے تھے۔ایک دن اس کو خیال پیدا ہوا۔کہ مَیں نے اپنا کام کروالیا ہے۔خواہ مخواہ ان کے پیسے خرچ ہوتے ہیں میں ان کے پیسے کیوں ضائع کرواؤں اس نے مجھے خط لکھا مَیں تو آپ کو خط لکھتا رہوں گا۔کیونکہ میرے دل میں آپ نے ایک پیار پیدا کیا ہے۔ایک ایسی چیز دکھا کر جو کہیں سے نہیں ملی تھی وہ آپ کے ہاں سے مل گئی آپ کو میرے خطوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔خواہ مخواہ چٹھیوں پر پیسے کیوں ضائع ہوں۔ یہ اس کا نظریہ تھا لیکن میرا نظریہ یہ تھا کہ اس کے خط کا جواب ضرور جائے گا۔ یہاں بھی اس قسم کے کچھ اور نظریئے ہیں۔ مجھے ایک رپورٹ آ گئی کہ ہم نے دفتر میں ڈیڑھ سو خط دیکھے جن پر ٹکٹ لگے ہوئے تھے گویا خواہ مخواہ پیسے ضائع ہو رہے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. تمہیں تو یہ چاہئے تھا کہ کلرک کو غصے میں آ کر چپیڑ لگا دیتے تو مَیں تمہیں معاف کر دیتا مگر اس ذہنیت کو میرے لئے معاف کرنا ممکن نہیں آپ خط نہیں لکھیں گے تو ہم بڑے مستعد ہو جائیں گے اور خوب جوش وخروش کے ساتھ کام کریں گے اس لئے یاد دہانیوں کی کیا ضرورت ہے۔اور ایسا کر کے دکھا دیں تو ہم مان لیں گے لیکن اگر خط نہ وصول کرنے کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ سستی پیدا ہوگی تو خط لکھنے کے نتیجہ میں فرض کریں زیادہ جوش نہیں آیا صرف پانچ فیصد آ گیا تو اگر ایسی جگہ آیا جہاں تم نے اپنے گاؤں میں وہ جوش نہیں دیکھا تھا۔لیکن اگر یاد دہانی کے خط نہیں جائیں گے تو مشکل ہے جب تک اپنی اصلاح نہ کریں غرض ایسے آدمی کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ ایک ہزار سے زیادہ جماعتیں ہیں تم ڈیڑھ سو خط کیوں بھیج رہے ہو۔تمہارے پاس زیادہ ٹکٹیں اور خط ہونے چاہئے تھے کیونکہ قرآن کریم بار بار کہتا ہے ذَکِّرْ ذَکِّرْ ذَکِّرْ ذَکِّرْ کہ یاد دہانیاں کرواتے رہا کرو۔اور جب مرکز یاد دہانی کراتا ہے تو کہتے ہیں ٹکٹوں پر پیسے کیوں خرچ کر رہے ہو۔تم کہتے ہو کہ ان کا کوئی اثر نہیں تو کیا خط نہ لکھنے کا اثر ہو جائے گا۔اگر تو یہ کہو کہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔پھر تو تمہاری حالت اس پارہ کی مانند ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سبق سکھانے کے لئے بنایا ہے یعنی جب درجہ حرارت گر جاتا ہے تو پارہ نقطہ انجماد سے نیچے آنے

لگتا ہے۔ اسی طرح اگر روحانی حرارت میں کمی واقع ہونے لگے تو پھر تو تم اگر خدانخواستہ منفی ۵ پھر منفی ۱۰ پھر منفی ۲۰ پھر منفی ۵۰ پر پہنچ گئے تو ٹھٹھر کر رہ جاؤ گے۔ بالکل بے جان ہو جاؤ گے تمہارے جسموں میں اگر روحانی گرمی نہیں رہے گی تو روح کا کوئی عملی مظاہرہ نہیں ہوگا۔ اگر تم زیرو پر ہی کھڑے ہو تو جان تو محفوظ ہے۔ کسی وقت خدا تعالیٰ تمہیں اپنے جسم میں پیار کی حرارت اور تمازت پیدا کرنے کی توفیق دے سکتا ہے۔ لیکن اگر تم برف کی طرح ٹھنڈے اور بے جان تو دے بن گئے تو پھر تم کیا کرو گے۔ پھر کہو گے کہ تم ہمیں خط کیوں نہیں لکھتے تھے۔ پھر کون کہے گا تم تو برف بنے ہوئے ہو گے اب تم میں اتنی جان تو ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہمیں یاد دہانی کیوں کرائی جاتی ہے۔ اس سے پیسے ضائع ہوتے ہیں۔ اگر ہم تمہیں یاددہانیاں نہیں کرائیں گے تمہارے اندر اتنی جان بھی نہیں رہے گی۔ یہ احساس ہی نہیں رہے گا کہ کوئی یاددہانی کراتا ہے۔ جسے نہیں کرانی چاہیئے تھی یا کوئی یاددہانی نہیں کراتا جسے یاددہانی کرانی چاہیئے تھی۔ تم ان شیطانی وساوس سے بچنے کی دعا کرتے رہا کرو۔

فرمایا (اس اثناء میں حضور نے چند گھونٹ قہوے کے پیئے) میں سبز چائے کا قہوہ بغیر میٹھے کے پیتا ہوں۔ یہی مَیں نے اب پیا ہے تو مجھے ایک بات یاد آ گئی وہ آپ سے بھی کہنے والی ہے۔ ہمارے ملک میں وبائی امراض کے کیڑوں سے صاف پانی کا ہر جگہ انتظام نہیں ہے۔ بلکہ اکثر جگہ نہیں ہے۔ اس قسم کی بیماریوں سے جو اس غفلت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں سب سے اچھی اور سستی تدبیر یہ ہے کہ آپ پانی ابال کر پیا کریں۔ اور جب تک کوئی اور تدبیر نہ آ جائے اس تدبیر پر عمل پیرا رہیں۔ اگر آپ پانی ابال کر پئیں گے تو چین کی طرح معدے اور انتڑیوں کی بیماریوں سے آپ قریباً محفوظ ہو جائیں گے۔ قریباً اس لئے کہ وہاں چین میں اللہ کا خانہ تو خالی ہے۔ وہ تو اگر کسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو پہنچائے گا۔ پانی کے ذریعہ نہیں پہنچائے گا تو کسی اور ذریعہ سے پہنچائے گا۔ یا خود پانی کو حکم دے گا۔ ایسے کیڑے پیدا کردے گا جو ابلنے کا باوجود زندہ رہیں گے۔ لیکن میں عام اصول خداوندی بیان کر رہا ہوں کہ پانی اُبالنے سے (اچھے دو چار اُبالے آ جائیں تو) کیڑے مر جاتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کو بغیر اُبلا پانی پینے کی عادت ہے۔ اس واسطے جب آپ پانی کو ابال کر ٹھنڈا کر کے چھوٹے گھڑے میں رکھیں گے۔ تو بالکل ٹھنڈا ہو جائے گا۔ لیکن اس کا مزہ بک بکا ہوگا ممکن ہے بعض زمیندار کہہ دیں کہ کیا مصیبت ڈال دی ہے۔ اسے پرے پھینکو۔ اس قسم کا اظہار پہلے چین میں بھی کیا گیا تھا تاہم ان کو ہم سے پہلے خیال آیا حالانکہ ہمیں پہلے خیال آنا چاہیئے تھا۔ بہرحال انہوں نے پانی میں تھوڑی سی سبز چائے کی پتی ڈال دی اس سے پانی میں موتیا رنگ آ جاتا ہے اور اس کا بک بکا پن دُور ہو جاتا ہے۔ اور اس چائے کی ہلکی سی لذت پیدا ہو

جاتی ہے۔ چنانچہ اب چین کے لوگ یہی سبز چائے کا قہوہ پیتے ہیں۔ مَیں نے ایک رسالہ میں پڑھا ہے کہ وہاں پیٹ کی بیماری نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے آپ بھی اُبلا ہوا پانی استعمال کیا کریں۔ کیوں بیمار ہو کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر یہ ابتلاء لاتے ہیں کہ زندگی میں کئی لمحات ایسے بھی آ سکتے ہیں جن میں آپ خود کو نیکیوں کے کام کرنے سے محروم کر دیں۔ بہر حال یہ بھی ایک تدبیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر تدبیر اس لئے بنائی ہے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اگر چہ حکم اسی کا چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کا یہ بھی حکم ہے کہ میری اس دنیا میں تدبیر کرو۔ اس لئے مَیں اس قہوے کی شکل میں گرم پانی پیتا ہوں۔

پہلے بھی، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی میرے پاس آپ کے لئے دعائیں ہی دعائیں ہیں۔ میری دعا ہے کہ جہاں بھی آپ ہوں ربوہ میں، اہل ربوہ کی طرح رہائش اختیار کرنے والے، یا اپنے گاؤں میں مکین ہونے کی شکل میں، سفر اور حضر میں، جاگتے اور سوتے، کام کرتے اور آرام لیتے غرض جس حالت میں اور جس جگہ اور جس کیفیت میں بھی آپ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ کے شامل حال رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ اس نے اپنے فضل اور رحمت سے ہمیں جو قوتیں اور استعدادیں عطا فرمائی ہیں۔ ہم اس کی بتائی ہوئی تدابیر اور اس کے بتائے ہوئے طریقِ دعا کے نتیجہ میں ان قوتوں اور استعدادوں کی کامل نشوونما کرنے میں کامیاب ہو جائیں تا کہ اس کے کامل فضل اور کامل رضاء ہمارے ورثہ اور مقدر میں ہو۔

پس مَیں ان دعاؤں کے ساتھ آپ کو رخصت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ ہماری دعائیں بھی آپ کے ساتھ رہیں۔ بعض دفعہ بیماری میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ انسان پوری طرح دعائیں نہیں کرسکتا۔ آپ دعا کریں وہ وقت نہ آئے۔ جب تک زندگی ہے آپ کی دعاؤں سے چوکس دماغ ہر وقت آپ کی خدمت میں لگا رہے۔ اب انصار (اور ہمارے بچے بھی) کھڑے ہو کر عہد دوہرائیں گے۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے حضور کی اقتداء میں تجدید عہد کی۔ پھر حضور نے فرمایا۔

دعا کے بعد یہ اجتماع اور اس کی کارروائی اختتام پذیر ہوگی۔ اس کے معاً بعد دو کام ہیں ایک نمازوں کا ادا کرنا اور دوسرا دوپہر کا کھانا کھانا میرا خیال ہے کہ پہلے ہم نمازیں پڑھ لیں۔ نمازوں سے فارغ ہو کر آپ اپنی اپنی جگہوں پر کھانا کھائیں گے۔ ورنہ پھر سب کا اکٹھا ہونا مشکل ہو جائے گا۔ نماز مسجد مبارک میں ہوگی۔

(غیر مطبوعہ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۹ رنبوت ۱۳۵۲ ہش ۹ رنومبر ۱۹۷۳ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث برموقعہ ۳۰ ر واں مرکزی سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ، ربوہ۔ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۷۳ء کی افتتاحی تقریر میں

تشہد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورؒ نے فرمایا:

''خدّام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر مَیں نے اپنے بچّوں کے سامنے یہ مضمون بیان کیا تھا اور اِسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں ممبراتِ لجنہ اماء اللہ کے سامنے اور اطفال کے سامنے مختصراً دوسرے رنگ میں بیان کیا۔ اور وہ مضمون یہ تھا کہ پہلی وحی کے ساتھ شیطان سے انسان کی ایک جنگ شروع ہوئی اور جیسا کہ پہلے نوشتوں میں بھی یہ خبر دی گئی تھی اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ شیطان سے عباد الرحمان کی یہ جنگ جو آدمؑ سے شروع ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اپنے آخری مراحل میں داخل ہوگئی۔

جب ربّ العالمین کی ربوبیت انسان کی تربیت کرتے ہوئے اُسے مختلف ادوار میں سے گزار کر اُس مقام پر لے آئی جہاں ربّ العالمین کے جلوے نوعِ انسانی پر ایک جیسے ظاہر کئے جا سکتے تھے تو اُس وقت ربّ العالمین کی طرف سے نوعِ انسانی کی ایک ہی وقت میں اجتماعی روحانی اور دیگر ترقیات کے لئے ایک رحمت آسمانوں سے نازل ہوئی جسے قرآنِ عظیم نے رحمۃ للعالمین کہا ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود۔ اور جیسا کہ بتایا گیا تھا بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عباد الرحمان کی شیطان اور شیطانی گروہ اور شیطانی خیالات کے ساتھ ایک آخری جنگ کا آغاز ہوگیا۔ بِگل بجا دیا گیا۔ اعلانِ جنگ ہو گیا۔ اور یہ جنگ جو اُمّتِ محمدیہ نے شیطانی طاقتوں اور ظلمات کی حکومت سے لڑنی تھی اسے آخری جنگ کہا گیا۔

جنگ اور لڑائی میں فرق ہے۔ مختلف محاذوں پر مختلف اوقات میں جو لڑی جاتی ہے وہ جنگ کہلاتی ہے۔ اور کسی ایک محاذ پر کسی ایک وقت میں جو معرکہ ہوا اُسے لڑائی کہتے ہیں۔ انگریزی میں اِس کے لئے War اور Battle کے دو مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ شیطانی طاقتوں سے آخری جنگ شروع ہوگئی۔ اور چونکہ شیطان کو ہمیشہ کے لئے مغلوب کرنا تھا اور شیطان پر روحانی طاقتوں اور عبادالرحمان کا یہ غلبہ ہمیشہ کا غلبہ تھا جس کے بعد تمام جنگیں جو بیرونی محاذ پر مذہبی طور پر لڑی جاتی ہیں وہ ختم ہو جانی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصود کا معراج تھا کہ نوعِ انسانی کو اُمّتِ واحدہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں اکٹھا کر دیا جائے اس لئے عقلاً بھی اور بشاراتِ ربّانی کے لحاظ سے بھی اِس جنگ کی آخری لڑائی آخری زمانہ کے لئے مقدّر تھی۔ اور یہ آخری زمانہ وہ زمانہ ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فاتح جرنیل نے آنا تھا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے نام سے موسوم کیا اور مسیح کا اُسے لقب دیا اور اپنے پیار کا اِس رنگ میں اظہار کیا کہ اُمّتِ محمدیہ کے کروڑوں کروڑ افراد میں سے کسی کے ساتھ بھی اُس پیار کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اور وہ یہ کہ فرمایا کہ جب وہ آئے تو اُسے میرا سلام پہنچا دینا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی اور فتح کی دعائیں اُس کے ساتھ ہوں گی اور آپ نے یہ کہا کہ ''ہمارے مہدی'' کی یہ دو علامتیں ہیں۔ اِنَّ لِمَهْدِيِنَا میں بڑے ہی پیار کا اظہار ہوتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اس روحانی جرنیل نے شیطانی طاقتوں کے ساتھ وہ آخری جنگ فاتحانہ طور پر اور کامیابی کے ساتھ لڑنی تھی کہ جو اُس جنگ کی آخری لڑائی تھی جس جنگ کی ابتداء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے شروع ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک وجود ہیں جو اعظم ہیں۔ احسان کے میدان میں دیکھیں تو آپؐ محسنِ اعظم ہیں۔ علم سکھانے کے میدان میں دیکھیں تو آپؐ معلّمِ اعظم ہیں۔ دین کو ازسرِ نو زندہ کرنے اور اسے کمال تک پہنچانے کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں تو آپؐ مجدّدِ اعظم ہیں اور رحمت کے لحاظ سے دیکھیں تو آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ شریعت کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ خاتم الانبیاء ہیں جن پر خاتم الکُتب کا نزول ہوا۔ شیطان سے جنگوں کے لحاظ سے دیکھیں تو آپؐ وہ قائدِ اعظم اور جرنیلِ اعظم ہیں جنہوں نے اپنی براہِ راست نگرانی، Direction اور ہدایت کے مطابق اپنی قوّتِ قدسیّہ کے نتیجہ میں اپنی روحانی زندگی کے طفیل جو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اِس آخری جنگ کی قیادت کرنی تھی اور جس کی انتہا اُس لڑائی پر ہونی تھی جو اب شروع ہوگئی جس کا تعلق مہدیٔ معہود کے ساتھ تھا۔ مہدی آ گئے۔ شیطان

کے ساتھ اس جنگ کی آخری جھڑپ اور اس عظیم جنگ کی آخری لڑائی شروع ہو چکی ۔ اور یہ ایک حقیقت ہے سوچنے والا دماغ اور علم رکھنے والا ذہن اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ آخری لڑائی ہے ۔ اس جنگ عظیم کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ ہے اور جسے مہدیؑ نے اور آپ کی جماعت نے لڑنا تھا ۔ اگر یہ حقیقت ہے تو ہم جو مہدی کی طرف منسوب ہونے والے اور اپنے آپ کو شیطان سے اس آخری لڑائی لڑنے والی فوج کے سپاہی گردا ننے والے ہیں ہم پر کتنی عظیم ذمّہ داری عائد ہوتی ہے ۔ اتنی عظیم ذمّہ داری عائد ہوتی ہے ۔ کہ جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اُسی طرح جس طرح طاغوتی طاقتوں کا اکٹھے ہو کر اسلام پر حملہ آور ہونے کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ جنگ آج سے کچھ عرصہ پہلے شروع ہوئی ۔

مَیں نے اپنے بچّوں اطفال الاحمدیہ کو بھی اُس وقت جو میرے ذہن میں آیا تھا بتایا تھا کہ یہ جنگ اُس وقت شروع ہوئی کہ جب دُنیا کی تمام شیطانی طاقتیں اسلام پر اِس رنگ میں یلغار کر رہی تھیں اور اسلام کی طرف سے مدافعت کا فقدان اس طور پر تھا کہ شیطانی طاقتوں کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ کامیاب ہوں گی ۔ اور اسلام کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا ۔ چنانچہ ہمارے پاس اس قسم کے بیسیوں حوالے موجود ہیں ۔ ان حوالوں کا تعلق مہدی معہود کی بعثت سے معاً پہلے کے زمانہ سے ہے ۔ شیطانی طاقتوں نے جو اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھیں ایک طرف یہ کہا کہ وہ دِن آنے والا ہے کہ جب مُلکِ ہند میں ایک مسلمان بھی باقی نہیں رہے گا ۔ اور اگر اس زمانہ میں کسی کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کسی مسلمان کی شکل دیکھے تو اُس شخص کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی ۔ کیونکہ کوئی مسلمان ہی نہیں رہے گا ۔

دوسری طرف اِن طاقتوں نے یہ اعلان کیا کہ عنقریب برّ اعظم افریقہ خداوند یسوع مسیح کی گود میں ہوگا اور وہاں سے بشمولِ اسلام ہر دوسرا اِزم (Ism) اور مذہب اور عقیدہ مٹا دیا جائے گا ۔

اور تیسری طرف انہوں نے یہ اعلان کیا کہ وہ وقت آ رہا ہے کہ جب مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ پر خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا لہرائے گا ۔ اسلام پر اس قسم کی یلغار تھی ۔ اتنا زبردست حملہ تھا اور اِن کو اسلام کا دفاع کرنے والا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا ۔ اس لئے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے ۔ اُس وقت اُس نازک وقت میں خداوند تعالیٰ نے جو اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والوں کو کبھی لاوارث نہیں رہنے دیتا اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی ۔ اور مہدی معہود مبعوث ہو گئے اور اِس طرح اس نازک وقت میں اس شخص نے جو ایک وقت میں اکیلا تھا اسلام کے دفاع کا بیڑا اُٹھایا ۔ اور پہلے تنِ تنہا اور بعد میں اپنے گرد جمع ہونے والوں کی تربیت کر کے ایک بہت ہی مختصر اور چھوٹا سا گروہ پیدا کیا ۔ پھر اس تربیت کے نتیجہ میں اس گروہ کی تعداد کو بڑھاتے

ہوئے ایک فوج تیار کی جو دشمنانِ اسلام کی اِس زبردست یلغار کے مقابلہ میں سینہ سپَر ہوگئی اور دشمن کے وار اُس نے اپنے سینے پر سہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور وہ حملہ پسپا ہو چُکا ہے۔ وہی لوگ جو ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۸۸۰ء کے زمانہ میں یہ کہتے تھے اور اعلان کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے وہی حملہ آور لوگ یہ ماننے پر مجبور ہوئے کہ افریقہ میں اگر وہ ایک عیسائی بناتے ہیں تو اُن کے مقابلہ میں جماعتِ احمدیہ نو افراد کو اسلام میں داخل کرتی ہے وہی لوگ اِس ملکِ ہند سے جہاں ایک مسلمان کو بھی دیکھنا اور برداشت کرنا نہیں چاہتے تھے وہاں وہ ناکام ہوئے۔ یہ واقعہ تقسیمِ ہند سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ ہندوستان اور پاکستان میں یہ نظر آ رہا ہے کہ وہ لوگ ناکام ہوئے۔ اور اُن کے ارادے خاک میں مل گئے۔ اُن کی پسپائی کے بعد ایک وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو للکارا۔ اور فرمایا کہاں ہیں وہ پادری جو چوراہوں پر کھڑے ہو کر یہ للکارتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اور آج اُنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام کے ذریعہ اتنے معجزات دیکھے کہ اُس کے مقابلہ میں آنے کے لئے وہ تیار نہیں۔ اور اُن کی زبانیں گُنگ ہوگئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو یہ بتایا کہ میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسی قوم تیار کر رہا ہے کہ یہ قوم جو اسلام کو دُنیا سے مٹانے کے درپے تھی اُس قوم کے بچّوں سے بھی بات کرتے ہوئے گھبرائے گی۔

مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ افریقہ میں ہمارا ایک دس سال کا بچہ ایک اتوار کے روز ہاتھ میں کُچھ رسالے لئے کھڑا تھا۔ اور جو کوئی اُس کے پاس سے گزرتا اور وہ ذہین بچہ اُس کے متعلق سمجھتا تھا کہ یہ پڑھ سکتا ہے تو وہ اُس کے ہاتھ میں کوئی رسالہ یا کوئی پمفلٹ یا دوورقہ یا کوئی کتاب دے دیتا تھا۔ اُس بچے کے اندازے کے مطابق ایک پڑھا لکھا بڑے اچھے لباس میں ملبوس بظاہر کھاتا پیتا ادھیڑ عمر کا ایک شخص اُس کے پاس سے گزرا اُس بچے نے ایک رسالہ اُس شخص کو دیا۔ چلتے چلتے اُس شخص نے رسالہ پر سرسری نگاہ ڈالی۔ اور دس پندرہ قدم چلنے کے بعد واپس لوٹا۔ اور اُس بچہ سے کہنے لگا کہ تمہیں معلوم نہیں میں کیتھولک عیسائی ہوں اور ہمیں یہ ہدایت ہے کہ نہ کسی احمدی سے کوئی کتاب لینی ہے اور نہ اُس کی بات سُننی ہے۔

پس وہ لوگ جو دنیا سے اسلام کو مٹانا چاہتے تھے وہ اپنی پہلی یلغار میں پسپا ہوئے۔ اب وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ بعض چھوٹے چھوٹے علاقوں کے متعلق بعض دفعہ وہ یہ مُبہم سی بات کرتے ہیں کہ جی کچھ کہہ نہیں سکتے کہ عیسائیت کے پاس یہ علاقہ جائے گا یا اسلام کے پاس جائے گا۔ لیکن اس قسم کے فقرے بذاتِ خود اعترافِ شکست کے مترادف ہیں۔

بہر حال وہ حملہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتحِ اعظم ہونے کی حیثیت میں اور آپؐ کی قوتِ قدسیّہ کے نتیجہ میں مہدی معہود کے ذریعہ پسپا ہو گیا۔لیکن ہمارا کام یہاں ختم نہیں ہوا۔ جماعت احمدیہ کا قیام صرف دفاع کرنے کے لئے نہیں تھا۔ جماعت احمدیہ کا قیام اُس زمانہ میں ہوا جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ مہدیؑ کے ذریعہ شیطان کو آخری شکست دینے کے بعد نوعِ انسانی کو وحدتِ اقوامی میں ملّت واحدہ بنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے گا۔حملہ آور تو پسپا ہو چکا لیکن اب ہماری روحانی اسلحہ کے ساتھ جارحانہ یلغار شروع ہو چکی ہے۔اور اُس وقت تک اِس میں نہ کمی آئے گی نہ کمی آنے دینی چاہئے جب تک یہ بشارت پوری نہ ہو جائے کہ ساری دنیا اسلام کی آغوش میں آ جائے۔ اور ساری دنیا، مشرق ومغرب میں بسنے والے اور شمال اور جنوب میں رہنے والے بھی ،سفید فام بھی اور گندمی رنگ والے بھی اور زردرنگت والے بھی اور مور کی طرح خوبصورت رنگ والے افریقین بھی تمام کے تمام بلا امتیاز رنگ ونسل وملک وملّت خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے لگیں۔اور دُنیا سے شرک کُلّی طور پر مٹا دیا جائے۔اور دہریّت کا خاتمہ ہو جائے اور مختلف ISMS ،نظریات جو آج کل اِدھر اُدھر سر نکالتے رہتے ہیں وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں، اور صداقت پورے طور پر نوعِ انسانی پر قابض ہو جائے۔اور اللہ نورُ السمٰوٰتِ والارض کا نور اور سراجِ منیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور نوعِ انسانی کو اپنی نورانی چادر میں اس طرح لپیٹ لے کہ ظلمت کا کوئی اندھیرا پہلو اُس کے اندر داخل نہ ہو سکے۔

پس ہمارا کام شروع ہے اور آخری کامیابی تک چلتا چلا جائے گا۔ اتنا عظیم کام ہم اُسی صورت میں ظاہری حالات میں سرانجام دے سکتے ہیں۔ جب اس کے لئے انتہائی کوشش کریں۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے۔لیکن ہمارے اُوپر ذمّہ داریاں ہیں اور تدبیر کرنے کا کام ہمارے سُپرد ہے۔ آسمانوں سے فرشتوں کے نزول کے ساتھ تائیدات اور نصرتیں بھیجنے کا کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔لیکن قربانیاں دینا اور دین کی راہ میں تکالیف برداشت کرنا دین کی راہ میں اپنے اموال اور اوقات اور توجہ کو وقف کر دینا اپنے علم کے ہر روشن پہلو کو دین کی خاطر وقف کر دینا یہ ہماری ذمّہ داری ہے۔ اور جو ہماری ذمہ داری ہے۔ وہ ہم نے نباہنی ہے۔اور یہ کام اُس وقت تک جاری رہنا ہے جب تک کہ اس لڑائی میں آخری مورچہ فتح نہیں کر لیا جاتا۔اور اس کے بعد مسیح اور مہدی کے متعلق یہ جو بتایا گیا تھا کہ وہ جنگیں ختم کر دے گا تو اُس کی ایک شرح یہ ہے کہ جب بیرونی محاذ پر دشمن کا خاتمہ ہو جائے گا تو جنگ ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ دشمن ختم ہو گیا تو جنگ ختم ہو گئی۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام غالب آ چکا ہو گا۔ پھر بیرونی محاذ پر کوئی جنگ نہیں ہو گی۔ بہرحال یہ اُن باتوں کا خلاصہ ہے جو مَیں نے اپنے بچّوں

اطفال الاحمدیہ اور بہنوں لجنہ اماءاللہ کے سامنے پچھلے ہفتہ اُن کے اجتماعات میں کیں۔ اِس وقت اس پس منظر کے بعد جو میں نے ابھی آپ کو بتایا اور جس کا بتانا ضروری تھا مَیں کچھ انتظامی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر مہدی معہود کی جماعت نے شیطان کے ساتھ اتنی زبردست لڑائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے ہو کر لڑنی ہے تو اُس جماعت کا کوئی حصہ کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ دیکھو! جب دُنیوی جنگیں لڑی جاتی ہیں تو اگر فوج کا میمنہ یا میسرہ یا بالفاظِ دیگر فوج کا دایاں بازو یا بایاں بازو کمزور ہو تو بڑا خطرہ ہوتا ہے کہ دشمن اُس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر گھیرے میں لینے کی کوئی تدبیر کرے۔ اور اس طرح بڑا زبردست نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ پس اس جنگ میں محاذِ جنگ کا کوئی حصّہ بھی کمزور نہیں رہنا چاہئے۔ اسے یہ جنگ برداشت نہیں کرتی۔ نہ ہم اسے برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اِس الٰہی جماعت میں یہ خلیفۂ وقت کا کام ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کسی حصّہ میں کمزوری نہ رہے۔

مَیں نے اپنی بہنوں سے کہا مفلوج عورت جماعت احمدیہ کی اس مہم میں شریک نہیں ہوسکتی۔ اور اُس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ یا تو اپنا علاج کرواور مفلوج نہ رہو۔ اور اپنے خاوندوں اور اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بیٹوں کے پہلو بہ پہلو شیطان کے خلاف اِس آخری لڑائی میں حصّہ لو یا جماعت کو چھوڑ دو اور ہمارے پاس سے چلی جاؤ!!

مَیں نے اپنے بچوں سے کہا کہ کہانی لمبی ہے مختصراً تمہیں سناتا ہوں۔ یہ کہانی آدمؑ سے شروع ہوئی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ یعنی شیطان سے آخری جنگ کی کہانی۔ وہ جنگ شروع ہو چکی تم یہ نعرے لگاؤ اور انہوں نے لگائے اور میں بڑا خوش ہوں کہ ہم شیطان سے یہ آخری جنگ لڑیں گے۔ اور کامیاب ہوں گے!!

پس بچّے کا ذہن اگر اس صداقت کو قبول کرلے تو وہ اس کے لئے تیاری بھی کرے گا۔ پھر وہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ ہر تیاری کے لئے تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ پہلی جماعت جو علم کے میدان میں سب سے چھوٹی جماعت ہے اُس میں کامیاب ہونے کے لئے بھی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اور جو اُوپر کی جماعتیں ہیں مثلاً بی اے یا ایم اے یا ایم ایس سی یا دنیادار لوگ جو دنیا کی خاطر پی ایچ ڈی کرتے ہیں وہ بے حد محنت کرتے ہیں۔ میں آکسفورڈ میں پڑھتا رہا ہوں۔ وہاں اچھا پڑھنے والا وہ سمجھا جاتا تھا جو دورانِ سال اوسطاً بارہ تیرہ گھنٹے روزانہ پڑھتا تھا۔ اور درمیانہ درجہ میں پڑھنے والا وہ سمجھا جاتا تھا کہ جس کی اوسط روزانہ ۹ گھنٹے کے قریب ہوتی تھی۔ اور نالائق طالب علم جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ پتہ نہیں یہاں کیا کرنے آ گیا ہے وہ ہوتا تھا جو اوسطاً صرف پانچ چھ گھنٹے روزانہ پڑھتا تھا۔ میرا

خیال ہے کہ ہمارے ملک میں اِلاّ ماشاءاللہ اچھا طالب علم بھی اوسطاً سات آٹھ گھنٹے سے زیادہ روزانہ نہیں پڑھتا۔ لیکن اُن لوگوں نے دنیا میں کامیابی کے ساتھ آگے بڑھنا تھا وہ اِس بنیادی صداقت کو سمجھ گئے تھے کہ جب کوئی چیز حاصل کرنی ہو تو اس کے لئے تیاری کرنی پڑتی ہے۔ اور ہر تیاری محنت طلب اور تکلیف میں ڈالنے والی ہوتی ہے۔ اور اُس تکلیف کی برداشت کے بعد انسان کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

پہلے زمانہ میں ہمارے بزرگ بھائیوں نے تلوار کے ساتھ اسلام کی جو جنگیں لڑیں اِس لئے کہ تلوار نیام میں سے مسلمانوں کی گردنیں اُڑانے کے لئے نکلی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی تلوار کے ساتھ کُفّار کی گردنیں اُڑا دیں۔ اُس زمانہ کے حالات تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہی تھی۔ نکھِد تلوار، ٹوٹی پھوٹی تلوار جس کا لوہا بھی درست نہیں تھا۔ غریب لوگ Under nourished، جن کو کھانے کے لئے بھی پوری طرح نہیں ملتا تھا۔ اُن کے جسم بھی اُتنے مضبوط نہیں تھے جتنے کہ مقابلہ کے قیصر و کسریٰ کے پہلوانوں کے جسم تھے۔ اور حالت یہ تھی کہ خلافتِ اُولیٰ کے زمانہ میں کسریٰ یا قیصر کے ساتھ جو جنگیں ہوئی تھیں تو تعداد میں اسلامی فوج اور کسریٰ یا قیصر کی فوج میں اتنا فرق تھا کہ کسریٰ یا قیصر کی افواج کے سپہ سالار ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد لڑنے والی فوج کو پیچھے ہٹا لیتے تھے اور ایک تازہ دم فوج اگلی صف میں بھیجتے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد اتنی کم تھی کہ ایک ہی صف آگے تھی۔ اس لئے پیچھے ہٹانے یا تازہ دم صف آگے بھیجنے کا سوال نہیں تھا۔ ایک سپاہی صبح تلوار چلانی شروع کرتا تھا اور جب تک شام کے اندھیرے یا شام کا جھٹپٹا پھر تلوار کو نیام میں نہیں لے جاتا تھا۔ اُس وقت تک وہ تلوار چلاتا تھا۔ آپ کوئی سوٹی لے کر کسی جھاڑی کے اُوپر مارنا شروع کریں۔ پانچ منٹ کے بعد آپ کے بازو شل ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے ہاں اُنہی غریب اور کمزور جسموں اور ناقص ہتھیاروالوں نے کہیں تو مشقت کی۔ دعائیں کیں۔ دعا بھی ایک تدبیر ہے۔ تلوار چلانے کی تربیت حاصل کی۔ اُن کو معلوم تھا کہ دشمن ہمارے مقابلہ میں ایک گھنٹہ بعد تازہ دم فوج لے آئے گا۔ لیکن ہمارے پاس اتنی تعداد نہیں کہ ہماری اگلی صف پیچھے چلی جائے اور پچھلی آگے آ جائے۔ اِس کے لئے اُنہوں نے تیاری کی۔ کتنی تیاری اُنہوں نے کی ہو گی۔ اُن کے بچوں کو دیکھو! یہاں تک مَیں نے تاریخ میں خود پڑھا ہے کہ بھائی بھائی کے سر پر سیب رکھ کر تیر کے ساتھ اُس سیب کو اُڑا دیتا تھا۔ اور اُسے پتہ تھا کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ میرا نشانہ اتنا عمدہ ہے کہ خطا نہیں جائے گا۔ چھوٹے بچوں نے یہاں تک تربیت حاصل کرنے کی طرف توجہ دی۔ مَیں اس سے کوئی اور استدلال نہیں کر رہا صرف یہی استدلال کرنا چاہتا ہوں کہ تربیت کے حصول میں اُنہیں اتنا شغف تھا کہ وہ اُس عمر میں میدانِ جنگ میں

جانے کے اہل نہیں تھے لیکن نشانہ بازی میں اور تلوار چلانے میں وہ بہت آگے تھے۔ اُس وقت اسلام کے پاس جو اصل اسلحہ تھا وہ اسلام کی اندرونی خوبیاں اور اُس کا حُسن اور اُس کا نُور تھا۔ لیکن دشمن نے مجبور کیا اور تلوار نکال لی۔ اور تلوار کا مقابلہ مجبوراً تلوار سے کرنا پڑا۔ پھر بھی اسلام نے کہا کہ ہے تو یہ ایک ذیلی چیز لیکن اس میں بھی تُو مجھے شکست نہیں دے سکتا۔

اُن کے دلوں میں یہ عزم تھا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ شیطان کے ساتھ جنگ کی ابتداء ہو چکی اُنہوں نے ایک Pattern ۔۔۔ خاکہ ۔۔۔ بنانا ہوتا ہے پہلی لڑائیاں بعد میں لڑی جانے والی لڑائیوں کا ایک خاکہ تجویز کرتی ہیں۔ اگر پہلی لڑائیوں میں پسپائی ہو جائے تو بعد میں بعض دفعہ صفیں بھی درست نہیں کی جا سکتیں۔ اب بھی اِن جنگوں میں ایسا ہی ہوا۔ جرمنی نے دوسری جنگ عظیم میں ایک چھوٹے سے حصہ میں اس طرح یلغار کی کہ سینکڑوں میل اندر چلا گیا۔ اور انگریز جیسی سلطنت جس کی زبان British Empire کہتے ہوئے تھکتی نہ تھی اُن کو ڈنکرک جیسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ پس پہلی جنگوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ جنگ جو چودہ سو سال پر پھیلی ہوئی تھی اُس جنگ کی پہلی لڑائیاں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ دنیا کی کوئی مثال اِس کو نمایاں نہیں کر سکتی۔ اور قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے دو قسم کی جنگ لڑی۔ اصل جنگ جو قرآن کریم کے روحانی اسلحہ کے ذریعہ تھی وہ بھی لڑی گئی۔ اور جو تلوار کی جنگ تھی وہ بھی لڑی گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے ایک محبوب جرنیل خالد بن ولیدؓ آئے۔ آپ اُن کے خطبے پڑھیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بہت بڑا عالم خطبے دے رہا ہے۔ اسلام کی رُوح اُن کے اندر رگڑی ہوئی تھی۔ ان کے اندر سے جو نکلتا تھا وہ خالص اسلام تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہیں ایک جگہ قیصر کے ساتھ مقابلہ میں یہ معلوم ہوا کہ بہت زیادہ فرق اسلامی فوج اور دشمن کی فوج میں تھا۔ دشمن کی فوج کئی لاکھ تھی۔ اور اسلامی فوج تیس چالیس ہزار تھی۔ اس موقعہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک طویل خطبہ دیا۔ اُس میں اُنہوں نے یہی کہا کہ جیت یا ہار کا انحصار سپاہ کی تعداد یا ہتھیاروں کی برتری پر نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے منشاء پر ہوتا ہے۔ اس لئے تم گھبراؤ نہیں۔ خدا کا وعدہ ہے کہ تم جیتو گے۔ اور وہ جیتے۔ کسریٰ کے مقابلہ میں بھی بہت تھوڑی تعداد تھی۔ چودہ ہزار کی فوج لے کر اُن کو پہلے مدافعت کرنا پڑی اور پھر حملہ بھی کرنا پڑا۔ اور ہر جنگ میں جو دو تین دن کے بعد ہوتی تھی چالیس پچاس یا بعض اوقات ساٹھ ستر ہزار کی تعداد میں تازہ دم ایرانی فوج مقابلہ میں آئی تھی۔ اور یہ وہی پرانے تھکے ہوئے سپاہی، ان میں سے بھی کچھ زخمی اور کچھ شہید ہو جاتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کُمک کے لئے درخواست کی تو آپؐ نے صرف ایک آدمی کی کُمک بھیجی۔اس کی تفصیل لمبی ہے پہلے بعض دفعہ میں بتا چکا ہوں۔ بہر حال یہ فوج دنیا کی نگاہ میں معمولی حیثیت کی تھی۔لیکن اُن کے دل خدا تعالیٰ کے یقین سے اس قدر بھرے ہوئے تھے کہ دشمن کو اُنہوں نے یہ پیغام بھیجا کہ ہم سے لڑنے کی غلطی مت کرو تو بہت اچھا ہے۔ کیونکہ جتنا پیار تمہیں اس زندگی اور اس زندگی کے عیش سے ہے اُس سے زیادہ پیار ہم موت اور جنت کی نعماء سے کرتے ہیں۔ایک مُٹھی بھر فوج اتنے زبردست دشمن کے مقابلہ میں اُسے یہ نصیحت کرتی ہے۔اُن کے سپہ سالار کو ایک ایک لاکھ روپے کے ہیرے جڑے ہوئی ٹوپی پہننے کی اجازت تھی۔ جو اُن کو انعام میں ملتی تھی۔ یہ بڑے منجھے ہوئے جرنیل ہوتے تھے۔ جو مقابلہ میں آئے تھے۔اور اُن کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی فوج،صحراء میں سے نکلی۔اُس محسنِ اعظم و معلّم اعظم اور اُس رحمت للعالمین نے اُن کے اندر ایک عظیم تبدیلی پیدا کر دی تھی کہ وہ اپنی حقیقت کو پہچاننے لگے تھے۔

پس اِس دور کی اِس عظیم جنگ کو اگر ہم نے کامیابی کے ساتھ لڑنا ہے تو ہمارا کوئی پہلو بھی کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ نہ ہمارے انصار کمزور ہونے چاہئیں نہ ہمارے خدام کمزور ہونے چاہئیں۔ نہ ہمارے اطفال کمزور ہونے چاہئیں۔ نہ ہماری ناصرات کمزور ہونی چاہئیں۔ اور نہ ہماری لجنہ کی ممبرات کمزور ہونی چاہئے۔

مجھے انصار اللہ میں ایک کمزوری نظر آئی ہے۔مَیں نے کہا تھا کہ آج کی یہ ساری باتیں دراصل پس منظر ہیں۔آج مَیں کچھ انتظامی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ وہ باتیں مَیں مختصراً کروں گا۔ کیونکہ اُن کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔ پھر خود ہی وہ باتیں ابتدائی ادوار میں سے گزر کر unfold۔منکشف ہوتی رہیں گی۔ اور پھیل جائیں گی۔اور مَیں اُمید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اُن کے اچھے نتائج نکلیں۔

انصار اللہ کی عمر ہم نے چالیس سال سے اُوپر رکھی ہے۔ ہمارے عہدے دار بالعموم بڑی عمر کے ہیں۔اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ وہ تجربہ کار اور پڑھے لکھے ہیں۔ جماعت کے پُرانے سپاہی ہیں۔لیکن بعض کام ایسے ہیں جن کا کم و بیش تعلّق نسبتاً چھوٹی عمر سے بھی ہے۔مثلاً جب مَیں نے خدّام سے یہ کہا اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اُس میں ہمارے بچّے بھی شامل ہوئے۔ خدام سے مَیں نے یہ کہا کہ سائیکل چلانا سیکھو اور اتنی مشق کرو کہ ایک دن میں بغیر سُلا دینے والی تھکاوٹ کے تم سو میل سائیکل سفر کر لو۔ خدام کا ردِّعمل بڑا پیارا ہوا۔اور مَیں اُن کے اِس ردِّعمل سے بڑا خوش ہوں اور ان کے لئے ہر آن دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے اخلاص میں اور اُن کی قوّتوں میں برکت ڈالے۔خدّام کراچی سے سائیکلوں پر

آئے۔ حیدرآباد سے آئے۔ پھر تھر پارکر سے بھی آئے جو حیدرآباد کے پرلے سرے پر ہے۔ جہاں ہماری زمینیں ہیں۔ کوئی ۴۹ کا ایک گروپ وہاں سے آیا۔ اور کچھ راستہ میں ان سے ملے۔ یہ لوگ اسی نوّے میل روزانہ کا فاصلہ طے کرتے ہوئے۔ گویا چھلانگیں لگاتے یہاں پہنچ گئے۔

جب مَیں نے انصار سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اُنہیں بھی سائیکل چلانے کی مشق کرنی چاہئے۔ تو ہمارا جو ۵۷ سال کا عہدیدار ہے وہ تو سوچے گا کہ مَیں اتنا سائیکل کیسے چلا سکتا ہوں وہ صحیح سوچے گا کہ ۵۷ سال کی عمر میں سو میل روزانہ سائیکل نہیں چلایا جا سکتا۔ لیکن خالی وہ یہ نہیں سوچتا کہ مَیں نہیں چلا سکتا بلکہ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ انصار اللہ کا یہ کام نہیں۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ جس وقت ایک صاحبِ عزم و ہمّت احمدی انتالیس سال کی عمر میں اور چالیسویں سال میں سو میل سائیکل چلا سکتا ہے تو وہی شخص ایک سال کے بعد انصار اللہ میں داخل ہو کر سو میل سائیکل کیسے نہیں چلا سکتا۔ یقیناً چلا سکتا ہے۔ پس اسی لئے ایک تجویز میرے ذہن میں یہ آئی ہے کہ آج مَیں انصار اللہ کی دو صفیں مقرر کرتا ہوں۔

اُن کی صفِ اوّل تو بزرگوں کی صف ہے۔ کیونکہ اُن کا زیادہ تر کام اسی نوعیّت کا ہے۔

لیکن انصار اللہ کی ایک صفِ دوم ہوگی۔ جس کی عمر ۴۰ سے ۵۵ سال کی ہوگی۔ مَیں اس سوچ میں تھا۔ بعض سے مشورہ کیا۔ تو اُنہوں نے یہ مشورہ دیا کہ ۵۵ سال کا کون سا بوڑھا ہو جاتا ہے۔ احمدی تو ۵۵ سال میں بوڑھا نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ۔ بیماریاں بھی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ پس ۴۰ سال سے ۵۵ سال کی عمر تک کی صفِ دوم اور ۵۵ سال سے زائد کی صفِ اوّل، یہ دو صفیں ہو جائیں گی۔ اور انصار اللہ میں صدر مجلسِ انصار اللہ کے ساتھ ایک نائب صدر مجلس انصار اللہ ہوگا جس کی عمر ۴۰ سے ۴۷ سال کے درمیان ہونی چاہئے۔ یعنی وہ اپنی عمر کے درمیان میں کہیں کھڑا ہونا چاہئے تاکہ وہ کم عمر اور بڑی عمر والوں دونوں کو سنبھال سکے۔ اب اس وقت صرف صدر مجلس انصار اللہ ہیں۔ اس وقت کے بعد اور اسی اجتماع میں اُس نائب صدر کا انتخاب ہوگا۔ جس میں حصّہ لینے والے صرف وہ انصار ہوں گے جن کی عمر ۴۰ سے ۵۵ سال کے درمیان ہے۔ اور ایک مجلس انصار اللہ کے مستعد ممبر کو نائب صدر مجلس انصار اللہ منتخب کرو۔ اور دعائیں کرو۔ اور میری بھی دُعا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُسے اتنی ہمت عطا کرے کہ وہ اُن کاموں میں بھی جن کا بظاہر زیادہ تعلق خدام الاحمدیہ کی عمر سے ہے۔ انصار اللہ کو پیچھے نہ رہنے دے۔ اور اپنی انتہائی کوشش کرے۔ پھر ایک وقت میں یہ درست ہے کہ انسان اپنی عمر کے لحاظ سے قانونِ قدرت کے مطابق بعض کام نہیں کر سکتا۔ قانونِ قدرت اور خدا تعالیٰ کی حکمتوں سے نہ ہم نے جنگ کرنی ہے نہ ہم ایسا سوچ سکتے ہیں۔ لیکن جب تک ہم انصار میں آنے کے بعد بھی اس قسم کے کام کر سکتے ہیں اُس وقت

تک ہمیں کرنے چاہئیں۔ چونکہ کوئی کمزوری بھی کسی جہت اور پہلو سے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اس کے ساتھ ہی اطفال الاحمدیہ کے نظام میں بھی ایک ترمیم کا اعلان کرتا ہوں۔ اطفال الاحمدیہ کی بھی دو صفیں ہوں گی۔ ایک طفل کی عمر غالباً ۷ سال ہے۔

سات سال سے لے کر بارہ سال تک اُن کی صفِ دوم ہوگی۔ اور تیرہ چودہ اور پندرہ سال، ان تین سال کی عمر کے اطفال کی صف اوّل ہوگی۔ کیونکہ یہ ایسی عمر ہے جس میں (سارے بچے تو نہیں) بعض بچے جسمانی مشقّت اُتنی ہی اُٹھا سکتے ہیں جتنی خدام اُٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً جو سائیکل سوار قافلہ نبی سر روڈ (سندھ) سے آیا وہ قافلہ کافی بڑا تھا۔ اُس میں دو اطفال تھے۔ جو ۹۰ یا سو میل روزانہ طے کر کے وہاں سے یہاں پہنچے۔ اور اس قسم کے ہزاروں اطفال ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال پہلے زمانہ میں ملتی ہے۔ ایک جنگ میں اُس زمانہ کے دو اطفال فوج میں شامل تھے۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جائزہ لیا تو فرمایا کہ تم دونوں جنگ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اُنہوں نے کہا ہم نے شامل ہونا ہے۔ آپؐ نے کوئی امتحان لیا۔ اس میں ایک طفل کامیاب ہوگیا۔ آپؐ نے اُسے شامل کر لیا۔ تو دوسرے نے کہا یا رسول اللہ! مَیں نے بھی شامل ہونا ہے۔ آپ نے کہا تم چھوٹے ہو تم شامل نہیں ہو سکتے۔ اُس نے کہا میری اس سے کُشتی کرا لیں۔ اس طرح وہ بھی شامل ہوگیا۔

پس اس قسم کے اطفال بھی ہیں جو مشقّت برداشت کرنے میں بہت باہمّت ہیں۔ سائیکل چلانے کی مہم بھی تربیت کا ایک حصّہ ہے۔ اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ ان میں سے بعض، سمجھداروں کے سامنے آ گئے اور اُنہیں معلوم ہوگیا۔ پس یہ مہم بے فائدہ اور بغیر مصلحت کے نہیں تھی۔ لیکن جیسا کہ میں نے انگلستان میں بھی کہا تھا کہ غلیلیں رکھو۔ اور مصلحت نہ پوچھو۔ کیونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الامامُ جُنَّةٌ يُقْتَلُ مِن وَرَائِهِ . جو امام کہتا ہے اُس کو ماننا ہے۔ اُس کے پیچھے کھڑے ہو کر تم نے لڑنا ہے۔ مصلحتیں نہیں پوچھنی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے۔ بس مصلحتیں نہ پوچھیں۔ مَیں اب یہ اعلان کرتا ہوں کہ مجھے انصار میں سے بیس ہزار سائیکل سوار چاہئیں۔ مَیں نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احمدی سائیکل سوار چاہئیں۔ مَیں ان کو احمدی سائیکل کہتا ہوں۔ جس سائیکل پر احمدی سوار ہے وہ سائیکل بھی احمدی ہے۔ اُس کی نیت وہی ہے نا! جو اُس کے سوار کی ہے۔

پس مجھے انصار اللہ میں سے ۲۰ ہزار سائیکل چاہئیں اور اطفال میں سے دس ہزار سائیکل چاہئیں۔ اور ستر ہزار خدام میں سے چاہئیں۔ اس مرتبہ یہ پہلا تجربہ تھا۔ اور قریباً سات سو سائیکل سوار ربوہ سے باہر کے خدّام اپنے اجتماع میں شامل ہوئے۔ ہم نے جو یہاں جائزہ لیا ہوا ہے اُس کے مطابق

ساڑھے سات سو سائیکل ربوہ کے خدام کے پاس ہیں۔ گویا ربوہ میں اُس دن کل چودہ سو خدام سائیکل موجود تھے۔ اور آج جو مجھے رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق شاید اکتیس انصار سائیکل کے ذریعہ اپنے اجتماع میں شامل ہونے کے لئے ربوہ کے باہر سے آئے ہیں۔ تاہم یہ کوئی کمزوری نہیں کیونکہ اس کے لئے اُنہیں نہ تو تحریک کی گئی اور نہ تیاری کروائی گئی۔ بہرحال اب آئندہ کے لئے مَیں بتا رہا ہوں کہ بیس ہزار انصار سائیکل سوار، دس ہزار اطفال سائیکل سوار اور ستر ہزار خدام سائیکل سوار سات سال کے اندر اندر جتنی جلدی ہو سکے مجھے چاہئیں۔ آپ کوشش کرتے چلے جائیں۔ اب سائیکل کی قیمت چار سو روپے سے اُوپر ہو گئی ہے۔ ایک لاکھ سائیکل کا مطلب ہے چار کروڑ روپے۔ یہ بہت بڑا خرچ ہے۔ پس جو لوگ نیا سائیکل نہیں خرید سکتے وہ سکینڈ ہینڈ لے لیں۔

جب مَیں آکسفورڈ میں داخل ہوا تو کئی دوستوں نے کہا کہ سائیکل پر سوار ہو کر باہر دُور سیر کو جایا کریں گے۔ مَیں نے کہا میرے پاس تو سائیکل نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سائیکل کا یہاں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ایک طالب علم نیا خریدتا ہے۔ جب جاتا ہے تو کسی کو دے جاتا ہے۔ پھر وہ بعد میں آنے والے کو دے جاتا ہے۔ اس طرح سائیکل طالبعلموں کی کئی ''نسلیں'' گزار کر بھی یہاں موجود ہیں۔ مَیں نے کہا بڑی اچھی بات ہے چنانچہ اُس زمانہ میں جب پونڈ کی قیمت گیارہ روپے کے برابر تھی میں نے پچیس شلنگ یعنی چودہ روپے کا ایک سائیکل خریدا۔ وہ بڑا پرانا تھا۔ لیکن میرے کام کا تھا۔ جب ہم نے جانا ہوتا تھا تو اُس پرانے سائیکل پر بیٹھ کر باہر چلے جاتے تھے۔ پندرہ بیس یا تیس میل تک اتوار کے دن سیر کر آتے تھے۔ ورزش بھی ہو جاتی تھی۔ پس ضروری نہیں کہ نئے سائیکل ہی لئے جائیں۔ ہاں جو نئے لے سکتے ہیں وہ ضرور نئے لیں۔ جو نئے نہیں لے سکتے اُن کو اگر کہیں سے بیس روپے کا سائیکل بھی ٹوٹا پھوٹا مل جائے تو لے لیں اور اسے ٹھیک کریں۔ تھوڑے سے پُرزے اُس کے اندر ڈال لیں اور اُسے قابل استعمال بنا لیں۔ مَیں نے مشاورت پر مجلس شوریٰ کو کہا تھا کہ مَیں اُس ضلع کو جو خدام الاحمدیہ کی نگرانی میں اپنے ضلع میں سائیکل سواروں کے وفود بھیج کر ہر شہر اور قصبہ اور چھوٹے گاؤں سے ملاپ کرے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

اس میں ہمارے نقطۂ نگاہ سے جو بڑی حکمت ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہمارا دعویٰ تو یہ ہو کہ ہم اُس اُمت کے زندہ رُکن ہیں جن کو خدا نے اُخْرِجَتْ لِلنَّاس کہا۔ یعنی دنیا کی بھلائی کے لئے جنہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اور حال ہمارا یہ ہو کہ اپنے ضلع کے گاؤں کے اقتصادی حالات اور وہاں کے لوگوں کی تکالیف سے بے خبر ہوں تو اُخْرِجَتْ لِلنَّاس ہونے کا دعویٰ ہم کس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ ہم اُس اُمت کے زندہ

رُکن ہیں۔ صرف اُس کی طرف منسوب نہیں ہوتے بلکہ ہمارے اندر ایک اسلامی رُوح پائی جاتی ہے۔
پس مَیں نے اعلان کیا کہ جو ضلع اپنے ماحول کے اندر اس طرح ملاپ کرے گا مَیں اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ چھ ماہ کے اندر سرگودھا نے سائیکل سوار وفود بھیج کر جن میں سے بعض وفود میں انصار بھی شامل تھے۔ اپنے ضلع کے ایک ہزار اسّی کے قریب گاؤں میں سے ایک ہزار اُنتالیس گاؤں کے ساتھ ملاپ کیا۔

لیکن، سیالکوٹ کے انصار یہاں بیٹھے ہیں نا؟ سیالکوٹ اِس معاملہ میں بڑا پیچھے رہا ہے۔ حالانکہ وہاں بہت سی جماعتیں ہیں۔ اُنہوں نے توجہ ہی نہیں کی۔ سیالکوٹ ان ضلعوں میں سے ہے جہاں بڑی جماعتیں ہیں۔ اور جنہوں نے اس امر کی طرف سب سے کم توجہ کی۔ مجھے بڑی شرم آئی کیونکہ سیالکوٹ کے بہت سے دوستوں کے ساتھ میرے ذاتی تعلقات بھی ہیں۔ میں وہاں گیا بھی ہوں۔ بلکہ مجھے پھر خیال آیا کہ شاید میرا قصور ہو۔ اور میری غفلت اور کوتاہی ہو۔ پاکستان بننے کے بعد سیالکوٹ ایک طرف پڑ گیا۔ جو ہمارے عام سفر کے دوران راستے میں نہیں آتا۔ تو مَیں نے سوچا کہ اگر مناسب جگہیں تلاش کی جائیں (جو مَیں کروں گا) اور مَیں ایک آدھ دن کے لئے سال میں دو تین مرتبہ جاتا رہوں اور وہاں دوستوں سے ملوں اُن سے پیار کروں۔ پیار سے اُنہیں سمجھاؤں کہ تمہارے اُوپر یہ ذمہ داریاں ہیں۔ انہیں نبھاؤ۔ سستی نہ کرو۔ آپس کی لڑائیاں چھوڑ دو۔ جھگڑے ختم کرو۔ اپنی پوری توجہ اپنے مقصود کی طرف کرو۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں تمہاری راہ کا کانٹا نہ بنیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فضل کرے تو ان کے اندر بھی وہ زندگی پیدا ہو جائے گی۔ زندہ تو وہ ہیں۔ کوئی احمدی سوائے منافق کے مردہ نہیں۔ سو وہ جماعتیں زندہ تو ہیں مگر سوئی ہوئی ہیں۔ ان کو بیدار کرنا ضروری ہے۔ اس کے لئے کوشش کریں گے۔ لیکن اس وقت میں اُن تمام اضلاع کو توجہ دلاتا ہوں جنہوں نے اس طرف پوری توجہ نہیں دی کہ یہ تو سالانہ مقابلہ ہے اور اگلے سال کا ایک ہزار روپے کا انعام اُس ضلع کو ملے گا؟؟ اگلے سال کی کوششوں میں جو اوّل آئے گا۔ اُس کا وقت مَیں نے مستقل طور پر اب پندرہ ستمبر رکھ دیا ہے۔ پندرہ ستمبر تک رپورٹیں آنی چاہئیں۔ اور پھر یہاں جائزہ لے کر انعام کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اگر اس نسبت سے بھی بیس فیصد تعداد اُن سائیکل سوار وفود میں انصار کی ہوگی اور جو ضلع اوّل آیا ہے مثلاً اگر سو (۱۰۰) وفود سائیکل سواروں کے باہر گئے تو بیس فیصد انصار بھی گئے ہیں تو پھر میں انعام انصار اللہ کے اجتماع میں دیا کروں گا۔ اور اگر خدّام الاحمدیہ نے آپ کو آگے نکلنے نہیں دیا یا آپ کو وہ پوری طرح بیدار نہیں کر سکے تو پھر انعام خدّام الاحمدیہ کے اجتماع میں دیا جائے گا۔ ممکن ہے اس میں کوئی تبدیلی ہو۔ لیکن فی الحال مَیں یہی اعلان کرتا ہوں۔

اب جس ضلع کے ہر گاؤں کے متعلق آپ کا کوئی نہ کوئی احمدی واقف ہونا چاہئے۔ ایک گاؤں

ہے۔ اُس میں ایک مریضہ پڑی ہے۔ اُس کا علاج کرنے والا کوئی نہیں۔ ایک گاؤں ہے اُس میں ایک خاندان رات کو بھوکا سویا ہے اُس کو روٹی دینے والا کوئی نہیں۔ ہمیں خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہم النّاس کی تمام ضروریات اپنی طاقت کے مطابق پوری کرنے کی کوشش کریں۔ احمدی یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ وہ اس قابل ہے کہ دنیا کی تمام ضروریات پوری کر دے۔ لیکن احمدی کو دنیا کے سامنے یہ نمونہ پیش کرنا چاہئے کہ اپنی طاقت کے مطابق جتنا وہ کرسکتا تھا اُتنا کر دیا۔ اور اُس میں اُس نے غفلت اور کوتاہی نہیں برتی۔ ایک غفلت اور کوتاہی وہ ہے کہ آپ کے علم میں کوئی ضرورت مند ہے اور آپ نے اُس کی ضرورت پوری نہیں کی۔ ایک غفلت اور کوتاہی یہ ہے کہ آپ نے یہ کوشش ہی نہیں کی کہ معلوم کریں کہ ضرورت مند کون ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی غفلت اور کوتاہی ہے۔ اور اتنا بڑا علاقہ یعنی سارا ملک ہے۔ اب سیالکوٹ میں غالباً دو ہزار نوسو سے اُوپر گاؤں ہیں۔ سرگودھا میں چک بندی ہوئی تھی وہاں ڈیرے گاؤں کے ساتھ ہی منسلک ہیں۔ ان کو ہم گاؤں نہیں کہتے۔ وہاں گاؤں کی تعداد قریباً ایک ہزار اُناسی ہے۔ یہ فرق ہے۔ یہ تعداد ایک ایک ضلع کی ہے۔ لیکن سارے پاکستان میں جتنے گاؤں ہیں ہر گاؤں میں ملاپ کرنا ان سے پیار کرنا۔ یہ آپ کا کام ہے۔ میں نے سائیکل سواروں سے کہا ہے کہ تم ہمارے مُناظر کی حیثیت سے نہیں جاؤ۔ تم اُس احمدی کی حیثیت سے وہاں جاؤ جس نے اپنا اچھا نمونہ دکھانا ہے۔ اُن سے ملو۔ اُن سے باتیں کرو۔ اُن سے کہو کہ ہمارے شہر میں آؤ۔ تو اگر تمہیں اس وجہ سے کہ انجان ہو۔ شہر کا پتہ نہیں تو ہمارے پاس آجاؤ۔ یہ ہمارا پتہ ہے اور ہم وہاں تمہارا کام کریں گے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ تم وہاں ہمارے مہمان ٹھہرو۔ اس قسم کی دعوت اُنہیں دو۔ پس جتنی طاقت ہے اُتنا تو کرو۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا اس میں جہاں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ وسعت سے زیادہ خدا تعالیٰ بوجھ نہیں ڈالتا وہاں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جتنی طاقت ہے اگر اُس سے کم بوجھ اُٹھاؤ گے۔ تو خدا تعالیٰ کی گرفت میں تم آجاؤ گے۔ سائیکل کے ذریعہ اپنے ماحول میں سے ملاپ ایک بڑی فائدہ مند چیز ہے۔ مَیں بتا رہا ہوں کہ بعض مصلحتیں ہیں جو بتائی نہیں جاتیں۔ جب وقت آئے گا تو بتا دیں گے۔ ایک مصلحت یہ ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور یہ جو شیطان کے خلاف اِس جنگ کی آخری لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ اُس کا تقاضا یہی ہے۔ اگر ہم نے نوعِ انسانی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کی جھلکیاں اُن تک پہنچنا چاہئیں۔ اور اس کی لذّت اُن کو ملنی چاہئے تب وہ آئیں گے ورنہ اُن کو کیا دلچسپی۔ وہ کچھ جانتے ہی نہیں نہ اسلام کا اُن کو پتہ نہ خدا تعالیٰ کا پتہ نہ اُس کی صفات کی خبر نہ اسلام کے حُسن کا پتہ نہ اُس کے نور کی چمک اُنہوں نے دیکھی۔ نہ اُس کے فائدوں سے واقفیت حاصل

کی۔ نہ قرآن کریم کی تعلیم کی حکمتیں سیکھیں۔تو پھر تو وہ دُور رہیں گے۔ یہ چیزیں ان تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔

انصاراللہ کا ایک بڑا کام قرآن کریم کی تعلیم دوسروں تک پہنچانا ہے۔ بچّوں کو بھی سکھانا عورتوں کو بھی سکھانا اور دنیا کو بھی سکھانا ان کا کام ہے۔اس کی طرف اُتنی توجہ نہیں جتنی ہونی چاہئے۔قرآن کریم ناظرہ ہے۔جس کسی گاؤں میں شیعہ ہے وہابی ہے یا حنفی ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میں قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہوں۔لیکن میرے پاس حمائل نہیں ہے تو تم اُس کا انتظام کرو۔

قرآن کریم تو ہمارا سانجھا خزانہ ہے۔ اِس پر صرف ہماری اجارہ داری تو نہیں۔ سارے مسلمان ہیں۔ ان تک اُن کو پہنچاؤ۔ یہ ایک بڑی خدمت ہوگی۔اور یہ کام تمہارے ذمّہ ہے۔اور جیسا کہ مَیں نے اپنی بہنوں کے اجتماع میں اعلان کیا تھا۔آپ کی ذمہ داری ہے کہ عورتوں کے اندر کمزوری پیدا نہ ہو۔ ہماری بچیوں کو حضرت خولہؓ سے آگے نکلنا چاہئے اس لئے کہ جس محاذ پر تاریخ نے ہمیں خولہ کو جو ہماری ایک پُرانی بزرگ بہن ہے اور بزرگ بچّی ہے۔ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ہے۔ جس محاذ پر اپنے گھوڑے پر سوار دشمن کی صفوں کے کبھی دائیں کنارے پر جا کر قیصر کے سپاہی کو وہ ہلاک کرتی تھی۔اور کبھی بائیں کنارے پر۔ یہ فاصلہ تو بڑا تھوڑا تھا۔اور جو خولہؓ آج پیدا ہونی چاہئے اُس نے کبھی آسٹریلیا کے محاذ پر جا کر روحانی اسلحہ سے اسلام کا حملہ کرنا ہے اور کبھی امریکہ میں اور کبھی روس میں بھی اور کبھی افریقہ کے صحراؤں میں۔اُس کا محاذ بڑا وسیع ہے۔اس لئے اُس کی زیادہ تربیت ہونی چاہئے ورنہ وہ اپنی ذمّہ داریوں کو نہیں نبھا سکتی پس اپنی عورتوں کو سنبھالو۔ یہ انصار کی ذمّہ داری ہے۔ الاّ ماشاءاللہ ہر خاندان میں کوئی نہ کوئی انصار کی عمر کا فرد موجود ہے۔اکثریت ایسے خاندانوں کی ہے جن کے اندر انصار کی عمر کے بڑے بزرگ موجود ہیں۔ان کی ذمّہ داری ہے کہ عورت کو بھٹکنے نہ دیں۔ان کی ذمہ داری ہے کہ عورت کو غافل نہ ہونے دیں ان کی ذمہ داری ہے کہ عورت کو اس طرف لگائیں کہ وہ قرآنی علوم کو سیکھے۔ان کی ذمّہ داری ہے کہ ایک احمدی عورت اس حقیقت کو اس طرح پہچانے جس طرح وہ یہ پہچانتی ہے کہ یہ دن ہے اور سورج چڑھا ہوا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں شیطانی طاقتوں کے ساتھ عباد الرحمان کی آخری جنگ جاری ہے۔اور اس طرح آخری جنگ جاری ہے۔اور اس آخری جنگ کی آخری لڑائی مہدی معہود کی بعثت کے ساتھ شروع ہو چکی۔ اور اسلام کے غلبہ کے دن نزدیک ہیں۔اور وہ دن ہم سے بڑی قربانیاں چاہتے ہیں۔ان قربانیوں کے پیش کرنے کے لئے وہ عورت تیار ہو۔ یہ انصاراللہ کی ذمّہ داری ہے۔مَیں نے خدّام سے بھی کہا تھا کہ جا کر اپنی ماؤں کو سمجھاؤ۔لیکن بیٹا

اپنی ماں کو اس طرح نہیں سمجھا سکتا جس طرح بڑا بھائی اپنی چھوٹی بہن یا خاوند اپنی بیوی یا بزرگ باپ اپنی بچیوں کو سمجھا سکتا ہے۔ پس خدّام کو بھی مَیں نے کہا ہے کہ ضد کر کے اور مچل کر وہ ماؤں کو سمجھا سکتے ہیں۔ اور تم لوگ بزرگانہ رویّہ اختیار کر کے اپنے خاندان کی اپنے سے چھوٹی عورتوں کو سمجھا سکتے ہو۔

الرّجَالُ قوّامُوْنَ علی النساء میں مرد کا ایک فرض یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ عورت کی قوّتوں کی صحیح نشوونما کرے۔ میرے نزدیک قوّام کی ایک تفسیر یہ بھی ہے۔

دیگر قویٰ کے علاوہ عورت کے روحانی قویٰ کی صحیح نشوونما کرنے کی ذمّہ داری بھی مرد پر ڈالی گئی ہے۔ اور بچّوں کے قویٰ کی کامل نشوونما کی پوری ذمّہ داری ایک خاص عمر تک عورت پر ڈالی گئی ہے۔ اور اس طرح بھی اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان مساوات قائم کر دی ہے ایک طرف مرد کو کہا کہ اس ماحول میں تُو ذمّہ دار ہے۔ ایک طرف عورت کو یہی ذمّہ داری ایک دوسرے ماحول میں دے دی۔ اپنے اپنے ماحول کے مطالبات اور ضروریات کے لحاظ سے اور طاقتوں کے لحاظ سے اور اثر کے لحاظ سے مساوات کو قائم کر دیا پس انتظامی لحاظ سے انصار اللہ دو صفوں میں بٹ گئے۔ صفِ اوّل میں ۵۵ سال سے زائد عمر کے انصار ہوں گے اور صفِ دوم جو چالیس سال سے لے کر 55 تک کی عمر کے انصار ہوں گے۔ اور اطفال بھی دو صفوں میں بانٹ دیئے گئے ہیں۔ صف اوّل میں طفل کی عمر سے لے کر بارہ سال کی عمر تک کے بچّے ہوں گے۔ اور صفِ دوم میں وہ اطفال ہیں جن کی عمر تیرہ اور پندرہ سال کے درمیان ہے۔ اطفال کی یہ صفِ دوم۔ تین سال کے اندر اندر اپنے وقت پر خدّام الاحمدیہ میں داخل ہو جائے گی۔ اور خدّام کی ایک ہی صف ہے۔ انہوں نے محاذ کے اُوپر جا کر اسلام کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں دینی ہیں۔ اپنی عمر کے لحاظ سے اور اپنی تربیت کے لحاظ سے اُن کو ایسا ہونا چاہئے۔ اور ایسے ہیں یعنی تربیت کے لحاظ سے اُن کو ایسا ہونا چاہئے اور عمر کے لحاظ سے وہ ایسے ہیں کہ جسمانی لحاظ سے بھی اور دوسرے محاذوں پر بھی وہ انتہائی قربانیاں دے جائیں۔

یہ ان کا کام ہے اور انصار کا یہ کام ہے کہ وہ یہ عہد کریں کہ اپنے بچّوں کو وہ اپنے سے آگے نکلنے نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۱۱رنبوت ۱۳۵۲ھش ۱۱رنومبر ۱۹۷۳ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۱رنومبر ۱۹۷۳ء کو انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا اختتامی خطاب فرمایا اس کا متن ذیل میں درج ہے۔

میری آج کی تقریر کا موضوع بڑی ہی اہم دعائیں ہیں جن کی طرف میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۝ (1)

یعنی رسولؐ نے کہا۔ اے میرے ربّ! میری قوم نے تو اس قرآن عظیم کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔

یہ حقیقت ہمیں تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اُمّتِ محمدیہ پر ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے یا آچکا ہے جس میں بعض جگہوں پر یا بعض زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جو اس قرآن عظیم کو مہجور بنا دیں گے۔ اس قرآن عظیم کو پیٹھ پیچھے پھینک دیں گے اور اس کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔ یہ آیۂ کریمہ پڑھ کر طبیعت میں بڑا ہی دُکھ اور پریشانی پیدا ہوتی ہے اور بڑا ہی استغفار کرنا پڑتا ہے اور بڑی ہی دُعا کرنی پڑتی ہے۔ اپنے متعلق بھی اور اپنوں کے متعلق بھی اور اسی دعا (یعنی دو دعاؤں میں سے پہلی دُعا) کی طرف مَیں اس وقت احباب جماعت کو توجہ کرانا چاہتا ہوں۔ دوست دُعا کریں اور بڑی کثرت سے دُعائیں کریں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کو جو غلبۂ اسلام کے لئے قائم کی گئی ہے۔ جس کی رُوح قرآنِ عظیم ہے، جس کی زندگی کا انحصار اس عظیم کتاب میں ہے۔ جس کی جان، جس کا دل اور جس کا وجود اس کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ خدا نہ کرے کہ ہماری اس جماعت میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو، یا کوئی ایسا فرد ہی پیدا ہو جو قرآن کریم کو مہجور بنانے والا ہو۔

قرآن کریم سے دُوری کے نتیجہ میں اسلامی تاریخ نے جو بھیانک شکلیں ہمارے سامنے پیش کی

(1) سورۃ الفرقان آیت ۳۱

ہیں اُن کا ایک ورق آج ہمارے سامنے ہے۔ اور وہ یہ کہ جماعت احمدیہ پر تحریف قرآن کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے اور مُلک میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے یہ کہہ کر کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے۔ یہ الزام تین شکلوں میں عاید کیا گیا ہے۔

گزشتہ سال یہ فتنہ سب سے پہلے بلوچستان میں کھڑا کیا گیا۔ اور جیسا کہ مجھے وثوق سے بتایا گیا ہے، وہاں کے علماء نے جو اپنے آپ کو مذہبی قائد سمجھتے ہیں، یہ شور مچا دیا کہ دیکھو کہ کتنا ظلم ہو گیا! جماعت احمدیہ قرآن کریم کے مقطّعات کا ترجمہ کرنے لگ گئی ہے۔ (بعض سُورتوں سے پہلے آنے والے حروف مثلاً الٓـمٓ . الٓرٰ. وغیرہ کو حروف مقطعات کہتے ہیں) یہ تو بڑا ظلم ہو گیا۔ جماعت احمدیہ نے یہ بدعت شروع کر کے بڑا ظلم کیا۔ احمدی گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور کافر بن گئے۔ وجہ یہ کہ انہوں نے حروف مقطّعات کا ترجمہ کر دیا ہے۔ علاوہ اس کے کہ ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ ان حروف کا ترجمہ کیا جائے۔ ہماری تاریخ بھی یہ کہتی ہے کہ ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک یعنی مہدی معہود علیہ السلام کے زمانہ تک ان کا ترجمہ ہوتا چلا آیا ہے۔ صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حروف کا ترجمہ کیا۔ اُن کے بعد آنے والوں نے ترجمہ کیا۔ غرض احادیث کی بعض کتب میں عموماً اور ہماری تفسیر کی کُتب میں خصوصاً اور بڑی کثرت کے ساتھ مقطعات کے ترجمے موجود ہیں۔ [1] ہمارے دوسرے لٹریچر میں بھی ان کے ترجمے پائے جاتے ہیں۔ مگر اب قرآن کریم سے گویا اتنا بُعد اور دُوری پیدا ہو گئی ہے کہ جو ماضی کی باتیں تھیں یا جو کتاب مکنون کے حصے کتاب مبین میں بدل چکے تھے اُن کا بھی علم نہیں رہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اِس سے بڑھ کر دُکھ دِہ یہ حقیقت ہے کہ ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو کھڑا ہو کر یہ کہے کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ ان حروف کے ترجمے تو پہلے ہو چکے ہیں۔ اب یا تو یہ جہالت کی انتہاء ہے اور یا بُزدلی کی انتہاء ہے۔ کوئی ایک شخص بھی کھڑا ہو کر یہ نہیں کہتا کہ تم نے کیا شور مچا رکھا ہے، مقطعات کے ترجمے تو ہمیشہ سے ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ان کا ترجمہ اور تفسیر بیان ہوتی چلی آئی ہے۔ ان کے معانی و مطالب بیان کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ بایں ہمہ ہم پر یہ اعتراض کر دیا کہ ہم نے حروف مقطّعات کا ترجمہ کیوں کیا ہے۔

جب مَیں نے یہ باتیں سنیں تو مجھے دراصل اس وجہ سے زیادہ دُکھ ہوا کہ دیکھو اس قوم نے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کو مہجور بنا دیا ہے۔ اس میں اُن کی اتنی دلچسپی بھی نہیں رہی کہ قرآن کریم کی جو تفسیر پہلے بیان ہو چکی ہے اُس کا تو علم حاصل کریں۔ اگر آج کی قرآنی تفسیر کو اُن کے دل اپنے گناہوں

---

[1] تفسیر کبیر رازی جُز ثانی صفحہ ۷ تفسیر ابن کثیر اُردو پارہ نمبر ۲۵ تفسیر رُوح البیان جزاوّل صفحہ ۲۰

کے نتیجہ میں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو کم از کم تفسیر کی اُن کتب کا تو اُن کو علم حاصل ہونا چاہئے جن کے متعلق یہ مان چکے ہیں کہ فلاں فلاں تفسیری کتب بڑے پایہ کی کتب ہیں۔ اِس اعتراض کی دُوسری شکل یہ سامنے آئی کہ جماعت احمدیہ نے نعوذ باللہ قرآن کریم بدل دیا ہے۔ اس پر لوگوں نے بڑا شور مچایا اور ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا اور ایک فتنہ بپا کر دیا۔ حتّٰی کہ یہ بات ہماری اسمبلی میں نمائندگان تک جا پہنچی کہ دیکھو قرآن کریم میں تحریف ہوگئی۔ بڑا ظلم ہوگیا۔ احمدی لوگ کافر اور اسلام کے دشمن ہیں اس لئے کہ یہ قرآن کریم میں تحریف کرتے ہیں مگر جب کہا گیا کہ وہ قرآن ہے کہاں؟ جس میں تحریف کی گئی ہے تو سب خاموش ہوگئے کیونکہ نہ کوئی ایسا قرآن ہے اور نہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

''اُمّتِ مسلمہ'' میں وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کو منسوخ سمجھ لیا۔ چنانچہ علماء متقدمین کے نزدیک قرآن کریم کی پانچ سو سے زائد آیات منسوخ سمجھی گئی ہیں۔ ❶ پھر ابن عربی کے زمانہ میں منسُوخ ہونے والی آیات کی تعداد بیس تک پہنچی ہے ❷ اور پھر شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے سامنے جب تنسیخ آیات کا مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے ان کی تعداد پانچ بتائی۔ ❸ مگر جب مہدی معہود مبعوث ہوئے تو آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کی کوئی آیت تو کیا اس کا کوئی شعشہ کوئی زیر یا کوئی زبر اور نقطہ تک منسوخ نہیں ہوسکتا۔ جنہوں نے پانچ سو سے زیادہ آیات کو منسُوخ سمجھا اور اس کا اعلان کیا وہ تو تمہارے نزدیک تحریف کرنے والے نہیں تھے لیکن جس وقت امامِ وقت یا جس مہدی معہود علیہ السلام نے دنیا میں یہ اعلان فرمایا کہ قرآن کریم کی کسی آیت کے منسوخ ہونے کا سوال تو درکنار اس کا کوئی شُعشہ یا نقطہ یا زِیر اور زَبر تک بھی منسُوخ نہیں ہوسکتی وہ آج تحریف کرنے والے ٹھہرے۔ اُمّتِ مسلمہ میں ایک فرقہ وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ یہ قرآن کریم جو ہمارے ہاتھوں میں ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑی محنت کر کے اکٹھا کیا تھا (ویسے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا گیا تھا) اور اسے صحیح ترتیب دے کر اس کو قرآن کریم کی موجودہ شکل میں جمع کیا تھا۔ یہ ہمارے ہاتھوں میں چلا آ رہا ہے۔ مگر ایک فرقہ اُمّتِ مسلمہ میں ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ قرآن تحریف شدہ ہے ❹ اس میں سے کئی سُورتیں نکال دی گئی ہیں۔ اور اس میں گویا بڑی زبردست تحریف کر دی گئی ہے۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے پٹنہ میں خدا بخش لائبریری میں قرآن کریم کا وہ نسخہ دیکھا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اس میں ایک سورت وہ بھی تھی جس کا نام سورۃ علی تھا۔

---

❶ تا ❸ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر صفحہ ۱۶ تا ۱۸ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی مطبوعہ (فارسی) لاہور مطبع علیمی۔
❹ تفسیر صافی صفحہ ۱۳

اس کی عبارت پڑھ کر پتہ لگتا تھا کہ وہ قرآن کریم کا حصہ نہیں۔ بلکہ انسان کی بنائی ہوئی عربی ہے۔ مَیں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑ رہا کہ انہوں نے یہ کیوں کیا اور نہ اُن پر اس وقت تنقید کرنا میرے مدِّنظر ہے۔ مَیں تو یہ بتا رہا ہوں کہ قرآن کریم سے بُعد اور دُوری اور اسے مہجور سمجھ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنہوں نے قرآن کریم کے اس نسخے کو جو ہمارے ہاتھوں میں ہے محرف اور مبدل ہونے کا اعلان کیا اُن کے متعلق تو کوئی شور نہیں مچایا۔ لیکن جنہوں نے یہ اعلان کیا کہ اس کا ایک حرف بلکہ اس کا ایک شعشہ بھی نہیں بدل سکتا، اُن کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم میں تحریف کر دی ہے۔

چنانچہ جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ قرآن کریم کا تحریف شدہ نسخہ تو ہمیں بتاؤ۔ ہم بھی تو دیکھیں تم نے کیا معرکہ مارا ہے۔ مگر کسی سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تو اب آہستہ آہستہ اس طرف آ رہے ہیں کہ قرآن کریم کی ''معنوی تحریف'' کی گئی ہے جس کی واضح مثال ہفت روزہ ''چٹان'' ہے۔ جو آہستہ آہستہ یہ خیال کر رہا تھا کہ اُس نے غلطی کی کہ قرآن کریم کی لفظی تحریف کا لکھ دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے ۵؍نومبر ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں لکھا:

> ''پچھلے دنوں مرزائیوں نے قرآن کریم کے ترجمہ میں تحریف و تغلیط کر کے جو قرآن شائع کیا اور اس کی تقسیم کے لئے جو طریق اختیار کیا وہ اب ڈھکا چھپا نہیں کھل کر سامنے آ چکا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مخالفین کے نزدیک ہم پر ترجمہ میں تحریف و تغلیط کا الزام ہے۔ اور یہ ایک عجیب فقرہ ہے۔ قرآن کریم کا کوئی ترجمہ جس کے متعلق مترجم نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نے اُسے یہ ترجمہ سکھایا ہے، اس کے متعلق تو یہ اعلان ہو سکتا ہے کہ اس میں تحریف کی گئی حالانکہ وہ خدا کی وحی تھی۔ لیکن اگر کوئی ایسا ترجمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی وحی نے نہیں سکھایا اس کے بارہ میں تحریف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں تو اختلاف کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

غرض ہر وہ تفسیر جس کے متعلق تفسیر کرنے والے نے یا آیت کا معنٰی کرنے والے نے یہ اعلان کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ تفسیر سکھائی ہے اور یہ معنی بتائے ہیں۔ اگر اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا کوئی برگزیدہ شخص یہ کہتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ اور ردّ کر دینے کے قابل ہے تو پھر تو تمہارا یہ حق ہے کہ تم یہ کہو کہ جو معنی اور تفسیر وحیٔ الٰہی کے نتیجہ میں انسان کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔ اس کو تم ردّ کرتے ہو اور اس کے مقابلہ میں ایک دُوسری تفسیر پیش کرتے ہو تو پھر تو یہ واقعی تحریف ہو گئی۔ لیکن وحی کا دروازہ تم نے بند کر دیا ہوا ہے اور جو انسان کی تفسیر ہے اس میں تحریف کے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا تو تصور بھی

نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ غلط فقرہ ہے جو محض فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

جہاں تک تغلیط یعنی غلط ترجمہ کا سوال ہے شیعوں کا ایک ترجمہ ہے۔ بریلویوں کا دوسرا ترجمہ ہے۔ دیو بندیوں کا تیسرا ترجمہ ہے۔ اسی طرح فرقہ وارانہ عقائد کے نتیجہ میں ترجمے بدل گئے یا زمانہ زمانہ کے لحاظ سے ترجموں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ مثلاً جب اردو میں ترجمے ہونے لگے تو جن لوگوں نے سب سے پہلے ترجمے کئے اُن کو ترجمہ کرنے میں بڑی دِقت پیش آئی۔ اُن کے سامنے کوئی ترجمہ نہ تھا جو ان کی اس کوشش کی بنیاد بن سکے۔ تاہم انہوں نے بڑی کوشش، محنت اور دعاؤں کے ساتھ اپنے اپنے زمانہ کے حالات کے لحاظ سے اور ذہنی صلاحیتوں کے نتیجہ میں جو ترجمے کئے وہ بعد کے زمانہ میں آ کر بدل گئے۔ کیونکہ بعض نے لفظی ترجمہ کیا اور معنوں کو سامنے نہیں رکھا۔ شاید اس لئے کہ وہ ڈرتے ہوں گے کہ لوگ کہہ دیں گے یہ تم نے کیا کر دیا۔ تم نے خود ہی قرآن کریم کے معنے سمجھانے شروع کر دیئے ہیں یا انہوں نے یہی ضرورت سمجھی ہو گی کہ عربی الفاظ کا ترجمہ کر دیتے ہیں بعد میں آنے والے خود ہی دعاؤں کے بعد تفسیری معانی سیکھ جائیں گے۔ پھر جب اردو زبان نے ترقی کی اور بیچ میں حالات زمانہ میں ایک نیک تبدیلی رونما ہوئی تو بعد میں آنے والے لوگوں نے ترجمے بدل دیئے مگر ان بدلے ہوئے ترجموں کو باوجود اس حقیقت کے کہ یہ پہلوں سے مختلف ہیں، آپ تغلیط تو نہیں کہہ سکتے اور نہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تحریف ہے۔ غرض عملاً دیکھنے میں یہ آیا کہ قرآن کریم کا ایک ترجمہ ہوا پہلوں سے مختلف تھا۔ پھر اس کے بعد ایک اور وہ بھی مختلف تھا۔ مترجم نے اپنی سمجھ کے مطابق اور تفسیر جو کسی کے دماغ میں آئی اس کے مطابق ترجمہ کر دیا۔ پھر زمانہ زمانہ کے حالات مختلف تھے۔ زبان ارتقائی ادوار میں سے گزرتی ہے، اس لئے تراجم مختلف ہو گئے۔ پھر کسی کے سامنے یہ تھا کہ قرآن کریم جو عربی میں ہے عربی کے ہر لفظ کا ترجمہ سکھا دیا جائے۔ ذہین آدمی خود ہی اس سے استدلال کر لے گا۔ کسی کو خدا تعالیٰ نے تفسیر سکھائی۔ اس نے اس تفسیر کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ اب اسے ہم اختلاف تو کہہ سکتے ہیں مگر ترجمے کے اختلاف، تغلیط یا تحریف نہیں کہہ سکتے البتہ غلط ترجمہ کئے جانے کا امکان رہتا ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص نے یا بہت سے اشخاص نے جو مختلف تراجم کئے ہوئے ہوں۔ وہ پہلوں کے ترجموں سے مختلف بھی ہوں اور لُغت عرب بھی اُن کی متحمل نہ ہو۔ پھر تو یہ تغلیط ہے اسے ہم غلط ترجمہ کہیں گے۔ مثلاً ایک لفظ زکیٰ ہے۔ عربی لغت اس کے پندرہ سولہ معنے بتاتی ہے۔ پندرہ سولہ معنوں میں یہ لفظ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ، تزکیہ وغیرہ۔

مجھے یاد ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں ایک جگہ اس لفظ کے پندرہ سولہ معنوں میں سے منتخب کر کے غالباً گیارہ معنے لئے ہیں اور ان کو حل لغت میں درج کر دیا ہے۔ یہ بتانے کے

لئے کہ اس لفظ کو عربی زبان میں اِن اِن معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب تفسیر بیان کی تو صرف چھ سات معنوں کو لیا۔ یعنی حل لغات میں تو گیارہ معنے دے دیئے لیکن تفسیر میں کچھ معنے چھوڑ دیئے۔

ایک دفعہ مَیں ایک مضمون پر غور کر رہا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ آیہ کریمہ بھی زیرِغور آئی جس میں زکیٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جس کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ مَیں نے جب یہ تفسیر پڑھی تو مجھے بڑی دلچسپی پیدا ہوئی۔ یہ دیکھ کر کہ گیارہ معنے حل لغات میں دے دیئے ہیں۔ لیکن آپ نے تفسیر کرتے وقت فائدہ اٹھایا صرف چھ سات معنوں سے۔ چنانچہ جب مَیں نے اس پر غور کیا تو مَیں اس نتیجہ پر پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے یہ سکھایا کہ لغوی لحاظ سے جو معنے باقی رہ گئے تھے اگر اُن پر بنیاد رکھ کر تفسیر کی جاتی تو یہ ایک بہت لمبا اقتصادی مضمون بن جاتا لیکن چونکہ پہلے ہی تفسیر لمبی ہو رہی تھی۔ اس لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان معانی کی تفسیر کو چھوڑ دیا لیکن حل لغات میں ان کو درج کر دیا۔ چنانچہ مَیں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ کو ان معنوں کی تفسیر بھی سکھائی گئی تھی لیکن جگہ کی قلّت کی وجہ سے آپ نے چھوڑ دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نئے سرے سے ان کی تفسیر مجھے سکھائی اور مَیں نے اقتصادی مضامین کے سلسلہ میں استعمال کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ جو لغوی معنے نہیں دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن میں سے بھی ایک معنی کی تفسیر سکھا دی۔

پس اگر ترجمہ میں ایک شخص اپنے مضمون کے لحاظ سے ترجمہ کرتے ہوئے زکیٰ کے ایک معنے لیتا ہے۔ ایک دوسرا مترجم کوئی دوسرے معنے لیتا ہے اور نئی تفسیر بیان کرتا ہے تو یہ اختلاف ہے مگر دونوں معانی اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دو مختلف تفاسیر کی بُنیادان دو معانی پر رکھی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک ایسا ترجمہ کرے جو لغت کے لحاظ سے درست نہ ہو تو یہ غلط ترجمہ ہے۔ اس سے قرآن کریم کی معنوی حیثیت پر حرف آتا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن ہمارے ترجمہ اور تفسیر کے متعلق کوئی آدمی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ان کی بنیاد لُغوی معنوں کے خلاف اور ان سے متضاد ہے۔ یعنی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے کسی آیت یا لفظ کے وہ معنے دے دیئے ہیں جن کی عربی لغت متحمل نہیں۔

جہاں تک تفسیر کا تعلّق ہے

مَیں یہ کئی بار بتا چکا ہوں کہ قرآن کریم کتاب مبین بھی ہے اور کتاب مکنون بھی ہے۔ کتاب مکنون سے تفسیر قرآنی کے وہ بطون مراد ہیں جن میں اسرار و رموز یا چھپے ہوئے مضامین پائے جاتے ہیں۔ جن کا علم اللہ تعالیٰ کے مطہر بندوں کو دیا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ یعنی قرآن کریم کے کتاب مکنون والے حصے کو مطہر بندوں کے سوا اور کوئی چھو نہیں سکتا۔ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

قرآن کریم کی پہلوں نے جو تفسیریں کیں اُن کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ تفسیر جس میں کئی باتیں روایتاً بیان کر دی گئیں۔ اور ایک وہ تفسیر ہے جس میں مفسرین نے قرآن کریم اور اس کے معانی اور تفسیر کو خود سمجھ کر بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے ایسی تفسیری کتب جن میں بہت سی باتیں روایتاً درج کر دی گئی ہیں۔ اُن کے اندر کمزوری پائی جاتی ہے۔ مثلاً یہ لکھ دیا گیا کہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا تھا۔ ❶ اسی قسم کی اَور بھی کئی روایات بیان کر دیں جن میں دُوسرے انبیاء علیہم السلام پر اتہامات لگائے گئے ہیں۔ ❷ اب ایسی تفسیر تو آج کے علماء ظاہر کو قابل قبول ہے۔ جس میں انبیاء علیہم السلام پر تہمتیں لگائی گئی ہیں۔ لیکن وہ تفسیر قابلِ قبول نہیں جس کی تفسیر میں نہ صرف تمام انبیاء کو معصوم قرار دیا گیا ہے بلکہ جس کے نتیجہ میں دُنیائے عیسائیت کو یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر تم سورۃ فاتحہ کے معانی کے مقابلے میں اپنی پوری تورات میں سے سورۃ فاتحہ میں مذکور رُوحانی اسرار نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ ہے۔ یہ حسین تفسیر تو ردّ ہونے کے قابل مگر یہ چیز قبول کرنے کے قابل کہ فلاں نبی نے یہ جھوٹ بولا اور فلاں نبی نے یہ گناہ کبیرہ کیا۔ اگر ہم حسن ظنّی سے کام لیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی روایات دراصل آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کے لئے تھیں کہ قرآن کریم کی بعض تفسیری روایات کے بارہ میں سوچ سمجھ سے کام لینا۔ ساری روایات قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ چنانچہ بعض مجدّ دین جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں بڑے معرکۃ الآراء کارنامے انجام دیئے انہوں نے اپنے ماننے والوں میں یہ اعلان کر دیا (خود مَیں نے اس قسم کا اعلان پڑھا ہے) کہ اس قسم کی تفاسیر کو نہ پڑھو کیونکہ ان میں ہر قسم کا رطب و یابس جمع کر دیا گیا ہے۔

پس یہ عجیب بات ہے کہ جو آج کی تفسیر ہے یعنی مہدی معہود علیہ السلام نے خدا سے سیکھ کر جو تفسیر بیان فرمائی ہے۔ اس پر تو لوگ اعتراض کرتے ہیں مگر جنہوں نے خدا سے سیکھے بغیر اس قسم کی باتیں بھی ریکارڈ کر دیں جو ردّ کے قابل ہیں اُن کو قبول کر لیتے ہیں۔ بے شک تم حُسنِ ظنّ سے کام لو۔ ہم بھی حسنِ ظن سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں اور رحمتوں سے ایسے مفسرین کو بھی بہترین جزا دے جنہوں نے اس قسم کے اعتراضات بھی لکھ دیئے جو ردّ کے قابل ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں یہ تمہارے سامنے رکھے ہی اس لئے گئے تھے کہ ہر اسلامی ضمیر اسلام کا ہر تربیت یافتہ اور بیدار ضمیر ان چیزوں کو ردّ کر دے اور

---

❶ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ مصری و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۴۶ مجتبائی۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ (الانبیاء: ۶۴)

❷ تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ صفحہ ۳۵۔ صفحہ ۱۲۸۔ صفحہ ۱۷۵ جلد اوّل۔ جلالین مع کمالین وغیرہ صفحہ ۳۷۹ تفسیر ابن جریر طبری جلد ۳ صفحہ ۳۵۹

خدا تعالیٰ نے اپنے مطہر بندوں کو قرآن کریم کے جو رُوحانی علوم سکھائے اُن کو قبول کرے۔ غرض یہ بڑی عجیب بات ہے کہ پُرانی تفاسیر میں سے قابلِ اعتراض حصوں کو تو لوگ قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن مہدی معہود علیہ السلام نے خدا سے سیکھ کر جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسے ردّ کر دیتے ہیں۔

جہاں تک مہدی معہود علیہ السلام کی تفسیر کا تعلق ہے اس کا تجزیہ ہم کرتے ہیں۔ آپؑ نے ایک وہ تفسیر کی جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے سیکھی جس کی آج کے زمانہ کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اور الجھنوں کو سلجھانے کے لئے اور خدمتِ انسانی کی راہوں کو فراخ کرنے کے لئے اور انسان انسان کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے اس وقت ضرورت تھی۔ گویا تمام بنی نوع انسان کو اُمت واحدہ بنا کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے قرآن کریم کے جن علوم کی ضرورت تھی وہ مہدی معہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سیکھے اور لوگوں تک پہنچائے۔

امام مہدی کا مقام حَکَمْ کی تفسیر

آپؑ کی تفسیر کا ایک دُوسرا پہلو ہے اور اس کا تعلق اُن غلطیوں کو دُور کرنے سے ہے جو پُرانی روایات کی صورت میں پہلے مفسرین نے شامل کر دیں۔ اسلام میں ان غلطیوں کے راہ پا جانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت وہ احادیث قبول کر لی گئیں جو نہ روایتاً درست تھیں اور نہ درایتاً درست تھیں۔ اس لئے کسی آدمی کا یہ کہنا کہ فلاں بات حدیث میں آتی ہے اور تم اسے ردّ کرتے ہو عقلاً بھی صحیح نہیں ہے۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ احادیث پہنچانے والوں میں سے سب سے زیادہ ثقہ اور قابلِ اعتبار حضرت امام بخاریؒ ہیں۔ اب حضرت امام بخاریؒ کو تو یہ حق دیا جاتا ہے کہ؟ وہ قریباً چھ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے قریباً پانچ لاکھ اکانوے ہزار احادیث کو ردّ کر دیں۔ [1] لیکن حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو یہ اختیار نہیں دیا جاتا کہ حضرت امام بخاریؒ کی وساطت سے جو قریباً نو ہزار حدیثیں اُس تک پہنچیں، اُن کے متعلق خدا سے علم پا کر یہ کہے کہ اُن میں سے فلاں فلاں حدیثیں ردّ کرنے کے قابل ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب مہدی معہودؑ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ مہدی معہود علیہ السلام کا مقام و مرتبہ اُسے سمجھ نہیں آیا۔ ایسی صورت میں لوگوں کو چاہئے کہ وہ ہم سے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل سُنیں۔ خدائے واحد و یگانہ نے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ اپنے فرشتوں کے ذریعہ جو عظیم برکتیں نازل فرمائی ہیں۔ ہم سے اُن کا علم حاصل کریں۔ اسلام کی ترقی کے لئے جو اس وقت کامیاب کوششیں ہو

[1] بُستان المحدثین (اُردو) تالیف علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ترجمہ مولانا عبدالسمیع صاحب صفحہ ۷۳

رہی ہیں ،اُن سے آ گا ہی حاصل کریں ۔ہم نے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کومہدی معہود علیہ السلام علیٰ وجہ البصیرت اور پورے یقین کے ساتھ مانا ہے۔ہم نے اپنی آنکھوں ، دل اور دماغ سے پُورا کام لیتے ہوئے مہدی معہود علیہ السلام کے دعویٰ پرغور کیا اور اُسے صحیح پایا۔اور آپ کی صداقت کوتسلیم کیا۔

یہ وہ صداقت ہے جس پر آسمان نے گواہی دی۔ یہ وہ صداقت ہے جس پر زمین نے گواہی دی۔مہدی معہود علیہ السلام وہ وجود ہے جس کی صداقت پر پہلوں نے گواہی دی۔اور جس کی صداقت پر قرآن کریم بھی گواہ ہے۔ یہ وہ موعود ہے جس کی علامتیں نہ صرف مخبر صادق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں بلکہ آپؐ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام نے بھی بتائی ہیں اور پھر وہ علامتیں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے وجود میں پوری بھی ہوگئیں جن کا پورا کرنا انسان کے بس میں نہ تھا۔مثلاً کہا گیا تھا کہ مقررہ ❶ دنوں میں مقررہ مہینہ میں آگے پیچھے سُورج اور چاند کو گرہن لگے گا۔اب گرہن لگنا میرے اور تیرے اختیار میں تو نہیں اور نہ مدعی مہدویت کے اختیار میں تھا۔جس وقت یہ نشان ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا معترض اعتراض کرتا تھا کہ ہم کیسے ایمان لائیں ۔مہدی کی تو یہ علامت تھی اور یہ ظاہر نہیں ہوئی ۔مگر جب وہ علامت ظاہر ہوگئی تو کہنے لگے یہ حدیث جھوٹی ہے۔کیا یہ حدیث اس لئے جھوٹی ہے کہ یہ حرف بحرف پوری ہوگئی ہے؟ کیا تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ جو حدیث عملاً پوری ہو جائے ،اُس کو جھوٹا قرار دے دو۔مگر تمہارے نزدیک مہدی معہودؑ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حدیث کے متعلق اپنی نورانی فراست سے اور خدا سے علم حاصل کر کے یہ کہے کہ وہ قابلِ قبول نہیں ہے۔تمہیں تو یہ حق پہنچتا ہے کہ تمہارا ہرفرقہ حدیث کے اپنے مطلب کے معنے کر لے مگر کیا مہدی معہودؑ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہے تم جو معنی کر رہے ہو یہ غلط ہیں ۔حالانکہ مہدی کو تو خدا کے بزرگ ترین انسان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حَکَمٌ ❷ قرار دیا ہے۔اُس نے تو فرقے فرقے کے درمیان فیصلہ کرنا تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف فرقے مہدی معہودؑ کے خلاف کیوں اکٹھے ہو گئے ۔اس لئے اکٹھے ہوئے کہ ہرفِرقہ کہتا ہے کہ چونکہ ہمارے فرقہ کے بعض عقائد کومہدی معہودؑ نے غلط قرار دیا ہے اس لئے

---

❶ اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَامُنْذُ خلقِ السمٰوٰتِ والارض يَنْكَسِفُ القَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رمضانَ وتنكسفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تكونا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰت والارض (دارقطنی صفحہ۱۸۸)

❷ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذى نفسِى بِيَدِهٖ لَيُوْشَكَنّ ان يَنْزِلَ فِيْكُمْ ابن مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلاً فَيَكْسِرِ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخَنزير وَيَضَعُ الحرب ويفيضُ المَالَ حَتّٰى لايقبله اَحَدٌ حتّٰى تكون السجدة الواحدة خيرٌ مِّنَ الدُّنيا وما فيها (بخاری کتاب الانبیاء باب شدۃ الزمان)

ہم ان کونہیں مانتے ۔ چنانچہ ہر فرقہ آپس کی جنگ بُھول کر حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے خلاف اکٹھا ہو گیا۔ یہ عجیب وجہ اتفاق ہے۔ بریلویوں نے کہا کہ چونکہ اُن کے بعض عقائد سے اختلاف رکھنے والا مہدی آ گیا ہے اس لئے وہ اسے تسلیم نہیں کرتے ۔اور دیو بندیوں نے کہا کہ چونکہ اُن کے بعض عقائد سے اختلاف کیا گیا ہے اس لئے وہ اسے قبول نہیں کرتے ۔ حالانکہ خود بریلوی دیو بندیوں کے اُن عقائد سے متفق نہیں اور دیوبندی بریلویوں کے اُن عقائد سے اتفاق نہیں کرتے لیکن سب نے اکٹھے ہو کر اعتراض کر دیا اس ایک شخص پر جو غلبۂ اسلام کے لئے کھڑا ہوا تھا اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حَکَمْ قرار دیا تھا۔ یہ سب اسلام کے غلبہ کی راہ میں روک بننے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور اُس کے مشن کو نا کام کرنے کے لئے اُس پر حملہ آور ہو گئے ۔غرض لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ جس کی مخالفت پر وہ کمر بستہ ہیں اُسے تو حَکَم قرار دیا گیا ہے اس کا تو کام ہی یہ ہے کہ دنیا خواہ ناراض ہو خدا کا منشاء پورا ہو۔صرف ایک ہی ذات ہے جس کو خوش کرنے کے لئے وہ آیا ہے۔اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معلّم حقیقی خدائے واحد و یگانہ کی ذات بابرکات ہے۔ باقیوں کی اُس نے نہ پرواہ کرنی تھی اور نہ کی۔اور نہ ہم اُس کے متبع ہی حق وصداقت کے مقابل کسی کی پرواہ کرتے ہیں۔

پس قرآن کریم کو مہجور بنا کر اِس قسم کے بھیانک حالات پیدا ہو گئے کہ جو پہلے کہا گیا تھا لوگ اُسے بھی بھول گئے ۔مثلاً حروف مقطعات کی تفسیر کی جا چکی ہے اور پُرانی تفسیر کی کتابوں میں شائع شدہ موجود ہے مگر کہتے ہیں مقطعات کی تفسیر کرنا کفر ہے۔ بہت بڑا ظلم ہے۔اس سے تو آدمی واجب القتل بن جاتا ہے۔اب اس قسم کا جھوٹا اور غلط الزام لگایا جاتا ہے مگر کوئی شخص کھڑا ہو کر یہ نہیں کہتا کہ ہوش کرو کیوں جھوٹی باتیں کر رہے ہو۔ پھر کہہ دیا گیا کہ احمدیوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے۔کیا تحریف کی ہے کوئی نہیں بتاتا۔ یہ بھی عجیب بات ہے۔جن لوگوں نے قرآن کریم میں پانچ سو آیات منسوخ کر دیں وہ تو بزرگ ٹھہرے اور سچے مسلمان! لیکن جو قرآن کی آیات کو منسوخ نہیں سمجھتے اور جو نسخ کے قائل نہیں وہ لوگوں کے نزدیک تحریف کے مرتکب اور اسلام کے دشمن ہو گئے ۔ پرانی تفسیروں میں ''یہودی روایات'' کے چھپنے کی بھی اجازت ہے اُن کے پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔حتی کہ اُن کو پڑھ کر اور ازبر یاد کر کے آدمی علامہ بھی بن جاتا ہے۔ یہ سب کچھ تو جائز ہے لیکن اگر قرآن کریم کی ایسی تفسیر کی جائے جس میں اللہ تعالیٰ کا منشاء اور حالات حاضرہ میں قرآن کریم کی رہنمائی کا ذکر ہے اور غلط روایات کا محاکمہ کیا گیا ہوتو وہ ناجائز۔ یہ کیسی اسلام دوستی ہے؟ جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں مسلمان راویوں اور مفسرین نے

یہودیوں کی روایات کو لے لیا اور انہیں جا بجا بیان کر دیا۔ مَیں اس کے یہ معنی بھی لے سکتا ہوں اور لیتا ہوں کہ ان راویوں اور مفسرین نے کہا ایک حَکَم کے آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ ہمارے پاس روایات کی شکل میں جو بھی رطب و یابس پہنچا ہے ہم اُسے درج کر دیتے ہیں۔ جب وہ حَکَم آئے گا تو وہ خود ہی ان کے صحیح یا غلط ہونے کا حکم لگائے گا۔ وہ خود ہی یہ فیصلہ کرے گا کہ یہ گند ہے اسے باہر نکال دو۔ یہ صداقت ہے اسے اپنا لو۔ یہ تو تھا اُن روایتوں کے بارے میں جو مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔

اب مَیں حدیث کو لیتا ہوں قرآن کریم کی احسن تفسیر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے اور یہی صداقت ہے کہ قرآن کریم چونکہ ایک کامل اور مکمل کتاب ہے، اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد قرآن کریم میں زیادتی نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر کرتا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات دراصل قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا کون سا ارشاد فی الواقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ اس مشکل کو حضرت امام بخاریؒ نے حل کر دیا۔ اُن کے پاس جو حدیثیں یا خبریں یا روایتیں پہنچیں اُن کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ ان میں سے حضرت امام بخاریؒ نے پانچ لاکھ اکانوے ہزار روایتوں کو تو ردّ کر دیا یہ کہہ کر کہ یہ مشکوک ہیں اس لئے قابلِ قبول نہیں۔ اور صرف نو ہزار کو اپنی نیک نیتی کے ساتھ قبول کر لیا۔ یہی حال دُوسرے مؤلفین حدیث کا ہے۔ پس یہاں حدیث کا سوال نہیں۔ اصل سوال یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو رد کیا جاتا ہے۔ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے حَکَم کی حیثیت میں کسی حدیث کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بھی یا نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کو تو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنے احادیث کے مجموعہ میں سے پانچ لاکھ اکانوے ہزار احادیث کے متعلق یہ فیصلہ کریں کہ یہ اُن کے نزدیک مشکوک ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں۔ لیکن یہی لوگ امام مہدی کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں کہ ان نو ہزار احادیث میں سے جن کو امام بخاریؒ نے قبول کیا یا دیگر علماء حدیث نے ان میں سے کچھ کے متعلق یہ کہے کہ تم نے یہ غلطی کی۔ یہ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اِن اِن وجوہ کی بناء پر مَیں اسے ردّ کرتا ہوں۔

چنانچہ اسی حقیقت اور اپنی اسی حیثیت کے پیش نظر حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں بڑی تحدّی کے ساتھ یہ اعلان فرمایا (مَیں اس کا مفہوم بیان کروں گا، کتاب میں اصل عبارت

موجود ہے) کہ مہدی معہود قرآن کریم کی جو تفسیر کرے، اس کے متعلق تمہیں ماننا پڑے گا کہ وہی درست ہے اور جس حدیث کے متعلق مہدی کہے کہ یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وہ تمہیں ماننا پڑے گا اور جس کے متعلق وہ یہ حکم لگائے کہ یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اس کے متعلق تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔ یہ کوئی ایسا حق نہیں جو تمہارے لئے ایک اچنبہ ہو۔ پانچ لاکھ اکانوے ہزار روایات اور احادیث پر امام بخاریؒ نے حکم لگایا کہ وہ قابلِ قبول نہیں اور تم نے خاموشی کے ساتھ اس حَکَم کو قبول کیا اور امام بخاریؒ کا اسے بڑا کارنامہ بتایا۔ لیکن امام مہدی علیہ السلام اگر پچاس (۵۰)، سو (۱۰۰) روایات و احادیث پر حَکَم کی حیثیت سے یہ حُکم لگائے کہ یہ احادیث درست نہیں اور ردّ کی جاتی ہیں یا ردّ کے قابل نہیں اور قبول کی جاتی ہیں تو یہ بات تمہیں ناگوار گذرتی ہے اور تم فساد پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ حالانکہ اس حق کو ان علماء کے متعلق تم قبول کر چکے ہو جنہیں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حَـکَـم نہیں کہا۔ آخر انسان کو اپنے اندر کچھ تو رُشد پیدا کرنی چاہئے۔ لوگوں کو بات کرتے وقت کچھ تو سوچنا چاہئے کہ وہ کیا بات کر رہے ہیں۔

حضرت مہدی معہود کا عیسائیت کو چیلنج

پس جماعت احمدیہ پر قرآن کریم کے ترجمہ میں تحریف اور تغلیط کا اعتراض بالکل بے جا ہے ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے اور اُن بشارتوں کے مطابق جو اُمّتِ محمدیہ کو دی گئی تھیں، حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمارا مشاہدہ ہے اور کئی لوگ اس حقیقت کے معترف ہیں کہ اسلام کے خلاف عیسائیت کی یلغار سب سے بڑی یلغار تھی۔ جس کا حضرت امام مہدی علیہ السلام نے تنِ تنہا مقابلہ کیا اور عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کیا۔ آپؑ نے عیسائیوں کو یہ چیلنج دیا کہ تم اپنی ساری تورات سے خدا تعالیٰ کی ذات وصفات و دیگر رُوحانی علوم کے متعلق وہ تعلیم بیان نہیں کر سکتے جو قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت یعنی سورہ فاتحہ میں بیان ہوا ہے۔

مَیں نے اس چیلنج کو ۱۹۶۷ء میں ڈنمارک میں دُہرایا تھا۔ مَیں نے پادریوں سے کہا ہوسکتا ہے تم کہو پادریوں کی پہلی نسلوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اس لئے آج جبکہ تم میں سے چوٹی کے پادری موجود ہیں مَیں اس چیلنج کو پھر یاد کراتا ہوں۔ (اُن میں سے ایک وہ پادری بھی موجود تھا جو تقسیم ملک سے پہلے ہندوستان میں کم وبیش ۲۷ سال تک عیسائی مشن کا انچارج رہا تھا) مَیں نے اُن سے کہا تم اس غلطی میں نہ رہنا کہ ایک چیلنج تھا جسے دُنیا بھول جائے گی۔ میں اِس چیلنج کو دُہراتا ہوں مہدی معہود کے نائب اور خلیفہ

کی حیثیت میں مَیں تمہیں یہ چیلنج کرتا ہوں اور پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ تم اب بھی اس چیلنج کو قبول نہیں کرو گے اور اگر قبول کرو گے تو کامیاب نہیں ہو گے۔

جب مَیں نے یہ چیلنج دُہرایا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر بے وقوفی سے انہوں نے یہ چیلنج قبول کر لیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورہ فاتحہ کی مختلف پہلوؤں سے جو تفسیر فرمائی ہے وہ اکٹھی نہیں ہے بلکہ آپ کی مختلف کتابوں میں بکھری ہوئی ہے۔ اگر انہوں نے کہا کہ کہاں ہے سورہ فاتحہ کی وہ تفسیر جس کا مقابلہ کرنے کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو؟ تو ہم اُن کو کتابی صورت میں نہیں دکھا سکیں گے۔ چنانچہ ہمارے کارکنوں کو جس حد تک توفیق ملی انہوں نے سورہ فاتحہ کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف کتابوں سے اکٹھی کی اور ایک نہایت حسین اور نہایت مؤثر اور نہایت ہی جامع تفسیر کتابی صورت میں شائع ہوگئی۔

سورہ فاتحہ کی جامع تفسیر

عیسائیوں نے سورۂ فاتحہ کی اس تفسیر کا کیا مقابلہ کرنا ہے عیسائیت کی تعلیم تو اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ وہ پچھلے زمانوں کے لئے تھی، اب بدل گئی یا پیچھے رہ گئی۔ اگر نہ بدلتی تب بھی یہ قرآن کریم کا مقابلہ نہ کر سکتی۔ کیونکہ عیسائیت کی تعلیم محدود زمانہ کے لئے تھی دُوسرے اس میں تحریف ہوگئی۔ اس میں تبدیلیاں ہوگئیں۔ لیکن قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات کا دائرہ قیامت تک ممتد ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تفسیر سورہ فاتحہ کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے لیکن اب تک کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اِس چیلنج کو قبول کرے حالانکہ مَیں نے اُن کو یہ چیلنج باقاعدہ لکھ کر اور انگریزی میں ترجمہ اور ٹائپ شدہ صورت مَیں اُن کے ہاتھوں میں پکڑایا تھا۔ کیونکہ مَیں نے سمجھا زبانی بات ہو گی تو شاید یہ بھول جائیں گے، اس لئے جب میرا اُن سے دو گھنٹے کا انٹرویو ختم ہوا تو مَیں نے یہ کہتے ہوئے اس چیلنج کو دُہرایا کہ اب مَیں تمہیں دو چیلنج دیتا ہوں۔ یہ لکھے ہوئے ہیں، ان کو لے لو اور اُن میں سے ایک سورۃ فاتحہ کے متعلق تھا۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے۔ مَیں آج ان کا ذمہ دار ہوں۔ تم اپنے گھروں میں جا کر سوچو اور اپنے بڑے اور چھوٹے پادریوں اور ہم پلّہ لوگوں سے مشورہ کرو۔ مگر ۱۹۶۷ء میں حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے خلیفہ نے جو چیلنج دُہرایا تھا عیسائیوں میں سے اب تک کوئی سامنے نہیں آیا۔ مجھ سے پہلوں نے بھی یہ چیلنج دیئے اور بار بار دُہرائے۔ عیسائیوں کو بار بار یاددہانی کرائی گئی مگر وہ مقابل پر نہ آئے۔ کیا ہم ان تفاسیر کو جو ایسے حقائق اور معارف پر مشتمل ہیں جن کے مقابلے کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکی اور نہ کبھی ہو گی، اُن کو چھوڑ کر صرف اُن تفاسیر پر قانع ہو جائیں جن میں نعوذ باللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

کذاب کہا گیا ہے اور اسی طرح کئی دوسرے انبیاء علیہم السلام پر تہمتیں لگائی گئی ہیں۔

مَیں دوستوں کو یہ بتا رہا ہوں کہ دیکھو قرآن کریم کو مہجور بنا کر کتنی بھیانک شکل بنتی ہے۔ اس لئے دوست دعائیں کریں۔ دُعائیں کریں اور بہت دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ پر فضل فرمائے۔ اس کے اندر کبھی کوئی گروہ یا کوئی فرد ایسا نہ ہو۔ جو قرآن کریم کو مہجور سمجھنے والا ہو اور اس کی تعلیم کو پیٹھ پیچھے پھینکنے والا ہو۔ قرآن کریم تو ہماری زندگی ہے اور ہماری روح ہے۔ یہ تو ہماری زندگی کا نور ہے۔ اس کے بغیر تو اس زندگی کا کوئی مزہ ہی نہیں۔ اس لئے اگر دوست اس دُنیا کی جنت چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اُخروی جنت کی لذتیں اور سرور چاہتے ہیں تو پھر اُنہیں قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ چاہئے کہ قرآن کریم تمہارے اوپر یہ حکم لگائے کہ تم خدا کے مومن بندے ہو اور قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہو اگر قرآن عزیز نے تمہارے ایمان کی تصدیق نہ کی تو تم ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے سینکڑوں احکام میں سے اگر کوئی ایک حکم کو بھی دیدہ دانستہ یا باغیانہ طور پر چھوڑتا ہے تو قرآن کریم کی گواہی اس کے خلاف ہوگی اور خدا تعالیٰ کا غضب اُس پر بھڑکے گا۔

پس حضرت امام مہدی معہود علیہ السلام نے ہمیں بیدار کر دیا ہے۔ آپؑ نے ہمیں تنبیہہ کر دی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ہر وقت چوکس اور بیدار رہیں اور قرآن کریم کو کبھی مہجور نہ بنائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ماحول میں، اپنی مجلسوں میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کریں۔ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھیں۔ اس کی ایک نہایت ہی حسین اور جامع تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے اس کو پڑھیں۔ تاہم ہمارا ایک گروہ ان خوبصورت تفاسیر کو جاننے والا بھی ہو جو پہلوں کو دی گئی تھیں۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں اپنے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بتا چکا ہوں۔ کتاب مبین کی آج بھی ضرورت ہے پچھلے چودہ سو سال سے کتاب مکنون کے اوراق کتاب مبین کے اوراق میں تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ اب بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ زمانہ چلا گیا۔ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ مَیں پھر مختصراً بتا دیتا ہوں کہ کتاب مبین کی ہمیں اس لئے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطہر بندوں نے اللہ تعالیٰ ہی سے تفسیر سیکھ کر اسلام پر ہونے والے جن اعتراضات کا ازمنہ ماضیہ میں ازالہ کیا تھا اور اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کرنے کے لئے جو حقائق پیش کئے تھے وہ پرانے تو نہیں ہو گئے۔ اُن میں اکثر کو آج بھی دُہرایا جا رہا ہے۔ اس لئے اسلام پر کئے جانے والے ایسے اعتراضات کے جو جوابات پہلوں کو سکھائے گئے تھے اُن کی ہمیں آج بھی ضرورت ہے۔

اِسی طرح ماضی میں یعنی پچھلے چودہ سو سال میں ہر صدی میں جو نئی اُلجھنیں پیدا ہوئیں اور اُن کو سلجھانے کے لئے خدا تعالیٰ کے مطہّر بندوں کو خدا کی طرف سے قرآن کریم کی جو نئی سے نئی تفسیر سکھائی جاتی رہی ہے، اُس کی آج بھی ضرورت ہے، اس لئے کہ ان اُلجھنوں میں سے کچھ اُلجھنیں آج کی زندگی میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، اُن کو قرآن کریم کی روشنی میں سلجھانے کے لئے کتابِ مکنون کے اوراق سکھائے گئے تھے جواب کتابِ مبین کے اوراق بن چکے ہیں اُن کی ہمیں آج بھی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم میں سے ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے مطہّر بندوں کی بیان کردہ تفاسیر کو دیکھے اور اُس پر غور کرے۔ یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ مثلاً تین سو سال پہلے اسلام پر یہ اعتراض ہوا اور خدا کے فلاں مقرب، محبوب اور مطہر بندہ نے خدا سے قرآن کریم کو سیکھ کر اس کا یہ جواب دیا تھا۔ گویا زمانہ زمانہ میں اور ملک ملک میں بدلتے ہوئے حالات میں نئی سے نئی اُلجھنیں پیدا ہوتی رہیں جن کو ہر زمانہ میں اور ہر خطۂ ارض میں خدا کے مطہر بندوں نے خدا سے علم حاصل کر کے سُلجھانے کی جو کوشش کی اُس کی آج بھی ضرورت ہے کیونکہ وہ اُلجھنیں آج بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ انسانی زندگی کی ساری اُلجھنیں ماضی کا قصہ تو نہیں بن گئیں۔ اُن کو قصّہ پارینہ تو نہیں سمجھ لینا چاہئے اُن میں بعض خود کو دُہراتی رہتی ہیں۔ اسلام پر پُرانے اعتراضات کسی نہ کسی شکل میں کبھی نہ کبھی سامنے آ جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ اعتراض دُہرایا جاتا رہا ہے کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝۲۶ [1]

اگر یہ ایک پُرانا اعتراض ہے جسے کفارِ مکّہ نے بھی دُہرایا تھا۔ لیکن کیا ہم اِس کا جواب نہیں دُہرائیں گے۔ اس لئے گو یہ اعتراض پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھی کیا گیا تھا لیکن اُمتِ محمدیہ پر پہلی صدی میں جو اعتراض ہوئے اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو آج تک دُہرائے جا رہے ہیں۔ پہلی صدی میں جو اُلجھنیں پیدا ہوئیں اُن میں سے بعض ہماری زندگی میں آج بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے اُن کا جو حل پہلوں کو سکھایا گیا تھا اس کا ہمیں بھی علم ہونا چاہئے۔

علاوہ ازیں اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کو دُور کرنے کے لئے اور پیش آمدہ اُلجھنوں کو سُلجھانے کے لئے اس زمانہ میں حضرت مہدی معہود علیہ السلام نے ہمارے ہاتھ میں بُنیادی طور پر دو قسم کی تفسیر دی ہے ایک تفصیلی تفسیر ہے اور دُوسری اجمالی۔ یعنی ایک وہ تفسیر ہے جس میں ہر چیز کو اس کی اصل شکل میں تجزیہ کر کے اُسے نمایاں کر دیا گیا ہے، اور دوسری قسم کی تفسیر میں اجمالاً ذکر کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک آیت ہوتی ہے اس کے متعلق ایک دو فقرے میں آپ نے مجملاً ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ مَیں

---

[1] سورۃ الانعام: ۲۶

نے دیکھا ہے میرے سات خطبوں کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان کردہ ایک ایسا تفسیری نکتہ ہوتا ہے جسے آپ نے صرف ایک فقرہ میں بیان فرمایا ہے۔ جس طرح قرآن کریم فی نفسہٖ ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کے اندر مکنون یعنی چھپی ہوئی باتیں قیامت تک دعوتِ غور وفکر دیتی رہیں گی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر گو اِس رنگ میں تو نہیں لیکن ایک رنگ میں ایسی ضرور ہے کہ اس میں سے نئے سے نئے علومِ قرآنی ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں جو قرآن کریم کے مکنون حصے کی تفاسیر کو سمجھنے کے لئے گویا کنجی کا کام دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کا دروازہ نہ پہلے بند تھا اور نہ اب بند ہے۔ قرآن کریم کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ حالاتِ حاضرہ میں یا مستقبل میں پیش آنے والے جو مسائل ہیں قرآن کریم میں اُن کے حل کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ سراسر غلط اور قرآن کریم کو مہجور بنانے کے مترادف ہے۔ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ پہلے کی طرح اب بھی اپنے مطہّر بندوں کو اس کے نئے سے نئے علوم سکھائے گا۔ پس دوست دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ کے مطہر بندوں کو جو نئے سے نئے علوم اور اسرارِ رُوحانیہ سکھائے جائیں اللہ تعالیٰ اُن کے قبول کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

غرض ایک تو یہ دُعا ہے جس پر میں چاہتا ہوں کہ جماعت زور دے خصوصاً انصار اللہ۔ یہ وہ دُعا ہے جس کے نتیجہ میں اُن (انصار اللہ) پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اُن سے تعلق رکھنے والی مستورات اور اُن سے تعلق رکھنے والی بچیاں اور اُن سے تعلق رکھنے والے بچّے یا اُن کے چھوٹے بھائی غرض سب کو وہ چوکس اور بیدار رکھیں اور اُن کی تربیت اِس رنگ میں کریں کہ اُن کے لئے قرآن کریم کبھی مہجور نہ بنے کیونکہ جیسا کہ مَیں مثالیں دے کر واضح کر چکا ہوں۔ اس سے بڑے ہولناک اور تباہ کن نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری اہم دُعا:

دوسری دعا جس کی طرف مَیں دوستوں کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ مختصراً یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ الخ ❶

گویا اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے اور اخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نعماء کا اہل بننے کے لئے قرآن کریم کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بنیادی طور پر اسوۂ حسنہ ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ آپ کی زندگی کا ایک پہلو بطور اسوۂ حسنہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے پہلو کا تعلق اس بنیاد پر کھڑی ہونے والی عمارت سے ہے یعنی اس

❶ سورۃ الاحزاب آیت ۲۲

تفصیل سے ہے جو آپ کی زندگی میں عیاں ہے۔ گویا ایک اجمالی پہلو ہے اور دوسرا تفصیلی۔ جس طرح بنیاد چھپی ہوئی ہوتی ہے اور عمارت نظر آ رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کی زندگی کا ایک پہلو مجمل اور دوسرا تفصیلی یعنی ظاہر و عیاں۔ تاہم آپؐ کی زندگی کے یہ دونوں پہلو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضورؐ تمام انسانوں سے افضل ہیں:

اسی طرح یہ بھی ایک صداقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی اہم اور وسیع ذمہ داریاں سونپی تھیں۔ اس لئے آپ اپنی استعداد کے لحاظ سے تمام بنی نوع انسان سے افضل ہیں۔ گویا آپ کی افضلیت کا ایک یہ پہلو بھی ہے کہ آپ اپنی استعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے تمام بنی نوع انسان سے افضل ہیں۔ لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ کوئی دوسرا انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کسی دوسرے انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہ وہ قوت و طاقت دی اور نہ وہ استعداد دی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں۔ بعض لوگ یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے روک دیا کہ کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام تک نہ پہنچے یا ان سے آگے نہ نکلے۔ یہ سوال نہیں ہے۔ یہ اعتراض غلط ہے۔ حقیقت کو سمجھا ہی نہیں گیا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [1] یعنی ہر فرد پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں کی نشو ونما کرے اور اپنے اندر روحانیت اور اخلاق پیدا کرے۔ لیکن جو چیز اس کی استعداد سے باہر ہے اس کی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

پس چونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں اس لئے اپنی اپنی استعداد کی کامل نشو ونما کے لحاظ سے اس امت میں آپؐ کے شبیہہ اور مثل لاکھوں کروڑوں پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل استعدادوں کے مالک تھے۔ لیکن کسی دوسرے کی استعداد کامل نہیں۔ اس لئے کمال استعداد میں تو مماثلت ممکن نہیں۔ لیکن آپؐ نے جو اپنی استعدادوں کی کامل نشو ونما کی تھی اسی طرح آپؐ کے متبعین میں سے لاکھوں کروڑوں نے اپنے اپنے دائرہ استعداد میں سنتِ نبویؐ کے مطابق اپنی اپنی استعدادوں کی کامل نشو ونما کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل بن گئے۔ لیکن استعدادوں کے فرق نے ان دونوں کے مراتب کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ڈال دیا۔

جیسا کہ بشارتیں دی گئی تھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر مستفیض ہونے

---

[1] سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۷

والا اور آپ کی کامل اتباع کے لحاظ سے آپ کا کامل متبع ایک ہی وجود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل ،محبوب اور پیارا ہے۔ جسے آپؐ نے اپنا مہدی قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا انّ لمھدینا. ہمارے مہدی کی یہ یہ علامت ہے۔ ظاہر ہے کہ جس پیارے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہدی کہا ہو وہ آپؐ کے قریب تر ہے۔ گو وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو نہیں بنا اور نہ بن سکتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل انعکاس کی وجہ سے ہر دو میں فرق کرنا ایک عام انسان کے لئے مشکل ہے۔ اس لئے انسان کو اس مشکل مسئلہ میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ انعکاسی طور پر کوئی انسان جتنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوسکتا تھا اور آپؐ کی خوبیوں اور صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھا سکتا تھا اتنا مقرب اور اس حد تک ایک مثیل بن گیا۔ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اصطلاح میں مہدی کہا گیا ہے۔ اور بھی مہدی تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے علم قرآن سیکھا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا۔ لیکن مہدی مہدی میں اسی طرح فرق ہے جس طرح نیک نیک میں فرق ہوتا ہے۔ مطہرّ مطہرّ میں فرق ہوتا خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنے اور اس کی قبولیت قبولیت میں فرق ہوتا ہے۔

پس وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل انعکاس لے کر کامل ظلّ بن کر آیا اور آپؐ کی کامل مثل اور شبیہہ بن کر آیا۔ اور مہدی کہلایا۔ وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب ہے کہ اگر مہدی کے مقام کو پہچان لیا جائے تو عام انسان کی آنکھیں ان دو میں فرق نہیں کرسکتیں۔ اسی لئے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے حق میں آپ ہی کی زبان سے کہلوایا گیا۔

مَنْ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْمُصْطَفٰى فَمَا عَرَفَنِيْ وَمَا رأى ❶

یعنی اگر تمہاری آنکھ مجھ میں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فرق کرے تو یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ مہدی معہود اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب ہے کہ تمہاری آنکھ اس فرق کو نہیں پہچان سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے مہدی کی عظمت اور اس کے مقام کو نہیں پہچانا۔ اسی لئے فرمایا کہ مجھ میں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہ کرنا اور یہ اس لئے کہ آپ کی ذات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل انعکاس تھا۔ اور فنافی محمد کا مقام آپ کو حاصل تھا۔

اسلام سے قبل چونکہ ملک ملک اور زمانے زمانے کے حالات مختلف تھے اس لئے ہر ملک اور زمانہ کے حالات کے مطابق نبی آئے اور اپنے اپنے حالات میں بنی نوع انسان کی اصلاح کی کوشش کی

---

❶ خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۵۹ روحانی خزائن جلد ۱۶

لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء کی صفات کے جامع تھے۔ آپ کے فیوض و برکات کا دائرہ قیامت تک ممتد ہے اور خاتم الکتب آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ مَیں تمام بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ کی توحید کے بندھنوں میں باندھوں گا۔ پھر آپ نے یہ بشارت دی کہ میرا ایک محبوب مہدی ہوگا جو میرا مثیل ہوگا۔ یہاں تک کہ مجھ میں اور اس میں فرق کرنا مشکل ہو جائے گا۔ فرق تو ہوگا مگر تم اس فرق کی طرف توجہ نہ دینا بلکہ اس نمونہ کو دیکھنا جو میری اتباع کامل کے نتیجہ میں وہ پیش کرے گا۔ گویا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اسی طرح حضرت مہدی معہود کا وجود بھی بوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل انعکاس اور کامل اتباع کے اس زمانے میں بہترین نمونہ ہے۔

فنا فی الرسول:

درحقیقت مہدی معہود علیہ السلام کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ آپ کا وجود تو وہ مصّفا آئینہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی انوار کو اپنی پوری شان کے ساتھ ہم تک پہنچا رہا ہے۔ یہ روشنی شیشے کی نہیں۔ یہ روشنی اس روحانی آفتاب کی ہے جو چودہ سو سال پہلے فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا تھا۔ یہ قوت قدسیہ اور روحانی تاثیرات مہدی کی نہیں بلکہ اُسی انسان کامل اور افضل الرسل کی ہیں جو خدا کی صفاتِ حسنہ کا مظہرِ اتم اور تمام کمالاتِ روحانی کا جامع تھا۔

پس مہدی معہود کا اپنا تو کوئی وجود ہی نہیں رہا۔ وہ تو فنا فی الرسول کے درجہ کو پہنچ کر اپنے وجود کو محمدؐ کی ذات میں فنا کر بیٹھا۔ اس مہدی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی انوار اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا کے دلوں کو موہ لینے کے لئے آپ تک پہنچ گئے۔ اب ہم میں سے ہر ایک پر، مجھ پر بھی اور آپ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اس مماثلت کو حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کریں۔ اس کے حصول کا امکان پیدا ہو چکا ہے۔ اسلام کی اس بڑی ہی عجیب اور حسین تعلیم کو پھر سے اُشکارا کیا جا چکا ہے تاہم اس امر کو مدّنظر رکھنا چاہئے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی رُو سے کسی بھی انسان سے اس کی خداداد قوت وطاقت اور استعداد سے باہر کچھ بھی نہیں مانگا جائے گا۔ یہاں "وسع" میں وسعتِ نفس سے مراد استعدادِ نفس ہے یا وسعت سے مراد صلاحیتِ نفس ہے۔ اس لئے گو ہر ایک انسان کی صلاحیت اور استعداد مختلف ہوتی ہے لیکن ہر انسان سے آج یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کی کامل نشوونما کو کمال تک پہنچائے اور پھر سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ ہر شخص اس بات کا مکلّف ہے کہ خواہ اس کی استعداد مثلاً ایک اکائی ہو۔ خواہ اس کی استعداد ایک

ارب اکائی ہو۔ یا اس کی استعداد اَن گنت اکائیوں پر مشتمل ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی استعداد کے مطابق اپنی صلاحیت کے دائرہ میں اپنی استعداد اور صلاحیت کی کامل نشوونما کر لیتا ہے۔ تو وہ گویا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی کامل پیروی کرنے والا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ اس سے پیار کرے گا اور اسے ابدی جنت عطا ہوگی۔ کیونکہ جہاں تک اسے پہنچنے کی طاقت دی گئی تھی وہاں تک وہ پہنچ گیا۔ لیکن اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضلوں کی ناشکری کرتا ہے۔ آج بھی ناشکری کرتا ہے۔ جب مہدی آ گیا اور مسیح دنیا میں نازل کر دیا گیا اور وہ اپنی استعدادوں کی صحیح اور کامل نشوونما کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا یا مجاہدہ کے ساتھ اس میں کامیاب ہونے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کا وارث نہیں بن سکتا۔ جن فضلوں کا وارث بننے کے لئے اس نے آپ کو پیدا کیا ہے اور توفیق دی کہ آپ مہدی معہود کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔

ذمہ واری نباہنے کے لئے دعا:

پس یہ بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس کے نباہنے کے لئے بھی بڑی دعا کی ضرورت ہے۔ یہی وہ دوسری دعا ہے جس کی طرف مَیں آج احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہم میں سے ہر شخص یہ دعا کرے کہ اے ہمارے رب! ہم تہی دست اور کمزور اور ناکارہ ہیں۔ تیری مدد کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تُو نے ہمیں قوتیں اور استعدادیں تو عطا فرمائیں اور تو نے ہمیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ان کی نشوونما کو کمال تک پہنچاؤ مگر تیری مدد اور تیری نصرت، تیرے فضل اور تیری رحمت کے بغیر ہم اپنی استعدادوں کی کامل نشوونما نہیں کر سکتے اس لئے ہم تجھ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ تو اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم اپنی صلاحیتوں کی کامل نشوونما کر سکیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل ہیں۔ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں آپ کا دائرہ استعداد اور دائرہ صلاحیت اتنا بڑا اور وسیع ہے کہ انسان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔ آپ کے روحانی کمالات اور فیوض کا دائرہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ذرّہ بھر بھی مبالغہ نہیں ہے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام روحانی کمالات کے جامع ہیں اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی سچی پیروی آج بھی انسان کو خدا کا مقرب اور محبوب بندہ بنا دیتی ہے۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے خدا ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی کامل پیروی کرتے ہوئے ہم اپنی استعدادوں اور صلاحیتوں کی نشوونما کر سکیں اور اس نقطۂ نگاہ سے ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل بن جائیں۔ پھر یہ مماثلت جو ایک بہت بڑے کی ایک بہت چھوٹے کے ساتھ ہوگی اور بڑی حسین مماثلت ہوگی۔ اس

کے نتیجہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتوں اور رحمتوں کے طفیل اللہ تعالیٰ کا وہی پیار اور اسی رنگ میں گو اتنا شدید اور اتنا عظیم تو نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ ہم میں سے ہر ایک کو حاصل ہو جائے گا۔ جس پیار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے پوری شان کے ساتھ حاصل کیا تھا اور آسمانوں پر بلند ترین مقام پر فائز ہوئے تھے۔

دو دعائیں:

پس یہ وہ دو دعائیں ہیں جن کی طرف جماعت کو اور خصوصاً انصار کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے نوجوانوں کو بھی توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نوجوانوں کی عمروں میں برکت ڈالے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس دنیا کو چھوڑنے سے قبل اس صداقت کو سمجھنے اور اسے پا لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور انہیں بھی خدمات دینیہ بجالانے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کا موقعہ ملے اور ان کا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ اس معنی میں کہ وہ بھی اپنی استعدادوں کی نشو ونما کو کمال تک پہنچا کر گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل اور تصویر بن گئے۔ لیکن جوں جوں عمر گزرتی جاتی ہے۔ موت کا وقت مقررہ قریب آتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے جن دوستوں کی عمریں بڑی ہیں۔ ان کے غور و فکر کا دائرہ بھی زیادہ وسیع ہونا چاہئے۔ ان کی کوششیں بھی زیادہ ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی عاجزی کا اظہار بھی زیادہ ہونا چاہئے۔ نہایت ہی ابتہال کے ساتھ اور سینہ میں جس طرح ایک آگ لگی ہوتی ہے اس طرح خدا کے حضور جھکنا چاہئے تاکہ جو کچھ وہ ہمیں دینا چاہتا ہے۔ وہ ہم اس کی توفیق سے لینے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ دعاؤں کے نتیجہ میں اور کوشش اور عملی نمونہ کے ساتھ ہم دنیا کے دل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے کہ ہمارے بھائی جو مختلف خطہ ہائے ارض پر بسنے والے اور مختلف عقائد رکھنے والے ہیں ان پر توحید حقیقی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت آشکار ہو جائے اور وہ بشاشت کے ساتھ اور خوشیوں کے ساتھ اور مسرتوں سے اپنی جھولیاں بھر کر دوڑتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرب کی تلاش میں آپؐ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور وہ آخری بشارت اور وہ کامل بشارت کہ جس سے بڑی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی (یعنی مہدی معہود کے ذریعہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کی) وہ جلد پوری ہو۔ تمام نوعِ انسان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع نظر آئیں اور نوعِ انسانی امتِ واحدہ بن جائے۔ پھر نہ کوئی جھگڑا باقی رہے اور نہ کوئی اختلاف سارے مل کر ایک ہو کر

ایک دوسرے سے پیار کرنے والی قوم کی حیثیت میں اپنے دین اور دنیا کو سنوارنے میں لگے ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کر رہے ہوں۔

اب ہم کھڑے ہو کر عہد دہرائیں گے اور پھر بیٹھ کر دعا کریں گے۔ پھر آپ بیٹھے رہیں گے۔ مَیں آپ کو الوداع کہوں گا۔ اور السلام علیکم کہہ کر رخصت ہو جاؤں گا۔

الوداعی کلمات:

عہد دہرانے اور اجتماعی دعا کرنے کے بعد حضور نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ یہاں بھی سفر میں بھی اور جب آپ اپنے گھروں میں پہنچیں وہاں بھی آپ اس کی حفظ و امان میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر آن اپنی رحمتوں کا سایہ آپ کے سروں پر رکھے اور اپنی برکتیں لانے والے فرشتوں کو آپ کے گرد جمع رکھے اور آپ کو نیک ارادے رکھنے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ وہ سب راہیں آپ پر کھولے جو اسے خوش کرنے والی ہیں۔ اور پھر ان کو آپ پر ہمیشہ فراخ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہو۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور آپ کو بھی رخصت کرتا ہوں۔

(روزنامہ الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۱۱رشہادت ۱۳۵۵ھش ۱۱راپریل ۱۹۷۶ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مورخہ ۱۱ رشہادت ۱۳۰۵ ہش بمطابق ۱۱راپریل ۱۹۷۶ءکو انصاراللہ مرکزیہ کے نمائندہ اجتماع سے جو خطاب فرمایا تھا، اُس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج کا ہمارا اجتماع انصار اللہ ہنگامی نوعیت کا ہے۔ اس لئے کہ اس کو پچھلے سال اکتوبر ۱۹۷۵ء کی ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ تاریخ کو منعقد ہونا چاہئے تھا۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے جلسہ سالانہ سے قبل بتایا تھا کہ حُسن ظنی سے کام لیتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید کسی غلط فہمی کی بناء پر اپنے مقررہ وقت پر انصار اللہ کا اجتماع نہ ہوسکا۔ اس لئے مَیں نے یہ ہدایت کی تھی کہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ اکتوبر کی بجائے امسال اپریل میں بھی ایک مختصر سا اجتماع کرلیا جائے تا کہ گزشتہ سال بغیر اجتماع کے نہ رہے۔

دین کے کاموں سے محبت کرنے والی فدائی جماعت:

مَیں نے انصار اللہ مرکزیہ کے دفتر کو یہ ہدایت کی تھی کہ اگر ۱/۵ انصار اللہ آجائیں تو اس سے ہمارے اجتماع کی غرض پوری ہوجائے گی۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دین کے کاموں سے محبت کرنے والی ایک فدائی جماعت عطا کی ہے اس لئے وہ اس میں پیچھے کیسے رہ سکتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء کے اجتماع میں زیادہ سے زیادہ ۵۳۵ مجالس شامل ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے جیسا کہ مَیں نے ہدایت کی تھی اگر کم از کم ۱۰۷ مجالس آجائیں تو اجتماع کی غرض پوری ہوجاتی لیکن اس کی بجائے ۳۸۱ مجالس آگئی ہیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک

اسی طرح نمائندگان جو زیادہ سے زیادہ انصار اللہ کے اجتماع میں کبھی شامل ہوئے، وہ ۹۵۳ تھے۔ لیکن اس اجتماع میں ۵۷۲ نمائندے شامل ہوئے ہیں یعنی ۱/۵ نہیں بلکہ اس کے نصف سے بھی

زیادہ ہیں۔ اراکین کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۱۹۵۳ تھی۔ اس اجماع میں اراکین کی تعداد ۱۲۱۶ ہے اور یہ بھی ۵/۳ ہیں ۵/ انہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس رُوح کو جماعت میں ہمیشہ قائم رکھے۔ اس اجتماع میں شامل ہونے والوں اور پیچھے رہنے والوں ہر دو کو احسن جزاء عطا فرمائے۔ کیونکہ انہوں نے نظامِ جماعت کا حکم مانا اور اپنی محبت کا اظہار کیا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ انصاراللہ کے اس اجتماع کے پروگرام کا کچھ حصہ ابھی باقی ہے اس لئے اس وقت میں جو باتیں کہوں گا وہ انصاراللہ کے اس نمائندہ اجتماع کی آخری گفتگو نہیں ہو گی۔ بلکہ میرے یہاں سے واپس جانے کے بعد آپ دوست آرام سے یہاں بیٹھے رہیں گے۔ اور اپنے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے اور اگر گھنٹہ دو گھنٹہ کھانے میں دیر ہو جائے تو میرے لئے اور آپ کے لئے بھی کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسا پُرحکمت مذہب ہمیں دیا ہے جس نے ایسے موقعوں پر نمازیں جمع کرنے کی اجازت دی ہے۔ پس اس موقع پر بھی نمازیں ظہر و عصر جمع کر لی جائیں۔

معروف عذر کے بغیر بھی نمازیں جمع کرنے کی سنّت

بچپن میں اتنا بچپن تو نہیں طالبِ علمی کے زمانہ میں بعض چیزیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں کیونکہ وہ عملی زندگی میں پڑ کر سمجھ آتی ہیں۔ بچپن کے زمانہ میں جب حدیث میں پڑھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بِغَیْرِ مَطَرٍ وَّلَا عُذْرٍ نمازیں جمع کروادیں تو سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ کیا بات ہے۔ مگر اب اس کی سمجھ آئی کہ عذر راوی کو سمجھ نہیں آیا۔ کوئی ایسی ضرورت یا حکمت ہوگی جسے ہر آدمی سمجھ نہیں سکتا۔ اس واسطے یہ روایت محفوظ کر لی گئی تا کہ ایسے طور پر نمازیں جمع کرنے والوں پر لوگ اعتراض نہ کریں۔ بعض معترض دماغ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ تم بلا عذر نمازیں جمع کیوں کرتے ہو۔ ہم اس لئے جمع کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معروف عذر کے بغیر بھی نماز جمع کرنے کی سُنّت قائم کر دی۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ آپ گھروں میں ویسے ہی نمازیں جمع کر لیا کریں۔ جب دینی کام کے لئے کوئی انتظام کرنا ہو یا امام وقت نمازیں جمع کرنا مناسب سمجھے تو اُسوۂ نبوی پر عمل کرتے ہوئے وہ نمازیں جمع کر کے پڑھائے۔ ایسی صورت میں نمازیں جمع کرنے کا عذر تو ضرور ہوگا لیکن راوی کو نہیں سمجھ آرہا ہوگا کہ کیوں جمع کی گئیں۔ بہر حال عملی زندگی میں آکر بہت سارے مطالب خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

انصاراللہ کی گوناگوں ذمہ داریاں

اب مَیں انصاراللہ کی بات کرتا ہوں۔ ''انصاراللہ'' کا لفظ ان بزرگ احمدیوں پر بہت ساری

ذمہ داریاں ڈالتا ہے جو اس تنظیم سے وابستہ ہیں، اس کے اراکین ہیں۔ ایک ذمہ داری یہ ہے کہ انصار اللہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہمارے جو طفل ہیں یا خادم کہلانے والے ہیں جن کا اطفال الاحمدیہ یا خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے تعلق ہے، وہ حقیقتاً خدا تعالیٰ کے اطفال اور خدا تعالیٰ کے لئے بنی نوع انسان کے خدّام بنیں۔ اس کے لئے ہم تفصیل میں بھی جاتے ہیں اور ہم آپس میں اصولی باتیں بھی بیان کیا کرتے ہیں۔ ہمارے دین کی، ہمارے اسلام کی، ہماری تعلیم کی ہماری ہدایت اور ہماری شریعت اسلامی کی جو بُنیاد ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کا وہ علم رکھنا جو قرآن عظیم میں بیان ہوا ہے اور جس کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً یا قولاً تفسیر بیان فرمائی ہے یا اُن بزرگ ہستیوں نے بیان فرمائی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّت محمدیہ میں تیرہ سو سال تک پیدا ہوتے رہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاں نثاری دکھائی اور اس سے انتہائی طور پر محبت کی۔ قرآن کریم کے نئے سے نئے علوم جو کتابِ مکنُون ہی تھے، وہ انہوں نے خدا سے سیکھے اور پھر ضرورتِ زمانہ یا ضرورتِ علاقہ کے مطابق لوگوں کو جو مسائل پیش آ گئے تھے اُن کو انہوں نے حل کیا اور پھر آخر میں جیسا کہ بتایا گیا تھا مسیح اور مہدی علیہ السلام آ گئے اور خدا تعالیٰ نے آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک نوعِ انسانی کو جس قدر مسائل پیش آنے والے تھے۔ آپ کو اُن سب کا حل تفصیل کے ساتھ یا بیج کے طور پر بتا دیا۔ کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی تعلقِ محبت پیدا کیا۔ اور محبت الٰہی کو انتہائی طور پر حاصل کرنے کے بعد قرآن کریم کے حقائق و معارف اور اسرار روحانیہ کو پایا۔ آپ نے عشقِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فنا ہو کر قرآن کریم کی تفسیر بیان فرمائی۔ یہ محض ہمارا اعتقاد ہی نہیں بلکہ ہماری زندگیوں کا ہر وہ لمحہ جو مخالفِ اسلام کا مقابلہ کرنے میں گزرتا ہے وہ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے محض اسلام کے دفاع کے لئے نہیں بلکہ اسلام کو دُنیا کے تمام اَدیان اور سب ازمنہ پر غالب کرنے کے لئے زبردست عقلی دلائل دیئے اور آسمانی نشانوں کے اتنے وسیع دروازے کھول دیئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور دُنیا کو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ مہدی علیہ السلام کا حقیقتاً وہی مقام ہے جس کا ذکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجالس میں بڑے پیار اور محبت سے کیا تھا۔ یہ ایک بُنیادی چیز ہے جسے انصار اللہ سے تعلق رکھنے والے احمدیوں کے ذہنوں میں ہر وقت خاص رہنا چاہئے اور انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت چوکس اور بیدار رہ کر اپنے ماحول کا جائزہ لیتے رہیں کہ اطفال اور خدام کے ذہنوں سے یہ اصولی باتیں زائل تو نہیں ہو جاتیں یا اُن کے ذہنوں میں دھندلا تو نہیں جاتیں۔

۷؍ستمبر کی آئینی ترمیم کے معنے

اس وقت جیسا کہ مَیں ایک عرصہ سے جماعت احمدیہ کو بار بار توجہ دلا رہا ہوں، حالات کچھ اس قسم کے پیدا ہو گئے ہیں کہ ہمیں اَور بھی زیادہ ضرورت پڑ گئی ہے کہ ہم ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ یہ ضرورت نئی نہیں لیکن اس نے نیا رنگ بدلا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں تو اپنی کُتب میں اپنے آپ کو اسلام کے جرنیل کی حیثیت میں اور بنی نوع انسان کے خادم کے طور پر بڑے زبردست دلائل کے ساتھ پیش کر رہے تھے لیکن ابھی آپ نے مسیحیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور نہ بیعت لینی شروع کی تھی جس کا مطلب ہے کہ ابھی ایک احمدی بھی نہیں تھا مگر آپ کے گھر میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں کُفر کے فتوے موجود تھے۔ پس جہاں تک کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہمیں کافر یا غیر مسلم قرار دینے کا سوال ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ پہلے تھوڑے لوگوں نے کہا پھر بہتوں نے کہنا شروع کر دیا۔ پہلے ایک خاص علاقے میں احمدیوں کو کافر کہا گیا۔ اب ساری دُنیا میں لوگ احمدیوں کو کافر کہنے لگ گئے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تاہم ۱۹۷۴ء سے پہلے حکومتوں نے قانون یا دستور کی اغراض کے لئے احمدیوں کو کبھی "Not Muslim" نہیں قرار دیا تھا۔ اس سے مخالفت کے جو نئے زاویئے پیدا ہوئے، میں اُن میں نہیں جاؤں گا۔ شاید اس سلسلہ میں مجھے کوئی بات کرنی پڑے تاہم زیادہ تر میں اپنے مؤقف کو بیان کروں گا۔

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو جو ترمیم پیش ہوئی اور اُس وقت اسمبلی میں جو پاس ہؤا جسے اُس وقت کے نمائندہ دماغ نے سمجھا، وہ ہمارے پرائم منسٹر صاحب کی ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی تقریر میں بیان ہو چکا ہے یعنی یہ کہ ۷؍ستمبر کی ترمیم کے کیا معنے لئے گئے اور اُن کے دماغ میں جو چیز تھی وہ ظاہر ہوگئی۔ آخر وہی ہر چیز کے کرتا دھرتا ہیں۔ وہ پیپلز پارٹی کے ذمہ دار لیڈر تھے جس کی حکومت تھی اور اس واسطے اُنہوں نے جو سمجھا وہ اپنی تقریر میں بڑے دھڑلے کے ساتھ بیان کر دیا۔ پس اس ترمیم کے بارہ میں انہوں نے جو بیان دیا۔ اس کے علاوہ کوئی اَور معنے نہیں لئے جا سکتے۔ بعد میں آنے والے حالات میں کئی اور چیزیں سامنے آ سکتی ہیں اور انسان کے دماغ کو دُھندلا کر سکتی ہیں لیکن اُس وقت جب کہ یہ ترمیم پاس ہوئی اس کے متعلق اُن کے دماغ میں جو کچھ تھا وہ اُنہوں نے بیان کر دیا کہ وہ اس ترمیم کے متعلق یہ سمجھتے ہیں۔

احباب جانتے ہیں مَیں نے مشاورت کے موقع پر بھی کہا تھا اور بعد میں خُطبہ جمعہ میں بھی بیان کیا ہے کہ غیر (مخالف) ہمیں جو مرضی چاہے سمجھتا رہے۔ اس کی زبان کو ہم نہیں بند کر سکتے۔ ہمارا حق بھی کوئی نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ جو اپنے متعلق ہم سمجھتے ہیں وہی تُم ہمارے متعلق بھی سمجھو۔ یہ ہمارا حق نہیں ہے۔ تمہارا یہ حق ہے کہ تم جو چاہو سمجھو اور جو چاہو اسمبلی میں پاس کرو۔ یہ تمہارا حق ہے لیکن تمہارا یہ حق نہیں ہے کہ تم یہ کہو کہ تم ہمیں جو سمجھتے ہو ہم بھی اپنے آپ کو وہی سمجھنے لگ جائیں۔ یہ تمہارا حق نہیں ہے اور جس چیز

کو آخر بھٹو صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ موجودہ زمانہ (ماڈرن ٹائمز) میں ایسی باتیں تو نہیں کی جا سکتیں جن سے ساری دُنیا بھڑک اُٹھے کہ یہ کیا ہو گیا۔ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ اس واسطے اِس زمانہ میں رہنے والے ایک سیاسی دماغ نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے خیال کا اُس دن اظہار کیا جس سے اُن کا اصل مطلب ظاہر ہو جاتا ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ہمارے بہت سے مخالف جُھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو حیرانی ہوتی ہے کہ جہاں تک ہماری مخالفت کا تعلق ہے بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا اور رہنا سہنا سوائے جُھوٹ کے اَور کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ گزشتہ مشاورت پر مَیں نے تقریر کی تو انہوں نے ایک جگہ یہ لکھ دیا گیا کہ مرزا ناصر احمد نے یہ کہا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں غیر مسلم نہیں کہہ سکتی۔ حالانکہ مَیں نے اس کے اُلٹ کہا تھا۔ مَیں نے تو کہا تھا کہ دنیا جو چاہے ہمیں کہتی رہے۔ آخر ۸۰ سال سے ہم اپنے متعلق غیر مسلم کا لفظ سُنتے آئے ہیں اور اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کا جو ردّ عمل ہے یعنی پیار کا اور محبت کا اور نُصرت کا اور مدد کا۔ وہ دیکھتے آئے ہیں۔ ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ پس مَیں نے تو یہ کہا تھا کہ دُنیا ہمیں جو چاہے سمجھے یا کہے مگر لکھنے والے نے یہ لکھ دیا کہ دُنیا کی کوئی طاقت ہمیں غیر مسلم نہیں کہہ سکتی۔ گویا کہ ہم لنگوٹے کس کر کُشتی کرنے کے لئے اکھاڑے میں آ گئے ہیں۔ ہمیں کشتی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تو بتایا ہے کہ ہمارا مؤقف ہی یہ ہے کہ جب ہمیں مدد کی ضرورت پڑے جب ہمیں دُکھ پہنچایا جائے، جب ہمیں تکلیف محسوس ہو تو ہم اپنے پیار کرنے والے رب کی محبت اور اس کے پیار میں نہاں ہو جاتے ہیں۔ ؎

نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

پس میں نے جو کہا تھا لکھنے والے نے اُس کے اُلٹ بیان کر دیا تا کہ اس طرح شاید پیپلز پارٹی کو غصہ آ جائے۔ اگر پیپلز پارٹی کے کرتا دھرتا صاحبِ اختیار و اقتدار لوگ سمجھدار ہیں تو اُن کو کیوں غصہ آئے گا۔ وہ تو بات سمجھ گئے کہ میں نے بات وہی کی ہے جو بھٹو صاحب نے ۷ رستمبر کو کی تھی۔ تم جو مرضی چاہو کہو لیکن ہم اپنے متعلق جو سمجھتے ہیں کہ ہم ہیں، ہم اس کا اعلان کرتے ہیں۔ میں نے مولوی دوست محمد شاہد صاحب کو کہا تھا کہ وہ مجھے بھٹو صاحب کی تقریر کا اردو ترجمہ دے جائیں لیکن انہوں نے مجھے پشتو کا ترجمہ بھجوا دیا اس لئے میں مجبور ہوں کہ بھٹو صاحب نے جو اصل زبان اختیار کی تھی یعنی انگریزی اس میں سے بعض حصّے پڑھوں۔ چنانچہ جو ترمیم پاس ہوئی اُس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"Is not a muslim for the purposes of the Constitution or Law."

کہ دستور یا قانون کی اغراض کے لئے احمدی "Not Muslim" ہو گا یعنی وہ مسلمان نہیں سمجھا

جائے گا یہ نہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ گویا احمدیوں کو دستور یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا یا ان لوگوں کو بھی جو کسی شکل میں مہدی کے منتظر ہیں۔

ہر احمدی کا یہ آئینی حق ہے کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے:

چنانچہ ۷ ستمبر ہی کو اس ترمیم کے متعلق پرائم منسٹر صاحب نے جو تقریر کی اس کا ایک پیراگراف اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"This is both a religious and secular decision"

یہ فیصلہ ایک ہی وقت میں دینی بھی ہے اور لادینی بھی۔

"It is a religious decision because it affects the majority of the population which is muslim"

اس کو ہم مذہبی فیصلہ صرف اس لئے کہہ رہے ہیں کہ یہ فیصلہ اثر انداز ہوتا ہے ایک ایسی پاکستانی اکثریت پر جو پیدائشی طور پر مسلمان ہیں۔ اس واسطے ہم اس فیصلہ کو مذہبی فیصلہ نہیں کہیں گے۔

It is a Secular decisin because We live in Modern times."

اور یہ فیصلہ سیکولر (لادینی) ہے کیونکہ ہم ماڈرن ٹائمز میں رہتے ہیں۔ سیکولر کے معنے انگریزی زبان میں مختلف ہوتے ہیں۔ جب سیکولر (Secular) کا لفظ ریلیجن (Religion) کے مقابلے میں آئے تو اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک Worldly (دُنیا دارانہ) اور ایک Non Sacred یعنی جس میں مذہبی تقدس نہ ہو۔ گویا پرائم منسٹر صاحب کے اعلان کے مطابق یہ مذہبی تقدس والا فیصلہ بھی ہے اور دُنیا دارانہ فیصلہ بھی ہے اور انہوں نے اُس دن اسے دُنیا دارانہ فیصلہ اس لئے قرار دیا کہ ہم ماڈرن ٹائمز میں رہتے ہیں۔ اگر ہم اس قسم کی سختی کریں کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہوئے بھی مسلمان نہ سمجھے تو ساری دُنیا میں شور مچ جائے گا۔ اس واسطے انہوں نے صاف بات کر دی کہ صرف یہ فیصلہ ہوا ہے کہ دستور یا قانون کی اغراض کے لئے احمدیوں کو مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔ جب بات دستور کی ٹھہری تو پھر ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہمارا دستور ہمیں کیا کہتا ہے۔ ہمارا دستور کہیں بھی یہ نہیں کہتا کہ احمدی اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھیں۔ دستور میں یہ Clause ہے ہی نہیں۔ اس کے برعکس یہ Clause ہے جسے بھٹو صاحب نے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں:

"Have a secular constitution."

اور یہ فیصلہ اس لئے سیکولر ہے کہ ہمارا دستور بھی مذہبی نہیں بلکہ سیکولر ہے۔

and believes in the citizens the Country having equal right

اور دستور اس بات میں یقین رکھتا ہے اور یہ اس کی رُوح ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کے ایک جیسے حقوق ہیں اُن میں کوئی امتیاز نہیں برتا جا سکتا اور اس کے بعد وہ کہتے ہیں:

Every Pakistani has a right to profese his religion proudly with Confidence and without Fear

کہ ہر پاکستانی کا یہ حق ہے کہ وہ جس مذہب پر چاہے، اُس پر فخر کے ساتھ اعتقاد رکھے اور کسی سے نہ ڈرے۔ بلا خوف وخطر یہ اعلان کرے کہ میرا یہ مذہب ہے اور یہ اس لئے کہ ہم ماڈرن ٹائمز میں رہتے ہیں۔ اگر ہم اس کے علاوہ کوئی اَور بات کہہ دیں تو ساری دنیا میں شور پڑ جائے گا۔ ہمارے پرائم منسٹر صاحب بڑے صاحبِ فراست ہیں۔ اُن کے اس قول کے مطابق میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دُنیا کی جو مرضی ہے وہ ہمیں کہے لیکن دُنیا کی کوئی طاقت ایک احمدی کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے آپ کو ایک غیر مسلم سمجھے۔ ۷ر ستمبر کے اُسی دن جس دن یہ ترمیم پاس ہوئی تھی بھٹو صاحب نے گارنٹی دی اور ساری دُنیا کو مخاطب کر کے بڑے واضح الفاظ میں کہہ دیا (ماڈرن ٹائمز میں جو رہتے ہیں) کہ ہم نے تو احمدیوں کو یہ کہا ہی نہیں کہ تم اپنے آپ کو غیر مسلم سمجھو۔ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ فخر سے اپنی گردنیں اُٹھاؤ اور بغیر کسی خوف وخطر اپنے مذہب کا اعلان کرو۔ ہر احمدی یہ کہتا ہے کہ میرا مذہب اسلام ہے تو آپ کو کون روک سکتا ہے کہ آپ اپنے مذہبِ اسلام کا انکار کریں یا یہ کہہ دیں کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن اس بات کا کیا علاج ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم احمدی خود کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں تو ہمارا مخالف کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ یہاں تک لکھ دیتا ہے کہ احمدیوں نے دستور سے بغاوت کی ہے۔ اگر دستور سے کوئی بغاوت ہوئی ہے تو ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو خود پرائم منسٹر صاحب کر چکے ہیں۔ احمدیوں نے بغاوت نہیں کی۔ لیکن ۷ر ستمبر کو پرائم منسٹر صاحب نے بھی بغاوت نہیں کی بلکہ ایک سچی بات تھی جس کا انہوں نے اُس دن اعلان کر دیا۔ غرض ہر احمدی جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ بھی دستور سے بغاوت نہیں کرتا۔ ہر احمدی کا یہ دستوری حق ہے کہ وہ اپنے مذہب کا اظہار کرے۔ دستور نے زیر دفعہ ۲۰ ہر شہری کو یہ حق دیا ہے کہ ہر شخص کا جو عقیدہ ہے وہ رکھے۔ اس کا اعلان کرے۔ اس کی تبلیغ کرے اور یہ ہمارے پرائم منسٹر صاحب نے انتہائی فراست کے ساتھ اُس دن یہ اعلان کیا کہ اس فیصلہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ سیکولر ہے۔ گویا ہر احمدی کا یہ حق ہے کہ وہ کھڑے ہو کر فخر کے ساتھ گردن اونچی کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے اور کسی سے نہ ڈرے۔ اس لئے کہ ہم زمانہ حاضرہ میں رہنے والے

ہیں اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ تم اپنے آپ کو احمدی مسلمان سمجھو اور اپنے آپ کو احمدی مسلمان کہو اپنے عقائد کی تبلیغ کرو۔ تمہیں کون روک سکتا ہے جب کہ خود دستور تمہیں اس کا حق دیتا ہے۔

اسلام ہماری روح اور دل کی غذا ہے

لیکن بعض لوگ جو فتنہ پیدا کرنے والے ہیں اور جن میں سچ اور جھوٹ کی تمیز نہیں۔ وہ ہمارے خلاف جُھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ میں نے بتایا کہ میں نے جو بات کہی تھی اُس کے اُلٹ لکھ دیا۔ حالانکہ میں نے تو کہا تھا کہ کوئی جو چاہے ہمیں سمجھے۔ ہم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہیں گے۔ کیونکہ ہم اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہیں۔ اسلام ہماری زندگی ہے۔ یہ ہماری رُوح اور دل کی غذا ہے اسے چھوڑ کر ہم نے کہاں جانا ہے۔ اسلام کو چھوڑنے سے تو ہزار درجہ بہتر ہے کہ دُنیا ہمیں قتل کر دے۔ ہم مرنے سے نہیں ڈرتے۔ ہم اپنے خدا کی ناراضگی اور قہر سے ڈرتے ہیں۔ لوگ ہمیں اسی (۸۰) سال سے کافر کہتے چلے آ رہے ہیں اور یہ تو "Not Muslim" سے بھی زیادہ سخت لفظ ہے۔ لوگوں نے ہماری ہر لحاظ سے Wholesale condemnation کی کہ تم مسلمان نہیں۔ کسی لحاظ سے بھی مسلمان نہیں۔ ہر لحاظ سے "Not Muslim" ہو۔ مگر ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں تم اسی (۸۰) سال سے یہ کہہ رہے ہو۔ تمہاری ان آوازوں، تمہارے اس غصّے، تمہاری ان تیوریوں اور تمہاری آنکھوں کی اس سُرخی نے ہمیں کبھی پریشان نہیں کیا اس لئے کہ ان آوازوں اور ان مخالفتوں کے ساتھ ساتھ ایک اَور نہایت میٹھی، بڑی محبت بھری اور نہایت حسین آواز ہمارے کانوں میں پڑتی ہے یعنی خدائے ذوالعرش ہمیں یہ تسلی دیتا ہے کہ تم اس شخص کے ماننے والے ہو جسے خُود خدا نے یہ فرمایا تھا کہ وہ دُنیا میں یہ اعلان کر دے۔

اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

میں ہی سب سے بڑا مسلمان ہوں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ ہم آپ کے ماننے والے ہیں۔

اپنے آپ کو مسلمان نہ کہنے کا ناگزیر مطلب

اس وقت ہر احمدی کے ذہن پر بڑا دباؤ پڑ رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو "Not Muslim" کہنا شروع کر دے یا کافر کہنا شروع کر دے۔ آپ نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مثلاً بابو قاسم الدین صاحب اپنے آپ کو غیر مسلم کہنے لگ جائیں وہ دراصل یہ چاہتا ہے کہ بابو قاسم الدین صاحب (اور اسی طرح دُوسرا ہر احمدی جس کے متعلق وہ غلط فہمی میں امید

لگائے بیٹھے ہیں) یہ اعلان کریں کہ (نعوذ باللہ) خدا واحد و یگانہ نہیں ہے۔ تین خدا ہیں یا دس خدا ہیں یا بت پرستوں کی طرح کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کو خدا ماننے اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے پتھر اور لکڑی کے بُت گھڑ کر اُن کے سامنے سجدے کرنے لگ جائیں اور خدائے واحد و یگانہ کو ماننا چھوڑ دیں۔ اور یہ بات اُس قرآن کریم کو ماننے والے کہتے ہیں جس نے اہلِ کتاب سے بھی یہ کہا تھا کہ جب تم پکڑے جاتے ہو تو تم تثلیث کے قائل ہوتے ہوئے بھی کہتے ہو کہ اصل میں تو ہم ایک خدا کو مانتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر گواہ ہوں میں نے عیسائیوں سے باتیں کی ہیں۔ جب اُن سے کوئی اَور بات نہ بنے تو کہہ دیتے ہیں ہم تو ایک خدا کو مانتے ہیں۔ چنانچہ اُن سے یہ کہا گیا کہ اچھا اگر تم ایک خدا کو مانتے ہو تو:

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ❶

اس قرآن کریم کو ماننے والے کہتے ہیں کہ دُنیا کا ایک کروڑ احمدی یا بقول اُن کے اتنے احمدی نہیں تو جتنے بھی ہیں وہ خدا سے اپنا رشتہ توڑ دیں۔ اُس خُدا سے تعلق توڑ لیں جس کی طرف تمہیں قرآن کریم بُلا رہا ہے اور جس کی طرف وہ خُود کو منسوب کرتے ہیں۔

پس جب بعض لوگ ہمیں یہ کہتے ہیں کہ تم اسلام کو چھوڑ دو اور اپنے آپ کو مسلمان نہ کہو تو دراصل اُن کا یہ مطالبہ ہوتا ہے اور وہ ہمارے منہ سے یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن کریم جُھوٹ کا ایک پلندہ ہے اور اس کے اندر کوئی صداقت نہیں ہے۔ اس کے اندر کوئی ہدایت نہیں ہے اس کی تعلیم اور اس کی تربیت انسان کو خدا تعالیٰ تک لے جانے والی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کا پیار کسی نے حاصل کرنا ہو تو قرآن کریم کی ضرورت نہیں ہے۔ کہتے ہیں تم اسلام کو چھوڑ دو اور اپنے آپ کو مسلمان نہ کہو تو گویا تم یہ کہلوانا چاہتے ہو کہ نعوذ باللہ وہ لاکھوں اعتراضات جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اور حسین ذات پر عیسائیوں نے اور دوسرے لوگوں نے کئے، وہ درست تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ صداقت اور حقیقتِ زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ میں ایسے الفاظ اپنی زبان پر نہیں لاسکتا یعنی وہ الفاظ ہماری زبان پر نہیں آسکتے۔ ہماری زبانوں پر تو وہ الفاظ بھی نہیں آسکتے جو بعض لوگوں نے اپنی کتابوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھے ہیں۔ حالانکہ ہم تو اس کائنات کی پیدائش کی وجہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ اگر نبی کریم جیسی عظیم ہستی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہ کرنا ہوتا تو وہ اس کائنات ہی کو پیدا نہ کرتا۔ اس کی کوئی اَور حکمت چلتی۔ وہ خدا ہے وہ مالک ہے۔ اس کی بڑی پُر حکمت اور عظیم صفات ہیں۔ لیکن ہماری یہ کائنات جو اس وقت ہمیں نظر آرہی ہے۔ ہمارے نزدیک اس

❶ سورہ آل عمران آیت ۶۵

کی پیدائش کا سبب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اس لئے ہم آپؐ ہی کی اتباع کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اپنی کوشش سے خدا تعالیٰ کا چھوٹے سے چھوٹا پیار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا۔ انسان کو رُوحانی طور پر سرور اور خدا تعالیٰ کا جو پیار حاصل ہوتا ہے اور جس کے نتیجہ میں وہ رُوحانی طور پر قربانی اور ایثار دکھاتا ہے۔ یہ پہلا قدم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اُٹھایا جاتا ہے اور جو آخری قدم ہے وہ بھی آپؐ ہی کی غلامی کا جُوا اپنی گردن میں اُٹھانے سے نصیب ہوتا ہے۔ آپؐ کی سچی اِتباع ہی میں دین و دنیا کی کامیابی ہے تو پھر کیا لوگ تم سے یہ کہلوانا چاہتے ہیں اور کیا آپ یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ (نعوذ باللہ) خدا نہیں اور قرآن کریم جھوٹی کتاب ہے (تمام حاضرین نے بیک زبان کہا نہیں۔ ہرگز نہیں) تو پھر کیا بعض لوگ دُنیا کی اس عارضی زندگی کے لئے اور دُنیا کی جو اسمبلیاں ہیں اُن میں سیٹیں حاصل کرنے کے لئے یا دوسرے چھوٹے چھوٹے فوائد حاصل کرنے کے لئے اسلام کو چھوڑ دیں گے (اس پر بھی حاضرین نے کہا نہیں۔ ہرگز نہیں چھوڑیں گے) ہاں مگر احمدی کہلانے کے باوجود وُہی اسلام کو چھوڑے گا جس کے دل میں نہ کبھی احمدیت داخل ہوئی اور نہ اسلام داخل ہوا۔ جو پہلے بھی اسلام سے مرتد تھا اور اب اس رنگ میں اسلام سے ارتداد اختیار کر لیتا ہے۔ وہ واقعی مسلمان نہیں ہے۔

جبراً اسلام چھڑوانے والوں کا ایک سوال:

میں یہ پوچھتا ہوں اُن لوگوں سے جو بعض لوگوں سے اسلام چھڑوانے کا اعلان کرواتے ہیں کہ وہ جو تم نے ارتداد کی سزا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ وہ اس (مرتد) پر جاری کیوں نہیں ہوتا۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ یہ بھی ایک تضاد ہے۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ اسلام سے ارتداد کا اعلان کرو اور دوسری طرف کہتے ہیں بے شک اعلان کے باوجود ہم تمہیں وہ سزا نہیں دیں گے۔ جو ہمارے علماء پتہ نہیں کب سے کہتے چلے آئے ہیں کہ مرتد کی یہ سزا ہے۔ تو اگر واقعی وہ مرتد کی سزا ہے تو پھر تمہیں تو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ایسے شخص کو تم اس سزا سے محفوظ رکھو۔ کہنے والوں نے یہ کہا تھا کہ اسلام مرتد کی یہ سزا مقرر کرتا ہے۔ اگر اسلام کوئی سزا مقرر کرتا ہے تو پھر زید اور بکر کا یہ حق نہیں ہے کہ جو سزا اسلام نے مقرر کی تھی، اسلام کے نام پر جو مُلک بنا تھا اس میں وہ سزا نہ دی جائے۔ باقی ہمارے نزدیک ارتداد کا جو مسئلہ ہے اور جسے قرآن کریم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور جس پر متعصب سے متعصب دماغ بھی اعتراض نہیں کرسکتا۔ وہ نہایت پاکیزہ مسئلہ ہے۔ یعنی جہاں تک سزا کا تعلق ہے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ ظالم اور جابر ہے اور اپنے بندوں پر زبردستی کرنا چاہتا ہے۔ یہ دُنیا خدا کے قانون میں بندھی ہوئی ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے کہا

میرے پیدا کئے ہوئے اور بنائے ہوئے کھانے سے پیٹ بھرو گے تو سیری ہوگی۔ یہ نہیں کہا کہ پتھروں سے پیٹ بھرلو تو سیر ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ نے کہا میں نے تمہارے جسموں کی سیری اور اُن کی نشو ونما کے لئے جو چیزیں پیدا کی ہیں جتنی مقدار میں تمہاری ضرورت ہے اُتنی کھاؤ گے تو تمہاری صحت ٹھیک رہے گی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے کہا میری طرف سے جو ہدایت نازل کی گئی ہے اُس پر عمل کرو گے تو تمہاری رُوحانی صحت ٹھیک رہے گی۔ اور تمہاری روحانی نشو ونما صحیح طور پر ہوگی اور تمہیں روحانی نعمتیں ملیں گی۔ دُنیا کے قانون دُنیا کی لذتیں دیتے ہیں لیکن خدا نے جو قانون بنائے ہیں جن کو روحانی قوانین کہا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ انسان اُن کو توڑے نہیں۔ بے راہ روی نہ دکھائے اور اُن پر عمل کرے تو کامیابی ہوگی۔ ورنہ نہیں۔

پس یہ ایک بُنیادی تعلیم ہے اور اس کے مطابق ارتداد کے مسئلہ کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور کُھل کر بیان کیا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس پر کوئی متعصب سے متعصب عیسائی یا ہندو یا دہریہ اعتراض نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو میں اس کو قائل کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ البتہ اگر کوئی ہٹ دھرمی سے کام لے تو اس سے اسلامی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں اس وقت اس مسئلہ میں نہیں جا رہا میں تو یہ بتا رہا ہوں کہ لوگوں نے مرتد کے بارہ میں جو مسئلہ بنایا تھا وہ شخص اس سزا سے کیسے بچ گیا جو اعلان کرتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ عشقِ الٰہی میں سرشار رہنے والی جماعت ہے:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی تو غرض ہی یہ تھی کہ آپ کے ماننے والے اللہ تعالیٰ کی توحید پر صحیح معنے میں اور حقیقی طور پر قائم ہو جائیں اور خدا کی ذات اور صفات کو پہچاننے لگیں اور ایسے مقبول عمل کریں یعنی جن کے اندر کوئی نقص نہ ہو اور خدا تعالیٰ جنہیں قبول کر لے۔ وہ خدا تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کریں اور اس کے پیار کے جلوے اپنی زندگیوں میں اور اپنے ماحول میں دیکھنے لگیں۔

پس جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتہائی طور پر عشقِ الٰہی رکھنے والی جماعت ہے اور جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت رکھنے والی جماعت ہے۔ خدا تعالیٰ کی توحید کو دُنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنے دل میں ایک پُختہ عزم رکھنے والی جماعت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ سے کیسے منہ موڑ لے گی۔ اور اس سے کیسے اپنا تعلق قطع کرے گی۔ تاہم دوست اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ جب میں جماعت احمدیہ کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک احمدی اپنی استعداد کے مطابق عمل کرتا ہے۔ کچھ سیکھ رہے ہیں، کچھ ترقی کر رہے ہیں اور کچھ ترقی کرنے کے بعد اَور ترقی کر رہے ہیں ھُــــدیً

للمتقين کے مطابق تقویٰ بھی ہے اور ہدایت بھی ہے۔ ہر ہدایت میں اسلام آگے سے آگے لے جاتا چلا جاتا ہے۔ ہم نے قرآن کریم میں بڑی حسین تعلیم پائی ہے۔ اس میں بڑی وسعتیں ہیں۔ اس میں بڑی برکتیں ہیں۔ اور اس میں بڑی رحمتیں اکٹھی ہوگئی ہیں کہ ان کا غیر بھی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

قرآنی تعلیم کی عظمت کا حیرت انگیز اثر:

میں پہلے بھی کئی بار بتا چکا ہوں ۱۹۶۷ء میں مَیں نے کوپن ہاگن (ڈنمارک) میں خدا کے گھر یعنی مسجد کا افتتاح کرنا تھا۔ چونکہ وہ پہلا موقع تھا عملی آزمائش کا اس لئے میں خود بھی قرآنی تعلیم کی عظمت پر حیران ہوگیا۔ جہاں تک مسجد کا تعلق ہے اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ خدا کا گھر ہے۔ اس لئے وہاں کی مسجد کے ہم کسٹوڈین تھے۔ اس کا افتتاح کرنا تھا اس کے لئے جمعہ کا وقت مقرر تھا۔ پہلے اذان ہونی تھی۔ پھر میں نے جمعہ کا خطبہ دے کر نماز پڑھانی تھی۔ وہاں کے مبلغین نے مجھے جو مختلف مشورے دیئے تھے وہ یہ تھے کہ یہ لوگ لمبی تقریریں سُننے کے عادی نہیں ہیں اس لئے بڑے مختصر الفاظ میں تقریر کریں۔ بس دس منٹ میں دو تین باتیں جو آپ اُن سے کہنا چاہیں کہہ دیں لیکن میں نے وہاں بیس منٹ تک تقریر کی اور جو باتیں میں نے کہیں اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ قرآن کریم کہتا ہے

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ❶

میں نے کہا قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ مسجد کا مالک اللہ ہے، انسان نہیں ہے اور فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا کی تفسیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً یہ فرمائی ہے کہ اسلام میں ہر مسجد کا دروازہ ہر موحد پر کھلا ہے خواہ کسی مذہب سے اس کا تعلق ہو۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا کہا ہے یہ نہیں کہا کہ اسلام کے مطابق نماز پڑھے۔ اسلامی تعلیم کے مطابق عبادت کرے۔ بلکہ فرمایا اس میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ غیر اللہ کی عبادت اس میں نہیں ہوسکتی۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا کی رُو سے اس میں خدائے واحد و یگانہ ہی کی عبادت ہوسکتی ہے۔ میں نے کہا عیسائیوں میں سے بہت سے لوگ یونیٹرین ہیں یعنی خدائے واحد کو ماننے والے ایک سے زائد فرقے ہیں اور وہ یونیٹرین کہلاتے ہیں۔ میں نے کہا وہ بھی اور دُنیا کا ہر وہ انسان جو اپنے اپنے رنگ میں ایک خدا پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اس مسجد میں نماز ادا کرسکتا ہے۔ وہ اس میں خدا کی عبادت کرسکتا ہے۔ اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔ نہ کسی انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اُسے روکے کیونکہ قرآن عظیم نے یہ اعلان کر دیا ہے

---

❶ سورۃ الجن آیت ۱۹

وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا میں نے اس کے پہلے دو Points پر زور دیا اور ضمناً یہ بھی بتا دیا کہ کوئی شخص خدا کے گھر میں بدنیتی سے داخل نہ ہو اور یہ ٹھیک ہے۔ عقل بھی یہی فتویٰ دیتی ہے۔ تو پتہ ہے اس کا کیا اثر ہوا؟ جمعہ کی نماز شروع ہوئی تو کئی سو عیسائی اور دوسرے غیر مسلم نماز میں شامل ہو گئے لیکن چونکہ اُن کو پتہ نہیں تھا کہ رکوع کس طرح کرنا ہے اس لئے جب ہم رکوع میں گئے تو وہ ایک دوسرے کو اِدھر اُدھر دیکھ کر رکوع میں چلے گئے۔ پھر قیام میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر سجدے میں گئے۔ پھر سجدے سے اُٹھے اور پھر سجدے میں گئے۔ پھر التحیات میں بیٹھے۔ غرض پوری نماز میں ہمارے ساتھ شامل رہے اور یہ اس آیت کریمہ کا اثر تھا۔

وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

اور کتنا عظیم اثر تھا کہ اس کا سلسلہ اب تک چل رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے سال یا اس سے پچھلے سال میں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ بعد میں بھی لوگ نماز میں شامل ہوجاتے رہے ہیں۔ کیونکہ ڈنمارک کا کوئی اخبار ایسا نہیں تھا جس نے اس کے متعلق نہ لکھا ہو سوائے ایک کے جو غالباً ہفتہ وار ہے۔ غیر ممالک کے اخباروں نے بھی لکھا۔ اس لئے سارے ملک کو یہ پتہ لگ گیا تھا کہ ہم نے مسجد کے متعلق یہ اعلان کر دیا ہے۔ اس واسطے جو لوگ سیر کرنے کے لئے اس علاقے میں آتے ہیں، وہ اس خوبصورت مسجد کو دیکھنے کے لئے بھی آجاتے ہیں اور اگر اُس وقت نماز کا وقت ہو تو وہ بلا لحاظ مذہب نماز میں شامل ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح اب تک دس ہزار سے زائد لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمان نہیں بلکہ وہ خدا کو مانتے ہیں۔ انہوں نے اس مسجد میں خدا کی عبادت کی۔ کیونکہ ہم نے اعلان کیا تھا کہ مسجد کے دروازے ہر موحد پر کھلے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے وہاں جو مسجد بنائی گئی تھی۔ وہ خدا کا گھر ہے انسان تو اس کا کسٹوڈین ہے مالک نہیں ہے۔

ہمارے منتظمین نے اپنے اندازے کے مطابق اس افتتاح کے بعد تھوڑے سے وقفہ میں یا جمعہ کی نماز کے بعد light refreshment کے طور پر چائے یا کافی کی پیالی، بوتل اور ایک آدھ چھوٹا سا کیک بھی رکھا ہوا تھا۔ ڈنمارک میں ہمارے مبلغ اور دوسرے مقامی احمدیوں کا خیال تھا کہ انہوں نے جو دعوت نامے بھیجے ہیں شاید تین ساڑھے تین سو آدمی آئیں گے لیکن وہاں پہنچ گئے ایک ہزار آدمی۔ ہم نے اس موقع پر وہاں خدا کی ایک اور شان دیکھی کہ خدا تعالیٰ اس طرح بھی پیار کرتا ہے چنانچہ جب منتظمین گھبرائے ہوئے میرے پاس آکر کہنے لگے کہ اب کیا ہوگا۔ میں نے کہا کیا ہوگیا۔ کہنے لگے ہم نے اندازہ لگایا تھا تین سو ساڑھے تین سو سے زیادہ آدمی نہیں ہوگا اس لئے اس کے مطابق انتظام کیا گیا لیکن

یہاں تو ایک ہزار آدمی آ گیا ہے۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا جس کا ہم کام کر رہے ہیں وہ خود ہی اس کا انتظام کر دے گا۔ تمہیں کیوں فکر ہے۔ خیر یہ ایک فقرہ تھا جو ایک جذبہ سے میرے دل سے نکلا وہ میں نے کہہ دیا۔ (اس وقت صحیح الفاظ مجھے یاد نہیں لیکن مفہوم یہی تھا) جمعہ کی نماز ہوئی پھر احباب مل بیٹھے اور چائے، کافی، بوتل، جو جس کی مرضی تھی پیا چلے گئے، تو منتظمین میرے پاس آ گئے۔ باچھیں کھلی ہوئی اور مسکراتے چہروں کے ساتھ مجھے کہنے لگے کہ خدا کی شان ہے۔ ایک ہزار آدمی کو ہم نے لائٹ ریفریشمنٹ بھی پیش کر دی اور ہمارے پاس سامان بھی بچا پڑا ہے۔

قرآن سے لوگوں کو دور کرنے کی ایک نئی افسوسناک روایت:

پس یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے ہیں جنہیں ہم نے قرآن کریم کی تعلیم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مشاہدہ کیا ہے۔ یہ سارا فیض تو دراصل آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیا گیا تھا جو آپؐ کی زندگی میں بھی ظاہر ہوا اور اب بھی ظاہر ہو رہا ہے اور اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلام ایک مردہ مذہب ہے جس کی شان پہلے گذر چکی اب نہیں آ سکتی۔ ایسا نہیں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ جو ہمیشہ اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ لیکن بعض لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تم کہو نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن کریم میں کوئی صداقت نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تم نے اس بات کے اظہار پر کیسے جرأت کر لی۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ چودہ سو سال میں کسی عیسائی اور کسی یہودی تک نے کھل کر یہ نہیں کہا کہ نعوذ باللہ قرآن کریم ایک فضول کتاب ہے۔ جو چیز آج تک نہیں ہوئی وہ تم اپنی طرف سے پیدا کر کے نئی روایات قائم کر رہے ہو۔ اور احمدیوں سے کہتے ہو کہ وہ یہ کہیں قرآن کریم میں کوئی صداقت نہیں اور اس میں کوئی نُور نہیں، قرآن کریم میں کوئی ہدایت نہیں، اس میں کوئی رہبری نہیں، یا یہ کہ قرآن کریم انسان کو خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے ہدایت کو ایک ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اس ہدایت کے لانے والے یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے لگے۔

ہم احمدیوں کے دل میں قرآن کی عظمت گاڑ دی گئی ہے:

ہم تو اس قرآن کو مانتے ہیں جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ جس میں قیامت تک کے انسان کے لئے رہبری اور ہدایت کے سامان موجود ہیں۔ آج کے بعض ایسے مسئلے ہیں جن کے بارہ میں دُنیا کے دانا اور عقلمند لوگ، بڑے ہوشیار اور صاحبِ فراست لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اُن کو حل

کرنے کی کوشش کی لیکن اس صدی میں جو ہماری تاریخ کی پہلی صدی ہے (حضرت مہدی علیہ السلام کے دعویٰ کے چند سال بعد بیسویں صدی عیسوی شروع ہوئی جو اب ۷۶ ویں سال میں ہے) دُنیا کے یہ عقلمند انسان ان مسائل کو حل نہیں کر سکے۔ دو خطرناک بین الاقوامی جنگیں ان کی اس ناکامی پر گواہ ہیں۔ دو عالمی جنگیں ہوئیں جنہوں نے ساری دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ انسان نے انسان کی گردن کاٹی۔ کیا یہ مصیبت جو انسان پر انسان کے ہاتھ سے آئی یہ ثابت کرتی ہے کہ آج کے انسان کو قرآن کریم کی ضرورت نہیں اور وہ اپنے مسائل کو خود ہی حل کر سکتا ہے۔ نہیں۔ اس سے اُلٹ ثابت کرتی ہے یہ تو بڑی موٹی چیزیں ہیں جن کو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ خود میرے جیسے ایک ناچیز انسان کے دماغ میں بھی سینکڑوں ہزاروں باتیں ایسی آتی رہتی ہیں اور میرا دماغ کہتا ہے اچھا ایک یہ بھی چیز ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی عقل مسائل کے حل کے لئے کافی نہیں ہے۔ اُسے خدا تعالیٰ کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود لوگ کہتے ہیں تُم اعلان کرو کہ ہم قرآن کریم کو سمجھتے ہی کچھ نہیں۔ گویا ہم قرآن کریم کی صداقت کا انکار کریں۔ ہم کیوں انکار کریں۔ ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتُب پڑھی ہیں اور جن کے دل میں قرآن کریم کی عظمت گاڑ دی گئی ہے اور جن کے دلوں کی کیفیت یہ بنا دی گئی ہے۔

خدا نے ہماری روح کو آنحضرتؐ کے عشق اور پیار سے بھر دیا ہے:

قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے۔ تم ہمیں یہ کہتے ہو کہ ہم قرآن کریم کے ماننے سے انکار کر دیں۔ ہم کیسے انکار کر دیں۔ ہم کہتے ہیں تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ وہ عظیم ہستی جس نے میرے سر سے لے کر پاؤں تک احسان کئے ہیں۔ کیا میں اس کے احسانوں کو بُھول جاؤں؟ یا آپ بُھول جائیں گے آپؐ نے ہم پر اتنے زبردست احسان کئے کہ آپؐ کے ایک ایک احسان پر آدمی کئی کئی دن تک گفتگو کر سکتا ہے۔ آپؐ نے انسانی زندگی کی کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو نظر انداز نہیں فرمایا۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بہت کچھ بتاتی ہیں۔ نوع انسانی سے آپؐ کو اتنا پیار تھا اور آپؐ انسانیت کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ آپؐ نے یہاں تک بتا دیا کہ مسواک اس طرح کرو۔ ڈاکٹروں کو دانتوں کی صفائی کے صحیح طریق کا اب پتہ لگا ہے حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا کہ جب مسواک کرو تو اُوپر کے دانتوں کی مسواک اس طرح کرو کہ تمہاری حرکت مسوڑوں سے نچلی طرف ہو اور نچلے دانتوں کی اس طرح کرو کہ نیچے سے اُوپر کی طرف ہو تا کہ مسوڑوں کو زخم اور نقصان نہ پہنچے۔ اب بتاؤ ہم لوگ جو آپؐ کے مقام کو سمجھنے والے ہیں اور ہم جو اس کوچہ کے واقف ہیں،

ہم جو صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے ہیں اور اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم آپؐ کے احسانوں کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ہمیں تم کہتے ہو کہ ہم اپنا رشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع کر دینے کا اعلان کر دیں۔ کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں۔نہیں خدا تعالیٰ نے ہمیں فراست عطا کی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہماری رُوح کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور پیار سے بھر دیا ہے۔ہم آپؐ کا انکار کیسے کر سکتے ہیں۔

موجودہ ماحول میں ان حقائق کو ذہن نشین کرانا اور زیادہ ضروری ہے:

پس یہ وہ باتیں ہیں جو انصار کو سمجھنی چاہئیں اور اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ اطفال اور خدام کو بھی سمجھاتے رہیں۔اب اس ماحول میں یہ بات نہایت ضروری ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتُب بھری پڑی ہیں ان چیزوں سے۔ میں نے اس سلسلہ میں کچھ حوالے نکلوائے تھے۔لیکن بہت ساری باتیں ذہن میں بھی حاضر رہتی ہیں۔ وہ تو میں نے بیان کر دیں۔ اس کے علاوہ چند حوالے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے پڑھوں گا۔آپؑ فرماتے ہیں:

> ’’مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دینِ اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اور مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔‘‘ [1]

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

> ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان کامل گذرا ہے جس کی پیشگوئیاں اور دُعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچے پیروؤں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ خصلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ لوگ کہاں ہیں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ

---

[1] اربعین نمبر اوّل صفحہ ۳-۴، مورخہ ۲۳ر جولائی ۱۹۰۰ء روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۵

کر سکتے ہیں۔ اگر انسان صرف ایسے مذہب کا پیرو ہو جس میں آسمانی رُوح کی کوئی ملاوٹ نہیں تو وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ مذہب وہی مذہب ہے جو زندہ مذہب ہو اور زندگی کی روح اپنے اندر رکھتا ہو اور زندہ خدا سے ملاتا ہو اور میں صرف یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کر کے اور خدا اور رسول پر سچی محبت رکھ کر میری پیروی کرے گا وہ بھی خدا تعالیٰ سے یہ نعمت پائے گا۔'' ❶

ہماری سب سے بڑی ذمہ داری:

قبل اس کے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اَور اقتباس پڑھوں، مَیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس دُنیا کے جو دُکھ اور پریشانیاں ہیں، اُن کو دُور کرنے کے لئے ہم پر بہت کچھ کرنے کی ذمہ داری ہے۔ لیکن سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم دعائیں کریں۔ میں نے بعض نیم تربیت یافتہ نوجوانوں کے مُنہ سے بھی یہ بات سُنی ہے کہ یہ لوگ ایسے ہو گئے ہیں کہ ان کو تو کبھی ہدایت نہیں ملے گی۔ یہ غلط بات ہے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن پیار سے اور احسن طریقہ پر دلائل دے کر سمجھانا یہ ہمارا کام ہے اور پھر دُعائیں کرنا کہ خدا تعالیٰ جس کے ہاتھ میں انسان کا دل ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اُنگلیوں کے بدلنے سے اس کا زاویہ بدلتا رہتا ہے۔ پس ہدایت خدا دیتا ہے۔ میں نے یا آپ نے کسی کو ہدایت نہیں دینی۔ لیکن ہمارا یہ کام ہے کہ ہم لوگوں کو پیار سے سمجھائیں۔ ہم نے ساری دُنیا کے دل جیتنے ہیں۔ ہم نے پیار کے ساتھ اور محبت کے ساتھ اس عظیم مہم میں اُن کو بھی شامل کرنا ہے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور آج ہمارے مخالف ہیں۔ ہمیں دُکھ بھی دیتے ہیں لیکن ہمارے دل میں کسی کی دُشمنی نہیں ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس سے ظاہر ہے جسے میں ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔

سب سے زیادہ اہم ہتھیار جو دُنیا میں ہمیں دیا گیا ہے (میں دُنیا کی بات کرتا ہوں) وہ دُعا کا ہتھیار ہے۔ اس وقت جو عیسائی دُنیا ہے اُن کے عقائد میں اختلاف ہے۔ غیر مسلم دُنیا ہے۔ ایک طرف روس میں بسنے والا دہریہ ہے دوسری طرف سرمایہ دارانہ حکومتیں ہیں جو عیسائیت کا لیبل لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن پتہ نہیں اُن کا کیا مذہب ہے۔ بہرحال ان سب کے لئے ہم نے دُعائیں کرنی ہیں کہ وہ اپنے

❶ اربعین روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۶

آپ کو پہچاننے لگیں اور اس کے قہر اور غضب کے طمانچے سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیں۔

پس جہاں تک دُعا کا تعلق ہے اس سلسلہ میں جو سب سے پہلی بات ہے۔ وہ ہے ایک احمدی کے دل میں اس یقین کا پیدا ہونا کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے لئے کوئی چیز اَن ہونی نہیں ہے۔ دُعا کی بعض شرائط بھی ہیں اور وہ میں بتا دیتا ہوں کہ کیا ہیں۔ بعض ایسی شرائط ہیں کہ عام طور پر لوگوں کے خیال میں نہیں آتیں۔ اس دُنیا میں قانونِ قدرت کارفرما ہے۔ خدا کا ایک عام قانونِ قدرت ہے جس پر ہماری سائنس، ہمارے علوم اور ہماری تحقیق کی بُنیاد ہے۔ یہ ایک عام قانون ہے۔ عام طور پر آگ جلاتی ہے اور پانی ٹھنڈا کرتا ہے۔ حتّٰی کہ جَم کر برف بن جاتا ہے یعنی پانی کے اندر خنکی ہے۔ اس کی اپنی فطرت کے اندر خنکی ہے۔ مثلاً آگ پر پانی اُبل رہا ہے۔ اگر برتن اُلٹ جائے تو وہی آگ جس کے نتیجہ میں وہ اُبل رہا تھا اس کو بجھا دیتا ہے۔ غرض یہ ایک عام قانونِ قدرت ہے۔ لیکن اس کے پیچھے ایک اور قانون کام کر رہا ہے اور وہ بڑا زبردست قانون ہے اور وہ قانون ہے کہ ہوگا وہی جو خدا چاہے گا۔ عام قانون کے مطابق خدا چاہتا ہے کہ عام حالات میں عام قانون کے مطابق ہوتا کہ انسان اِن علوم سے بے بہرہ نہ رہے۔ قانون کے مطابق علمی ترقی کرے۔ تحقیق کرے۔ آگے بڑھے۔ نئی چیزیں دریافت کرے۔ نئی چیزیں بنائے۔ اور ان سے فائدے اُٹھائے ہوائی جہاز بنائے۔ ایٹم بنائے (مگر خدا کرے غلط استعمال نہ کرے) ستاروں پر کمندیں ڈالے چاند پر جائے۔ غرض یہ ساری کائنات ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اسے اپنے بندوں کے لئے مسخر کیا ہے۔ اب ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو سمجھے۔ ان کو پرکھے اس کا علم پڑھے اور اصول سیکھے۔ قانونِ قدرت پر اس کا علم حاوی ہو۔ اس سے فائدہ اُٹھائے لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ان سب کے پیچھے ایک اور قانون چل رہا ہے۔ جس کی رُو سے ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مختصر سے اقتباس میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ’’اُس کی (اللہ تعالیٰ ناقل) قُدرت کی نسبت اگر کوئی سوال کیا جائے۔ تو بجُز اُن خاص باتوں کے جو اس کی صفات کاملہ اور مواعید صادقہ کے منافی ہوں باقی سب امور پر وہ قادر ہے۔ اور یہ بات کہ گو وہ قادر ہو مگر کرنا نہیں چاہتا یہ عجیب بے ہُودہ الزام ہے جبکہ اس کی صفات میں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ بھی داخل ہے اور ایسے تصرّفات کہ پانی سے برُودت دُور کرے یا آگ سے خاصیّت احراق زائل کر دیوے۔ اس کے صفاتِ کاملہ اور مواعید صادقہ کی منافی نہیں ہیں۔‘‘ ❶

❶ برکات الدعا صفحہ ۳۲ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۸ - ۲۹

عام قانون قدرت کے پیچھے خدا کا ایک خاص قانون جاری ہے:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ نے کیسے نہیں جلایا۔ یہ تو کوئی قصہ لگتا ہے ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں کہ آگ نے اس لئے نہیں جلایا کہ عام قانونِ قدرت کے پیچھے خدا کا ایک خاص قانون جاری ہے اور وہ یہ کہ خُدا جو چاہتا ہے کرتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں وہی قانون کارفرما تھا۔ خدا نے آگ کو حکم دیا کہ میرے پیارے بندہ پر عام قانون نہیں چلے گا۔ اس لئے آگ نے اُن کو نہیں جلایا۔ وہ اُن پر ٹھنڈی ہوگئی۔ خالی ٹھنڈی ہی نہیں ہوئی بلکہ اُن کے لئے سلامتی کا ایک زبردست نشان بھی بن گئی۔ یعنی اس آگ نے اُن کے لئے خالی برودت ہی نہیں پیدا کی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی کے سامان بھی پیدا کئے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک عظیم معجزہ عطا فرمایا۔ لیکن ہمارے اس زمانہ میں دہریہ لوگ کہتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ آگ نے نہیں جلایا۔ پتہ نہیں کیا قصہ ہے۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم کہتے ہو کیا ہوا اور کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں مہدی ہو کر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک محبوب رُوحانی فرزند کی حیثیت میں تمہاری طرف آیا ہوں۔ تماشے دکھانا میرا کام نہیں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تم میرے خلاف یہ منصوبہ بناؤ۔ میرے خلاف آگ جلاؤ اور مجھے اس میں پھینک دو تو آگ مجھے بھی نہیں جلائے گی کیونکہ خدا نے مجھے فرمایا ہے آگ تیرے لئے بھی بردًا وَّسلامًا بن جائے گی۔

پس اصل چیز دُعا ہے جس سے خدا اپنا خاص قانون جاری فرماتا ہے۔ کیونکہ قانون قدرت کے پیچھے ایک اَور قانون چل رہا ہوتا ہے۔ ہر قانونِ قدرت ظاہری شکل میں عملاً اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اس کو اندر سے خدا تعالیٰ کا حکم ہو کہ ظاہری شکل میں نمودار ہو جائے۔ میں نے کئی دفعہ درخت کے پتوں کی مثال دی ہے۔ میں اُسے پھر دُہرا دیتا ہوں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ درخت کا ہر پتہ خدا کے حکم سے گرتا ہے۔ یہ اس کا عام قانون ہے جو اس کائنات میں چل رہا ہے۔ لیکن قانونِ قدرت نے یہ کہا کہ بعض درخت موسم خزاں میں پت جھڑ کرتے ہیں بعض موسم بہار میں کرتے ہیں یا سارا سال کر رہے ہوتے ہیں کچھ پتے گر جاتے ہیں کچھ نئے آ جاتے ہیں۔ ایک ایسا درخت جو موسم بہار میں پت جھڑ کرتا ہے اور سارے پتے بالکل جھاڑ دیتا ہے وہ کالج کے Cottage میں تھا جہاں مَیں رہا کرتا تھا۔ جب اُس کے پت جھڑ کا موسم آیا تو ایک دن مجھے یہ خیال آیا کہ قرآن کریم نے کہا ہے پتے جھڑنے کے لئے عام قانون

کافی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک اَور قانون کام کر رہا ہے جو ہمارے سامنے نہیں آتا۔ وہ عام طور پر معجزانہ شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ تو مَیں بھی دیکھوں کہ یہ کیا بات ہے۔ چنانچہ بہت سے پتے جھڑ رہے تھے بہت سے سبز تھے اور بہت سے بالکل زرد ہو گئے تھے۔ ایک رات میں نے ایک چھوٹی سی ٹہنی کو دیکھا جس کے پتے زرد تھے اور اس کے ساتھ مِلی ہوئی ایک اور ٹہنی تھی جو بالکل زرد ہو چکی تھی۔ اس میں کوئی جان نہیں تھی۔ مردہ ہو چکی تھی لیکن اُن کے ساتھ کچھ پتے تھے جو ابھی سبز تھے۔ اُن میں ابھی زردی نہیں آئی تھی۔ مَیں نے اُن کو نشان لگا دیا۔ اگلی صبح کو جا کر خدا کا یہ نشان دیکھا کہ سبز پتہ زمین پر گرا ہوا تھا اور زرد پتہ اپنی جگہ پر تھا۔ غرض قانونِ قدرت اپنی جگہ کام کر رہا ہے لیکن قانونِ قدرت کے پیچھے خدا کا ایک اور قانون کام کر رہا ہے۔ جو اپنے وقت پر معجزانہ شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

دوست نوعِ انسانی کے لئے دعا کریں:

پس دوستوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ دُنیا کے لئے دعا کریں۔ یہ ایک طفل تسلّی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت زندگی ہے۔ دوست دعا کریں۔ دُنیا اس وقت ان کی دعاؤں کی محتاج ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نوع انسانی کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ حقیقت زندگی کو سمجھیں اور اللہ اور اس کی صفات کا عشق اُن کے دل میں پیدا ہو اور اسلام کی حقّانیت اُن کے دل میں سمندر کی طرح موجزن ہو جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار اُن کی روح کی غذا بن جائے اور وہ بحیثیت نوع انسانی خدا تعالیٰ کے اُن انعاموں کے وارث بن جائیں۔ جن فضلوں اور رحمتوں کے حصول کے لئے نوع انسانی کو پیدا کیا گیا ہے۔ غرض دُنیا آپ کی دعاؤں کی محتاج ہے اور دُعا محض دکھاوے کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ ایک اثر رکھنے والی چیز ہے۔ ساری دُنیا کے ڈاکٹر انسانوں کو جو Tonics دیتے ہیں وہ مل کر بھی انسان میں اُتنی طاقت نہیں پیدا کر سکتے جتنی طاقت ایک مقبول ہونے والی دُعا پیدا کر سکتی ہے۔ دُعا انسان کو موت سے نکال کر ایک صحت مند زندگی کی رفعتوں تک پہنچا دیتی ہے۔ جو لوگ خود کو جماعت کا دشمن سمجھتے ہیں دوست اُن کے لئے بھی دُعا کریں کیونکہ ہمارے وجود کی ایک ہی غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ نوعِ انسانی اپنے رب کو پہچاننے لگے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسانی پر جو احسانات کئے ہیں اُن کی گرویدہ ہو جائے اور آپؐ کی صداقت کو ماننے لگ جائے۔

غرض دُعا شروع کرنی ہے مگر پہلے اپنے لئے دُعا کرنی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو۔ اگر تم خدا

کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کرسکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور دُشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اور آفات میں مُبتلا ہو کر بے قراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزریں گے خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آ جاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سُستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات ہے۔'' ❶

یہ اقتباس تو اپنے لئے دعائیں کرنے کے لئے پڑھا ہے۔ دُوسروں کے لئے دُعائیں کرنے کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بے زاری میرا اصول۔'' ❷

دنیا جو چاہے کہتی رہے ہم خود کو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں:

مَیں پھر واپس آتا ہوں اُن باتوں کی طرف جو ابھی میں نے آپ سے کہی تھیں کہ ہم اسلام کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم خدا سے قطع تعلق نہیں کر سکتے۔ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں غرق ہیں اور آپؐ کی محبت میں فنا ہو چکے ہیں۔ ہم آپؐ سے دُوری کی راہوں کو اختیار نہیں کر سکتے۔ دُنیا جو چاہے ہمیں کہتی رہے۔ ہم خود کو ایک مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں اور دن رات ہماری یہ کوشش رہتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو عملی طور پر اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ❸ کا مصداق بنائیں اور اس کے لئے دُعائیں

❶ کشتی نوح صفحہ ۹۲ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۷۱-۷۲ ❷ اربعین نمبر ۱ روحانی خزائن جلد ۷ اصفحہ ۳۴۴

❸ آل عمران-۲۱

کریں۔ اور کوشش کریں کہ خدا کی نگاہ میں بھی ہم سچے اور حقیقی مسلمان بن جائیں چنانچہ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''کیا میں اس نعمتِ معرفت اور علم صحیح کو ردّ کر دوں جو مجھ کو دیا گیا ہے؟ یا وہ آسمانی نشان جو مجھے دکھائے جاتے ہیں اُن سے منہ پھیر لوں یا میں اپنے آقا اور اپنے مالک کے حکم سے سرکش ہو جاؤں۔ کیا کروں مجھے ایسی حالت سے ہزار دفعہ مرنا بہتر ہے کہ وہ جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا ہے۔ میں اُس سے برگشتہ ہو جاؤں۔ یہ دُنیا کی زندگی کب تک اور یہ دُنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کریں گے۔ تا میں اُن کے لئے اُس یارِ عزیز کو چھوڑ دوں۔'' [1]

پس ہم دُنیا کے لئے اُس یارِ عزیز کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کی نصرت اور اس کی مدد کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی ضرورت ہے۔ آؤ دعاؤں کے ساتھ ہم اس کے دامن کو جھنجوڑیں اور اس سے کہیں کہ اے خُدا! تو اپنے فضل اور رحمت سے ہمیں یہ ہمت اور طاقت عطا کر کہ دُنیا جو کہنا چاہے کہتی رہے۔ ہم اُس کی نگاہ میں کبھی غیر مسلم نہ ٹھہریں۔ آؤ اب دُعا کریں۔

اس نہایت پُرسوز اجتماعی دعا کے بعد حضور نے فرمایا آپ کا پروگرام جاری رہے گا۔ ہمّت سے اور فراست سے اپنے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوگا۔

(غیر مطبوعہ)

---

[1] ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۰ روحانی جلد ۲۱ صفحہ ۲۹۷

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۸؍اخاء ۱۳۵۶ ہش ۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۷ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۸؍اخاء ۱۳۵۶ ہش بمطابق ۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۷ء کو مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے دفاتر انصاراللہ کے لان میں جو بصیرت افروز خطاب فرمایا، اُس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

تین سال کے بعد مکمل اجتماع

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تین سال کے ناغہ کے بعد چوتھے سال ہمیں خدا کی رحمت نے یہ توفیق عطا کی کہ ہم انصاراللہ کا یہ سہ روزہ اجتماع معمول کے مطابق منعقد کریں۔ گو پچھلے سال ایک دن کا مختصر سا اجتماع تو ہوا تھا لیکن وہ تو ویسے ہی ٹوکن اجتماع تھا۔ ۷۴ء سے ۷۶ء تک کے تین سال ہمارے لئے غیر معمولی حالات بنائے گئے تھے اور ان میں ہم اپنے معمول کے مطابق انصاراللہ کا اجتماع نہیں کر سکے تھے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ملک کے حالات معمول پر آ رہے ہیں۔ خدا کرے کہ سارے حالات ہی معمول کے مطابق آ جائیں اور ملک میں امن اور استحکام پیدا ہو جائے۔

روحانی اور اخلاقی اغراض

ہمارا یہ اجتماع روحانی اور اخلاقی اغراض کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ گو اس میں کچھ جسمانی اور ذہنی پروگرام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ ذیلی حیثیت کے ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ اجتماع علمی ہے اس معنی میں کہ یہاں اسلامی تعلیم کے مطابق کچھ سُنا جاتا ہے اور کچھ سُنایا جاتا ہے اور اس امید پر سُنایا جاتا ہے اور اس عزم کے ساتھ سنایا جاتا ہے کہ اسلام کی جو تعلیم ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اپنی زندگیوں میں عمل کرنے والے ہوں گے۔

یاد دہانی کروانا مومن کی علامت ہے

قرآن کریم کی صداقتیں ابدی صداقتیں ہیں اور یہ تعلیم ایک مومن پر واضح ہے لیکن اس کے باوجود خود قرآن کریم ہی نے ہمیں یہ حکم دیا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۵۶ ❶

کہ آپس میں ایک دوسرے کو یاد دہانی کراتے رہا کرو کیونکہ یاد دہانی مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ منافق اور غیر مومن کو یہ فائدہ نہیں دیتی۔

غرض یاد دہانی کروانا اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ مومن ہیں جن کو مخاطب کیا جا رہا ہے اس بات کی علامت نہیں ہوتی کہ یہ منافق ہیں یا دینی لحاظ سے کمزور ہیں یا روحانی اور اخلاقی طور پر دل کے مریض ہیں جن کو کچھ نصیحت کے طور پر بتایا جا رہا ہے پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ذکّر میں مومن ہی مخاطب ہیں۔ اور چونکہ بیچ میں تین سال کا وقفہ پڑ گیا۔ اس لئے جہاں تک انصار اللہ کا تعلق ہے اس عرصہ میں ہم اپنے اجتماع میں ذکّر کے حکم پر عمل نہیں کر سکے۔ اور اب چوتھے سال ہم یہاں مل بیٹھے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اس حکم پر عمل کریں۔ قرآن کریم کی شریعت اور اس کے بعض پہلوؤں کو آپ کے سامنے رکھیں اور بتائیں کہ اسلامی تعلیم کس طرح انسان کی انفرادی اور قومی زندگی میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔

قرآن کی تعلیم قیامت تک کے لئے ہے

قرآن کریم کا بنیادی پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیم چونکہ قیامت تک کے لئے ہے اور چونکہ زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے رہتے ہیں اس لئے قیامت تک کے حالات شروع زمانہ میں ایک ہی وقت میں انسان کو بتائے ہی نہیں جا سکتے تھے کیونکہ جب مسائل نہیں تھے تو اُن کا حل انسان کے سامنے کیسے رکھا جا سکتا تھا۔ اگر اُس وقت مسائل بتا دیئے جاتے تو کسی کو سمجھ ہی نہ آتی۔ مثلاً پہلے زمانہ میں ایک گاؤں میں ایک خاندان یا اگر گاؤں بڑا ہے تو دو خاندان کھڈیاں لگاتے تھے اور گاؤں کی کپڑے کی ضرورت کو پورا کر دیتے تھے اور اب یہ زمانہ ہے جس میں یورپ میں کپڑا بننے کے ایک ایک کارخانے میں دس دس پندرہ پندرہ ہزار مزدور کام کر رہے ہیں اور ایک کارخانے میں مزدوروں کا اتنا بڑا اجتماع بہت سے مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً اُن کی رہائش کا مسئلہ ہے اُن کی طبّی ضرورتوں کو پورا کرنے کا مسئلہ ہے اُن کے بچوں

---

❶ سورۃ الذّٰریٰت - آیت ۵۶

کی تعلیم کا مسئلہ ہے۔غرض اسی طرح کے اور بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔لیکن یہ مسائل آج سے چار سو سال پہلے بھی نہیں تھے۔ چودہ سو سال پہلے بھی نہیں تھے۔

پس قرآن کریم کی وہ تعلیم جو ان مسائل کو حل کرنے والی ہے،ضروری نہیں تھا کہ پہلی صدی میں وہ انسان کو بتائی جاتی اور اگر بتائی بھی جاتی تو کسی کو سمجھ ہی نہ آتی کیونکہ اُس وقت ایک گاؤں میں جو ایک خاندان کپڑا بُن رہا تھا یا دو خاندان کپڑا بُن رہے تھے، وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ یہ کیا مسئلہ ہے جس کا حل انہیں بتایا جا رہا ہے۔ اُن کے سامنے کوئی مسئلہ نہیں تھا اور کوئی اُلجھن نہیں تھی جس کو سلجھانے کی ضرورت پڑتی۔ پس قرآنی تعلیم چونکہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے قیامت تک ممتد ہے اس لئے اس کے دو پہلو ہیں۔ اس کا ایک پہلو وہ ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں کتاب مبین کا حصہ کہا گیا ہے یعنی قرآن کریم کی ایسی تعلیم جو وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے اور جو مسائل ضرور یہ ہیں اُن کے متعلق ہمیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اس طرح کرنا ہے اور اس طرح نہیں کرنا۔قرآن کریم کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیم کتاب مکنون (چھپی ہوئی کتاب) کا حصہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ ❶

قرآن کریم کے رُوحانی اسرار کا یہ حصہ جس کا تعلق کتاب مکنون سے ہے، یہ زمانہ زمانہ میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ جس طرح ایک لکھی ہوئی کتاب کا ورق اُلٹایا جاتا ہے۔اسی طرح قرآن کریم کی تفسیر کا ورق ورق اُلٹا جاتا ہے اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی رُو سے مطہّر بندے، پاک دل، پاک فطرت اور پاک رُوح بندے ایسے ہوتے ہیں جن کا خود خدا معلم بنتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے قرآن کریم کے اسرار سیکھتے اور زمانہ کی ضرورتوں کو حل کرتے ہیں اور قرآن کریم پر یہ اعتراض قائم نہیں رہنے دیتے کہ کوئی سر پھرا یہ کہہ دے کہ وہ کتاب جو آج سے دو سو سال پہلے یا چار سو سال پہلے یا ہزار سال پہلے یا چودہ سو سال پہلے نازل ہوئی تھی، وہ آج کے مسائل کو کیسے حل کرے گی۔ آج کل بھی بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں۔ بلکہ خود اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں میں سے بھی بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اور جو لوگ اسلام کی طرف منسوب نہیں ہوتے وہ تو اس کو ایک بڑا وزنی اعتراض سمجھتے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو کتاب نازل ہوئی، وہ چودھویں صدی کے مسائل کو کیسے حل کرے گی۔ اس کا جواب خود قرآن کریم میں موجود ہے اور وہ یہ کہ یہ اس طرح حل کرے گی کہ تعلیم تو ہوگی مگر پہلے بیان نہیں کی گئی ہوگی۔ یعنی خود قرآن کریم میں وہ تعلیم موجود ہوگی لیکن بوجہ ضرورت کے نہ ہونے کے وہ تعلیم کھول کر خدا کے بندوں کو

❶ الواقعہ آیت ۷۹-۸۰

سکھائی نہیں گئی ہوگی۔ لیکن ہر زمانہ میں خدا کے ایسے مطہّر بندے پیدا ہوں گے جو قرآن کریم کی وہ تعلیم جو اُن کے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے خدا سے سیکھیں گے اور پھر دنیا کو یہ بتائیں گے اور اُن پر ثابت کریں گے کہ خدا نے یہ جو دعویٰ کیا ہے کہ قرآن خدا رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے اور قیامت تک کے مسائل کو حل کرنے والا اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے، یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے۔ خدا کے مطہّر بندے قرآنی تعلیم کے نئے پہلو خدا سے سیکھ کر لوگوں کو بتائیں گے اور اس بات کو ثابت کر دکھائیں گے کہ واقعی قرآن کریم کا یہ دعویٰ درست ہے کہ وہ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ [1] ہے۔

مہدی کی بعثت کا زمانہ

اس زمانہ میں جس میں سے ہم گزر رہے ہیں اور یہ زمانہ شروع ہوا ہے بعثتِ مہدی و مسیح موعود علیہ السلام سے۔ اور یہ زمانہ جس میں قریباً ۸۶۔۸۷ سال گزر چکے ہیں اس زمانہ کی روحانی اور اخلاقی ضرورتوں کو اور انسان کی معاشرتی ضرورتوں کو قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں پورا کرنے کے لئے مہدی آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ بشارتیں دی تھیں۔ اور مہدی علیہ السلام کو بھی کہا کہ عمر دنیا کا جو ایک ہزار سال باقی رہ گیا ہے جس میں سے قریباً ایک صدی ختم ہو رہی ہے۔ باقی نوسو اور چند سال رہ گئے ہیں۔ اس ایک ہزار سال کے زمانے کے لئے مہدی کو قرآن کریم کی تفسیر سکھائی جائے گی۔ مہدی اور مسیح کا زمانہ ایک ہزار سال پر پھیلا ہوا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں یقیناً اور آپؐ کی کامل اتباع کے نتیجہ میں یقیناً اور عشق اور محبت کی وجہ سے آپؐ میں فنا ہونے کی وجہ سے یقیناً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روحانی جرنیل ایسا ہے جس کے ذریعہ ایک ہزار سال تک کی قرآن کریم کی تفسیر تفصیل کے لحاظ سے یا بیج کے طور پر مہدی کی کتب کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ آپ کے الہام اپنے اندر ایسے بیج رکھتے ہیں۔ آپ کی جو تحریرات اور کتب ہیں اُن کو دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ ایک ایک فقرہ ایسا ہے جس پر پوری ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ یعنی اس کا مضمون بطور بیج کے اس میں موجود ہے۔

قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم پر کچھ زائد نہیں کیا اور نہ کچھ کم کیا ہے اس لئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے اور یہی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم ایک کامل اور مکمل کتاب ہے اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پر نہ کچھ زائد کیا۔ اور نہ اس میں کچھ کم کیا۔ اور نہ کوئی

[1] سورۃ الواقعہ آیت ۸۱

اور ایسا کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہے۔ خواہ ہمیں یہ سمجھ آئے یا نہ آئے کہ یہ قرآن کریم کی کس آیت کی تفسیر ہے۔ لیکن ہے تفسیر اس لئے کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ❶

کہ دین ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یا تو قرآن کریم کی تفسیر کی ہے یا جو تفسیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی فرمائی تھی آگے اس کی تفسیر کی ہے اور اس کو کھول کر بیان کیا ہے۔ پس زائد تو کچھ نہیں کیا۔ لیکن قیامت تک کے زمانہ کے لئے جن علوم کی ضرورت تھی وہ اپنی تفصیل میں یا اپنے بیج کے طور پر آپ کی تفسیر کے اندر موجود ہیں۔ جس طرح دریا کا پانی نہر میں ڈالا جاتا ہے اُسی طرح اُن تمام برکتوں کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انسان کو ملتی ہیں اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ مجھ سے علیحدہ ہو کر قیامت تک کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور نہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو پا سکے گا۔

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ ضروری ہے

اب یہ ایک ہزار سال کا زمانہ ہے جو خدا کے مسیح کا زمانہ ہے اور خیر و برکت کا زمانہ ہے۔ اس میں سے قریباً ایک صدی گزرنے والی ہے اور اس وجہ سے شیطان انسانی دماغ کے اندر بعض وسوسے ڈال رہا ہے کہ گویا کوئی نیا سلسلہ دنیا میں قائم ہوگا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ختم ہو گیا اور اب کوئی اَور آ جائے گا جس کا زمانہ ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھول کر بیان کیا ہے کہ میں صدی کا مجدد نہیں بلکہ آپ نے فرمایا میں امام آخر الزمان ہوں اور آپ نے کھول کر بیان کیا ہے کہ اس آدم کی اولاد کی عمر ایک ہزار سال باقی رہ گئی ہے اور اس ایک ہزار سال کا خدا نے مجھے امام بنایا ہے اور میں مجدد صدی بھی ہوں اور مجدد الف آخر بھی ہوں۔ ایک ہزار سال کے لئے خدا تعالیٰ نے تجدید دین کا کام مجھ سے اور میرے ذریعہ سے لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ تو تھی تمہید اس بات کی جو دراصل آج مَیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کثرت سے اور بغور مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ چونکہ الخیر کلّہ فی القرآن کے مطابق قرآن کریم سے باہر کوئی خیر نہیں اور قرآن کریم کی تفسیر کو سمجھنے کے لئے اور جاننے کے

---

❶ سورۃ المائدہ آیت ۴

لئے اوراس کاعلم حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی کتب کا پڑھنا از بس ضروری ہے۔ آپ کے زمانہ میں آپ سے باہر ہمیں قرآن کریم کی وہ تفسیر کہیں نہیں مل سکتی جو اس ہزار سال کے مسائل کوحل کرنے والی ہو۔لیکن آنے والے اپنے اپنے وقت پر قرآن کریم کی تفسیر کریں گے۔جس زمانہ میں اورجس نسل میں ہم ہیں ہمیں تو اپنی فکرکرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب فی الحقیقت روحانی خزانے ہیں لیکن جماعت ان سے استفادہ کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں کر رہی اور یہ بہت افسوس کی بات ہےاور بڑے فکر کی بات ہےاور میرے لئے بڑی پریشانی کی بات ہے۔حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی جوتفسیر ہمارے ہاتھ میں دی ہے۔وہ بڑی ہی عجیب چیز ہے۔ہم اسے جتنی دفعہ پڑھتے ہیں اُتنی دفعہ نئے سے نئے معنے سمجھ میں آتے ہیں۔ میں نے بعض کتب کوشاید دس دس پندرہ پندرہ دفعہ پڑھا ہے۔ ہر دفعہ نئی سے نئی چیزیں ذہن کے اندر آجاتی ہیں۔چونکہ خدا تعالیٰ نے ایک ہزار سال کی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کوقرآن کریم کی تفسیر سکھائی ہے اس لئے وہ ساری چیزیں اس میں موجود ہیں جن کی اب ہمیں ضرورت ہے یا آئندہ پیش آئے گی۔البتہ کچھ تفصیل سے ہیں اور کچھ بیج کے طور پر اشارے ہیں جن کواگلی صدی والے سمجھیں گےاور پھر اس سے اگلی صدی والے سمجھیں گے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب کا مطالعہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پڑھنا آتا ہو۔ اب جوشخص اُردونہیں پڑھ سکتا، وہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب بھی نہیں پڑھ سکتا۔اس کے لئے ہمیں کوئی انتظام کرنا چاہئے۔مَیں سمجھتا ہوں اس کی ذمہ داری انصار اللہ پر عائد ہوتی ہے۔وہ احمدی خاندانوں کے باپ ہیں۔گو بہت سارے خدام بھی باپ ہیں اوران کی بھی ذمہ داریاں ہیں لیکن بہت سے خدام ایسے باپ ہیں جن کے اپنے والد بھی موجود ہیں۔پس اگرچہ ذمہ داری بٹ جاتی ہے تاہم ہزاروں ایسے انصار ہیں جوخود ہی اپنے خاندان کے ذمہ دار ہیں۔انصار میں اِلاّ ماشاءاللہ کوئی ایسا احمدی بھی ہوشاید ہزار میں ایک جس کا کوئی اورسرپرست ہو۔ایسے بہت کم ہوں گےممکن ہےکوئی نہ ہو۔میرے دماغ میں بعض ایسی مثالیں بھی آتی ہیں۔مگراس استثناء کے بغیرسارے انصار ہی ایسے ہیں جواپنے اپنے خاندان کے سرپرست ہیں۔

انصاراللہ کی ذمہ داریاں

پس انصاراللہ چونکہ اپنے اپنے خاندان کے سرپرست ہیں اس لئے اُن پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک یہ کہ ہر خاندان کا ہرفرد اُردو پڑھنا جانتا ہو۔ہمیں جماعت میں تعلیم کا یہ کم سے کم معیار قائم کرنا پڑے گا ورنہ وہ برکتیں جوقرآن کریم کے ذریعہ ہمیں ملی ہیں اور جوسمندروں سے بھی زیادہ ہیں،اُن

سے ہم اپنے آپ کو بھی محروم کر رہے ہوں گے اور اپنی نسلوں کو بھی محروم کر رہے ہوں گے۔ اور دوسرے یہ کہ جو خاندان پڑھنا جانتے ہیں، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب کا مطالعہ کریں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ چونکہ آپ کو عادت پڑ گئی ہے کتابیں نہ خریدنے کی اس لئے ہمارے اشاعتِ لٹریچر کے جو ادارے ہیں ان کو یہ گندی عادت پڑ گئی ہے کہ جب کبھی میں اُن سے کسی کتاب کے متعلق یہ پوچھتا ہوں کہ کتنی تعداد میں شائع کر رہے ہو تو وہ کہہ دیتے ہیں جی ہم ایک ہزار کی تعداد میں شائع کریں گے۔ پاکستان میں خدا کے فضل سے ہماری بہت بڑی جماعت ہے۔ زبان بھی اردو ہے۔ لیکن ان کے لئے ہمارے ادارے ایک ہزار کی تعداد میں کتاب شائع کرتے ہیں۔ مَیں اُن سے کہتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں تو یہ آنا چاہئے کہ ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کرتے ہیں۔ ایک ہزار کی تعداد میں تو وہاں بھی کتابیں شائع نہیں ہوتیں جہاں ہماری چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں اور ملک بھی ہمارے ملک سے بہت چھوٹے ہیں اور جماعتیں بھی اسی نسبت سے بہت چھوٹی ہیں۔ اب مثلاً غانا کی جماعت نے مجھے لکھا کہ انہیں انگریزی ترجمہ قرآن کریم کی ضرورت ہے۔ اس لئے اجازت دیں کہ وہ دس ہزار کی تعداد میں شائع کریں۔ حالانکہ غانا کی کل آبادی ۳۰۔۳۵ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ شاید اب تک ۴۰ لاکھ تک پہنچ گئی ہو۔ اور ہماری آبادی سات کروڑ ہے۔ وہ تو دس ہزار شائع کرنے کی بات کر رہے ہیں لیکن ہمارے اشاعت کے جو مختلف ادارے ہیں وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ایک ہزار کی تعداد میں شائع کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ کہتے ہیں کہ ایک ہزار بھی نہیں بکتی۔ ٹھیک ہے یہ میری ذمہ داری ہے لیکن جب تک آپ میرے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ میں اپنی اس ذمہ داری کو کیسے نباہوں گا۔ مَیں چاہتا ہوں کہ ہر گھر کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب موجود ہوں اور کثرت سے اُن کے پڑھنے والے ہوں اور پھر آپس میں تبادلہ خیالات کرنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب میں ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آپ کوئی مسئلہ لے لیں مثلاً وفات مسیح کا مسئلہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دس پندرہ کتب میں اس کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ یہ مسئلہ پوری طرح تو ہمارے سامنے تب آئے گا جب ہم آپ کی کتب پڑھیں گے اور ان کا دَور کریں گے۔ آپ کی کتابوں میں خدا تعالیٰ کی عجیب شان نظر آتی ہے کہ کس طرح معلم حقیقی نے آپ کو سکھایا تھا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے الہام و وحی سے میں نے یہ علم حاصل کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے۔ وہ صلیب پر سے زندہ اُترے زندہ رہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں یعنی بکھرے ہوئے قبائل میں تبلیغ کی۔ پشاور کے راستے کشمیر گئے۔ وہاں پر

ہی فوت ہوئے اور وہیں اُن کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو مجھے خدا نے بتایا ہے اور مَیں تمہیں خدا کے علم سے یہ بھی بتاتا ہوں کہ جو باتیں مَیں تمہیں بتا رہا ہوں، اُن کی تائید میں وہی لوگ دلائل اکٹھے کریں گے جو ہمارے اور اسلام کے مخالف ہیں۔ چنانچہ خدا کی یہ شان ہے کہ ایک تو جس چادر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے زخموں پر مرہم لگا کر اُن کو لپیٹا گیا تھا، وہ اُس وقت سے محفوظ پڑی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا مختلف علوم کے ماہرین سوسائنسدانوں نے اس چادر پر تحقیق کی۔ پھر انہوں نے صلیب کے متعلق تحقیق کی۔ اُس زمانہ میں آج کل کی طرح پھانسی پر لٹکانے والی صلیب نہیں ہوا کرتی تھی یعنی یہ کہ گلے میں پھندا لگایا اور ایک جھٹکے کے ساتھ گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ بلکہ صلیب پر زندہ آدمی کے ہاتھ پاؤں لکڑی کے ساتھ گاڑ دیتے تھے اور پھر اُن میں کیلیں ٹھوک دیتے تھے۔ اس طرح آدمی لٹکتا رہتا تھا اور بھوکا پیاسا بڑی تکلیف کے اندر رہ کر کوئی دو دن کے بعد اور کوئی تین دن کے بعد فوت ہو جاتا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے دشمنوں نے ظلم کی راہیں اختیار کرتے ہوئے جہاں اُن کو اس قسم کی کئی اور تکلیفیں دیں اور زخم پہنچائے وہاں اُن کے سینے میں بائیں طرف نیزہ بھی مارا اور لوگ کہنے لگے کہ نیزہ تو دل کے اندر چبھ گیا تھا کیونکہ وہ دل کی جگہ تھی جب نیزہ دل میں لگا تو وہ بچ کیسے سکتے تھے چنانچہ ان ہی سائنسدانوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ نیزہ اُن کے دل میں نہیں لگا تھا۔ کیونکہ اُس زمانے میں جس طرح آدمی کو صلیب پر لٹکایا جاتا تھا دل اُس جگہ نہیں رہتا جس جگہ عام طور پر ہوتا ہے بلکہ اس حالت میں کہ انسان کا جسم صلیب پر لٹکا ہوا ہو تو دل اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے آ جاتا ہے پس جس جگہ نیزہ لگا ہے وہ تو وہ جگہ ہی نہیں جہاں دل تھا۔

جہاں تک اس چادر پر تحقیق کا تعلق ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے زخموں پر مرہم لگا کر لپیٹا گیا تھا۔ اس سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر سے زندہ اُترے تھے کیونکہ ان سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس چادر پر جو خون کے دھبے ہیں وہ بہتے ہوئے خون کی نشاندہی کرتے ہیں حالانکہ جو آدمی فوت ہو جاتا ہے اس کا خون تو منجمد ہو جاتا ہے اور خون میں بہنے کی جو صفت ہے وہ باقی نہیں رہتی۔ خون میں بہنے کی جو خاصیت ہے وہ تو صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب دل حرکت کر رہا ہو۔ دل کی حرکت کے مطابق خون گردش کرتا ہے۔ اس حالت میں اگر کوئی زخم آئے تو وہ بہنے لگتا ہے لیکن مردہ کے اندر سے خون نہیں بہتا۔

اس تحقیق کے نتیجہ میں ضمناً ایک اَور چیز بھی مل گئی اور وہ یہ کہ پہلی دفعہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صحیح شبیہ (تصویر) کا عکس اس چادر پر مل گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے منہ پر بھی زخم آئے تھے اس لئے اُن کے سارے سر پر مرہم لگائی گئی تھی جس نے Negative کا کام کیا جس طرح کیمرہ سے ایک Negative

بنتا ہے اور اس سے ہم تصویریں لیتے ہیں بالکل اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی شکل کا Negative چادر کے اوپر آ گیا اور اس سے انہوں نے Positive یعنی تصویر نکالی تو پتہ لگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ دو تصویریں جو عیسائیوں کے دو مختلف گروہوں نے بنا رکھی تھیں اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ صحیح ہے اور دوسرا کہتا یہ صحیح ہے۔ وہ دونوں غلط تصویریں تھیں۔ گویا تثلیث کا سارا ڈھانچہ قیاس آرائیوں پر کھڑا کیا گیا تھا۔ غرض کفن مسیح پر سائنسدانوں کی تحقیق پر مشتمل یہ کتاب خاصی ضخیم ہے جو غالباً جرمن زبان میں لکھی گئی تھی پھر انگریزی زبان میں اور اب ڈچ میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہے۔

افغانستان کے ایک حصے میں کوئی ایک ہزار کے قریب ایسے عیسائی بستے ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی مسلمان کہتے ہیں اور اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیحؑ کشمیر جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تو کچھ یہودی جو وہاں بستے تھے ان میں وہ ٹھہرے اور اُن کو تبلیغ کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی اصل انجیل اُن کے پاس موجود ہے۔ اور دُنیا میں اس وقت جو انجیلیں پیش کی جارہی ہیں، اُن کا وہ مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو رطب ویابس کا مجموعہ ہیں۔ ان میں تو وہ باتیں ہی نہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے صحیح انجیل میں بتائی تھیں اور یہ بھی کہ انسانی ہاتھ نے تحریف کر کے انجیلوں کو بدل دیا ہے۔ غرض یہ ایک نئی بات سامنے آ گئی جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی تصدیق میں ایک اور دلیل مل گئی۔

مَیں بتا یہ رہا ہوں کہ یہ شان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں اور تقریروں کی جو آپ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اب خدا تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنے کا فیصلہ کیا ہے عیسائیت خود بخود مر جائے گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے لاٹ پادری ہیں جن کے دلوں سے عیسائیت مٹ گئی ہے۔ وہ لوگ جو خداوند یسوع مسیح کا پیار اور محبت دنیا میں بانٹنے کا دعویٰ کرتے تھے انہوں نے خود اپنے دلوں سے عیسائیت کی محبت کو نکال باہر کیا۔ بڑے بڑے لاٹ پادری اور بشپ حضرت مسیح علیہ السلام کے خلاف اس قسم کے بیان دینے لگ گئے ہیں کہ ہم کانپ اُٹھتے ہیں۔ غالباً ایک بشپ جو بہت بڑا پادری ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کے آخر میں وہ لکھتا ہے کہ مَیں نے ساری عمر مسیحؑ کی زندگی پر تحقیق کی ہے اور میری تحقیق کا نچوڑ یہ ہے کہ مسیحؑ نعوذ باللہ بدمعاش تھا۔ اور اس کو عیسائیت سے نکالنے کی بجائے ترقی دے کر کوئی اور اونچا عہدہ دے دیا گیا ہے۔ عیسائیوں کے جو گرجے ہیں وہ خالی ہو گئے۔ مَیں نے خود اپنی آنکھوں سے لندن میں گرجوں کے سامنے ''برائے فروخت'' کا بورڈ دیکھا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ بہت سے گرجے بک گئے کسی جگہ شراب خانہ بن گیا۔ کسی جگہ قحبہ خانہ بن گیا اور کسی جگہ موٹر گیراج بن گیا۔

پس جو باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً بتائی گئی تھیں وہ باتیں اب واقعۃً پوری ہو رہی ہیں اور یہ بڑے عظیم الشان نشان ہیں لیکن اگر آپ اُن کو پڑھیں گے نہیں تو ان سے واقفیت کیسے ہو گی۔ اگر آپ کے بچے نہیں پڑھیں گے اور دنیا کا گندہ اثر تو لیتے رہیں گے اور جو چیزیں اس گندے اثر کو مٹانے والی ہیں وہ آپ کے گھروں میں داخل نہیں ہوں گی۔ اس لئے پہلی بات مَیں آج آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے گھروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے رکھنے اور اُن کا مطالعہ کرنے اور بچوں کو سُنانے کا انصاراللہ کے ذریعہ کوئی انتظام ہونا چاہئے اور اس کی کوئی خاطر خواہ نگرانی بھی ہونی چاہئے کہ عملاً ایسا ہو رہا ہے۔

مجلس موصیان کی ذمہ داری

مَیں نے حکمت کے ماتحت موصیان کی انجمن بنائی تھی۔ اس کام کی نگرانی کا ذمہ دار مَیں اُن کو ٹھہراتا ہوں۔ وہ اس بات کی نگرانی کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب ہر جگہ موجود ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ ایک ہی وقت میں ساری خریدلو۔ بہت سے لوگوں کے پاس اتنی رقم ہی نہیں ہوتی کہ وہ ساری کُتب ایک وقت میں خرید سکیں۔

کتب حضرت مسیح موعودؑ خریدنے کا طریق

مَیں یہ کہتا ہوں کہ بے شک تم تین مہینے میں ایک کتاب خریدو لیکن خریدو ضرور۔ اور خریدنے کا عمل اس طرح جاری رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کتاب سب سے آخر میں لکھی ہے اُسے پہلے خریدو اور پھر اسی طرح پچھلی طرف چلتے چلے جاؤ۔ اور یہ مَیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخاطب وہ علماء تھے جو کہتے تھے کہ آپ کو تو نہ دین کا علم آتا ہے اور نہ عربی کا۔ اس لئے آپ اپنی ابتدائی کتابوں میں بڑی گہرائی میں گئے ہیں۔ مثلاً براہین احمدیہ ہے۔ گو یہ ایک بڑی عظیم کتاب ہے۔ لیکن اس کا عام آدمی کے لئے سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ اتنی دقیق کتاب ہے کہ مَیں نے مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے کہا کہ اس کا انگریزی میں ترجمہ کریں تو اگرچہ انہوں نے پہلے بھی اس کو کئی بار پڑھا ہوا تھا اب اس کا کچھ حصہ ترجمہ کرنے کی خاطر پڑھ کر کہنے لگے کہ کسی عالم کو میرے ساتھ لگائیں جو پہلے مجھے یہ کتاب پڑھائے پھر مَیں اس کا ترجمہ کرسکوں گا۔ وہ کہنے لگے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنے میں یہ آسانی ہے کہ بہت سے تراجم ہو چکے ہیں اُن سے رہنمائی مل جاتی ہے لیکن اس کا پہلی دفعہ ترجمہ کرنا ہے اور اس کی عبارتیں سمجھنے میں مشکل پڑ جاتی ہے۔

کتبِ مسیح موعودؑ سے عربی کا بلند معیار

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں عربی کی بعض ایسی عبارتیں ہیں جن کے متعلق مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا میں بڑے چوٹی کے جو علماء ہیں اُن کے لئے بھی اُن کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں افریقہ کے دورے میں ایک ملک کے سفیر مجھ سے علیحدہ ملے۔ وہ بڑی نیک طبیعت کے انسان تھے۔ ان کے دل میں اسلام سے پیار تھا۔ کیونکہ وہ متعصب نہیں تھے اس لئے کہنے لگے مَیں نے جماعت احمدیہ پر یہ یہ اعتراض سُنے ہیں مَیں سمجھنے کی خاطر ان کے جواب سُننا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا مَیں آپ کو ان کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے دیتا ہوں۔ میری عادت ہے جب میں سفر کرتا ہوں تو تینوں دُرّثمینیں یعنی فارسی، عربی اور اردو کی دُرّثمین اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری کتابیں تو ساتھ رکھی نہیں جاسکتیں ان میں خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔ مَیں نے اُسے عربی کی دُرّثمین سے کچھ اشعار پڑھ کر سنانے شروع کئے تو کئی اشعار سناتے وقت اُن کے چہرے پر ایسے آثار آتے تھے کہ گویا وہ عربی کو نہیں سمجھ رہے۔

ایک دفعہ یہاں ہمارے چھ سات چوٹی کے علماء مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عربی کا ایک محاورہ باندھ گئے ہیں اور ہمارے علم کے مطابق تو عربی زبان میں یہ محاورہ استعمال ہی نہیں ہوتا۔ ہمیں اس کا ترجمہ کرنے میں مشکل پیش آ گئی ہے اور سمجھ نہیں آتا کہ ہم اس کا ترجمہ کس طرح کریں۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ یہ تو مَیں مان نہیں سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے خدا تعالیٰ سے عربی سیکھی ہے وہ کوئی ایسا محاورہ بھی لکھ جائیں جو عربی زبان میں مستعمل نہ ہو۔ اس لئے تم دوبارہ تلاش کرو۔ انہوں نے ۸۔۱۰ دن تک تلاش کی اور میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ نہیں ملتا۔ مَیں نے کہا پھر تلاش کرو کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ ملے۔ چنانچہ چودھویں پندرھویں دن ایک عالم عربی کی ایک کتاب لے کر آ گئے اور کہنے لگے دیکھیں یہاں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے اور وہ محاورہ وہی تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مضمون میں استعمال کیا تھا۔

سب سے پہلے سب سے آخری کتاب خرید کر پڑھو

غرض ایک وقت تک آپ کے مخاطب وہ علماء تھے جو اپنے علم وفضل کا بڑا ادّعا رکھتے تھے۔ آپ نے اُن کو مخاطب کر کے بڑی دقیق کتابیں لکھیں لیکن پھر ایک وقت آیا جب خدا تعالیٰ نے آپ کو مامور کیا اور فرمایا کہ اٹھ اور میرے دین کی خدمت کر تو اس وقت آپ کے مخاطب عوام بن گئے۔ تو آپ کا جو

طریق تھا اور لکھنے کا جو سٹائل تھا وہ بالکل بدل گیا۔ آپ نے بڑا سہل انداز اختیار فرمایا جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اس لئے مَیں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ پہلے وہ کتاب خریدو جسے آپ نے سب سے آخر میں لکھا ہے اور پھر پیچھے کو چلتے آؤ اور خرید کر بار بار پڑھو پھر دیکھو اُن کے اندر سے آپ کو کیا کیا ملتا ہے۔ پھر کچھ اور پڑھنے کو دل ہی نہیں کرے گا۔ سوائے قرآن کریم کے۔ کیونکہ وہ تو بنیادی چیز ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں تو اس کی شرح ہیں اسی طرح احادیث نبویہؐ ہیں ان کی اپنی شان ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بہت ہی عجیب شان رکھتے ہیں۔ لیکن جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھتے ہیں تو تیرہ سو سال کے زمانہ میں جو علماء گزرے ہیں اُن کی کتابیں پڑھنے میں کوئی مزہ نہیں آتا۔ گو ضرورتاً ہم پڑھتے ہیں کیونکہ بہت سی چیزیں دیکھنی پڑتی ہیں۔ لیکن جو چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں ہے اور جو اس کی شان ہے وہ ہمیں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ کیونکہ پہلوں نے بھی یہی کیا اور ہمارے شیعہ حضرات کا لٹریچر جو ایران میں بڑی کثرت سے چھپ رہا ہے اس میں بھی یہی ہے اور دوسرے فرقوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ امت محمدیہ میں مہدی معہود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس کامل ہیں۔ اور مہدی کے متعلق پہلوں نے خبر دی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والے اور آپؐ کا کامل عکس یعنی پوری شبیہ رکھنے والے ہیں۔ باقیوں میں اس قسم کا کمال نہیں۔ اس کو ہم محاورہ میں فنافی الرسول کہتے ہیں۔ آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں فنا ہو گئے۔ آپ کا اپنا کچھ نہیں تھا بلکہ مہدی علیہ السلام کا سب کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا تھا۔ اور اپنے لئے کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صرف سارے کا سارا مال و دولت لے آئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیا تھا اور وہ بھی وہ دولت تھی جو اُس وقت آپ کے پاس تھی۔ اور خدا نے جو بعد میں دیا اس سے آپ فائدہ بھی اٹھاتے رہے۔ لیکن مہدی علیہ السلام نے تو ساری زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی اور آپؐ کے دین کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔ اور آپ کے دل میں ایک ہی جوش اور ایک ہی تڑپ تھی کہ کسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بنی نوع انسان کے دل میں قائم ہو جائے اور آپ کا جھنڈا ساری دنیا میں لہرانے لگے۔

اگلی صدی کی ذمہ داریاں

مَیں نے یہ تمہید اس لئے باندھی ہے کہ اب احمدیت کی تاریخ [illegible] تی صدی بس آنے ہی والی

ہے۔ اس صدی کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں کافی ہیں کسی نئے مجدد کی ضرورت نہیں۔ مجدد تو ضرورت کے وقت آیا کرتا ہے لیکن اس اگلی صدی کے لئے بھی آپ کی کتابیں کافی ہوں گی اور ایک ہزار سال تک کے لئے جو ضرورت ہے وہ آپ کی تفسیر کے اندر موجود ہے۔ لیکن ہمیں تو اپنی فکر کرنے کی ضرورت ہے اور ہماری ضرورتیں اگر کہیں سے پوری ہو سکتی ہیں قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ہی پورا کر سکتی ہیں۔ ہمارے اپنے کئی حفاظ اور قاری ہیں جو پچھلے ایک دو سال میں احمدی ہوئے ہیں ان میں سے بہت ایسے بھی ہیں جنہوں نے احمدی ہونے کے بعد قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنا شروع کیا ہے۔ یعنی ان کو یہ شوق پیدا ہوا ہے کہ قرآن کریم محض لفظوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ قرآن کریم تو بڑی وسعتوں والی بڑی گہرائیوں والی اور بڑی رفعتوں والی کتاب ہے۔ قرآن کریم کی جو عظمت ہے اسے انسان پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور جتنی سمجھ لے وہ اسے حیران کر دیتی ہے۔ اور یہ سمجھ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب عطا کرتی ہیں۔ بعض جگہ آپ نے قرآن کریم کا ایک ٹکڑا لیا ہے بلکہ بعض دفعہ مَیں نے دیکھا ہے کہ مختلف کتب میں اس کا صرف ترجمہ کیا تفسیر نہیں کی اور دس جگہ دس مختلف ترجمے کر گئے ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے سات آٹھ خطبے آپ کے کئے ہوئے تراجم پر بنیاد رکھ کر دے دیئے تھے کیونکہ وہ مجھے مضمون سکھا دیتے تھے۔ ہر ترجمہ ایک نیا مضمون دماغ میں ڈالتا تھا پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی شکل میں آپ کو ایک بہت بڑا خزانہ ملا ہے۔ اور آپ نے اسے صندوقچی میں بند کر کے رکھ دیا ہے اور بہت سے ایسے بھی گھر ہیں جہاں یہ صندوقچی بھی نہیں ہے جس میں یہ خزانہ پڑا ہو یعنی کتابیں بھی موجود نہیں۔

ہماری جماعت کو نمونہ بننا ہوگا

دوسرے یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہماری جماعت کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ ہم دنیا کے لئے اسلام کا ایک نمونہ بنیں۔ اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پس جس حد تک ممکن ہو اور جتنی کسی میں استعداد ہو اس کے مطابق تخلقوا باخلاق اللہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر اور اپنی زندگی کے ہر فعل کو اسلام کی حکومت کے تلے رکھ کر دنیا کے لئے ایک نمونہ بننا ضروری ہے۔ اگر ہم ایسا نمونہ بن چکے ہوتے تو اس وقت ہمیں تبلیغ کے راستے میں مشکلات پیش نہ آتیں۔ مثلاً یہ ہمارا ملک ہے اس میں وہ دقتیں ہمارے لئے باقی نہ رہتیں جو اب ہمیں نظر آ رہی ہیں۔ پس تبلیغ کا بہترین طریقہ نیک نمونہ پیش کرنا ہے۔ یورپ میں میرے بعض ایسے دورے ہوئے کہ

جن میں اس جہت سے بعض دفعہ مجھے شرمندگی اٹھانی پڑی۔ پریس کانفرنس میں صحافیوں نے پوچھا کہ آپ اسلام کی جو تعلیم بتا رہے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ وہ بڑی اچھی ہے اور بڑی حسین ہے لیکن یہ بتائیں کہ دنیا میں اس پر عمل کون کر رہا ہے۔ یہ اعتراض احمدیوں کو تو اپنے اوپر نہیں لینا چاہئے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اور بڑی بڑی باتوں میں بھی ہمیں ہدایت دی گئی ہے۔ اور ہدایت ہم پر بوجھ ڈالنے کے لئے نہیں دی گئی بلکہ ہمارے بوجھوں کو ہلکا کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ مثلاً ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ کُلُوا واشربوا ولاتسرفوا ضرورت سے زیادہ نہیں کھانا، اسراف نہیں کرنا۔ اب کوئی شخص یہ کہے کہ دیکھو جی ہمیں کھانے پینے سے بھی روک دیا گیا ہے اور یہ بوجھ بن گیا ہے درست نہیں ہے کئی ایسے بھی پیٹو ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بہت کھانا ہے۔ لیکن یہ حکم ہم پر بوجھ ڈالنے کے لئے نہیں بلکہ ہمارے پیٹ کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ تاکہ پیٹ میں اپھارہ نہ ہو جائے اور ہمیں تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح قرآنی تعلیم کے سارے احکام ہیں جو ہمارے بوجھوں کو ہلکا کرتے ہیں ہمارے بوجھوں کو وزنی نہیں کرتے ان کو بوجھل اور ناقابل برداشت نہیں بنا دیتے۔

اسلام کا ایک حسین نمونہ بن جاؤ

پس جہاں تک ممکن ہو اور جہاں تک خدا تعالیٰ تمہیں ہمت دے۔ اور دعاؤں کے ذریعہ اس سے زیادہ ہمت مانگو۔ اور اسلام کا ایک حسین نمونہ بن جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کس طرح انقلاب بپا ہوتا ہے۔ اب بھی جماعت ایک حد تک نمونہ ہے لیکن اس حد تک نہیں جس حد تک ہم چاہتے ہیں کہ جماعت نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور جس غرض کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس انصار اللہ کو قائم کیا تھا۔ اس غرض کو ہم پورا کرنے والے ہوں۔ اور جس مقصد کے لئے مہدی معہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تھا۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ہم پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ہم ان کو ادا کرنے والے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے قرب کو پانے والے اور اس کی رضا کی جنّتوں میں داخل ہونے والے بن جائیں۔ آمین۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۳۰/اخاء ۱۳۵۶ہش ۳۰/اکتوبر ۱۹۷۷ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مورخہ ۳۰/اخاء ۱۳۵۶ہش بمطابق ۳۰/اکتوبر ۱۹۷۷ء دفاتر انصاراللہ مرکزیہ کے لان میں سالانہ اجتماع انصاراللہ سے جو اختتامی خطاب فرمایا تھا۔ اس کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں ایک رُوحانی انقلاب بپا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپؐ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ انسان جو خدا سے دُور چلا گیا، اُسے دوبارہ خدا کی طرف لے کر آئیں اور نیکی اور تقویٰ اور صلاحیت اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی جو راہیں خدا کے نزدیک کشادہ اور درست اور مستقیم ہیں، انسان پر وہ راہیں کھولیں۔ آپؐ کا وجود سب انسانوں سے عظیم بہت ہی برکتوں والا، بڑے احسان کرنے والا اور دُنیا کی انتہائی خیرخواہی کرنے والا اور ایک عظیم روحانی طاقت رکھنے والا وجود تھا جس سے استفادہ کرنا انسان کے لئے قیامت تک ممکن ہے کیونکہ آپؐ کا زمانہ اپنی بعثت سے لے کر قیامت تک ممتد ہے۔ اور اب انسان سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہیں اَور سے کوئی خیر اور خُوبی حاصل نہیں کرسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قُدسیہ اور افاضہ رُوحانیہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور ہمیں نہایت ہی دلنشیں پیرایہ میں یہ باتیں سمجھائی ہیں۔ مَیں اس وقت آپ کے چند اقتباسات پڑھوں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مَرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔

افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وُہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین وآخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مُرادیں اُس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریّت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مُکالمات اور مُخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔'' ❶

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہُوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بےکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ **اللّٰھم صلّ وسلم وبارک علیہ وآلہٖ بعدد ھمہ و غمہ و حزنہ لھٰذہ الامۃ**

❶ حقیقۃ الوحی طبع چہارم صفحہ ۱۱۵-۱۱۶روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۸-۱۱۹

وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد'' [1]

انسانیت کے اس عظیم محسن کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں قیامت تک خدا تعالیٰ کے پیارے اور خدا سے پیار حاصل کرنے والے بندے پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا ہو کر تو کوئی شخص خدا تعالیٰ کے قُرب کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اور وہ دُعا جو سورۂ فاتحہ میں سکھائی گئی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُمّت محمدیہ کو منعم علیہ گروہ میں شامل کرے گا، وہ دُعا بڑی کثرت سے پوری ہوئی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ کثرتِ کمیّت کے لحاظ سے اور صفائی کیفیت کے لحاظ سے حقیقی معنی میں منعم علیہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور پھر ان کے بعد تین صدیوں تک پیدا ہونے والے ابرار و اخیار پر مشتمل ہے۔ اسی لئے اسلام کی پہلی تین صدیاں خیر القرون کہلاتی ہیں۔ اس گروہ کے ایک حصے نے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ رُوحانی تربیت حاصل کی اور پھر جو لوگ بعد میں آنے والے تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی اثر قبول کر کے اپنے وجود میں ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا کیا اور دُنیا کے لئے وہ ہدایت کا باعث بنے۔ دوسرا گروہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مشتمل ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی بالواسطہ طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی رُوحانی تربیت سے حصہ پایا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ''خدا تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ وہ اس فریق کی راہ خدا تعالیٰ سے طلب کرتے رہیں جو **منعم علیھم** کا فریق ہے اور **منعم علیھم** کے کامل طور پر مصداق باعتبار کثرت کمیّت اور صفائی کیفیت اور نُعمائے حضرت احدیت از رُوئے نص صریح قرآنی اور احادیث متواترہ حضرت مرسل یزدانی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ صحابہ اور دوسرا گروہ جماعتِ مسیح موعود۔ کیونکہ یہ دونوں گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے تربیت یافتہ ہیں کسی اپنے اجتہاد کے محتاج نہیں۔ وجہ یہ کہ پہلے گروہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو خدا سے براہِ راست ہدایت پا کر وہی ہدایتِ نبوت کی پاک توجہ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ڈالتے تھے اور اُن کے لئے مربّی بے واسطہ تھے اور دوسرے گروہ میں مسیح موعود ہے جو خدا سے الہام پاتا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت سے فیض اُٹھاتا ہے لہٰذا اس کی

[1] برکات الدعاء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۰-۱۱

جماعت بھی اجتہاد خشک کی محتاج نہیں ہے جیسا کہ آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْ بِھِمْ سے سمجھا جاتا ہے۔'' ❶

پھر آپ فرماتے ہیں:

''حسب منطوق آیت ثُلَّۃٌ مِنَ الْاَوَلِیْنَ و ثُلَّۃٌ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے یہ اسلام میں صرف دو گروہ ہیں یعنی گروہ اوّلین وگروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت سے مراد ہے'' ❷

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُلَّۃٌ مِنَ الْاَوَلِیْنَ و ثُلَّۃٌ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ یعنی ابرار اخیار کے بڑے گروہ جن کے ساتھ بدمذاہب کی آمیزش نہیں وہ دو ہی ہیں۔ ایک پہلوں کی جماعت یعنی صحابہ کی جماعت جو زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دوسری پچھلوں کی جماعت جو بوجہ تربیت رُوحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے سمجھا جاتا ہے صحابہ کے رنگ میں ہیں۔ یہی دو جماعتیں اسلام میں حقیقی طور پر **منعم علیھم** ہیں اور خدائے تعالیٰ کا انعام اُن پر یہ ہے کہ اُن کو انواع واقسام کی غلطیوں اور بدعات سے نجات دی ہے۔ اور ہر ایک قسم کے شرک سے ان کو پاک کیا ہے اور خالص اور روشن توحید ان کو عطا فرمائی ہے جس میں نہ دجّال کو خدا بنایا جاتا ہے اور نہ ابن مریم کو خدائی صفات کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے اور اپنے نشانوں سے اس جماعت کے ایمان کو قوی کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے ان کو ایک پاک گروہ بنایا ہے۔'' ❸

منعم علیه کے یہ دو گروہ جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق مَیں نے رمضان کے آخری درس میں تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔ کیونکہ اُس وقت آپ میں سے بہت سے دوست یہاں موجود نہیں تھے اس لئے یاددہانی کے طور پر مختصراً دوبارہ بیان کردیتا ہوں۔ **منعم علیه** کے

❶ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۸ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۲۴ ❷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۹-۱۴۰ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶ ❸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۱-۱۴۲ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۲۷-۲۲۸

یہ دو گروہ جو کمیّت کے لحاظ سے اتنی کثرت میں ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں خیر القرون کے بعد اور مسیح و مہدی کی بعثت سے قبل کا جو درمیانی زمانہ ہے یعنی فیج اعوج کا زمانہ جو اسلام کے تنزل کا زمانہ کہلاتا ہے، اس میں بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے مقربین الٰہی ایک دریائے عظیم کی مانند تھے۔ تاہم منعم علیہ کے ان دو گروہوں کے مقابلہ میں یہ دریائے عظیم کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ان دو منعم علیہ گروہوں میں ہمیں جو فرق نظر آتا ہے اور وہ بڑا اہم ہے آج مَیں اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے منعم علیہ گروہ وہ ہے جو پہلی تین صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے لاکھوں کروڑوں تک پہنچا ہوا ہے اور اپنے روحانی انوار اور اخلاقی اقدار کے لحاظ سے اس شان کا ہے کہ صرف دُنیائے اسلام ہی میں اُن کی عزت واحترام نہیں بلکہ وہ لوگ جو اسلام کے مخالف تھے وہ بھی دنیوی لحاظ سے اسلام کے ابرار و اخیار کے سامنے اپنی گردنیں جُھکانے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے بھی مسلمانوں سے فیض حاصل کیا۔ اور یہ فیض مسلمانوں کا اپنا نہیں تھا بلکہ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور کا ایک حصہ تھا۔

پس مَیں آج کا مضمون اسلام کے ان بزرگوں کے ذکر سے شروع کرتا ہوں جن کا مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ تعلق تھا۔ اس گروہ میں قرآن کریم کے بڑے زبردست مفسر پیدا ہوئے۔ بڑے زبردست محدّث پیدا ہوئے۔ جنہوں نے احادیث جمع کیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہم تک پہنچائے۔ بڑے زبردست متکلمین پیدا ہوئے۔ جن کے علم کلام نے دُنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ بڑے زبردست مورخین پیدا ہوئے۔ بڑے زبردست صوفیاء پیدا ہوئے۔ بڑے زبردست سیاستدان پیدا ہوئے۔ بڑے زبردست حساب دان پیدا ہوئے۔ بڑے زبردست اطباء پیدا ہوئے۔ غرضیکہ ہر علم کے بڑے زبردست ماہر پیدا ہوئے۔ جب مَیں نے بعض مضامین مثلاً تاریخ کا نام لیا طب کا نام لیا تو اگرچہ بظاہر ان علوم کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فیوض کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن چونکہ ساری کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس لئے اس کائنات کے ہر شعبہ کا تعلق لازماً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن کریم میں ہمیں ہر علم کے متعلق بنیادی ہدایت دی گئی ہے جس کا مَیں علیٰ وجہ البصیرت ذکر کرتا رہتا ہوں۔

میرے پاس جب کبھی کوئی سائنسدان آتا ہے، مَیں اس کو سمجھاتا ہوں کہ دیکھو! سائنسز (علوم) میں سے جس کسی علم پر تم نے تحقیق کی ہے اور اُسے مدون کیا ہے ان میں سب سے کامل علم جس میں شک کی

کوئی گنجائش نہیں سمجھی جاتی وہ علم حساب ہے مثلاً دو اور دو چار بنتے ہیں لیکن چوٹی کے حساب دان دماغ نے علم حساب کی بُنیاد مفروضات پر رکھی ہے اور اس طرح بُنیادی طور پر ایک خامی پیدا کر دی ہے کیونکہ جس عمارت کی بُنیاد مفروضے پر کھڑی کی جائے گی اگر وہ مفروضہ نیچے سے نکل جائے تو ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ جائے گی۔ ہمارے احمدی اور بعض غیر احمدی بچے بھی جو ایم۔اے وغیرہ کے طالب علم ہوتے ہیں وہ مجھے ملنے آتے ہیں تو مَیں اُن کو سمجھاتا ہوں کہ ہمیں اصل ہدایت اور نُور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قُدسیہ کے نتیجہ میں اسلام کی پہلی تین صدیوں میں خصوصاً اور بعد کی صدیوں میں عموماً ہر میدان میں ایسے لوگ کثرت کے ساتھ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے یہ ثابت کیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک بڑا عظیم وجود ہے کہ جن سے فیض حاصل کر کے لاکھوں انسان دُنیا کے رہبر بن گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خدا تعالیٰ سے سیکھ کر کوئی علم تاریخ میں رہنمائی کرنے والا بن گیا۔ کوئی خدا تعالیٰ سے سیکھ کر علم طب میں رہنمائی کرنے والا بن گیا اور کوئی خدا تعالیٰ سے علم پا کر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور سے منور ہو کر علم کلام کے میدانوں میں سب سے آگے نکل گیا۔ کسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کر کے اور خدا تعالیٰ کے عشق میں فنا ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات مبارکہ اور ارشادات عالیہ کو جمع کرنے میں کمال حاصل کیا۔ کئی ایک ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں نے قرآن کریم کی تفسیر کر کے اُمّت محمدیہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔

غرض اپنی اپنی جگہ ان سب کی بڑی شان ہے لیکن ایک چیز نمایاں ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد یہ گروہ کثیر۔ خدا کے برگزیدوں کی یہ جماعت، اخیار و ابرار کی یہ جماعت، مجددین اور اولیاء اللہ کا یہ گروہ کہ جن کی لاکھوں کی تعداد تھی اُن کا کوئی مرکزی نقطہ نہیں تھا جس کے ساتھ وہ بندھے ہوئے ہوتے اور اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت تھی۔ میں نے بتایا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو قیامت تک ممتد ہے۔ آپؐ کو بشارت دی گئی ہے۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (1) کہ اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا اور نوع انسانی کو امت واحدہ بنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے گا۔ لیکن ساتھ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اسلام کے عروج کا جو زمانہ ہے یعنی زمانہ کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سیر روحانی ہے امت مسلمہ اس عروج کو ضرور پہنچے گی لیکن پہنچے گی آپؐ کے ایک نائب نبوت یعنی مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں۔ قرآن کریم نے بھی یہی بتایا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر کرتے

(1) سورۃ التوبہ آیت ۳۳

ہوئے ہمارے پہلے بزرگوں نے بھی یہی بتایا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی یہی پتہ لگتا ہے اور پھر وحی والہام کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہی بات بتائی گئی ہے۔

پس یہ گروہ کثیر ہے مفسرین۔ محدثین متکلمین اور دیگر اخیار وابرار کا جو کسی مرکزی نقطہ کے ساتھ بندھا ہوا نظر نہیں آتا۔ یہ لاکھوں بزرگ جب کسی نقطہ مرکزیہ کے ساتھ بندھے ہوئے نہیں تھے تو اس سے جو چیز پیدا ہونی تھی وہ پیدا ہوئی اور وہ یہ کہ امت محمدیہ میں وحدت نہیں پیدا ہو سکی۔ اور نہ پیدا ہونی چاہئے تھی کیونکہ انسان کو امت واحدہ بنانے کا کام مہدی اور مسیح کے سپرد تھا اور ان کی بعثت میں ابھی دیر تھی۔ پہلی تین صدیوں میں گو اسلام کو بہت ترقی حاصل ہوئی لیکن اُس وقت امتِ واحدہ بنانے کا وعدہ ہی نہیں تھا۔

اب مَیں مثال کے طور پر بعض مضامین کو لیتا ہوں۔ مَیں نے حوالے تو بہت نکلوائے ہیں لیکن وہ سب اس وقت بیان نہیں ہو سکیں گے۔ مَیں پہلے علم تفسیر کو لیتا ہوں۔ مفسرین میں جو چوٹی کے نام لئے جاتے ہیں اُن میں حضرت حسن بصریؒ ہیں ۲۱ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت زید عدنی مدنی ہیں جن کی ۱۳۶ھ کو وفات ہوئی۔ حضرت عطا بن دینار ہیں ۱۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کا بھی چوٹی کے مفسرین میں شمار ہوتا ہے۔ پھر عبدالرحمٰن مغربی ہیں۔ عبداللہ سجستانی ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں ناسخ منسوخ کی بحث چھیڑ دی۔ کچھ مفسرین سمرقند کے ہیں۔ کچھ بخارا کے ہیں اور کچھ افریقہ کے ہیں۔ قطیبہ بن شریح وہ مفسر ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر میں شیعہ خیالات بیان کئے ہیں۔ شیعہ بزرگوں میں سے امام حسن عسکری مفسر ہیں۔

جب ہم ان بزرگوں کی تفسیروں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اُمّت کا ایک حصہ ایک مفسر کے ساتھ چمٹ گیا اور دوسرا حصہ دوسرے کے ساتھ چمٹ گیا۔ مفسرین میں سے جو شیعہ خیالات کے تھے اُن کی تفسیروں کے ساتھ شیعہ فرقے چمٹ گئے یعنی وہ ان کو شوق سے پڑھنے لگے۔ ان کو سمجھنے لگے اور اپنی نسلوں کو اس کی تعلیم دینے لگے اور اس طرح ہر فرقہ علیحدہ علیحدہ نمایاں ہونا شروع ہو گیا۔ دوسرے قرآن کریم کی تفسیر کے جو اصول ہیں ان کو ان تفاسیر میں ایک حد تک نظر انداز کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان اصولوں کو پھر کھول کر بیان کیا تا کہ تفسیر کرتے ہوئے آگے پھر تفرقہ نہ پیدا ہو۔ مثلاً ایک یہ اصول ہے کہ قرآن کریم اپنی تفسیر خود بیان کرتا ہے۔ اس کی بعض آیات کی تفسیر بعض دوسری آیات کر رہی ہوتی ہیں۔ تفسیرِ قرآن کا ایک یہ اصول بھی ہے کہ قرآن کریم چونکہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس کے اندر کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم کی دو آیات جو مختلف جگہوں سے لی گئی ہوں اُن کی

کوئی ایسی تفسیریں نہیں کی جاسکتیں جن میں آپس میں تضاد پایا جاتا ہو۔ اور نہ ہی قرآن کریم کی کوئی ایسی تفسیر کی جاسکتی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ اور مسلّمہ تفسیر کے مخالف ہو۔ اسی طرح قرآن کریم کی کوئی ایسی تفسیر بھی نہیں کی جاسکتی کہ جو اللہ تعالیٰ کی جو عظمت اور بزرگی اور جلال اور کبریائی اور شان قرآن کریم نے بیان کی ہے وہ اس کے خلاف ہو یعنی اگر کوئی مفسر کسی آیت کی کوئی ایسی تفسیر کر دے جو خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے خلاف ہو تو وہ صحیح تفسیر نہیں سمجھی جائے گی۔ قرآن کریم کی کوئی ایسی تفسیر صحیح نہیں سمجھی جائے گی جو عربی لُغت کے خلاف ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر تفسیر بالرائے بن جاتی ہے۔

میں آپ کو ایک لطیفہ سنا دیتا ہوں۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں ہمارے ایک اُستاد تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے عربی کے پرچے میں مجھے فیل کر دیا۔ میں بڑا حیران ہوا کہ مجھے کیوں فیل کیا ہے۔ کیونکہ میرا خیال تھا سادے سے سوال ہیں مثلاً مفردات ہیں اُن کی جمع اور جمع کی مفرد لکھنی تھی۔ اگر مفرد اور جمع صحیح لکھی گئی ہے تو پورے نمبر ملنے چاہئیں اگر نہیں لکھی گئی تو ایک نمبر بھی نہیں ملنا چاہئے۔ ہمیں پرچہ واپس مل جاتا تھا۔ جب مجھے پرچہ ملا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے مجھے فیل کرنے کے لئے یہ اصول بنایا کہ صحیح پرچہ پر سرخ پنسل سے چرخی ڈال دی۔ یعنی جمع کی مفرد صحیح تھی اور مفرد کی جمع صحیح تھی۔ مگر انہوں نے چرخی ڈالی اور نمبر کاٹ لئے۔ مجھے تو شرمندگی کا سامنا کرنا تھا وہ سٹاف روم میں بیٹھے ہوئے تھے سٹاف میں مسلمان بھی تھے اور عیسائی بھی۔ ہندو بھی تھے اور سکھ بھی۔ مَیں اُن کے پاس گیا چونکہ استاد کا ہمیشہ ادب کرنا چاہئے اس لئے مَیں نے بڑے ادب سے کہا یہ جو آپ نے چرخیاں ڈالی ہیں معلوم ہوتا ہے کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ جمع کی مفرد درست ہے اور مفرد کی جمع درست ہے۔ لیکن کسی غلط فہمی کی وجہ سے چرخی پڑ گئی۔ نمبر کاٹنے تھے آپ نے کاٹ لئے تو مجھے کہنے لگے نہیں یہ درست نہیں۔ مَیں نے کہا یہ تو آسان بات ہے۔ مَیں عربی لغت کی کتاب لے آتا ہوں۔ اگر اس نے اس مفرد کی یہی جمع دی ہے تو درست ہے ورنہ نہیں اور اگر اس جمع کا یہی مفرد دیا ہے تو درست ہے ورنہ نہیں۔ تو وہ سب کے سامنے آرام سے میری طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے لغت کا کیا ہے اس میں سے تو ہر چیز نکل آتی ہے۔

پس اگر تفسیر میں بھی اس طرح کیا جائے تو پھر تو کام نہیں چلتا اس لئے قرآن کریم کی تفسیر کا ایک اصول یہ ہے کہ قرآن کریم کے کسی لفظ کے وہ معنے نہ کئے جائیں جن کی عربی لغت حامل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح کے اَور بہت سے اصول ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے کے مفسرین کا جو عمل تھا اور اُن کا جو طریق تھا اس میں اصول تفسیر کو عموماً نظروں کے سامنے نہیں رکھا گیا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اس میدان میں بڑی محنت کی اور دین کی بڑی خدمت کی اللہ تعالیٰ اُن کو جزا دے اور اُن کے

درجات بلند کرے لیکن اصول تفسیر کو مدنظر نہ رکھنے سے بعض سقم پیدا ہو گئے مثلاً قرآن کریم نے بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے تفسیر کرتے ہوئے کسی نبی پر ایک الزام لگا دیا دوسرے پر دوسرا الزام لگا دیا اور بڑے سخت الزام لگا دیئے۔ کسی نبی پر جھوٹ بولنے کا الزام لگا دیا اور کسی پر کچھ اور الزام لگا دیا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ کوئی جھوٹا آدمی خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتا کجا یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کے پیار کا اتنا بلند درجہ حاصل کر لے کہ خدا تعالیٰ اسے نبوت کے مقام پر فائز کر دے اور ایک دُنیا کا اس کو رہبر بنا دے اور ایک دنیا کو کہے کہ اس کی اِتّباع کرو تو کیا پھر لوگ جھوٹ بولنے میں اس کی اتباع کریں گے۔

پس قرآن کریم کی تفسیر کرنے کے جو اصول ہیں کسی سے کسی اصول میں غلطی ہو گئی۔ کوئی کہیں کسی اصول کو نظر انداز کر گیا اور کوئی کہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان بن فودیؒ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک صدی قبل نائیجریا اور اس کے اوپر نائیجر کا جو علاقہ ہے۔ اس میں بشارتوں کے ماتحت تجدید دین کا کام کرتے رہے یعنی وہاں کے جو اولیاء اللہ تھے اُن کو خدا تعالیٰ نے یہ بشارت دی تھی کہ خدا تم میں سے ایک مجدد پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ان بشارتوں کے مطابق حضرت عثمان بن فودی جب مجدد بنے تو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو کہا کہ تفسیریں بالکل نہ پڑھنا کیونکہ ان میں رطب و یابس بھی آ گیا ہے۔ پس قرآن کریم جیسی عظیم کتاب جو خود اپنی تفسیر کی رہبری کرنے والی ہے اور بتاتی ہے کہ اس طرح میری تفسیر کرنی ہے اور اس طرح نہیں کرنی اس میں بھی لوگ غلطیاں کر گئے۔ لیکن تھے وہ بڑے بزرگ۔ انہوں نے بد نیتی سے غلطیاں نہیں کیں۔ لیکن ایسی غلطیاں ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے اُن کو ان غلطیوں سے محفوظ نہیں کیا کیونکہ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان امتِ واحدہ نہ بن سکے اور ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا تھا۔ مفسرین ایک دوسرے کی تصحیح بھی کرتے رہتے تھے۔ کوئی مان جاتے تھے اور کوئی نہیں مانتے تھے۔ پھر بعد میں جب فیج اعوج کا زمانہ آیا اور ظلمات نے زور پکڑ لیا تو پھر اس سے فتنے پیدا ہوئے ورنہ شروع میں امت مسلمہ اس قسم کے فتنوں سے محفوظ رہی۔

دوسرے نمبر پر آتی ہیں احادیث کی کُتب محدثین میں حضرت امام بخاری ہیں (۱۹۴۔۲۵۶ھ) حضرت امام مسلم ہیں (۲۰۶۔۲۶۱ھ) امام نسائی ہیں (۲۱۵۔۳۰۳ھ) ابوداؤد ہیں (۲۰۲۔۲۷۵ھ) امام ترمذی (۲۰۰۔۲۷۹ھ) ابن ماجہ ہیں۔ امام مالک ہیں (۹۵۔۱۷۹ھ) یہ ویسے فقہ کی طرف زیادہ مائل ہیں اس لئے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا گیا لیکن حدیث کی بڑی اچھی کتاب ہے۔ یہ بزرگ بھی پہلی تین صدیوں میں پھیلے ہوئے ہیں جو خیر القرون کہلاتی ہیں۔ احادیث کے اکٹھا کرنے میں

ان بزرگوں نے بڑی محنت کی۔ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سنّت کا مجموعہ ہے جو روایتوں کے ذریعہ ہمارے ان بزرگوں تک پہنچا یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا اور اس سے فلاں شخص نے بات کی اور اسے فلاں نے بتایا تھا کہ فلاں موقع پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا یا یہ کام کیا تھا۔ تین چار بلکہ بعض دفعہ تو چھ سات راویوں کے ذریعہ حدیث پہنچتی ہے۔ پس محدثین نے اپنی طرف سے بڑی محنت کی۔ انہوں نے یہ دیکھا کہ راوی ثقہ ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ راوی کا حافظہ درست ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ درایت کے اعتبار سے راوی کیسا ہے یعنی دینی علوم میں اس کی سمجھ ایسی ہے کہ دینی معاملات میں اس کی بات پر اعتبار کیا جا سکے۔ پھر حدیث پر فقہ کی بنیاد پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو امت محمدیہ کو ایک کرنے کے لئے ہیں اُن کے نتیجہ میں امت محمدیہ میں بہت سے گروہ بن گئے حدیث کی وجہ سے بھی اور حدیث پر جو فقہ کی بنیاد پڑی اس کی وجہ سے بھی کیونکہ فقہ میں چار اماموں کی وجہ سے چار مختلف فقہی مسلک بن گئے۔ ایک امام ابوحنیفہ کی فقہ ہے دوسری امام شافعی کی فقہ ہے تیسری امام مالک کی فقہ ہے اور چوتھی امام احمد بن حنبل کی فقہ ہے۔ یہ چار فقہی مسلک ہیں۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں کہیں ایک فقہ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اور کہیں دوسری فقہ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اس سے فقہی معاملات میں ایک تفرقہ پیدا ہو گیا۔ حالانکہ تھے یہ بڑے بزرگ۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ان بزرگوں کی جو کثرت ہے ان کے اندر خدا تعالیٰ کی یہ حکمت ہمیں نظر نہیں آتی کہ ان کو کسی ایک مرکزی نقطے سے باندھ کر امت کو ان تفرقوں سے بچا لیا جائے جو بعد میں پیدا ہو گئے تھے۔ ہمارے ذہن میں بھی بہت سی حکمتیں آتی ہیں لیکن نہ بھی آئیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا کوئی کام بھی حکمت کے بغیر نہیں ہوتا۔

جہاں تک فقہ کا تعلق ہے ایک فقہ افریقہ کے اندر رائج ہو گئی۔ دوسری مدینہ جو اُس وقت ہمارا اسلامی مرکز تھا اس کے اندر رائج ہو گئی۔ حضرت امام مالک مدینہ کے فقیہ تھے۔ چنانچہ مدینہ میں بسنے والوں نے جو احادیث ان کے سامنے بیان کی تھیں وہ صرف ان احادیث پر بُنیاد رکھ کر مسائل حل کرتے تھے اور چونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم بکھر چکے تھے۔ دنیا میں پھیل چکے تھے۔ ان سے جو روایتیں مروی ہوتی تھیں ان کے متعلق حضرت امام مالک کہتے تھے نہیں! مَیں ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔ مَیں صرف مدینہ کے راویوں کو لوں گا۔ اس لئے ان پر فتوے بھی لگ گئے لیکن بہرحال ایک اختلاف پیدا ہو گیا۔ (میں حدیث اور فقہ کو اکٹھا بیان کر رہا ہوں) پھر جہاں تک احادیث کا تعلق ہے گو صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اس کے اندر بھی ہمیں دو نقص نظر آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہت محتاط ہونے

کی وجہ سے بہت سی احادیث جو درست تھیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشادات تھے لیکن راوی کمزور ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنی صحیح میں اُن کو درج نہیں کیا۔ یہ ٹھیک ہے حضرت امام بخاری نے بڑی محنت کی ہے صحاح ستہ میں ان کی کتاب جو بخاری شریف کہلاتی ہے سرفہرست ہے لیکن صحیح بخاری میں کُل ۹۰۸۲ احادیث ہیں جبکہ صحیح مسلم میں ۱۲۰۰۰ ہیں۔ اب یہ جو ۳۰۰۰ احادیث کا فرق ہے۔ اس کی وجہ سے بھی اس لحاظ سے تفرقہ پڑ گیا کہ جن علاقوں میں لوگ مسلم کی حدیث کو پکڑنے والے تھے۔ انہوں نے ان کو ترجیح دی اور وہ جو زائد حدیثیں تھیں وہ بھی ان کے سامنے آ گئیں۔

ابن رُشد جو اندلس کے ایک بہت بڑے فلاسفر اور بہت بڑے دینی عالم تھے انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام بدایۃ المجتھد ہے۔ اس میں انہوں نے فقہاء کا جو اختلاف ہے وہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مثلاً ایک حدیث حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس پہنچ گئی تھی لیکن امام شافعی کو نہیں پہنچی تھی۔ اس لئے امام ابوحنیفہ نے اَور فتویٰ دیا اور امام شافعی نے اَور فتویٰ دیا۔ پس ایک تو یہ ہے کہ امام بخاری نے بڑی احتیاط کی اس لئے بہت سی احادیث جو صحیح تھیں وہ اُن تک نہیں پہنچ سکیں مثلاً جو احادیث صوفیائے کرام نے لی ہیں ان میں سے بہت ساری ایسی ہیں کہ جو محدثین کے پاس نہیں پہنچی تھیں دوسرے یہ کہ باوجود اتنی احتیاط کے پھر بھی بخاری میں ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے خود بخاری کی دوسری احادیث سے یا جن کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے بعض مضامین کے ساتھ۔

پس یہ دو خامیاں احادیث کی کتب میں ہمیں نظر آتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جگہ جگہ ٹولیاں بن گئیں اور امت محمد یہ امت واحدہ نہ بن سکی۔ ٹولیاں بن گئیں اسلام کے اندر اور یہ بڑھتی چلی گئیں۔ تاہم ان بزرگوں کا جو زمانہ تھا اس میں لوگ ایک دوسرے کی نہایت عزت اور احترام کرنے والے تھے۔ ان کا آپس میں الّا ماشا اللہ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں تھا۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے ان بزرگوں کے اختلافات کو وجہ تفریق بنا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احادیث کی صحت کے بارہ میں اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پرکھنے کے لئے کہ آیا راوی کی روایت درست ہے یا نہیں۔ ایک یہ اصول ہے کہ ہر وہ قول جس کو راوی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے اگر وہ بات قرآن کریم کی کسی آیت کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کا قول نہیں ہو سکتا اور اگر کسی راوی کی کوئی روایت قرآن کریم سے کچھ زائد کر رہی ہے تو ظاہر ہے نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھی نہیں فرما کر سکتے تھے اور اگر قرآن کریم سے کچھ کم کر رہی ہے تب بھی

ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں فرما سکتے تھے کیونکہ آپؐ نے تو خدا تعالیٰ کی وحی سے دنیا میں یہ اعلان فرمایا تھا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ❶ قرآن کریم ایک کامل شریعت اور مکمل ہدایت کے طور پر تمہارے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ اب اس سے نہ کچھ زائد ہو سکتا ہے اور نہ کچھ کم ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس بارہ میں جو دوسری بات بتائی وہ یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جس کو محدثین نے قبول نہیں کیا اور ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا کیونکہ اُن کو اس میں کوئی نقص نظر آیا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت بتاتی ہے کہ وہ درست ہے تو وہ حدیث صحیح ہے۔ جس حدیث کی صحت پر خدا تعالیٰ کا فعل گواہ ہے اس کے ماننے میں تردد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً آئندہ کے متعلق کوئی پیشگوئی ہے۔ اگر وہ واقع میں پوری ہو جاتی ہے تو وہ حدیث صحیح ہے کیونکہ خدا کے علاوہ تو کسی کو علم غیب نہیں۔ عالم الغیب و الشہادہ تو اسی کی ذات ہے۔ آئندہ کی خبریں دینے والی صرف وہی ذات ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حدیث کی صحت کے بارہ میں تیسری بات ہمیں یہ بتائی کہ نیکی کی ہر وہ بات جو حدیث کی کتابوں میں بیان ہوئی ہے اگر وہ قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف نہیں اور ہمیں یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ کس آیت کی تشریح ہے تو چونکہ وہ حدیث حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتی ہے اس لئے ہمارے دل میں آپؐ کا جو پیار ہے، وہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اس کو قبول کریں اور اس کے مطابق عمل کریں کیونکہ اس میں خرابی کی کوئی بات نہیں۔ وہ قرآن، قرآن کریم کی کسی آیت یا اس کے کسی مضمون کے خلاف نہیں ہے۔

غرض حدیث اور حدیث پر جو فقہ کی بُنیاد رکھی گئی ہے اس کی وجہ سے امت محمدیہ مہدی علیہ السلام کی بعثت سے قبل مختلف فرقوں میں بٹ گئی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ تیری امت ۷۲ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ویسے ۷۲ کا یہ عمل بھی تحقیق طلب ہے۔ مَیں نے کسی جگہ پڑھا ہے اور میرے ذہن پر یہ اثر ہے کہ اوّل تو ۷۲ تعداد نہیں بلکہ ان کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اسلام میں کچھ فرقے پیدا ہوتے تھے۔ پھر ختم ہو جاتے تھے۔ کچھ فرقے بنتے تھے۔ اور پھر مٹ جاتے تھے۔ پھر کچھ نئے فرقے بیچ میں پیدا ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ امت محمدیہ فرقہ فرقہ ہوگئی۔ اس حالت میں بھی کثرت کمیّت ہے یعنی بڑی کثرت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ سے فیض حاصل کر کے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والا یہ گروہ ہے جس کی لاکھوں کی تعداد ہے۔

---

❶ سورۃ المائدہ آیت ۴

غرض منعم علیہ کے حقیقی معنے میں مصداق جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے دو گروہ ہیں۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور خیر القرون کے زمانہ کے بزرگ جو بڑی کثرت سے ہیں اور جنہوں نے لوگوں کی بھلائی کے لئے یہ کام کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی جو تفسیر بیان فرمائی تھی اس کو احادیث کی کتب میں جمع کر دیا۔ اُن کو جو تفسیر سمجھ آئی وہ لکھ دی جو کچھ دوسروں سے سُنا وہ لکھ دیا۔ اگر اُن کو کچھ تاریخی شواہد ملے صحیح یا غلط۔ اُن کو اپنی تفسیروں میں لکھ دیا۔ لیکن اُن کے سامنے یہ مقصد نہیں تھا کہ امّت فرقہ فرقہ نہ ہو جائے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عملاً فرقہ فرقہ بن گئی۔ اگر خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا کہ ان بزرگوں کے کثیر گروہ کے نتیجہ میں اُمت میں فرقے نہیں پیدا ہوں گے تو ہرگز نہ پیدا ہوتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف تو کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

پس یہ تو تھے ہمارے بزرگ مفسرین، محدثین اور فقہاء جو اپنے اپنے علم کے اساتذہ اور امام تھے۔ اسی طرح متکلمین ہیں گو یہ زیادہ تر بعد کے زمانہ میں ہوئے لیکن متکلمین نے مناظرے کرنے شروع کر دیئے تھے اور پھر ان کو ایسی عادت پڑی مناظرے کرنے کی کہ سرحدوں پر دشمن اپنی فوجیں لے کر حملہ آور ہو رہا ہوتا تھا اور شہروں میں بازاروں میں لوگ دو مناظر علماء کا مناظرہ سُننے میں دلچسپی لے رہے ہوتے تھے۔ اس بات کو ہماری تاریخ نے ریکارڈ کیا ہے کہ ایسے حالات بھی پیدا ہو گئے تھے کہ لوگ سرحدوں کی حفاظت کی بجائے مناظرے سُننے میں راتیں گزار رہے ہوتے تھے۔ لیکن منعم علیہ کا یہ جو گروہ ہے جس کا تعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پھر خیر القرون کے ساتھ ہے۔ اس زمانہ میں تو کوئی تفرقہ پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ انہوں نے ہر میدان اور ہر علم میں ترقی کی اور ہمارے استفادہ کے لئے بہت سا قیمتی مواد اکٹھا کر دیا۔ بہت سی کتابیں مفقود ہو گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ اب بھی دُنیا کی بعض لائبریریوں میں بعض کتابیں محفوظ ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جماعت احمدیہ کو مل جائیں کیونکہ ان کتابوں میں بڑے کام کی باتیں ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ماسکو کی لائبریری میں بھی مسلمانوں کا بہت سا لٹریچر محفوظ ہے۔ خدا کرے کہ وہ محفوظ رہے اور پھر یہ لوگوں کے سامنے آ جائے۔

پس یہ ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ کا جو گروہ کثیر ہے اس کے اندر ہمیں یہ چیز نظر نہیں آتی کہ اس گروہ کثیر کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں اسلام کو غالب کیا جائے کیونکہ اُن کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ کام تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کرنا ہے۔ آپ کے زمانہ میں ادیان باطلہ کا زور ہوا مثلاً عیسائیت ہے، دہریت ہے اور ہندوازم ہے یہ سب اپنے اپنے علاقوں میں اسلام پر حملہ آور تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اسلام کو مٹا دیں گے لیکن پیشگوئی یہ تھی۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ

میں اسلام ساری دنیا میں غالب آئے گا۔ تمام مذاہب کا بطلان ثابت کر کے دنیا کے دل سے اپنی صداقت منوائے گا اور نوعِ انسانی کو امت واحدہ بنادے گا۔ یہ بشارت دی گئی تھی لیکن **منعم علیہ** کا جو پہلا گروہ ہے اور جو تین صدیوں پر پھیلا ہوا ہے، ان کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ بعد میں فیج اعوج کے زمانہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسلمان آپس میں لڑ پڑتے تھے۔ حالانکہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بہرحال وجہ اختلاف نہیں بنتی تھیں کیونکہ اختلاف عقیدہ اَور بات ہے اور آپس میں لڑ پڑنا اَور بات ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصّے کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے آپؐ کے اظہار ناراضگی کے باوجود آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ کسی نے آمین بالجہر کہدی تب کوئی دوسرا لڑ پڑا۔ نہیں کہی تب کوئی دوسرا لڑ پڑا۔ کسی نے ہاتھ باندھ کر کسی مسجد میں نماز پڑھ لی تب لڑائی ہوگئی کسی نے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھ لی تو وہاں لڑائی ہوگئی۔ یہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کا حل بھی موجود تھا۔ ہماری اپنی روایات میں ان کا حل موجود تھا مگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی تفرقہ بازی شروع ہوگئی۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ مہدی کا ابھی زمانہ نہیں آیا تھا جس میں یہ آخری وعدہ دیا گیا تھا کہ بنی نوع انسان کو امتِ واحدہ بنا دیا جائے گا۔ اس کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ اس لئے باوجود اس کے کہ پہلی تین صدیوں میں خدا کے برگزیدہ بندے ابرار و اخیار اور اولیاء اللہ بڑی کثرت سے پیدا ہوئے۔ یہاں تک کہ اُن کے مقابلے میں وہ مقربین الٰہی کوئی حیثیت نہیں رکھتے جو فیج اعوج کے زمانے میں دریائے عظیم کی مانند تھے۔ ویا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کہہ لو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی زبردست قوت قدسیہ کام کر رہی تھی لیکن امت واحدہ بنانے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ اُس وقت ویسے بھی یہ بات ناممکن تھی۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ اور نوع انسانی کے دل جیت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر کے ان کو اُمت واحدہ بنانے کا کام مسیح موعودؑ کے ذریعہ پورا ہونا مقدر ہے۔ اُس وقت یہ کام ویسے بھی ناممکن تھا کیونکہ ذرائع آمدورفت کے نہ ہونے کی وجہ سے مثلاً افریقہ سے تاشقند یا ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن اب ذرائع آمدورفت میں انقلابی ترقی آجانے سے سالوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ ہمارے کئی تاریخ دان اور سیّاح ایسے تھے جو سالہا سال گھر سے باہر رہے۔ وہ اپنے گھر سے رخصت ہو کر چلتے تھے کہ پتہ نہیں زندہ واپس بھی آتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ساری عمر چلتے چلتے کوئی چین پہنچ گیا اور کوئی کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ ایسے لوگ جہاں بھی گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے علم کے مطابق اسلام پھیلایا۔

پس اسلام کی ترقی میں خدا تعالیٰ کی اَور حکمتیں تھیں جو کام کر رہی تھیں اور وہ بڑی شاندار حکمتیں تھیں مَیں اس وقت ان حکمتوں کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ بہرحال یہ بات بالکل واضح ہے۔ کوئی شخص

اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ گروہ کثیر جو خدا تعالیٰ کے اولیاء اور ابرار اور اخیار پر مشتمل ہے اور پہلی تین صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اُن کے اندر ہمیں وحدت نہیں نظر آتی۔ کوئی حنفی ہے کوئی مالکی ہے کوئی شافعی ہے کوئی حنبلی ہے۔ کوئی ایک صوفی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور دوسروں کے ساتھ اختلاف رکھنے والا اور لڑائی مول لینے والا ہے۔ کوئی دوسرے بزرگ صوفی کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہے اور باقیوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ ایک انتشار ہے جو امت میں پایا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود اسلام ترقی کر رہا تھا۔ خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ اسلام اُس وقت کی معروف دنیا میں پھیل جائے چنانچہ پہلی تین صدیوں میں مسلمان سپین کی طرف سے فرانس کے اندر گھس گئے۔ سارا افریقہ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا۔ اور اسی طرح دوسرے مما لک میں اسلام دُور دُور تک پھیل گیا۔ گو اس عرصہ میں ارتداد کے دور بھی آئے اور ان کی بڑی لمبی تاریخ ہے لیکن جب کبھی ایسے حالات پیدا ہوئے۔ خدا کے اس برگزیدہ گروہ نے توحید کا نعرہ لگا کر خدا کے نام پر لوگوں کو پھر اکٹھا کر دیا اور اُن کو ایک بار پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے دائرہ کے اندر لے آیا۔ غرض مشرق و مغرب میں ایک مدّ و جزر تھا جو اسلام کے حق میں نظر آتا تھا۔ مسلمان کبھی اُوپر اُٹھتے تھے اور کبھی نیچے گر جاتے تھے۔ ان کے اندر کوئی ٹھہراؤ نہیں تھا۔ امت مسلمہ میں اتفاق نہیں تھا۔ وہ ایک ہی فرقے اور ایک ہی جماعت کی لڑی میں منسلک نہیں تھے۔

پس یہ تصویر بنتی ہے اس گروہ کثیر کی جو خیر القرون میں پھیلا ہوا ہے۔ مَیں پھر کہتا ہوں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُن کی کوئی عظمت نہیں تھی۔ یقیناً اُن کی بڑی عظمت تھی۔ ایک لحاظ سے تو ان کی اتنی بڑی عظمت تھی کہ بعد میں قیامت تک کوئی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس گروہ کثیر کے پہلے حصہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپؐ کے مبارک قدموں میں بیٹھ کر آپؐ سے روحانی فیوض حاصل کئے تھے۔ اگر مجھے ایک لمحہ کے لئے یہ شرف مل جائے تو میں ہزار زندگیاں اس ایک لمحہ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مَیں تو اس وقت اُس مجموعی شکل کی بات کر رہا ہوں جو اسلام کی پہلی تین صدیوں یعنی خیر القرون کے اندر ہمیں نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اُس وقت مسلمانوں میں وحدت نہیں پیدا ہو سکی۔ وہ فرقہ فرقہ بن گئے۔ اس کے بعد پھر فیج اعوج کا زمانہ آ گیا اور اس کے اندر تو پھر جو دراڑیں پڑ گئی تھیں اُن کے فاصلے بڑھنے شروع ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمان کی تلوار نے مسلمان کی گردن اڑانی شروع کر دی۔ مسلمانوں نے تو سیاست میں بھی بہت ترقی کی تھی لیکن سیاست بھی اختلافات کا شکار ہو گئی اور اس میں بھی تفرقہ نظر آنے لگ گیا۔ چنانچہ محمد بن قاسم جس نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں برصغیر پاک و ہند میں قدم رکھا تھا اور کہا تھا کہ جس خدا کے نام کو بلند کرنے

کے لئے وہ اس سرزمین پر اُترا ہے، وہ اسے ناکام نہیں کرے گا اور بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خدا تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کی مگر اسلام کے اسی بطلِ جلیل کی گردن بادشاہ وقت کے دربار میں اڑا دی گئی اور یہ اس لئے ہوا کہ ابھی نوع انسانی کا امت واحدہ اور ایک خاندان بن جانے کا وقت نہیں آیا تھا۔ اُس وقت خدا تعالیٰ کی دوسری حکمتیں تھیں جو اسلام کی ترقی میں کارفرما تھیں۔ پھر امت واحدہ بننے کا وقت آ گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہوگیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اُسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں۔ اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قُربِ قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی اُمت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اُسی کا نام خاتم الخلفاء ہے پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وُہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدتِ اقوامی کی خدمت اُسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اُسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلّف ہو اس لئے اِس آیت کی نسبت اُن سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔'' ❶

❶ چشمہ معرفت صفحہ ۸۲-۸۳ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۹۰-۹۱

پھر آپ رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے'' [1]

جیسا کہ مَیں نے شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ پڑھ کر سنایا تھا کہ ''آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۞ خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے۔ یہ اسلام میں صرف دو گروہ ہیں یعنی گروہ اولین وگروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت سے مراد ہے۔'' پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی بعثت کی غرض یہ ہے کہ ایک گروہ کثیر آخرین میں پیدا کیا جائے اور وہ محمدی گروہ ہو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ؎

''وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں میں سے جو کچھ پایا وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ سے پایا۔ اور ہم بھی جو کچھ پا سکتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعے سے پا سکتے ہیں۔ لیکن قُربِ قیامت اور روحانی طور پر ظلمت کے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ فضل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی پیار کرنے والا بلکہ آپ کے عشق میں فنا ہو جانے والا ایک وجود مہدی اور مسیح کی شکل میں ہماری طرف بھیجا۔ ہم نے مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچانا اور خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کی۔

پس ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ کی رو سے یہ جو دوسرا محمدی گروہ ہے یعنی پہلا گروہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور خیر القرون کے ابرار واخیار کا۔ اور دوسرا گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہے۔ اب اس جماعت کا یہ کام ہے کہ غلبہ اسلام کی وہ آخری مہم جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگائی گئی تھی یہ گروہ آخرین اس کے لئے مجاہدہ کرے۔ صدق وایثار کے نمونے دکھائے۔ خدا کی راہ میں مال و جان کی قربانیاں دے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کچھ اس رنگ میں ادائیگی

[1] رسالہ الوصیّت صفحہ ۶ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶ - ۳۰۷

کرے کہ جماعت احمدیہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائے اور اپنی زبان سے اور اپنے عمل سے نوع انسانی کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کی طرف کھینچنے والی ہو۔ پس جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۞ ❶ کی رو سے پہلے اور آخری گروہ میں جو فرق ہے اسے بیان کر کے اس کے جو نتائج نکلتے ہیں ان کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

پہلوں میں ہمیں وحدت نظر نہیں آتی۔ وہ فرقہ فرقہ بن گئے۔ فقہ کے میدان میں بھی فقہاء کے چار بڑے گروہ بن گئے اور پھر آگے ان کے بھی یعنی حضرت امام ابوحنیفہ کے دونوں شاگردوں نے ان سے اختلاف کیا۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے گروہ لے کر بیٹھ گئے اور یہ گویا امت میں وحدت اور ایکا پیدا کرنے کی اور ایک جھنڈے تلے جمع کرنے کی کوشش نہیں اسلام کو پھیلانے کی ضرور کوشش ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے کی کامیاب کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بڑی جزا دے۔ انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن وہ زمانہ ویسے بھی اس بات کا اہل نہیں تھا اس لئے کہ مَیں نے بتایا ہے کہ افریقہ اور مشرق میں اتنا فاصلہ تھا کہ بعض دور دراز ملکوں میں پہنچنا ہی مشکل تھا۔ ذرائع آمدورفت نہیں تھے۔ سفر کے وسائل موجود نہیں تھے۔ چھاپے خانے نہیں تھے۔ کتابیں نہ چھپ سکتی تھیں نہ دُور دُور تک پہنچ سکتی تھیں لیکن اب سالوں کے کام دنوں اور گھنٹوں میں ہو جاتے ہیں۔ زمانہ مادی انقلاب کے بعد ایک روحانی انقلاب کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔ یہ ذمہ داری کہ اقوامِ عالم کو وحدتِ اقوامی میں پرو دیا جائے یہ آخرین کی اس جماعت پر ہے جو مسیح موعودؑ کی جماعت ہے اس لئے اس گروہ میں کوئی ایک مرکزی نقطہ ایسا ہونا چاہئے جو پہلے گروہ میں خلافت راشدہ کے بعد مفقود ہو گیا تھا۔

پس اب جماعت احمدیہ میں خلافت احمدیہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے بغیر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا نہیں ہو سکتا کہ نوع انسانی کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے گا۔ اور یہ گروہ اُتنا ہی بڑا ہے جتنا پہلا گروہ تھا شاید کچھ کم ہوگا۔ منعم علیہ کے پہلے گروہ سے۔ لیکن وہ ایک سلسلہ میں پروئے ہوئے نہیں تھے۔ وہ موتی ایک لڑی میں منسلک نہیں تھے۔ لیکن اب ایک مرکزی نقطہ ہے۔ گو اُس وقت لاکھوں کی تعداد میں خدا تعالیٰ کے مقربین اولیاء اللہ اور ابرار و اخیار تھے لیکن خلافت راشدہ جو تھوڑے سے عرصہ تک رہی اس کے بعد وہ کون سا مرکزی نقطہ تھا جس کے گرد وہ مضبوطی سے جمع ہو جاتے۔ جہاں سے اُن کو ہدایت ملتی یا جہاں سے اُن کو دعائیں ملتیں یا جہاں سے اُن کو رہنمائی ملتی یا جہاں سے ان کو وہ منصوبے ملتے جس کے نتیجہ میں اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی کوشش کی جاتی۔

---

❶ سورۃ الواقعہ آیت ۴۰-۴۱

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں دو انقلابی نظام قائم کئے ہیں۔ ایک مادی دُنیا میں نظامِ وصیّت ہے۔ جو چندہ وصیت آپ دیتے ہیں اس کے ذریعہ سے یہ نظام قائم ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض تقاریر میں اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مَیں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر سارے احمدی اپنی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا ۱۰/ ۱ دینے لگیں تو ایک ایسا زمانہ آ جائے گا کہ مرکز کے پاس اتنی دولت ہوگی کہ جس سے کوئی آدمی ایسا نہیں رہے گا جس کے حقوق پورے نہ ہو رہے ہوں۔ یہ عمل تو شروع ہے۔ گو ابھی ابتداء میں ہے اس میں شک نہیں لیکن وہ ایک نظام ہے جس کی طرف ساری دنیا میں توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ مثلاً امریکہ جو مادی دُنیا میں پھنسا ہوا ہے وہاں ہمارے احمدی دوستوں میں یہ رو پیدا ہو گئی ہے کہ وصیّت کرنی چاہئے پھر اُن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بہشتی مقبرے میں کیسے جائیں گے۔ بہشتی مقبرہ کی شاخیں ہونی چاہئیں یا کوئی ایسا انتظام ہونا چاہئے جہاں اکٹھے ہو کر دعائیں ہو جائیں۔ وہ بہشتی مقبرہ تو نہیں ہوگا لیکن بہرحال اس سے ملتی جُلتی کوئی چیز ہو گی کہ جس سے وہ مقصد پورا ہو جائے کہ جو مالی قربانیاں کرنے والے ہیں اُن کے لئے دعائیں ہوتی رہیں۔ پس یہ نظامِ وصیت ہے جو دنیوی لحاظ سے ایک انقلابی نظام ہے۔

رسالہ الوصیت کی رو سے دوسرا نظام ایک روحانی نظام اور نہایت ہی عظیم نظام ہے اور وہ ہے نظامِ خلافت اور یہی جماعت احمدیہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں فرمایا ہے کہ جس قسم کی زبردست قدرت کا ہاتھ خدا تعالیٰ میری زندگی میں دکھا رہا ہے (جو لوگ آپؑ کی کتابوں کو پڑھتے ہیں وہ پھر غور سے پڑھیں بہت کم لوگ اس طرف توجہ کرتے ہیں) آپ نے فرمایا ہے کہ جس قسم کی زبردست قدرت کا ہاتھ خدا تعالیٰ میرے ذریعہ سے دکھا رہا ہے اور جس زبردست قدرت کا میں مظہر ہوں۔ مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ قیامت تک اس قسم کی قدرت اب تم میں نہیں آئے گی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی زبردست قدرت کا ایک اَور ہاتھ دکھائے گا اور اسے آپ نے قدرت ثانیہ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے بعد ایسے وجود ہوں گے جو قدرت ثانیہ کے مظہر بنیں گے اور اس زبردست قدرت یعنی قدرت ثانیہ کا ظہور میرے مرنے کے معاً بعد شروع ہو جائے گا۔ اس میں کوئی فاصلہ نہیں ہوگا کہ تمہیں سو سال تک انتظار کرنا پڑے۔ دوسرے آپؑ نے فرمایا کہ قدرت ثانیہ کے ظہور کا سلسلہ قیامت تک ممتد ہے یہ منقطع نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ اپنی زبردست قدرتوں کا ہاتھ قیامت تک دکھاتا رہے گا مظاہر قدرت ثانیہ کے ذریعہ سے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ پس جب یہ قدرت ثانیہ کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہونا۔ تو ظاہر ہے

قدرتِ اُولیٰ تو بیچ میں نہیں آئے گی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں۔

ایک بات اَور مَیں بتا دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا اور میرا بھی یہی ہے اور مَیں سمجھتا ہوں ہمیشہ یہی رہے گا کہ خدا تعالیٰ خلافت احمدیہ کو بادشاہت نہیں دے گا اور نہ خلافت احمدیہ کو بادشاہت میں کوئی دلچسپی ہے خلافت احمدیہ دنیا میں ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ خلافت احمدیہ اس لئے قائم کی گئی ہے کہ جو بیج حضرت مسیح ومہدی علیہ السلام کے ذریعہ بویا گیا اس کی آبیاری کرے اور مہدی علیہ السلام کا جو مشن تھا اس کی تکمیل کرے۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی رسالہ الوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پڑھ کر سنایا ہے۔ اس میں جہاں خلافت کا ذکر ہے وہیں آپ نے فرمایا ہے:

> ’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔‘‘

اور یہی مقصد ہے جس کے حصول کے لئے خلافت احمدیہ کو قائم کیا گیا ہے۔ خلافت احمدیہ کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی جو بشارت دی گئی تھی۔ اس کے مطابق جو روحانی انقلاب پیدا کرنا ہے اس کے لئے ایک منصوبہ بنایا جائے اور اس پر عمل کروایا جائے۔

پس خلافت احمدیہ کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ دعاؤں کے ساتھ۔ اخلاق کے ساتھ، حسنِ معاملہ کے ساتھ اور حسن مجادلہ کے ساتھ یعنی احسن رنگ میں تبادلہ خیالات کرتے ہوئے دنیا کے دل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتے جائیں۔ قرآنی تعلیم اور اسلامی شریعت میں بڑی طاقت ہے۔ اسلامی شریعت وہدایت کو کسی مادی طاقت کی ضرورت نہیں۔ اسلامی تعلیم کے اندر اس قدر حسن پایا جاتا ہے اور اس کے اندر اس قدر احسان پایا جاتا ہے کہ کوئی بھی انسان جس کے سامنے اس کے حسن و احسان کی باتیں کی جائیں اس کا دل اس کی طرف مائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پس یہ وہ غرض اور مقصد ہے جس کے لئے مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا گیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے یعنی بنی نوع انسان کو اُمتِ واحدہ بنانے کے لئے ایک مرکزی نقطہ یعنی خلافت احمدیہ کو قائم کر دیا گیا ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے اور خدا تعالیٰ

کے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے اور خدا تعالیٰ کی جنتوں میں بطور لیڈر داخل ہونے کے لئے یعنی ساری دنیا آپ کے پیچھے چل کر خدا کی جنتوں میں داخل ہونے والی ہو، آپ خلافت احمدیہ کے اس مرکزی نقطہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں اور اپنی نسلوں کو بھی اس کی اہمیت بتائیں۔ یہ مرکزی نقطہ یعنی خلافت احمدیہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ نے ایک اقتباس میں سُنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے خدا تعالیٰ اپنے نشانوں کے ساتھ ان (جماعت مسیح موعود) کے ایمانوں کو مضبوط کرے گا تم نے ہاں! مَیں تم سے پوچھتا ہوں کیا تم نے پچھلے تین سال میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح آسمانوں سے برستے ہوئے دیکھے ہیں یا نہیں۔ (سارے اجتماع سے دیکھے ہیں! دیکھے ہیں!! کی ندا اور اس کے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے)

پس خدا تعالیٰ تو سچے وعدوں والا ہے۔ وہ اپنے وعدے پورے کر رہا ہے آپ بھی اس کے سامنے صدق و وفا کا نمونہ دکھائیں۔ اور اپنے عہد کو نباہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری برکتوں کے آپ بھی اسی طرح وارث بن جائیں گے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اور پھر خیر القرون میں ایک گروہ کثیر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بنا تھا۔ آمین

اب ہم اپنا عہد دہرائیں گے۔ اس کے بعد اجتماعی دعا ہوگی اور پھر آپ واپس اپنے اپنے گھروں کو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ سب کا سفر میں بھی اور حضر میں بھی حافظ و ناصر ہو۔

حضور کی اقتداء میں تجدیدِ عہد اور پُرسوز اجتماعی دعا کے ساتھ یہ نہایت ہی بابرکت اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(غیر مطبوعہ)

O

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۷/اخاء ۱۳۵۷ہش ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۷/اخاء ۱۳۵۷ہش بمطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء کی سہ پہر انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے جو خطاب فرمایا تھا، اُس کا مکمل متن افادہ احباب کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

عرصہ ہوا مَیں نے انصاراللہ کو ایک بات بتائی تھی۔ میرا خیال ہے کہ بہت سے انصار وہ بات بھول چکے ہیں۔ مَیں نے بتایا تھا کہ انصار جوانوں کے جوان ہیں۔ وہ بوڑھے نہیں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو جوانوں کے جوان سمجھیں۔

یہ فقرہ انصار پر بہت سی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ ایک تو یہ اس بات کی یاددہانی کرواتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ

انسان کے نفس کے بھی اس پر بہت سے حقوق ہیں۔ اُن میں سے پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ اپنی صحتوں کو ٹھیک رکھا جائے اور جسموں کو مضبوط بنایا جائے۔

انسان کی وہ عمر جس کو ہم بڑھاپا کہتے ہیں اس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے

ضعف و ناطاقتی و سُستی و اعضا شکنی
ایک گھٹنے سے جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ

یہ جو بڑھاپا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جسم کو جس قسم کے کھانے کی عادت ہوتی ہے بہت سی وجوہات کی بناء پر ایک خاص عمر کے بعد انسان وہ کھانا نہیں کھا سکتا۔ کچھ نفسیاتی چیزیں بھی بیچ میں آجاتی ہیں کچھ

ایلو پیتھک ڈاکٹر غلط مشورے دے دیتے ہیں۔

موجودہ تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بڑھاپے میں بھی ہڈیاں اگر مضبوط رہیں تو انسانی صحت بڑی اچھی رہے گی۔ اُس کے لئے کیلشیم (چونا) کھانا بڑا ضروری ہے۔ ایک وقت میں انگلستان کے ایلو پیتھک ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا کہ ۳۵ سال کے بعد کیلشیم کھانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اب پھر بہت سے غلط مشورے دے کر شاید لاکھوں لاکھوں انسانوں کی صحتیں خراب کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ۳۵ سال تو کیا ۱۳۵ سال کی عمر ہو تب بھی کیلشیم استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے ۸۵ سال کی عمر کے ایک ایسے جوان کی تصویر دیکھی ہے جس کا ایک دانت بھی گرا ہوا نہیں تھا اور وہ بڑے مضبوط جسم کا مالک تھا۔ ”وَ ھَنَ الْعَظْمُ مِنِّی“ کا اس پر کوئی اطلاق نہیں ہوتا تھا اور یہ اس لئے تھا کہ اُس نے خدا کے قانون کی پابندی کی تھی۔ اُس نے اپنے ایک چھوٹے سے نوٹ میں لکھا تھا کہ وہ ہر روز صبح نہار منہ ۸ گولیاں کیلشیم کی چباتا ہے اور پھر ناشتہ کرتا ہے۔

آج کل کھانے پینے کی مصنوعی چیزوں کے استعمال کا رواج بڑھ رہا ہے۔ گو ہمارے ملک میں یہ وبا نہیں لیکن مغربی ممالک میں یہ وباء عام ہے۔ وہاں لوگ Processed فوڈ جو ٹین اور کاغذ کے ڈبوں میں بند ملتی ہے، اُسے استعمال کرتے ہیں اور اب تو وہ اس کے استعمال میں یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے مصنوعی دودھ بنا لیا ہے۔ مصنوعی مکھن بنا لیا ہے۔ مصنوعی پنیر بنا لیا ہے۔ مصنوعی دہی بنا لیا ہے اور لوگوں کی صحتیں خراب کرنے کے لئے بازار میں بیچنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہاں شور مچ گیا ہے کہ مصنوعی طور پر خوردنی اشیاء بنانے والی کمپنیوں نے مغربی قوموں کی صحت خراب کر دی ہے۔ ظاہر ہے جو چیز مصنوعی طور پر تیار کی جاتی ہے اس میں وہ تمام اجزاء تو نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت نے چیزیں بنا کر اُن کے اندر پیدا کئے تھے۔ دوسرے یہ کہ غیر معقول طریقے سے مصنوعی چیزیں تیار کرنے کی صورت میں انسان نے ضروری اجزاء کم کر دیئے۔ مثلاً زمین سے کام لینا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے زمین کے اندر جو معدنیاتی اجزاء رکھے ہوئے تھے ان کو بیچ میں سے زیادہ نکال لیا اور واپس کم کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مثلاً Zinc (زنک) ایک دھات ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے ہمارے کھیتوں میں بھی رکھا ہوا ہے۔ لیکن اس کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ اب جب سائنس نے ترقی کی اور سائنسدانوں نے ٹیسٹ کرنے شروع کئے تو معلوم ہوا کہ جن کھیتوں میں ہمارے زمیندار ''وائی'' کرتے ہیں اُن میں زنک دھات کی شکل میں بھی موجود ہوتی ہے۔ لیکن بہت زیادہ فصلیں لینے کے ساتھ اور مصنوعی کھادیں ڈالنے کے نتیجہ میں زنک اور دوسری معدنیات کی کمی ہوگئی۔ جب کھیت میں کمی واقع ہوئی تو جو چیز کھیت میں اُگی اس میں

بھی کمی ہوگئی۔ جتنا زنک گندم میں پہلے تھا اب اُتنا نہیں ہے۔ جتنا زنک مکی میں پہلے تھا اب اُتنا نہیں ہے جتنا زنک باجرے میں پہلے تھا اب اُتنا نہیں ہے۔ جتنا زنک انسان کو کھانے میں پہلے ملتا تھا اب اُتنا نہیں مل رہا۔ اس تحقیق کو محاورۃً Trace Elements کہا جاتا ہے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بہت ہی تھوڑی مقدار میں انسانی جسم کو زنک کی ضرورت ہے لیکن صحت کو برقرار رکھنے کے لحاظ سے یہ چیز بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ جو پراسٹیٹ گلینڈ کی بیماری ہے اور جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ عام طور پر بوڑھوں کو ہوتی ہے اس کے متعلق ریسرچ کرنے والوں نے کہا ہے کہ یہ زیادہ تر زنک کی کمی کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ جب مَیں نے اس بیماری کے بارہ میں مختلف رسالوں میں اس قسم کے مضامین پڑھے تو پھر کئی دوست جن کو یہ تکلیف تھی اُن کو مَیں نے کہا مَیں نے اس طرح پڑھا ہے تم اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کے بعد اس کو استعمال کر کے دیکھ لو۔ چنانچہ بہتوں نے استعمال کیا اور شروع ہی میں بیماری کو پکڑ لیا اور اُن کی تکلیف رفع ہوگئی اور اُن کو آپریشن کرانے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے انسان کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے جو کھانے کی چیزیں یا کھانے کی چیزوں کے اندر Trace Elements ہیں۔ جن میں کیلشیم بھی ہے وہ بھی ہم نے کم کر دیا۔ زمین کے اندر بہت سی معدنیات ہیں۔ اس تفصیل میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں۔ پھر وٹامن میں کھانے کے اندر ان میں ہم نے کمی کر دی۔ مثلاً یہ جو دل کی بیماریاں ہیں (اس وقت تک نو بیماریوں کا پتہ لگا ہے انسان مستقبل میں کیا مزید تحقیق کرے گا ابھی پتہ نہیں) ان کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ گندم کا جو بیج ہوتا ہے اس میں ایک Germ (جرم) ہوتا ہے جو پھوٹتا ہے۔ یعنی جب ہم گندم بوتے ہیں تو اس کا بیج ایک جگہ سے پھوٹ پڑتا ہے۔ پھر اس کا پودا بن جاتا ہے۔ اس بیج کے اندر تیل ہوتا ہے۔ اور اس تیل کے اندر وٹامن اِی (E) ہوتی ہے۔ وٹامن ای میں خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ انجائنا (دل کے درد) کا بہترین علاج ہے۔ دل کی بیماریاں صرف اس کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ لوگوں نے بڑا تیر مارا کہ انہوں نے آٹا پیسنے کے بڑے بڑے کارخانے بنا دیئے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے کارخانے کہ ان میں سے ہر ایک کارخانہ ہزار ہا ٹن گندم گھنٹوں کے اندر پیس دیتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے گندم کے ہر دانہ میں تیل ہوتا ہے۔ اگر یہ بیج میں چھوڑ دیا جائے اور پسے ہوئے آٹے پر 20/15 دن گزر جائیں تو اس باسی آٹے میں ایک قسم کی بساندھ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ آٹا کھانے والے لوگ مل کے مالک کو کہتے تھے یہ تم کیا بدبودار آٹا دے رہے ہو۔ چنانچہ مل مالکان نے کہا چلو Wheat Germ ہی نکال دو۔ جب اس جرم کو نکال کر آٹا پیسنا شروع کیا تو وہ جو دل کی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ نے

وٹامن ای رکھی ہوئی تھی، اس سے محروم کر دیا اور لوگ بیمار ہونے لگے۔ یہ بیماری ہمارے ملک میں تو کم ہے لیکن بیرونی ملکوں میں زیادہ ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جو گندم ہے اس کی اپنی کیفیت جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔

غرض مَیں انصار بھائیوں کو بتانا یہ چاہتا ہوں کہ وہ بوڑھے نہیں، جوانوں کے جوان ہیں۔ اس لئے وہ خوب گردنیں اٹھا کر اور سینے تان کر اور مسکراتے چہروں کے ساتھ زندگیاں گزاریں اور اپنے ہی بچوں یعنی خدام الاحمدیہ کے سامنے سر نہ جھکائیں اور صحت کو قائم رکھنے کے لئے ترکیبیں ضرور کریں۔ جن کے متعلق میں وقتاً فوقتاً بتاتا رہتا ہوں اور اس وقت بھی اُن کی یاددہانی کرا رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ہماری صحتوں کو قائم رکھنے کے لئے جو چیزیں کھانے کی بنائی تھیں اُن سے یا تو ہمیں محروم کر دیا گیا ہے یا ہم نے اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے مثلاً ہمارے ملک میں یہ ایک عادت ہے کہ لوگ گندم کا استعمال کرتے ہیں اور بعض دوسری اجناس کو ترک کر دیتے ہیں۔ اب دیکھیں امریکہ ہے یہ دنیوی لحاظ سے بہت امیر ملک ہے۔ امریکیوں نے بہت دولت اکٹھی کر لی ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکی کا آٹا کھانا نہیں چھوڑا اور باجرے کا آٹا کھانا نہیں چھوڑا۔

بڑی دیر کی بات ہے۔ مَیں اُس وقت چھوٹا ہوا کرتا تھا۔ ہمارے ہاں پہلے پہل جب ۵۹۱ آئی تو دیہاتیوں نے شور مچا دیا کہ انگریز بڑا نالائق ہے۔ اس نے ہماری صحتیں کمزور کرنے کے لئے یہ نیا بیج مہیا کر دیا ہے۔ گندم کا پرانا بیج تو بہت اچھا تھا۔ اس میں تو بڑی طاقت تھی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انہیں ۵۹۱ چاہئے۔ دوسری گندم نہیں کھانی۔ اب تو اور بھی نرے میدے والی چیزیں سامنے آ گئی ہیں۔ آٹا پسنے والی مشینیں اکثر اجزاء نکال لیتی ہیں حتّٰی کہ جو چھان یعنی Bran ہے وہ بھی نکال لیتی ہیں اور چھان میں بڑی طاقت ہے۔ اس میں وٹامنز بھی ہیں اور اگر انسان گندم کا آٹا کھائے جس میں سے چھان الگ نہ کیا گیا ہو تو انتڑیوں کی کوئی ایسی بیماری نہیں ہوتی جس کے نتیجہ میں سرجن کو انتڑی کا آپریشن کرنا پڑتا ہے۔ اس قسم کی بیماری ہوتی ہی کوئی نہیں۔ اور یہ صرف Bran کا نتیجہ ہے۔ لیکن لوگوں نے گندم کا چھان نکال کر گھوڑوں کو دینا شروع کر دیا۔ ایک دن گھوڑوں نے انسان کو کہا! عقلمندو! تم نے ہمیں Bran کھلا کر مضبوط بنا دیا تمہارا بہت شکریہ۔ چنانچہ انسان کو پتہ لگا کہ گھوڑے کو انتڑیوں کی کوئی بیماری نہیں ہوتی تو پھر جب یہ تحقیق کی گئی کہ کیوں نہیں ہوتی تو پتہ لگا کہ Bran ہم نے کھانا چھوڑ دیا تھا اور گھوڑوں کو دینا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے اُسے انتڑیوں کی بیماری نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ نے گندم انسان کے لئے پیدا کی ہے۔ یہ تو ٹھیک نہیں کہ اس میں سے ایک اچھا حصہ نکال کر گھوڑوں

کو کھلا دیا جائے اور اس کا Germ یعنی وٹامن ای کو کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے۔ پس ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو چیز جس شکل میں بنائی ہے اس کو اسی شکل میں کھانے کی کوشش کی جائے۔

دیہاتوں میں لوگ چکیوں کا پسا ہوا آٹا کھاتے تھے مگر اب دیہاتوں نے بھی اپنی چکیاں چھوڑ دیں۔ مَیں نے امریکہ سے ایک چھوٹی سی چکی منگوائی ہے بڑی سستی اور ہے بھی بڑی چھوٹی سی۔ دو منٹ میں آدھ سیر آٹا پیس دیتی ہے۔ مَیں چونکہ بہت کم کھانے والا ہوں۔ ایک وقت میں مَیں ایک چھٹانک آٹا کھاتا ہوں۔ ایک دن کا پسا ہوا آٹا دو تین دن تک میرے کام آجاتا ہے۔ چکی میں جو آٹا پستا ہے اس میں سے کوئی چیز نہیں نکلتی۔ نہ اس کا جرم نکلتا ہے اور نہ اس کا ''سوڑھا'' نکلتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا یہ جو مَیں نے امریکہ سے چکی منگوائی ہے، کیوں نہ مَیں یہاں سے پتہ کرواؤں۔ پرانے زمانے میں جب یہاں کے لوگ چکیاں استعمال کرتے تھے تو اُن کی ضرورت کے لئے چکیاں سپلائی کرنے والے تاجروں کو پتہ ہوتا تھا کہ چکی کا بہترین پتھر کہاں سے ملتا ہے اور اچھے پتھر کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جب اُسے آٹا پسنے کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے اندر ''کرک'' نہ آئے۔ خدا تعالیٰ نے بڑے مضبوط پتھر چکیاں بنانے کے لئے بھی تو بنائے ہوئے ہیں لیکن جب انسان نے چکی کا استعمال چھوڑ دیا تو کسی کو پتہ ہی نہ رہا کہ اچھا پتھر کہاں سے ملتا ہے۔ چنانچہ ایک دن بعض دیہاتی دوست ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مَیں نے اُن میں سے ایک دوست سے کہا مَیں نے پتھر کی چکی خریدنی ہے۔ مَیں لوں گا مُول، مفت نہیں لوں گا۔ اگر کسی کے گھر میں چکی پڑی ہوئی ہو تو تلاش کر کے ایک چکی مجھے لا دیں۔ خیر انہوں نے کئی دنوں تک تلاش کی۔ آخر کار بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر وہ ایک چکی لے آئے۔ پس مَیں دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے گھروں میں چکیاں رکھیں اس سے اُن کی صحت اچھی رہے گی۔ اُن کی بیویوں اور بیٹیوں کی بھی ورزش ہوتی رہے گی۔ سب گھر والوں کی بھی صحت اچھی رہے گی کیونکہ چکی کا پسا ہوا تازہ بتازہ آٹا میسر آئے گا۔

پھر مَیں بڑی دیر سے کہہ رہا ہوں کہ دوست اپنے گھروں میں کوئی نہ کوئی پھل دار درخت ضرور لگائیں۔ جس آدمی کے پاس پانچ مرلے زمین ہے اس میں بھی کئی درخت لگ جاتے ہیں۔ پہلے سال انجیر پھل دے دیتا ہے۔ دوسرے سال شہتوت پھل دے دیتا ہے۔ کوئی پھل کھائیں اس کے اندر بہت سی اچھی غذائیت والی چیزیں ہوتی ہیں۔ مَیں نے سویابین کے متعلق کہا تھا۔ اس میں کچھ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس طرف دوستوں نے توجہ نہیں کی۔ بہر حال مجھے غرض ہے نہ سویابین سے۔ نہ شہتوت سے، نہ انجیر سے،

مجھے غرض ہے غلبہ اسلام سے۔ اس سلسلہ میں جو ذمہ داریاں احباب پر ڈالی گئی ہیں وہ چونکہ بہت اہم ہیں اس لئے مَیں چاہتا ہوں کہ احباب کو جسمانی لحاظ سے اس قابل ہونا چاہئے۔ کہ وہ ان ذمہ داریوں کو اٹھا سکیں اور اُن سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکیں۔

پھر تربیت کے لحاظ سے کچھ ذمہ داریاں بہر حال بڑوں پر عائد ہوتی ہیں۔ بعض جوان بھی ایسے ہیں جو اپنے گھر کے ذمہ دار ہیں۔ مثلاً ایک ۲۵/۳۰ سال کا نوجوان ہے جو آزاد ہو گیا ہے۔ وہ علیحدہ گھر کر رہا ہے اس کی بیوی ہے اور بچے ہیں۔ اس کا گھر مستقل حیثیت سے آباد ہے جس کی ساری ذمہ داریاں اس نوجوان پر عائد ہوتی ہیں لیکن دیہات میں بھی اور شہروں میں بھی اور اس نوجوان کے لحاظ سے بھی جس نے علیحدہ گھر آباد کیا ہے۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ کوئی شخص اپنے دل سے اپنے ماں باپ کی محبت کو نکال کر باہر پھینک دے۔ ابھی تک اپنے بڑوں کے ساتھ اور بزرگوں کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہے۔ لیکن جو بزرگ ہیں۔ وہ بزرگ بننے کے لئے تیار نہیں۔ یہ عجب تماشا ہے۔

پس جو بزرگوں کی ذمہ داری ہے وہ اُن کو اٹھانی چاہئے۔ اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کے کانوں میں ہمارے دین کی باتیں ڈالیں۔ ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائیں۔ اس زمانے کی ضرورت یاد دلائیں۔ یہ وہی زمانہ ہے جس میں پیشگوئیوں کے مطابق غلبہ اسلام کی ضرورت مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کا باعث بنی۔ دینی ضرورت کے بغیر تو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ نہیں آتے۔

غرض ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا وہ عظیم الشان کام جس کی تکمیل جماعت احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے۔ خدا تعالیٰ نے احباب کو اس جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب یہ ضروری ہے کہ اس کی ذمہ داریاں اٹھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ یہ ایک نسل کا کام نہیں یہ کام تو نسلاً بعد نسلٍ جاری رہنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ابھی تین صدیاں پوری نہیں ہوں گی کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آ جائے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ۲۹۰ سال کے بعد اسلام غالب آئے گا۔ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تین صدیوں سے زیادہ وقفہ نہیں گزرے گا کہ اسلام غالب آ جائے گا۔ مَیں نے بہت سی پیشگوئیوں پر غور کیا۔ زمانے کے حالات دیکھے۔ چنانچہ پرانی اور نئی پیشگوئیوں کو دیکھ کر مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی زندگی کی دوسری صدی جس میں ہم دس بارہ سال کے بعد داخل ہونے والے ہیں غلبہ اسلام کی صدی ہے اور اس صدی میں انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ ہی کے فضل اور اس کے رحم سے دنیا کی اکثریت اسلام میں داخل ہو جائے گی۔ پس غلبہ اسلام کی بہت بھاری ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ڈالی گئی ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں ہر وقت کوشاں رہنا چاہئے۔

مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں یورپ کے سفر میں پریس کانفرنسوں میں اخباری نمائندے مجھ سے پوچھ لیتے ہیں کیا مَیں یورپ کو بھی مسلمان بنانا چاہتا ہوں؟ اس پر ایک تو مَیں اُن کو یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ مسلمان بنانا چاہتے ہیں کا اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں ڈنڈے کے زور سے تمہیں مسلمان بنانا چاہتا ہوں تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک تو مذہب میں ڈنڈا جائز ہی نہیں ہاں یہ صحیح ہے کہ میرے دل میں یہ خواہش اور تڑپ ہے کہ ہم اسلام کے حُسن کو تمہارے سامنے کچھ اس طرح پیش کریں کہ تم اسے قبول کرنے پر مجبور ہو جاؤ اور تمہیں یہ احساس ہو جائے گا کہ اسلام سے باہر تمہاری فلاح نہیں ہے۔ اگر تم نے خیر و برکت کی زندگی گزارنی ہے تو تمہیں اسلام قبول کرنا پڑے گا اور یہ بھی کہ تم یورپ کا پوچھ رہے ہو میرا تو یہ اندازہ ہے اگلے ۱۱۰۔۱۱۵ سال کے اندر (ابھی ہماری اس صدی کے بھی دس سال رہتے ہیں۔ ان کو بھی شامل کر کے) اگلے ۱۱۰۔۱۱۵ سال کے اندر ساری دنیا اسلام میں داخل ہو جائے گی۔ اور اس کی دلیل میں یہ دیتا رہا ہوں کہ قریباً ۹۰ سال پہلے ایک ایسے شخص نے جو یکا و تنہا تھا اُس نے یہ اعلان کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے کھڑا کیا ہے کہ مَیں ساری دنیا میں اسلام کو غالب کروں۔ یہ ایک ایسی آواز تھی جسے کوئی سننے والا نہیں تھا خود اس کے گھر والے اُس کی قدر کو نہیں پہچانتے تھے۔ لوگ اس کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے بلکہ They got united against him ساری دنیا اکٹھی ہو کر اس کے مقابلے میں کھڑی ہو گئی۔ ہر مذہب کے لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن اس مخالفت کے باوجود وہ جو اکیلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا فضل کیا کہ نوے (۹۰) سال میں وہ ایک سے ایک کروڑ بن گیا۔ اب اگر اگلے سو سال میں اس کروڑ میں سے ہر ایک، ایک کروڑ بن جائے تو ضرب لگا کر دیکھ لو کیا شکل بنتی ہے۔ چنانچہ فرنکفرٹ میں بھی جب مَیں نے یہی جواب دیا تو ایک بڑا اچھا شریف اور منجھا ہوا ثقہ صحافی میرے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ مَیں نے اس سے کہا ذرا ضرب دے کر دیکھیں کیا شکل بنتی ہے۔ پہلے تو اس نے سمجھا کہ ویسے باتیں کرتے ہوئے فقرہ بول گئے ہیں۔ تو مَیں نے اسے کہا مَیں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ مہربانی فرما کر میری خاطر تکلیف برداشت کریں اور دس ملین کو دس ملین کے ساتھ ضرب دیں۔ تو اس شریف آدمی نے جب ضرب دی تو وہ سمجھا کہ غلطی ہوگئی ہے۔ پھر اس کو کاٹا مَیں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ ضرب دی تو پھر بھی وہی شکل سامنے آئی۔ تب وہ مسکرایا۔ اس نے گردن اٹھائی اور مجھے کہنے لگا اتنی تو دنیا کی آبادی نہیں ہو سکتی۔ مَیں نے اُسے کہا۔ مَیں یہ نہیں کہہ رہا کہ اتنے ہو جائیں گے مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب پچھلے ۹۰ سال میں ایک سے ایک کروڑ ہو گیا تو یہ بات غیر ممکن نہیں ہے کہ اگلے سو سال میں دنیا کی اکثریت اسلام میں داخل ہو جائے گی۔ پس اس طرح مَیں اُن لوگوں کو سمجھاتا رہا ہوں کہ اگلی

صدی میں اسلام دنیا پر غالب آ جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ تو ہم نے پیشگوئیوں سے اندازہ لگایا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف انذاری پیشگوئیوں کے نتیجہ میں دعا اور صدقات کی ضرورت ہوتی ہے اور جو بشارتیں ہیں اُن کے لئے کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ یہ بات غلط ہے۔ سب سے بڑی بشارتیں تو آدم سے لے کر آج تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھیں۔ آپؐ کے ماننے والوں نے پہلے ان سے لے کر آج تک اس حقیقت کو سمجھا اور اسی کے مطابق عملی جدوجہد بھی کی کہ جتنی بڑی بشارت ہوتی ہے اُتنی بڑی ذمہ داریاں بھی عائد کی جاتی ہیں۔ پس وہ ذمہ داریاں جو اس وقت میں احباب جماعت کو بتا رہا ہوں، یہ ایک نسل پر نہیں پڑیں۔ اگر یہ اگلے سو ڈیڑھ سو سال میں وقوعہ ہو جانا ہے۔ انشاء اللہ اور جس کے نتیجہ میں دُنیا کی اکثریت اسلام کے اندر داخل ہو جائے گی تو یہ کئی نسلوں کا کام ہے۔ یہ ایک نسل کا کام نہیں ہے اس لئے ہر بڑی نسل کا اور ہر زمانے کے انصار کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سنبھالیں اور اُن کو تیار کریں ذہنی طور پر اور اخلاقی طور پر اور رُوحانی طور پر کہ اس نقطہ نگاہ سے اُن پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، وہ انہیں بشاشتِ قلب کے ساتھ اور مسکراتے چہروں کے ساتھ ادا کرنے والے بنیں خواہ ساری دنیا ہی اکٹھی ہو کر اُن کے مقابلے پر کیوں نہ آ جائے۔ انہوں نے قدم آگے ہی بڑھاتے چلے جانا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی برکتوں کی جماعت وارث بن سکتی ہے۔ اور انشاء اللہ بنے گی۔

پس تربیتِ اولاد بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ اس کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اس کے لئے ایک تو ہر باپ کو اپنے بچے کا دوست بننا چاہئے۔ کئی باپ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کو ایسی خونخوار نظروں سے دیکھتے ہیں کہ وہ اُن کے سامنے بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ بیٹا تو ایسا ہونا چاہئے کہ بے تکلف ہر بات اپنے باپ سے کر دے ورنہ اس کی ذہنی اور اخلاقی نگرانی نہیں کی جا سکتی۔ بہرحال یہ ذمہ داریاں ہیں جن کی میں احبابِ جماعت کو یاددہانی کرا رہا ہوں۔

اب مَیں اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ (1)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا اپنے

(1) سورۃ البقرہ: ۱۵۶ تا ۱۵۸

پیارے بندوں سے یہ بڑا ہی پیارا سلوک ہوتا ہے کہ وہ اُن کا امتحان لیتا ہے۔ جس ابتلاء کا یہاں ذکر ہے اُس ابتلاء میں جب اُن کو ڈالتا ہے تو یہ اُس کے پیار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ ناراضگی کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ لیکن بعض لوگ اسے عذاب میں تبدیل کر لیتے ہیں۔

اس آیت سے ہمیں یہ پتہ لگتا ہے کہ جس ابتلاء کا خدا تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے وہ تھوڑا سا ہے۔ فرمایا بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ کچھ تھوڑا سا میں تمہیں ابتلاء میں بھی ڈالوں گا۔ یہ بڑا لطیف اور حسین فقرہ ہے۔ اگر انسان کی ساری عمر بھی اس ابتلاء میں سے گزرے تب بھی تھوڑا سا ہی ابتلاء ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم نے یہ کیا ہی سچا اعلان کیا ہے:

وَاَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ❶

اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں انسان پر موسلا دھار بارش کی طرح برسائی ہیں۔ تو اس موسلا دھار بارش میں اگر کوئی ایک ژالہ یا اولہ یا برف کا ایک قطرہ کسی کان کے پاس آ لگے اور اس سے تھوڑی سی درد ہو تو وہ چیخنے تو نہیں لگ جاتا۔ درحقیقت یہ بھی خدا تعالیٰ کے پیار ہی کا ایک اظہار ہوتا ہے۔

اس پیار کی ایک مثال مجھے یاد آ گئی۔ ہمارے ایک بزرگ تھے۔ ایک دن بڑی گرمی کے زمانے میں اُن کے دل میں برف کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یہ صدیوں پہلے اُس زمانے کی بات ہے جب برف بنانے کے کارخانے نہیں ہوتے تھے۔ بس اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی اور ایسے وقت پیدا ہوئی جب کہ سورج کی تپش کی وجہ سے شدید گرمی تھی اور دوپہر کا وقت تھا اور آسمان پر کوئی بادل نہیں تھا۔ چنانچہ جوں ہی اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے دیکھا ایک چھوٹی سی بدلی آئی ہے اور وہ اُن کے سر پر آ کر ٹھہر گئی ہے۔ اور اس سے قطرے گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ژالہ باری سے اُن کا صحن برف سے بھر گیا۔ وہ بڑے سخت جذباتی ہو گئے۔ انہوں نے وہ اولے اکٹھے کئے۔ وہ اتنے جذباتی ہوئے کہ اتنا پیار کرنے والا ہے میرا رب۔ ادھر میرے دل میں برف کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور اُدھر میرے لئے اس کا سامان پیدا کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک اولہ اُٹھایا اور الحمد للہ کہہ کر اپنے منہ میں ڈالا اور باقی سارے اولے اپنے اردگرد ہمسایوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا یہ نشان مجھے دکھایا ہے۔

پس یہ ہے ہمارا رب کریم جو بڑا پیار کرنے والا ہے اور اپنی نعمتوں کو موسلا دھار بارش کی طرح ہم پر نازل کرنے والا ہے۔ اگر وہ تھوڑے عرصہ کے لئے ہمیں آزماتا ہے جو اس کی عظیم نعماء کی بارش کے

❶ سورۃ لقمان: ۲۱

مقابلے میں اپنی کیفیت اور کمیّت ہر دو لحاظ سے بالکل چھوٹی چیز ہے تو ہمیں وہ نمونہ دکھانا چاہئے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ تمہیں تھوڑی سی تکلیف بھی پہنچاؤں گا۔ تھوڑا سا آزماؤں گا تمہارا امتحان لوں گا۔ تمہارے لئے تھوڑے سے خوف کے حالات پیدا ہوں گے۔ خوف کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ مخالف بڑی دھمکیاں دیتے ہیں۔ وہ ڈراتے ہیں کہ یوں ہو جائے گا اور یوں ہو جائے گا۔ مجھے یاد ہے ۵۳ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بہت بڑے لیڈر کا پیغام آیا کہ (نعوذ باللہ) اب تو آپ ختم ہو گئے۔ آپ نے اپنی اور جماعت کی جان بچانی ہے تو ایک ہی صورت ہے کہ جو لکھا ہوا ڈرافٹ ہم آپ کو بھیجیں اُس پر دستخط کر دیں ورنہ آپ مارے گئے۔ کسی نے جب یہ پیغام دیا تو حضرت صاحب نے فرمایا مَیں تو خدا کو ماننے والا ہوں۔ انسانوں کی پرستش کرنے والا تو نہیں ہوں۔ دنیا کے ہر خطہ میں کسی نہ کسی وقت اس قسم کے حالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو مومن ہے اس کے لئے جب کبھی خوف کے حالات پیدا ہوں تو وہ اپنے خدا کو بھول تو نہیں جاتا۔

پھر فرمایا وَالْجُوْعِ اور بھوک سے تمہیں آزماؤں گا۔ یہ آزمائش بھی آتی ہے۔ ایک تو اس طرح کہ قریشِ مکہ نے مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں قید کر دیا۔ مسلمانوں کی ایسی ناکہ بندی کی کہ اُن کے کھانے کے سارے راستے بند کر دیئے اور کہا کہ ہم تمہیں بھوکا مار دیں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ تم رازق ہو یا مَیں رازق ہوں۔ پس وہ مسلمانوں کو بھوکا تو نہیں مار سکے البتہ کفار نے مسلمانوں کو تکلیف ضرور دی جسے انہوں نے بشاشت کے ساتھ برداشت کیا۔ ایک بہت بزرگ صحابیؓ کہتے ہیں کہ ایک رات اندھیرے میں میرے جوتے کے نیچے کوئی چیز آئی اور مجھے احساس ہوا کہ وہ کوئی نرم چیز ہے۔ مَیں نے اُسے اٹھایا اور کھا لیا اور مجھے کچھ پتہ نہیں وہ کیا چیز تھی۔ یہ حال تھا اُن کی بھوک کا۔ لیکن اس ابتلاء کو بھی انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

پھر جنگ احزاب کے موقع پر ایک صحابی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ آزمائش کا زمانہ لمبا ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنی قمیض اٹھائی اور یہ ایک طریقہ تھا میرے خیال میں ضرور فائدہ دیتا ہو گا کہ اگر معدے کو دبایا جائے تو بھوک کا احساس کم ہو جاتا ہے تو اس کے لئے وہ یہ کرتے تھے کہ کوئی چیز لے کر پٹکے کے ساتھ معدے پر باندھ دیتے تھے۔ غرض انہوں نے اپنا پیٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا جس پر ایک پتھر پٹکے کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حالت ہو گئی۔ ہم پتھر باندھے ہوئے پھر رہے ہیں۔ آپؐ

نے فرمایا اچھا تو ادھر دیکھو۔ آپؐ نے اپنی قمیض اٹھائی۔ دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ لیکن اُس وقت بھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمان بھی پتھر باندھے پھرتے تھے۔ اور بھوک سے نڈھال تھے۔ اس آزمائش کو بھی بشاشت کے ساتھ برداشت کر رہے تھے۔ باپ بیٹے کے راز و نیاز کی طرح انہوں نے علیحدگی میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا تھا کہ وہ پتھر باندھے پھرتے ہیں لیکن کوئی واویلا تو نہیں کیا تھا۔ چیخ و پکار تو نہیں کی تھی۔ ہاں وہ خدا کے حضور جھکتے تھے اور اس سے مخلصی کی دعائیں کرتے تھے۔

پھر جب ہجرت ہوئی تو ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ مکہ میں قحط پڑ گیا اور وہاں سے مدینہ میں ایک وفد آ گیا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کیا آپ اپنے بھائیوں کو بھوکا ماریں گے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں۔ اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مکہ میں بھی اور مدینے میں بھی آپؐ کو بھوک کے ابتلا میں ڈالا تھا، اُن کے لئے فوراً کھانے کا انتظام کر دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو مسجد نبویؐ میں بلایا اور اُن سے فرمایا مکے کو راشن بھیجنا ہے۔ اس کا انتظام کرو۔ اس انتظام پر ایک دو روز لگے ہوں گے لیکن اُن کے لئے انتظام کرنے میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں کی اور یہ برداشت نہیں کیا کہ اہل مکہ بھوکے رہیں۔

پھر فرمایا وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ بعض دفعہ مال کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لوگ مکان جلا دیتے ہیں۔ دُکانیں لوٹ لیتے ہیں۔ ۷۴ء میں ایک موقعے پر ایک کارخانے سے دس لاکھ روپے کی مونجی جلا دی گئی۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لوگ اسے لے جاتے اور کھا لیتے تو مجھے خوشی ہوتی۔ ہم یہ سمجھتے چلو کسی کے کام تو آئی۔ مگر انہوں نے جلا کر راکھ کر دی۔ بہر حال بھٹو صاحب کی اُس وقت یہ شان تھی۔ اب اور شان ہے۔ اسی طرح لوگ قتل کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے جاتے ہیں جن سے اولاد کا نقصان ہو جاتا ہے یہ بھی ایک آزمائش ہوتی ہے اور ہر آزمائش کے ساتھ ایک برکت بھی لگی ہوتی ہے۔ ایک حصے کی مَیں بتا دیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے کہا مَیں تمہارے ماننے والوں کے نفوس اور اموال میں برکت ڈالوں گا۔ دشمن کہتا ہے مَیں بھوکا ماروں گا۔ چنانچہ اُس وقت جو لوگ برسر اقتدار تھے وہ یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے تھے کہ ہم احمدیوں کے ہاتھ میں کشکول پکڑائیں گے۔ خدا نے کہا احمدی کے ہاتھ میں تو کشکول نہیں آئے گا۔ مگر تمہارے ہاتھ سے کبھی چھُٹے گا نہیں۔

پھر فرمایا۔ وَالثَّمَرٰتِ ؕ محنت کے پھلوں میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ایک لڑکا ہے جو بہت ذہین ہے۔ بہت اچھے نمبر لے کر فرسٹ آتا ہے۔ اور قرآن کریم کہتا ہے:

اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهۡلِهَا❶

تم اہلیت کے مطابق Appointments (تقرریاں) کرتے وقت فیصلے کیا کرو۔لیکن اس کی ذہانت کے باوجود اُسے ملازمت نہیں ملتی۔ یہ گویا ثمرات سے محرومی ہے یا بعض دفعہ لوگ کھیتیاں اُجاڑ دیتے ہیں یا فصلوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔اس قسم کے نقصان پہنچانے کی حرکتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ ویسے دونوں طرح سے ہوتی ہیں۔خدا تعالیٰ تو آزماتا ہے۔وہ کبھی انسانوں کے ہاتھ سے آزماتا ہے اور کبھی آفات سماویہ کے ذریعہ آزماتا ہے۔

یہ مختلف قسم کی آزمائشیں ہیں جن کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے،ان میں قریباً ہر قسم کی آزمائش آ جاتی ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ کہتا ہے ایک چیز ظاہر کر کے بیان کی۔ایک چیز نتیجۃً ہے کہ ماننے والے دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک وہ جو صبر نہیں کرتے اور کمزوری دکھا جاتے ہیں اور ایک وہ جو کمزوری نہیں دکھاتے۔ جو لوگ کمزوری دکھا جاتے ہیں ان کو تو کچھ نہیں ملتا۔ان کو نہ دنیا ملتی ہے اور نہ دین ملتا ہے اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں جو لوگ کمزوری دکھا جاتے ہیں اور ماشاءاللہ کوئی چھ مہینے کے بعد واپس آ جاتا ہے۔ جب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی ڈھارس بندھاتا ہے اور کہتا ہے تُو کدھر پھر رہا ہے۔تو چل واپس۔کسی کو سال کے بعد یہ احساس ہو جاتا ہے۔کوئی ویسے ٹوٹ بھی جاتا ہے۔آخر ہرے بھرے درختوں کی بعض ٹہنیاں اور لکڑیاں بھی تو ٹوٹ جاتی ہیں۔قانونِ قدرت ایسا ہی چل رہا ہے۔لیکن جو لوگ صبر دکھاتے ہیں۔خدا تعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔اے رسول تم ان کو بشارت دو۔ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ بشارت جو دنیا کی ساری نعماء سے بڑی ہے۔ دنیا داروں کی طرف سے وصول ہونے والی ساری نعمتوں سے بڑی ہے۔جس کی بشارت خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو دے رہے ہیں۔فرمایا بَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ اور صابر کے معنے یہ کئے اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ جب اس قسم کے ابتلاء جن کا ابھی ذکر کیا ہے وہ مومنوں کو پہنچتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ہم خدا کی امانت ہیں۔ ہماری ہر چیز خدا کی امانت ہے۔خدا ہمارا خالق و مالک ہے۔سب کچھ اسی کا ہے۔ہمارا تو کچھ نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

”گھر سے تو کچھ نہ لائے“

یہ ایک حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔اِنَّا لِلّٰهِ۔ ہم اور ہماری ہر چیز خدا تعالیٰ کی امانت اور اس کی ملکیت ہے۔وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ. ہم نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اگر صبر کیا تو لوٹ کر

❶ سورۃ النساء:۵۹

جانے کی صورت میں اس کا انعام حاصل کرنا ہے۔اور اگر خدا تعالیٰ کی ناشکری کی تو پھر معاملہ دوسرا ہے۔ ویسے خدا تعالیٰ مالک ہے۔ وہ جو چاہے اپنے بندوں سے سلوک کرے۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بنتے ہیں۔ صلوٰۃ کا لفظ جب خدا کی طرف منسوب ہوتو اس کے اور معنے ہوتے ہیں اور جب بندوں کی طرف منسوب ہوتو اور معنے ہوتے ہیں۔ بندوں کے متعلق تو ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ درود پڑھیں یا دعا کریں لیکن اللہ تعالیٰ دُعا نہیں کرتا وہ تو دعا قبول کرنے والی ہستی ہے۔ یعنی وہ خود دیالو ہے۔ وہ مانگنے والی ہستی تو نہیں۔ دعا کے تو معنے ہی مانگنے کے ہوتے ہیں۔ پس جب یہ لفظ ''صلوٰۃ'' خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کا مطلب ''الٰہی رحمت'' ہوتا ہے۔ فرمایا۔ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ. ایسے صابر لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ایک نہیں دو نہیں بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی اور پھر خدا تعالیٰ کے یہ انعام جو بندوں پر نازل ہوتے ہیں وہ تو بے شمار ہوتے ہیں۔ ہم اُن کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم عام طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی برکتوں اور اس کے فضلوں۔ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کی نعمتوں۔ خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی محبت کو چند ایک الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں چونکہ رحمت کا لفظ ظاہری طور پر آ گیا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ صلوٰۃ کی رو سے صبر کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کی رحمت بھی اور اس کے علاوہ دوسرے قسم کے جو فضل ہیں اور برکتیں ہیں اور نعمتیں ہیں وہ بھی اُن کو ملیں گی۔ پھر فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُھۡتَدُوۡنَ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ نے ہدایت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ پس اگر چہ خدا کے مومن بندوں پر ابتلاء آتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں اُن پر بہت بڑے انعام بھی نازل ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بڑے لطیف رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ سے یہ بڑا پیارا سلوک ہے کہ وہ اُسے امتحان میں ڈالتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بے شمار روحانی اور جسمانی ترقیات کے دروازے اُس پر کھول دیئے جاتے ہیں۔ الٰہی جماعتوں پر ابتلاء اس لئے نہیں آتے کہ خدا تعالیٰ انہیں مٹانا چاہتا ہے۔ یا انہیں کمزور کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کو روحانی رفعتیں دینا چاہتا ہے۔ اُن کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی نعمتوں سے اُن کی جھولیاں بھرنا چاہتا ہے۔

مَیں نے کئی دفعہ سوچا صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا عجیب حالت تھی۔ دشمن نے تلوار میان سے نکالی اور کہا سب کی گردنیں کاٹ دیں گے اور اسلام کو مٹا دیں گے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کی ذہنی کیفیت اور ایمانی حالت کا یہ عالم تھا کہ آج کا ایک دولت مند شخص اپنے سونے والے کمرے سے نکل کر بیٹھنے

والے کمرے ڈرائنگ روم میں جانے میں جو کوفت محسوس کرتا ہے، اُس سے بھی کم وہ اس دنیا کو چھوڑ کر اگلے جہان میں جانے میں محسوس کرتے تھے۔ اُن کو یہ احساس تھا کہ یہ دُنیا تو ایک دارالابتلاء ہے۔ اس سے نکل کر خدا تعالیٰ کے پیار کی جنّتوں میں جا رہے ہیں۔ چھلانگیں مارتے ہوئے اور قربانیوں پر قربانیاں دیتے چلے جاتے تھے۔ یہ تو پھر خدائی مرضی تھی جوان کو کہتا تھا۔ ابھی اس دنیا میں رہو ورنہ اُن کی خواہش یہی ہوتی تھی کہ وہ ہنستے مسکراتے خدا کی راہ میں قربان ہو جائیں۔

پس یہی وہ رُوح ہے جس کے پیدا کرنے کی طرف مَیں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مکّی زندگی میں بہت سے صحابہ اور صحابیاتؓ کو بڑے دکھ دیئے گئے خصوصاً جو لوگ غلام تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اُن پر بہت زیادہ مظالم ڈھائے گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ننگا کر کے تپتے ہوئے ریتلے میدان میں لٹا دیا جاتا اور اُن کے سینے پر گرم پتھر رکھ کر اُن سے اسلام کا انکار کرنے کو کہا جاتا۔ مگر اس انتہائی تکلیف اور دُکھ کی حالت میں بھی اُن کے حلق سے ''احد''۔ ''احد'' ہی نکلتا تھا۔ پھر اُن کے گلے میں رسہ ڈال دیا جاتا اور شریر بچے اُن کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے۔ ہماری ایک بزرگ بہن صحابیہ تھیں۔ ایک شخص نے اُن کی ران میں نیزہ مار کر اُن کو شہید کر دیا۔ غرض صحابہ کرام نے خدا کی راہ میں ظلم وستم کا تختۂ مشق بنتا یہاں تک کہ جان دے دینا گوارا کر لیا۔ لیکن انہوں نے اپنے رب کریم سے قطع تعلق نہیں کیا۔ نہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کو بھولے اور نہ انہوں نے آپؐ کے دامن کو چھوڑا۔

غرض جو بات مَیں احباب جماعت سے اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہی ہے کہ وہ اپنے اندر صحابہ کرامؓ کا نمونہ پیدا کریں۔ غور سے دیکھیں تو اس میں صحابہ کا اپنا کوئی کمال نہ تھا۔ یہ کمال تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۲۹/اخاء ۱۳۵۷ہش ۲۹/اکتوبر ۱۹۷۸ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء کے موقعہ پر ۲۹/اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جو بصیرت افروز اختتامی خطاب فرمایا۔ ذیل میں اس کا مکمل متن درج کیا جاتا ہے۔

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں ہر جماعت کا کوئی نشان ہوتا ہے کچھ علامات ہوتی ہیں کچھ مزاج ہوتا ہے کچھ صفات ہوتی ہیں۔ اس وقت مَیں جماعت احمدیہ کے مزاج اور جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو صفات پیدا کی ہیں۔ ان کے متعلق پہلے کچھ مختصر بیان کروں گا۔

جماعت کی پہلی نمایاں صفت یہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی عاجز اور منکسر المزاج جماعت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عاجزانہ راہیں پسند ہیں۔ اور جو چیز ہمارے محبوب خدا کو پسند ہے وہی ہمیں بھی پسند ہے۔ اس لئے ہم احمدی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے والے ہیں اور ہمارے دلوں میں کبھی تکبّر اور فخر کے جذبات پیدا نہیں ہوتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات میسر آتے ہیں اور وہ بے حد وشمار ہیں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں ہمیں خدا کی طرف سے نہیں ملے۔ بلکہ یہ محض اس کا فضل ہے کہ اس نے اپنے ان انعامات سے ہمیں نوازا ہے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ ساری دنیا سے پیار کرنا اور ان کے لئے محبت کے جذبات رکھنا جماعت احمدیہ کا شعار ہے اور یہ محض زبان کا دعویٰ نہیں بلکہ ہمارے اعمال کا ہر پہلو اس بات پر شاہد ہے کہ ہم نوع انسانی سے پیار کرنے والے اور اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں اور دنیا کا کوئی انسان نہیں جس سے ہمیں دشمنی ہو۔ دشمنی کسی سے نہیں اور پیار کا جذبہ اور خیر خواہی کا جذبہ ہر ایک کے لئے ہے اور میں نے

بڑا غور کیا اور بڑا مشاہدہ کیا۔ دنیا میں سب سے زیادہ طاقت خدا تعالیٰ نے جس کو دی ہے وہ پیار ہے۔

انسانی تاریخ میں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ نفرتیں آخر کار کامیاب ہوئی ہوں بلکہ ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ پیار و محبت کے حامل اور علمبردار لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے نوازا اور انسان کے خادموں سے خدا تعالیٰ نے پیار کیا۔ انسان کے دشمنوں سے اس نے پیار نہیں کیا اور نہ ہی اپنی برکتوں سے انہیں نوازا۔ جب ہم کسی چیز کے متعلق بولتے ہیں تو صوتی لہروں کے ساتھ ہماری جذباتی لہریں بھی شامل ہو جاتی ہیں مَیں نے دیکھا ہے کہ جب مَیں عیسائیوں اور دہریوں سے یورپ میں بات کرتا ہوں اور یہ بات ان سے بیان کرتا ہوں کہ اسلام نے ہمیں محبت کرنا سکھایا ہے نفرت کرنا نہیں سکھایا۔ تو ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

تیسری صفت جو جماعت میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک امن پسند جماعت ہے جو قانون شکنی نہیں کرتی۔ اور فساد خواہ کسی رنگ میں بھی پایا جائے اس میں حصہ دار نہیں بنتی۔ قانون کا احترام کرتی ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی محبت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے کوئی قانون نہ ٹکرائے تو وہ قانون کی پابندی کرتی چلی جائے گی۔ اور جہاں تک ہم نے دیکھا ہے اور آج کی دنیا کا مطالعہ کیا ہے۔ انسان جان بوجھ کر ایسے قوانین نہیں بنا رہا۔ جو دوسرے انسانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے والے ہوں لیکن بعض دفعہ ایسے استثناء پائے جاتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں قانون چلانے والے ہیں افریقہ میں، انگلستان میں یورپ میں امریکہ میں اور جزائر وغیرہ میں۔ مَیں ساری دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے متعصب ہوتے ہیں جو قانون کا غلط استعمال کرتے اور بعض لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن وہ قومیں جن میں ایسا واقعہ ہوتا ہے اسے پسند نہیں کرتیں۔ مثلاً میرے اسی سفر کے دوران جب مَیں نے مغربی افریقہ جانے کا پروگرام بنایا تو نائیجیریا کے ایک افسر نے بلا وجہ اپنے بالا افسروں سے غلط باتیں بیان کر کے وقتی طور پر یہ حالت پیدا کر دی کہ نائیجیریا نے ویزا دینے کے بعد ہمارا ویزا واپس لے لیا اور پھر چند دن کے بعد انہوں نے معذرت بھی کر دی کہ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ ایسا ہوا۔ اور ہم خوش نہیں ہیں کہ ہم میں سے کسی شخص نے اس قسم کے حالات پیدا کئے۔ اب وہ اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ اس کا ہمیں علم نہیں۔ نہ ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہم کسی کی بدخواہی کرتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ اس شخص کو معاف ہی کر دیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اسی میں اس کی بھی اور اَوروں کی بھی بہتری ہے۔

مَیں یہ بتا رہا ہوں کہ قانون کا اجراء کرنے والے بعض دفعہ غلطی کرتے ہیں لیکن اس مہذب دنیا میں غلط قسم کے قانون نہیں بنائے جا رہے۔ اِلاّ ماشاء اللہ. اگر بنائے جاتے ہیں تو اس کے لئے بہت سے عقلی اور اخلاقی دلائل دیئے جاتے ہیں کہ یہ قانون ہے اور اس کے پیچھے عقل یہ کہتی ہے اور اخلاقی اقدار یہ کہتی ہیں۔ مثلاً ساؤتھ افریقہ اس ملک میں بسنے والے افریقنز کا ملک ہے اور ہمارے نزدیک سفید فام اقوام کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کے ملک پر غاصبانہ قبضہ جمائے رکھیں۔ ۱۹۷۰ء کے دورے میں جب مَیں افریقہ سے لنڈن واپس آیا۔ تو اس وقت وہاں امیگریشن (Immigration) کے بارے میں بڑا چرچا تھا کہ لوگ زیادہ آ رہے ہیں۔ ان کی آمد کا سلسلہ بند کیا جائے۔ وہاں جانے والوں میں ہمارے علاقے اور ہمارے ملک کے لوگ بھی تھے۔ اور دوسرے ممالک سے بھی آئے ہوئے تھے۔ غیر ملکیوں نے کہا کہ اس کے منہ سے نکلوائیں کہ انگریز غیر ملکیوں پر بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اور پھر اسے ساری دنیا میں پھیلائیں۔ مجھے پہلے پتہ لگ گیا۔ مَیں نے انہیں کہا کہ جو بات سچی سمجھتا ہوں مَیں تو اسی کا اظہار کروں گا تمہارے مطلب کی بات نہیں کروں گا۔ مَیں سیاسی آدمی نہیں ہوں مَیں تو مذہبی آدمی ہوں اور سچ بولنا میرا شعار ہے۔ اور میرا فرض ہے اور میرا طرۂ امتیاز ہے۔ مَیں ڈپلومیسی استعمال نہیں کر سکتا۔ اس لئے مَیں نے انہیں کہا کہ ایسے سوال نہ کریں۔ لیکن انہوں نے سوال کر دیا۔ چنانچہ جب انہوں نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ انگریز ہم لوگوں کو اپنے ملک میں آنے نہیں دیتے آ جائیں تو ٹھہرنے نہیں دیتے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو مَیں نے جواب میں کہا کہ بات یہ ہے کہ انگلستان کا جزیرہ انگلستان میں بسنے والوں کا ہے، انگریز کا ملک ہے اگر وہ تمہیں یہاں رہنے دیں تو یہاں رہو۔ اگر وہ کہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ تو یہاں سے چلے جاؤ۔ لیکن مَیں نے انہیں کہا کہ مَیں تمہیں ایک بات بتا دیتا ہوں۔ اگر تم ان کے دل جیتنے میں ناکام رہو تو تمہارا کوئی حق نہیں ہے کہ یہاں رہو۔ اور اگر تم ان کے دل جیتنے میں کامیاب ہو جاؤ تو وہ تمہیں ہرگز یہاں سے نہیں نکالیں گے۔ پھر کسی نے مجھ سے سوال کیا کہ ساؤتھ افریقہ کے متعلق کیا خیال ہے۔ مَیں نے کہا کہ ساؤتھ افریقہ، ساؤتھ افریقنز کا ہے۔ وہاں انگریز کو رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر افریقن کہیں کہ انگریز وہاں سے چلا جائے تو ان کو وہاں سے واپس آ جانا چاہئے۔ اور اگر یہ اُن کے دل نہیں جیت سکتے تو ان کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن اگر یہ ان کے دل جیت لیں۔ اور وہ اپنی خوشی اور پیار سے انگریز کو سفید فام کو وہاں رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ تو پھر کسی اور کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ غرض جس وقت دنیوی عقل اور کم عقلی کا مرکب غلط قسم کے قانون بناتا ہے تو اس کے لئے بھی جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عقلی جواز بھی اور اخلاقی جواز بھی۔ مثلاً ساؤتھ افریقہ کہے گا کہ یہ لوگ

بڑے بیک ورڈ (Back ward) اورترقی یافتہ نہیں ہیں۔اس لئے ہم ان کی خدمت کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔کوئی گھر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک شخص آ کر ان کو کہے کہ مَیں زبردستی تمہاری نوکری کروں گا۔انسانی ضمیر زبردستی کی نوکری کو برداشت ہی نہیں کرتی۔اگر وہ خدمت نہیں لینا چاہتے۔تو تم کیوں زور دے رہو خدمت کرنے پر باہر نکل آؤ۔بہر حال وہ اس قسم کی باتیں بناتے ہیں۔اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔لیکن آج دنیا کی ضمیر بیدار ہوچکی ہے۔اگر کسی جگہ غلط قسم کی عقلی دلیلیں دے کر اوراخلاقی اقدار بیان کر کے غلط قسم کے قوانین بنائے جائیں تو پھر اس کے خلاف شور اٹھتا ہے۔اور ایسے ملکوں پر دباؤ ڈالے جاتے ہیں کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔گو انسان بحیثیت مجموعی ابھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ جہاں اس قسم کی اصلاحوں کی ضرورت ہو وہ یہ اصلاح کرنے میں کامیاب ہو سکے۔کیونکہ دھڑا بندی ہے اور Spheras of influence ہیں اور کچھ بڑی قومیں ظالم کے ساتھ مل جاتی ہیں۔اس لئے جو بڑی قومیں مظلوم کی مدد کرنا چاہتی ہیں وہ پوری طرح مدد نہیں کرسکتیں۔یہ حالت ہمیں آج کی دنیا میں نظر نہیں آ رہی ہے۔لیکن اندر سے یہ چیز بھی نظر آ رہی ہے کہ ان کے دل سے یہ نکل رہا ہے کہ اگر تم نے غلط قانون بنانا ہے تو اس کے لئے بھی ملمع سازی سے اور ڈپلومیسی سے کوئی جواز پیدا کرنے کی کوشش کرو ورنہ دنیا میں شور پڑ جائے گا۔

بہرحال جماعت احمدیہ کا یہ طرۂ امتیاز ہے۔مَیں جماعت احمدیہ کہہ رہا ہوں کیونکہ میرے مخاطب صرف پاکستان کے احمدی نہیں بلکہ ساری دنیا میں بسنے والے احمدی ہیں کہ وہ قانون کی پابندی کرنے والی اور اخلاقی اقدار اپنے اندر پیدا کرنے والی جماعت ہے ۱۹۷۶ء میں مَیں امریکہ گیا وہاں ایک شہر ڈیٹن ہے اس میں بھی گیا۔وہاں کثرت کے ساتھ افریقہ سے غلام بنا کر لے جائے گئے لوگوں کی اولادیں آباد ہیں اور اب وہ آزاد ہیں غلام نہیں رہے۔لیکن ان کی حالت اچھی نہیں۔ان کا میئر سفید فام نہیں بلکہ افریقنوں میں سے ہی ہے۔اچھا پڑھا لکھا اور ہوشیار آدمی ہے۔مجھے کہنے لگا کہ ہم آپ سے بہت خوش ہیں کہ آپ نے اخلاقی لحاظ سے ان لوگوں کی زندگی بدل دی ہے جنہوں نے احمدیت کو قبول کیا اور کہنے لگا کہ آج تک کسی احمدی کے خلاف اخلاقی لحاظ سے ایک شکایت بھی ہمارے پاس نہیں آئی اور دوسروں کے متعلق تو ہر روز بیسیوں بلکہ بعض دفعہ سینکڑوں شکایات آجاتی ہیں اور ہم آپ کے بڑے ممنون ہیں کہ آپ ہماری مدد کر رہے ہیں اور ہمارے معاشرے کو گند اور برائیوں سے صاف کر رہے ہیں۔غرض مَیں ساری دنیا کے احمدیوں کے متعلق بات کر رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی ایک صفت اور اس کے مزاج کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ قانون شکنی نہیں کرتی۔اور نیکی کے کاموں میں اور قوم کے مفاد کے لئے

جو منصوبے بنائے جاتے ہیں ان میں حاکم وقت کے ساتھ پورا تعاون کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے یہ معنے کرے کہ کوئی احمدی اپنے اس قدر پیار کرنے والے ربّ کریم سے کسی کے کہنے پر قطع تعلق کر لے گا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے محسنِ اعظم کو جس کے احسانوں کے جلوے روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں ایک عقلمند انسان اپنی زندگی میں دیکھتا ہے چھوڑ دے گا تو یہ غلط فہمی پیدا ہی نہیں ہونی چاہئے اور ہمیں ایک دوسرے کو کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہر احمدی خدا تعالیٰ کے فضل سے خود سمجھتا ہے۔ احمدی کہتے ہی اسے ہیں جو اللہ (جسے قرآن کریم نے پیش کیا ہے) کی محبت میں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی عظمت اور جلال کو قرآن عظیم نے بڑی شان سے بیان کیا ہے) کے عشق میں مست آگے سے آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور بھی بہت سے پہلو ہیں لیکن یہ تین چار باتیں کہنے کے بعد اب میں جو بہت سے کام ہمیں کرنے ہیں ان کاموں کے متعلق اور دنیا کے حالات کے متعلق کچھ باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

۱۹۷۳ء کے جلسہ میں مَیں نے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے ایک قدم جو جماعت کو اٹھانا چاہئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ جو صدی گزر رہی ہے۔ اس کی جو بلی، اور یہ کہتے ہوئے مجھے زیادہ لذّت آتی ہے کہ اپنی زندگی کی دوسری صدی کے استقبال کے لئے ایک منصوبہ پیش کیا تھا۔ استقبال کے لئے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے جو لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [1] میں اور قرآن کریم میں سینکڑوں دوسری جگہ بتایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور بزرگانِ امت کو جو وحی اور کشوف اور رؤیا میں بتایا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے جو علم پایا۔ اس کو سامنے رکھ کر مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہماری زندگی کی دوسری صدی ساری دنیا میں اسلام کے غالب آ جانے کی صدی ہے۔ اس واسطے جس صدی میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے غلبۂ اسلام عملاً ہو جائے گا۔ اس عظیم صدی کا ہمیں استقبال کرنا چاہئے۔ یہ ایک منصوبہ ہے اور وقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور منصوبے بھی ذہن میں ڈالتا ہے۔ جو وقت پر آپ کو بتا دیئے جاتے ہیں۔ اس منصوبے کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مثلاً یورپ کے جن ملک میں مساجد اور ہمارے مرکز یعنی مشن ہاؤسز نہیں بنے۔ وہاں مساجد اور مشن ہاؤسز بنا دیئے جائیں تا کہ یورپ کے ہر ملک میں خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کا مرکز قائم ہو جائے۔ اور ہمارا مبلّغ وہاں بیٹھے اور لوگوں سے تبادلہ خیال کرے اور ہر روز کے بدلتے ہوئے حالات میں ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے اسلام کی باتیں کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق بات کیا کرو۔ ہر ملک کا اپنا مزاج ہے۔ اٹلی کا مزاج اور

[1] سورۃ الصّف آیت ۱۰

ہے اور سکنڈے نیوین کنٹریز کا مزاج اور ہے۔ ہر مبلغ اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق ان سے بات کرے گا اور اسلام کی بنیادی حقیقتوں کو محفوظ رکھتے ہوئے ان کے بیان میں فرق کر جائے گا۔ مثلاً اسلام نے کہا ہے کہ سچ بولو اور ہم نے ہمیشہ سچ بولنا ہے لیکن سچ بولنے کے الفاظ اور طریقہ اور وقت کا انتخاب وغیرہ بہت سی چیزوں میں فرق آ جاتا ہے۔ ایک قوم کے سامنے اگر اخبار میں سچ بولا جائے اور اس کی اشاعت کی جائے۔ انٹرویو دیئے جائیں۔ پریس کانفرنسز کی جائیں تو وہ اس کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہے اور ایک قوم ہے اس سے اگر زبانی باتیں کی جائیں یا سارے ہی حربے استعمال کئے جائیں تو وہ توجہ کرتی ہے۔ بہرحال ایک منصوبہ یہ ہے کہ یورپ کے ہر ملک میں مشن قائم ہو جائیں اس میں ابھی بہت سی چھوٹی چھوٹی ٹیکنیکل اور قانونی دشواریاں بھی ہیں۔ اوسلو میں ہم دو سال سے زمین لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر میونسپلٹی کسی کو کوئی جگہ دے۔ صرف مسلمانوں کا یا ہمیں مسجد اور مشن ہاؤس بنانے کے لئے نہیں یا کسی بھی مذہبی مقصد کے لئے ہی نہیں بلکہ کسی کا بھی کوئی پبلک جگہ بنانے کا پروگرام ہو اور وہ کہیں کہ ہمارے پاس یہ جگہ ہے۔ جو ہم دے سکتے ہیں تو پہلے وہ اس کا سروے کرتے ہیں اور پھر اخبار میں اعلان کرتے ہیں اور اس جگہ کے اردگرد بسنے والے لوگوں کو قانون نے یہ حق دیا ہے کہ اگر تم نے کوئی اعتراض کرنا ہے کہ اس جگہ کو فلاں وجہ سے پبلک جگہ نہ بنایا جائے تو اعتراض کر دو اور پھر کوئی نہ کوئی اعتراض ہو جاتا ہے لندن میں ہم نے خود سُنا ہے کہ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جی ہمارے ہمسائے کے پاس ایک کتا ہے وہ بھونکتا ہے اور ہمیں Disturb کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم میاں بیوی اکیلے خاموش زندگی گزارنے کے عادی ہیں اور ہمارے ہمسائے کے تین بچے ہیں جو شور کرتے ہیں۔ (بچوں نے تو شور کرنا ہی ہے) ان بچوں کے شور سے ہمیں نجات دلائی جائے۔ میرے نزدیک ان کے دماغ غلط طرف بھی چل پڑے ہیں۔ بہرحال ان کو قانون نے یہ اجازت دی ہے کہ اگر کسی نے کوئی Objection کرنا ہے کوئی اعتراض کرنا ہے تو وہ فیصلے سے پہلے بتا دے۔ پھر اگر وہ اس قسم کے اعتراض ہوں جو قابل قبول نہیں ہیں تو وہ خود ہی فیصلہ کر دیتے ہیں اور اگر کسی جگہ ان کو وزن نظر آئے یا یہ نظر آئے کہ اگر ہم نے یہ نامعقول بات نہ مانی تو احتجاج بھی ہو سکتا ہے تو پھر وہ ان کو بلا کر بات کرتے ہیں اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ تمہارا خیال غلط ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی وغیرہ۔ اس قسم کی اور بہت سی روکیں ہوتی ہیں اور اوسلو میں بھی اس قسم کی روکیں پیدا ہوئیں ہم ایک دو جگہ اور کوشش کر رہے ہیں۔

اس سفر میں میری توجہ اس طرف بھی گئی کہ جن ممالک میں ابھی تک ہماری مساجد اور

مشن ہاؤس نہیں ہیں۔ وہاں مسجد اپنے وقت پر بن جائے گی۔ لیکن فی الحال کسی مناسب جگہ پر کوئی مکان خرید لیا جائے جو اس ملک کی جماعت احمدیہ کی ملکیت ہو۔ ملک ملک جماعت احمدیہ آزاد ہے۔ اور وہ خریدتے بھی ہیں وہ اپنے چندے اکٹھے کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے وہ بہت کوششیں کرتے ہیں۔ میرا دل تو یہی کرتا تھا کہ میرے لندن چھوڑنے سے پہلے ان سارے ملکوں میں مکان خرید لئے جائیں اور اس وقت یورپ کے مختلف ممالک کی جماعتوں کے پاس ان کے اپنے چندے اِتنے ہیں کہ اس میں کوئی روک نہیں تھی۔ ہم نے یہاں سے تو پیسہ بھیجنا نہیں۔ انہوں نے ہی ایک دوسرے کی مدد کر کے خریدنا ہے۔ لیکن اس وقت تک ابھی مناسب جگہ پر مناسب قیمت پر کوئی مکان نہیں ملا تھا ایک ملک جس کو ہم نے بوجہ چھوٹا ہونے کے چھوڑا ہوا تھا بیلجیئم ہے۔ فرینکفرٹ میں بیلجیئم کی قونصلیٹ کے انچارج مجھے ایک موقع پر ملے اور کہنے لگے کہ آپ نے ہمارا ملک کیوں چھوڑا ہوا ہے۔ سارے یورپ میں صرف ایک ہمارا ملک ہے جس نے یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی فیصلے اسلامی فقہ کے مطابق ہوں گے ملکی قانون کے مطابق نہیں ہوں گے۔ ہم نے آپ کا اتنا خیال رکھا ہے لیکن آپ نے ہمارے ملک کو چھوڑ ہی دیا ہے اور سوچ ہی نہیں رہے کہ یہاں بھی مشن قائم ہو۔ چنانچہ میں نے وہاں آدمی بھیجا کہ پتہ کرو۔ اس کے بعض حصے فرانسیسی بولنے والے بھی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ اس علاقہ میں جو فرانسیسی بولنے والا ہے اس وقت ہم کوئی مناسب مکان لے کر اپنا مبلغ بھیج دیں اور وہ وہاں جا کر کام کرے۔

دوسرے اس وقت یورپ اور امریکہ اور افریقہ بلکہ مجھے یوں کہنا چاہئے کہ ساری دُنیا جماعت احمدیہ سے یہ مطالبہ کر رہی ہے اور اس مطالبے میں شدّت پیدا ہو رہی ہے کہ ہمیں قرآن کریم کے تراجم دو اور ساری دنیا میں قرآن کریم کے تراجم پہنچانا بڑا وقت چاہتا ہے۔ اور بڑی محنت چاہتا ہے اور بڑی قربانی چاہتا ہے اور بڑا منصوبہ چاہتا ہے۔ ہر ملک کا اپنا مزاج ہے اور پڑھنے کے لحاظ سے اپنی عادتیں ہیں۔ مَیں مثال میں غیر مذہبی کتب لے لیتا ہوں جس قسم کی چھپی ہوئی کتاب کے متعلق ہمارے ملک میں کہیں گے کہ بڑی اچھی چھپی ہوئی ہے اور پڑھنے والے بڑے شوق سے خریدیں گے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ پڑھنے والے ہمارے ملکوں میں کم ہی ہیں۔ بہرحال وہ کہیں گے کہ اس کی بہت اچھی اور معیاری کتابت اور طباعت ہوئی ہے وہ کتاب جس وقت یورپ میں جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بہت ہی ردّی چھپائی اور کتابت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی قیمتی چیز نہیں ہے۔ ان کی اپنی عادتیں ہیں۔ مغربی افریقہ کے ایک ملک کی جماعت احمدیہ نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور میرے خیال میں انہوں

نے بڑی غلطی کی غالباً ان کے پاس پیسے نہیں ہوں گے انہوں نے بہت کم تعداد میں چھپوا دیا۔ انہوں نے اپنے ملک میں نہیں بلکہ باہر کے ایک ملک میں جہاں ان ملکوں کے لئے بظاہر بہت اچھا چھپتا ہے پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوایا۔ اور اس قرآنی ترجمہ کی ایک کاپی بطور نمونہ میرے پاس لندن بھیجی اور ساتھ ہی یہ خط بھیجا کہ یہ تو ختم ہو رہا ہے۔ ہمیں فوری طور پر دوسرے ایڈیشن کے لئے خط لکھنا پڑ رہا ہے۔ ہمارے تراجم بہت مقبول ہیں۔ دن کے وقت بھی مقبول ہیں اور رات کے وقت بھی مقبول ہیں۔ یعنی ایسے لوگ بھی ہیں جو دن کی روشنی میں آ کر قرآن کریم لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ترجمہ سے جو آپ نے کیا ہے ہمیں تسلی ہوتی ہے اور ایسے بھی ہیں جو دن کے وقت آتے ہوئے شرماتے ہیں یا ڈرتے ہیں اور رات کو اندھیرے میں چپکے سے آتے ہیں۔ کہتے ہیں کسی کو بتانا نہ لیکن اس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ دے دو۔ دونوں قسم کے لوگ ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں رات کو آنے والے میرے خیال میں کم ہی ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ لیکن افریقہ کے ممالک میں بہت سے ایسے بھی ہیں۔ ہمارے پاس خبریں آتی رہتی ہیں بہر حال یہ ایک کام کرنا ہے۔ اگلی صدی کے آنے سے پہلے یہ کام شروع ہو جانا چاہئے تاکہ جس وقت وہ صدی آئے اور خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے اور کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگیں اور آپ سے آ کر کہیں کہ ہمیں اسلام کے متعلق کتابیں دو، قرآن کریم کے تراجم دو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دو۔ اسلام نے بچوں کو جو تعلیم دی ہے اور اسلام نے جو اخلاق سکھائے ہیں، اس کے متعلق ہمیں لٹریچر دو۔ تو ہم یہ کتابیں انہیں مہیا کرسکیں ہزاروں کتابوں کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ ہمیں یہ جواب دینا پڑے کہ وہ تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے کس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے غلبۂ اسلام کے لئے پیدا کیا ہے اور اگر ہم نے اس کے مطابق کام نہ کئے تو (اللہ محفوظ رکھے) یہ خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آنے والی بات ہے۔ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جتنا ہم کر سکتے ہیں وہ ہمیں کر دینا چاہئے۔ ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا ہے۔ خدا یہ نہیں کہتا کہ جتنے کی ضرورت ہے وہ کرو بلکہ خدا یہ کہتا ہے کہ جتنے کی طاقت ہے وہ کرو اور ضرورت اور طاقت کے درمیان جو فرق ہے وہ مَیں پورا کروں گا۔ سارے کا ثواب تمہیں دے دوں گا وہ مفت کا ثواب دیتا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ جتنی طاقت ہے وہ کرو۔

امریکہ کی بڑی آبادی ہے مَیں نے انہیں کہا کہ پہلا قدم یہ ہے کہ دس لاکھ قرآن کا ترجمہ امریکہ میں تقسیم کیا جائے۔ فروخت کیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ لائبریریاں خریدیں۔ بہت بڑا منصوبہ ہے کئی سال ہوئے مَیں نے اس کا اعلان کیا تھا۔ پھر مَیں نے سوچا کہ اس کے لئے پیسے کہاں سے

آ ئیں گے۔ چنانچہ جب مَیں نے جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ خود امریکہ کی جماعت کے پاس اتنی رقم ہے کہ اگر وہ دس لاکھ کے بیس حصّے کر کے ۵۰، ۵۰ ہزار کا پیاں منگواتی چلی جائے اور بیچتی چلی جائے (کچھ مفت دے اور کچھ بیچے) اور جب وہ رقم واپس آ جائے تو پھر ۵۰ ہزار اور لے لے تو اس طرح چار پانچ سال کے اندر وہ دس لاکھ قرآن کریم تقسیم کر سکتی ہے۔ اور یہ مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک دفعہ دس لاکھ امریکنوں کے ہاتھ میں آپ قرآن کریم کی دس لاکھ کاپیاں دے دیں تو اس کی مانگ بڑھ جائے گی۔ ایک شخص کا دوست دیکھے گا وہ مانگے گا۔ اگر باپ کو دلچسپی ہوگی تو اس کے گھر تین چار بچے پڑھنے لگیں گے۔ وہ جوان ہو کر اپنے گھر آباد کر لیتے ہیں وہ اپنے باپ کو کہیں گے کہ مَیں لے جا رہا ہوں۔ وہ کہے گا کہ نہیں مَیں تو اپنے گھر سے باہر نہیں دوں گا۔ لڑکا کہے گا کہ پھر مجھے اپنا خریدنا چاہئے۔

مَیں خدا تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ ان کے اسلام میں داخل ہونے سے بھی پہلے یہ حالات پیدا ہو جائیں گے تو سب سے زیادہ دور ہم سے امریکہ کے علاقے ہی ہیں۔ یہاں ہم ہیں اور زمین کے دوسری طرف وہ ہیں لیکن ان کے اخلاص کا یہ حال ہے کہ ہماری قرآن کریم کی ایک انگریزی تفسیر پانچ موٹی موٹی جلدوں میں ہے اور وہ قریباً ہر احمدی کے گھر موجود ہے۔ جو بالکل تھوڑا عرصہ پہلے مثلاً پچھلے سال احمدی ہوا ہے مَیں اس کی بات نہیں کر رہا لیکن جن کو احمدی ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا ہے ان میں سے کوئی ایک شخص بھی شاید ایسا نہیں ہے جس کے گھر میں وہ پانچ جلدوں کی تفسیر نہ ہو اور جسے وہ پڑھتا نہ ہو اور اس کے نتیجہ میں وہ بعض دفعہ فون اٹھا کر ہمارے مبلغ کو کہتا ہے کہ مَیں اس جگہ ''اٹک'' گیا ہوں مجھے سمجھ نہیں آ رہی مجھے بتاؤ مبلغ کو بھی تو سارے قرآن کریم کی تفسیر حفظ نہیں ہوتی اس لئے اس کو بعض دفعہ کہنا پڑتا ہے کہ مَیں تمہیں Study کر کے بتاؤں گا۔ ابھی نہیں بتا سکتا۔ وہ قرآن کریم سے بڑا پیار کرتے ہیں اور قرآن کریم ہے ہی ایسی چیز جس سے پیار کیا جائے۔

ضمناً مَیں بتا دوں کہ ناظرہ پڑھنے والے بچوں کے لئے قرآن کریم کا متن موجود نہیں تھا۔ اب وہ چھپ چکا ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔ قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر اس کی کتابت ہے اور بازاری قیمتوں کے لحاظ سے میرے خیال میں نصف سے بھی کم قیمت پر ملے گا کیونکہ ہم قرآن کریم ہر گھر میں پہنچانا چاہتے ہیں اور ہر نسل کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے نفع کمانے کا ہمارا پروگرام نہیں ہے لیکن چونکہ بعض جگہ مفت دینا پڑتا ہے اور کچھ اَور اخراجات ہیں اس لئے بالکل معمولی سی رقم نفع کی ہوتی ہے جو بمشکل اپنے اخراجات پورے کرتی ہے بہر حال مَیں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ قرآن کریم شائع ہو گیا ہے۔ اب آپ اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن کریم پڑھانے کے لئے اچھا، ستھرا غلطیوں سے پاک اور سستا قرآن کریم

قرآن پبلیکیشنز سے خرید سکتے ہیں۔ میرے پاس پہلی کاپی آ گئی ہے ممکن ہے اس کی جلد بندی وغیرہ میں دس پندرہ دن اور لگ جائیں تاہم وہ جلد آنے شروع ہو جائیں گے۔

مَیں نے صرف امریکہ کے متعلق بتایا ہے۔ یورپ کے بعض ملک بھی ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ دو۔ ان میں سے دو ملک ایسے ہیں جن میں زیادہ تر وہاں کے مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ دیں کیونکہ وہاں دہریت کی فضا زیادہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی نسلوں کو دہریہ نہیں بنانا چاہتے۔ سوئٹزرلینڈ میں مجھے میرے بعض دوستوں نے جو احمدی نہیں تھے یہ کہا کہ آپ یہاں آئے ہوئے ہیں اور اسلام پھیلا رہے ہیں، یہاں پر لاکھوں کی تعداد میں مسلمان خاندان ہیں لیکن ان کے بچوں کے پاس اسلام کے متعلق کوئی کتاب نہیں ہے آپ ہمیں ایسی کتابیں دیں۔ غرض دنیا میں یہ احساس بیدار ہو گیا ہے کہ ہمیں اسلامی اخلاق کے متعلق اسلامی تربیت کے متعلق اسلامی تعلیم کے متعلق اسلامی روحانیت کے متعلق لٹریچر ملنا چاہئے اور وہ ہم سے مطالبہ کر رہے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں لٹریچر دیں۔ کوئی اور بھی سمجھتا ہے تو وہ بھی ادا کرے ہمیں اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات نہیں ہو گی۔ لیکن مَیں تو اپنے متعلق ہی بات کروں گا کہ ہمارا یہ فرض ہے۔ غرض دنیا میں احساس پیدا ہو چکا ہے مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ سویڈن میں ایک صحافیہ نے کہا کہ آپ اتنی دیر کے بعد ہمارے علاقہ میں کیوں پہنچے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم روز بروز گندی زیست میں دھنسے چلے جاتے ہیں اور آپ نے ہمارا خیال ہی نہیں کیا۔ اتنی حسین تعلیم جو گند سے پاک کرنے والی ہے اسے اپنے پاس لے کر بیٹھے رہے اور ہماری آپ لوگوں نے پرواہ ہی کوئی نہیں کی۔ اس سے پہلے کیوں نہیں آئے۔ پہلے جانے یا نہ جانے کے متعلق تو خدائی تقدیر ہی کام کر رہی تھی۔ ہمارے پاس تو نہ پیسہ، نہ اقتدار نہ کوئی طاقت، صرف ایک چیز ہے اور وہ بہت بڑی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل تو نہ مَیں نہ آپ آسمانوں سے چھین کر تو نہیں لا سکتے وہ تو اپنے پیار سے جب چاہے گا جتنا چاہے گا نازل کرے گا۔ ہمارا کام ہے کہ ہم الحمدللہ کہیں اور اپنی سی طاقت اس کی راہ میں خرچ کر دیں۔

صد سالہ جوبلی کا اعلان ۷۳ء میں ہوا۔ اس کے کچھ کام اگلی صدی کے آنے سے قبل ہونے والے تھے مثلاً سب جگہ مشن بنانے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس منصوبہ میں بڑی برکت ڈالی۔ سب سے پہلے برکت کا یہ موقع دیا کہ سویڈن میں اس منصوبہ کے تحت یورپ کی جماعتوں کے چندے اور قربانی سے مسجد تعمیر ہوئی۔ ہمارے ملک میں بسنے والوں کی ایک دھیلے کی بھی Contribution اور قربانی اس میں شامل نہیں۔ ساری کی ساری بیرونی جماعتوں کی قربانی ہے تھوڑی سی رقم انہوں نے امریکہ سے قرض لی تھی

جس کا ایک حصہ واپس کر دیا ہے اور دوسرا حصہ بھی عنقریب واپس ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک نہایت خوبصورت مسجد گوٹن برگ، سویڈن کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنی ہے۔ وہاں پتھریلی زمین تھی۔ جس میں اس سائبان کی اونچائی جتنے بڑے بڑے پتھر زمین میں دھنسے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ ہمارے لئے ریزرو رکھی ہوئی تھی کسی اَور کے دل میں خواہش ہی نہیں پیدا ہوئی کہ اُس کو لے کر پتھروں کو صاف کر کے وہاں کوئی چیز بنالے وہ ہمارے حصہ میں آ گئی۔ خاصی بڑی جگہ ہے غالباً دو ایکڑ کے قریب ہے۔ غرض اس چوٹی پر مسجد بن گئی ہے۔ اور سارے شہر کو سوائے اس کے جو بعض پہاڑیوں کے سائے میں آیا ہوا ہے مسجد نظر آتی ہے اور مسجد سے سارا شہر نظر آتا ہے۔ نہایت شاندار اور خوبصورت مسجد ہے اور وہاں سے خدا تعالیٰ کا نام بلند ہو رہا ہے اور یہ وہاں کا معمول ہے کہ روزانہ کوئی نہ کوئی وفد یا سکول کے ٹیچرز کے ساتھ کوئی پارٹی یا کچھ لوگ مسجد دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ عیسائیوں نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ جب ۱۹۷۶ء میں، مَیں نے اس کا افتتاح کیا تو عورتوں میں یہ شوق پیدا ہوا کہ ہم جا کر دیکھیں تو سہی کہ وہ کون سی عمارت ہے جس میں عورت نہیں داخل ہوسکتی۔ جب وہ آتی تھیں تو ہمارے مبلّغ اور دوسرے احمدی جو وہاں موجود ہوتے تھے ان کو کہتے تھے کہ تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے تم اندر جا سکتی ہو۔ وہ کہتیں کہ اچھا! ہم جا سکتی ہیں؟ وہ کہتے کہ صرف یہ ہے کہ تم پتہ نہیں کہاں پھرتی رہی ہو تمہارے جوتوں کو گند لگا ہوا ہو گا ان کو باہر اُتار دو اور اندر چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ بڑے شوق سے اور پیار کے ساتھ اندر جاتیں اور دیکھتیں۔ مسجد اپنے اندر ایک عجیب شان اور ایک رعب کی کیفیت پیدا کرنے والا خاصہ رکھتی ہے اور جو بھی اندر جاتے ہیں۔ خواہ غیر مسلم ہوں بے ساختہ ان کی زبان سے نکلتا ہے کہ یہاں تو بڑی پرسکون فضا ہے۔ یہاں تو ہم پر عجیب اثر ہوتا ہے۔ وہاں نہ کوئی تصویر ہے نہ کوئی اور سجاوٹ کی چیز۔ ایک چیز ہے جو اُس کو سجا رہی ہے اور وہ ہے خدا تعالیٰ کی بزرگی اور قدوسیت اور وحدانیت کی تعلیم کو عام کرنے کا عزم جو نمازی وہاں اپنے دل میں لے کر جاتے ہیں اور جو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہیں وہ مسجد کے اندر کوئی ایسی چیز پیدا کرتے ہیں کہ جب عیسائی اس ہوا میں سانس لیتا ہے تو اس سے اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ہے اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ [1] کا مفہوم۔ جو مساجد خدا کے لئے اور اُس کی رضا کے حصول کے لئے بنائی جائیں وہ اسی قسم کی مساجد ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ صد سالہ جوبلی منصوبہ نے اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توفیق پائی کہ لندن میں Deliverance of Jesus from the Cross. کے موضوع پر کانفرنس ہوئی۔ ہم سوچ بھی نہیں

[1] سورۃ الجن آیت ۱۹

سکتے تھے کہ اس کے وہ نتائج نکلیں گے جو نکلے۔ ایک بات جس کی کوئی اتنی اہمیت نہیں ہے لیکن بہر حال اسے پڑھ کر لطف آیا یہ ہے کہ ایک عیسائی اخبار نے لکھا کہ کانفرنس ہوگئی اور انگلستان پر جو کہ عیسائی ملک تھا اسلام کی زبردست یلغار ہوگئی اور چرچ یعنی کلیسیا خاموش بیٹھا ہے۔ پتہ نہیں ان کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا سوچ رہے ہو تم؟ خاموش کیوں بیٹھے ہو تمہارے اوپر تو زبردست حملہ ہو گیا ہے۔ یہ احساس اس کانفرنس نے پیدا کیا ہے۔ وہ لوگ خاموش بیٹھے تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پندرہ بیس سال قبل یہ اعلان کر چکے تھے (اور وہ اعلان ہماری لائبریری میں محفوظ ہیں) انہوں نے اعلان کیا کہ سارا ویسٹ افریقہ خداوند یسوع کی جھولی میں ہے اور اب یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور جماعت احمدیہ کی کوششوں میں خدا نے جو برکت ڈالی اس کی وجہ سے مغربی افریقہ میں پانچ لاکھ سے زیادہ عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا مکّہ اور مدینہ پر لہرائے گا۔ اور اب یہ حالت ہے کیتھولک فرقہ جو کہ عیسائیت میں اپنی تعداد کے لحاظ سے، اثر و رسوخ کے لحاظ سے، مال کے لحاظ سے، رُعب کے لحاظ سے اور تنظیم کے لحاظ سے سب سے بڑا فرقہ ہے اس نے اپنے پادریوں کو بھی یہ ہدایت کی ہے کہ کسی احمدی سے بات نہیں کرنی اور نہ ان سے کوئی کتاب لے کر پڑھنی ہے۔ وہ جھنڈا تو کبھی وہاں نہیں لہرائے گا اور اس کے بعد جو بات مَیں کہنے والا ہوں وہ صرف ایک خواہش کا اظہار ہے کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسا کبھی نہیں ہونے دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر اس کے لئے جان دینے کی ضرورت پڑی تو اس جھنڈے کے لہرانے سے پہلے آخری احمدی کا خون بہہ چکا ہوگا۔ (تمام حاضرین نے بیک آواز انشاء اللہ تعالیٰ کہا اور پھر نعرہ ہائے تکبیر اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی) لوگ مختلف باتیں کرتے رہتے ہیں لیکن وہ باتیں ہمارے دل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار تو نہیں چھین سکتیں اور نہ مکّہ کی عظمت کو ہمارے دل سے مٹا سکتی ہیں۔ پاکستان تو بعد میں بنا ہے پہلے ہندوستان تھا جس میں ہمارے یہ علاقے بھی شامل تھے۔ ۱۸۶۰ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان انہوں نے اس قسم کے اعلان کئے کہ ہندوستان کے سارے مسلمان عیسائی ہو چکے ہوں گے۔ یہاں ایک علاّمہ تھے جو بعد میں پادری بن گئے عماد الدین ان کا نام تھا۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا جو ایک عیسائی کانفرنس میں پڑھا گیا میرا خیال ہے کہ اس کی بھی ایک کاپی یہاں ہمارے پاس موجود ہے اس میں انہوں نے کہا کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ اس کے بعد اگر کسی ہندوستانی عیسائی کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ مرنے سے پہلے کسی مسلمان کا منہ تو دیکھ لے تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوگی لیکن اب حالات بدل گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی اتباع کے طفیل خدا تعالیٰ سے جو دلائل عیسائیت کے خلاف اور حقانیتِ اسلام کے حق میں ملے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم نے جو کانفرنس کی اس کا بہت اثر ہوا۔ ہم ایک چھوٹی سی جماعت ہیں، غریب سی جماعت کوئی اقتدار نہ رکھنے والی جماعت، لیکن قربانیاں کرنے والی جماعت، جس کے دوسو کے قریب فدائی اپنے خرچ پر پاکستان سے اس کانفرنس میں چلے گئے غریب غریب لوگ، مَیں شکلیں دیکھتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہ انہوں نے پیسے کہاں سے اکٹھے کئے یہاں آنے کے لئے۔ اُن کو تو کسی نے ایک دھیلہ باہر سے **مدد** نہیں دی۔ اپنے خرچ پر گئے۔ اُن کے دلوں میں جوش تھا کہ عیسائیت کے مرکز سے خدائے واحد و یگانہ کی بزرگی اور کبریائی کی آواز بلند ہوگی ہم بھی جا کر اس میں شامل ہوں۔

جس وقت اس کانفرنس کا چرچا ہوا تو دو نمایاں اثر ہوئے۔ ویسے تو بہت سے اثرات ہیں لیکن یہ مضمون زیادہ لمبا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی اسے بیان کرتے ہوئے ہم انشاء اللہ آگے بھی چلیں گے۔ بہرحال دو باتیں بہت نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کپڑا جو غالباً چودہ فٹ تین انچ لمبا اور چار فٹ سات انچ چوڑا ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب سے اترنے کے بعد مرہم لگا کر رکھا گیا تھا اور اس پر مرہم کے نشان اور حضرت مسیحؑ کی شبیہ بھی ہے (لوگ کہتے ہیں۔ صحیح یا غلط یہ وہ جانیں) اس کو کفن مسیحؑ بھی کہتے ہیں اور ''شراوَڈ آف ٹیورن'' بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ٹیورن کے گرجا میں ہے اس کے متعلق انہوں نے یہ اعلان کیا کہ مئی کے مہینے میں اس کا سائنسی طریقوں سے ٹیسٹ ہوگا۔ اب سائنس نے بڑی ترقی کر لی ہے۔ ایک کاربن ۱۴ کا ٹیسٹ ہے جو کپڑے کی عمر بتا سکتا ہے۔ اگر وہ ٹیسٹ لیں تو وہ بتا دے گا کہ یہ دو ہزار سال پہلے کا ہے یا صرف ۵۰۰ سال پہلے کا ہے۔ ویسے ۵۰۰ کا نہیں ہے اس سے زیادہ عرصہ سے تو ان کے پاس ہے۔ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ غالباً ایک ہزار یا بارہ صد سال سے اُن کے پاس ہے اور اس سے پہلے بھی یہ محفوظ چلا آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مئی میں وہ ٹیسٹ بھی ہوگا اور دوسرے اور بہت سے ٹیسٹ ہوں گے۔ پھر جب ہماری طرف سے یہ اعلان ہوا کہ ۲۔۳۔۴ جون کو جماعت احمدیہ کی طرف سے کانفرنس ہوگی تو چرچ نے اعلان کیا کہ ٹیورن شراوَڈ کے متعلق، کفن مسیحؑ کے متعلق جو سائنسی تحقیق ہونی تھی وہ غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے اس بات کو مَیں اختتام تک پہنچا دوں اس کے بعد مَیں کانفرنس کے اثرات بھی بتاؤں گا۔ میرے واپس آنے سے چند دن پہلے ایک احمدی نے امریکہ کے کسی اخبار کا تراشہ مجھے بھیجا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ چرچ نے یہ اعلان کیا ہے کہ اب اکتوبر میں کسی وقت وہ سائنسی تحقیق ہوگی۔ انہوں نے بہت ترقی یافتہ آلات بنائے ہیں جو تصویریں لیں گے۔ امریکہ کا ہوائی جہازوں کا محکمہ وہ آلات استعمال کرتا ہے اور وہ بڑے Sophisticated ہیں اور بڑے عجیب' وران

کے خیال میں بڑے صحیح نتائج نکالتے ہیں اور گھنٹوں میں نتائج نکل آتے ہیں کیونکہ جو جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی بات ہے اگر کوئی شخص کہے کہ مَیں جو چیز امریکہ کی فوج کے ہاتھ میں رکھ رہا ہوں۔ یہ تیس سال کے بعد نتیجہ بتائے گی تو قوم اُس کے منہ پر تھپڑ مارے گی کہ تیس سال میں تو ہم پتہ نہیں دو جنگیں لڑ چکے ہوں گے۔ تیس سال پہلے کا نتیجہ ہم کیا کریں گے پس ایسے آلات ہیں جو منٹوں میں نہیں تو گھنٹوں میں نتیجہ نکال دیتے ہیں اور اس کا پتہ لگ جاتا ہے انہوں نے بڑی Advanced لیبارٹریز بنالی ہیں۔ بہرحال انہوں نے اعلان کیا کہ یہ سائنسی تحقیق اکتوبر میں ہوگی لیکن اس تحقیق میں کاربن ۱۴ کا ٹیسٹ نہیں ہوگا جس سے کہ عمر کا پتہ لگتا ہے اور اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ ابھی تو یہ ٹیکنیک پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوئی جب مکمل ہو جائے گی تو پھر دیکھیں گے۔ اس کے علاوہ جو تصاویر لینی ہیں اور دوسرے ٹیسٹ ہیں وہ اکتوبر میں ہوں گے۔ لیکن ان کا نتیجہ آج سے تیس سال کے بعد بتایا جائے گا۔ جو آلات تم استعمال کر رہے ہو ان سے تو نتیجہ گھنٹوں میں پتہ لگ جاتا ہے یہ تیس سال تک اس کو راز میں رکھنے کا اعلان ہمیں بتاتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔

جب وہاں پروپیگنڈا ہوا تو یورپ کے عیسائیوں اور دنیا میں دوسرے عیسائیوں میں ایک بے چینی پیدا ہوئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ یا تو ہم ان کے ملکوں پر یلغار کر کے ان کے ایمانوں پر بھی ڈاکہ مارا کرتے تھے اور ان کی دنیوی دولتوں پر بھی ڈاکہ مارا کرتے تھے Colonial age میں جس وقت یہ لوگ سارے افریقہ میں اور ہندوستان میں بھی حاکم بن گئے تھے تو یہ ساری دنیا کی دولت لُوٹ کر اپنے اپنے ملکوں میں لے گئے تھے اور یا یہ حال ہے کہ ایک مسلمان جماعت لندن میں آکر۔ ہمارے ایک عیسائی ملک میں آکر ہماری ایمپائر جو دنیا میں سب سے بڑی تھی اس کے دل میں اپنی کانفرنس منعقد کر رہی ہے۔ وہ ایمپائر جس کے متعلق وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ اس کا سورج غروب ہو گیا اور اس ایمپائر کے دل میں اس کے مرکز میں کچھ نئی کرنیں۔ اسلام کی روشنی کی کرنیں نظر آنے لگ گئیں۔ یہ کیا بات ہو گئی۔ اس گھبراہٹ کو دیکھ کر عیسائیت کے مختلف فرقوں نے جو وہاں ایک کونسل آف برٹش چرچز بنائی ہوئی ہے۔ ان کی طرف سے ۲۳ مئی کو ہماری کانفرنس سے قریباً دس دن پہلے ایک پریس ریلیز جاری ہوئی اور اس کے نیچے ایک نوٹ تھا کہ اخبارات اس خبر کو کانفرنس کی ابتداء تک شائع نہ کریں جب کانفرنس شروع ہو تو اس وقت شائع کی جائے۔ مجھے صحیح تاریخ یاد نہیں کہ انہوں نے مئی کا آخری دن مقرر کیا ہوا تھا یا جون کا پہلا دن تھا۔ کچھ اخباروں نے اسے شائع بھی کر دیا۔ اس کی ایک کاپی انہوں نے ہمارے لندن مشن کو بھی بھیجی مجھے دکھائی گئی تو مَیں نے کہا کہ مَیں بڑا خوش ہوں کہ انہوں نے ہمیں دعوت

دی ہے کہ اس مضمون پر ہمارے ساتھ dialogue کرلو۔ مذاکرہ کرلو۔ اس دعوت نامہ کے اندر ہمیں یہ عجیب بات نظر آئی کہ پہلے ایک خط تھا اور اس کے بعد پریس ریلیز تھی اور خط میں تھا کہ open dialogue یعنی کھلی بات چیت ہوگی چھپی ہوئی نہیں ہوگی۔ نیچے جو پریس ریلیز تھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ unpublicised ہوگی یعنی اسے شائع نہیں کیا جائے گا بلکہ چھپا کر رکھا جائے گا۔ ایک ہی وقت میں وہ open بھی ہوگی اور unpublicised بھی ہوگی۔ اس کا مطلب ہمیں سمجھ نہیں آیا بہر حال مَیں نے کہا کہ ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کانفرنس کے آخری دن ۴ جون کو مَیں نے ایڈریس پڑھا اس کے بعد مکرم چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے ''کونسل آف چرچز'' کا دعوت نامہ پڑھ کر سنایا اور پھر اس کا جواب خود میں نے پڑھکر سنایا۔ کچھ پوائنٹس تھے ان کا جواب دیا اور میں نے کہا بڑی اچھی بات ہے ہم تو ہر وقت تیار ہیں اور صرف ''کونسل آف چرچز'' سے ہی نہیں بلکہ یہ مذاکرہ دنیا کے مختلف حصّوں میں ہونا چاہئے ایشیا میں بھی ہونا چاہئے انگلستان میں بھی ہونا چاہئے اور امریکہ اور دوسری جگہوں میں بھی ہونا چاہئے اور صرف تمہارے مختلف چرچز کی تنظیم سے نہیں بلکہ کیتھولیسزم سے بھی ہونا چاہئے۔ جو کہ سب سے بڑی اور مضبوط جماعت ہے جس کا head روم میں پوپ ہے۔ چنانچہ ان کو بھی میں نے دعوت دی کہ آپ بھی مذاکرہ میں تبادلہ خیال میں شریک ہوں خواہ ان کے ساتھ مل کر یا علیحدہ جیسے آپ چاہیں۔ ہمیں تو خدا نے پیدا ہی اس کام کے لئے کیا ہے ہم کسی سے گھبراتے تو نہیں۔ غرض ایک تو اس دن اعلان ہوگیا اور پھر ان صاحب کو لکھ کر بھیجا گیا جو غالباً سیکرٹری یا صدر ہیں جن کے دستخط سے وہ دعوت نامہ آیا تھا کہ امام جماعت نے اسے منظور کرلیا ہے۔ اب آپ شرائط طے کریں لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ غالباً ۳۔۴ ہفتے کے بعد مَیں نے کہا کہ تم خاموش کیوں بیٹھے ہو ان کو یاددہانی کراؤ۔ پھر ان کو reminder بھیجا گیا یاد دہانی کرائی گئی۔ اور اس کا جواب ایک اور پادری کی طرف سے آیا جو انہی کے ساتھی تھے۔ انہوں نے ان صاحب کا نام لیا جن کے دستخط سے پہلا خط آیا تھا اور لکھا کہ انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ مَیں آپ کو یہ خط لکھوں کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو اسلام کے متعلق کچھ پتہ ہی نہیں ہے اس واسطے مَیں آپ کے قبولِ دعوت نامہ کا کیا جواب دوں؟ اس لئے وہ عیسائیت کے ماہروں سے مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ یہ نہیں لکھا کہ اس مشورہ پر وہ ایک مہینہ لگائیں گے یا ایک صدی لگائیں گے۔ یہ وہ جانیں واللہ اعلم۔ مَیں نے وہاں سے ساری دنیا میں احمدیوں کو یہ کہا کہ تم اپنے اپنے ملکوں میں ان کا دعوت نامہ اور میرا جواب وہاں کے بشپس کو بھجواؤ اور ان سے کہو کہ اگر تم تیار ہو تو ہم تمہارے ساتھ بھی تبادلہ خیال کرنے کو تیار ہیں ۔ اس وقت جس فرقے کی طاقت سب سے زیادہ ہے کیتھولیسزم ہے اگر باقی سب فرقوں کو ملا کر ایک فرقہ

سمجھا جائے تب بھی سب سے زیادہ طاقت کیتھولسزم کی ہے۔ چنانچہ مَیں نے کہا کہ کیتھولک بشپس کو ضرور لکھو اور ساری دنیا میں کیتھولک بشپس کو لکھا گیا لیکن اکثر نے جواب ہی نہیں دیا صرف چند ایک نے جواب دیا اور جنہوں نے جواب دیا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم جماعتِ احمدیہ سے کوئی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس کانفرنس کے جو نتائج ابھی تک نکلے ہیں وہ بڑے شاندار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صد سالہ منصوبہ کو خدا تعالیٰ نے یہ بڑی برکت عطا کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور غلبہ اسلام میں ہماری حرکت جو آگے ہی آگے بڑھ رہی ہے اس میں اپنے اثرات کے لحاظ سے نمایاں حصہ اس کانفرنس کا ہے اور ہوگا۔ ایک اور بڑا اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی محققین نے بھی تحقیق شروع کی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ اترے اور جو دس گم شدہ قبائل تھے Lost tribes of Israel ان میں جا کر انہوں نے تبلیغ کی اور کشمیر گئے اور وہاں وفات پائی اور وہاں ان کی قبر ہے چنانچہ اس کانفرنس کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں نے تحقیق کی تھی لیکن ان کی تحقیق کا نتیجہ کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا تھا مسودے پڑے ہوئے تھے۔ سویڈن کی ایک عورت نے لکھا کہ میرے باپ نے تو ساری عمر تحقیق کر کے وہی نتیجہ نکالا تھا جس پر آپ اس وقت کانفرنس کر رہے ہیں اس لئے مجھے بہت دلچسپی ہے۔ میرا باپ تو فوت ہو گیا ہے مسودہ میرے پاس پڑا ہوا ہے اس کی زندگی میں نہیں چھپ سکا اور نہ مَیں چھاپ سکی ہوں۔ آپ مجھے دعوت دیں کہ میں بھی آ کر attend کروں۔ چنانچہ وہ بھی آ گئی اور اسی طرح چُھپے ہوئے اور بہت سے لوگوں کی طرف سے اطلاع آ گئی کہ ہم نے بھی تحقیق کی ہے اور اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ اترے اور بعد میں لمبا عرصہ زندہ رہے اور انہوں نے بنی اسرائیل کے گمشدہ دس قبائل میں تبلیغ کی۔ بارہ میں سے دس قبائل یعنی اسّی فیصد لوگوں میں انہوں نے تبلیغ کی اور ان کو عیسائی بنایا اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا اور انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا اور جنہوں نے قبول نہیں کیا ان کو مَیں نے دعوت دی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ چند منٹ کے لئے آپ اسی انگریزی تقریر کا ایک حصّہ سن لیں۔

(چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن کانفرنس میں اپنی تقریر کا ایک حصہ تقریباً ۵ منٹ تک ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ سنایا جس میں آپ نے احسن رنگ میں عیسائیوں کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف اور اسلام کی طرف بلایا تھا)

پھر فرمایا:

بڑی وضاحت کے ساتھ اس کانفرنس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے جو بیان کیا ہے اسے اور انجیل میں اس وقت بھی اور ان حالات میں بھی جو حقیقتیں پائی جاتی ہیں انہیں تاریخ میں حضرت مسیحؑ کے متعلق جو باتیں ہیں انہیں طب کی کتب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اترنے کے متعلق جو شہادتیں ہیں انہیں اور اس قسم کے دیگر تمام مضامین کو بیان کیا گیا۔ مختلف مقررین اور محققین نے جن میں احمدی بھی تھے اور وہ بھی تھے جو احمدی نہیں اور اسلام کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور عیسائی بھی تھے اور واللہ اعلم شاید بعض ایسے بھی ہوں جو عیسائیت کو چھوڑ چکے ہوں۔ ان سب نے مقالے پڑھے اور ہر چیز کھول کر بیان کر دی۔ مَیں نے چونکہ آخر میں بولنا تھا اس لئے میرے لئے دِقّت یہ تھی کہ مجھ سے پہلے ہر موضوع پر بہت تفصیل کے ساتھ کوئی نہ کوئی بول چکا تھا۔ اس لئے اور مَیں خوش ہوں کہ اس لئے مجھے بہت دعائیں کرنے کی توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے مضمون میں شرمندہ نہ کیا بلکہ ایک نہایت اچھا اور مؤثر مضمون تیار ہو گیا اور جیسا کہ آپ نے سنا جو چیز صرف مَیں ہی کر سکتا تھا یعنی ان کو دعوت دینا اسلام کی طرف اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے کی طرف اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر لینے کی طرف وہ دعوت مَیں نے بڑے پیار کے ساتھ مگر زوردار الفاظ میں اُن تک پہنچا دی اور جن علاقوں کی خبریں اس انگریز ایجنسی کے پاس پہنچیں جن کو ہم نے اطلاعات اکٹھی کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اس کے مطابق ۱۴ کروڑ انسانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لیکن یہ تعداد کم ہے کیونکہ ہماری اطلاع کے مطابق ان علاقوں کے علاوہ افریقہ کے عیسائی اخباروں نے اس کانفرنس کے متعلق اور اس عقیدہ کے متعلق ۴۔۴ صفحے کے ضمیمے لکھے اور ایک شخص کہنے لگے کہ مجھے میرے کسی واقف نے اطلاع دی ہے کہ ساؤتھ امریکہ میں (جہاں ہمارا کوئی مشن بھی نہیں اور ہمیں براہ راست کوئی اطلاع بھی نہیں آئی) ایک اخبار نے نصف صفحے سے زیادہ ان عقائد کے متعلق خبر دی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر بھی شائع کی۔ اسی طرح ایران میں اور ایشیا کے بہت سے ملکوں میں چھپا۔ جاپان میں ٹوکیو سے انگریزی کا ایک بہت بڑا اخبار نکلتا ہے اس میں ایک لمبی خط و کتابت شائع ہوئی۔ وہاں ہمارے مبلغ نے اس میں مضمون لکھا پھر کسی نے اس کے خلاف اور کسی نے اس کی تائید میں لکھا لمبا چوڑا قصّہ چلا۔ اخبار کچھ عرصے کے بعد اسے بند کر دیتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خود اخبار پر اتنا اثر تھا کہ انہوں نے ہمارے مبلغ کو لکھا کہ اب ہم صرف ایک خط شائع کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد بند کر دیں گے اور ہم چاہتے ہیں کہ آخری خط جو شائع ہو وہ تمہارا ہو۔ چنانچہ ہمارے مبلغ کو موقع مل گیا اور انہوں نے سارا مواد اکٹھا کر کے مجموعی طور پر جو کچھ ہو چکا تھا اور جو چرچ کا ردّ عمل تھا اس کے بارہ میں خط لکھ دیا۔ دعوت تو خود چرچ نے دی تھی

اور اب ان کا ردّ عمل بڑا عجیب ہے۔ اگر ہم نے دعوت دی ہوتی تو تم کہتے کہ نہیں مانتے لیکن تم نے دعوت دی اور ہم نے مان لی اور خوشی سے مانی اور ہم نے کہا کہ پیار اور محبت کی فضا میں تبادلہ خیال ہونا چاہئے تا کہ دنیا پر حقیقت آشکار ہو اور جب ہم نے اسے مان لیا تو تم نے بہانے کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ چلے گا نہیں۔ کسی نہ کسی وقت عیسائی دنیا اپنے پادریوں کو مجبور کرے گی کہ وہ مذاکرہ کریں انشاء اللہ! غرض یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہے اور اگلی صدی کے استقبال کا جو منصوبہ ہے اس کے لئے تیار کیا ہے اور عیسائی دنیا کو پکڑ کر جھنجوڑا ہے۔

سویڈن میں سٹاک ہام میں ایک پریس کانفرنس میں مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا اس قبر کو کھود کر اس کی تحقیق ہونی چاہئے؟ میں نے کہا ہونی چاہئے۔ کہنے لگے کہ ہوئی یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں ہوئی۔ کہنے لگے کہ ہم نے تو ایک مضمون شائع کر دیا ہے جس میں کسی کے حوالے سے یہ لکھ دیا ہے کہ اس کی تحقیق ہوئی ہے۔ مَیں نے کہا آپ نے غلط لکھ دیا ہے۔ سویڈن کے ایک اور شہر مالمو میں بھی ہماری جماعت ہے۔ مَیں سٹاک ہام سے گوٹن برگ آیا جہاں ہماری مسجد ہے وہاں سے ڈنمارک جاتے ہوئے رستہ میں مالمو آتا ہے۔ وہاں مَیں دو تین گھنٹے کے لئے ٹھہرا تو اتفاقاً وہاں وہی شخص مل گئے جن کا مضمون چھپا تھا۔ وہ سویڈن کے مانے ہوئے محقق ہیں۔ مَیں نے ان کو کہا کہ یہ کیا آپ نے غلط بات لکھ دی۔ انہوں نے کیا مَیں اس کا ذمہ دار نہیں مجھے ایک کشمیری نے بتایا تھا اور مَیں یونہی بے خیالی میں لکھ گیا کہ قبر کھود دی گئی اور اس کی تحقیق ہوئی۔ پرانے زمانے میں دستور تھا اور مسلمانوں کی بعض قبریں ایسی ہیں کہ اصل جگہ جہاں دفنایا جاتا تھا اس کے اوپر ایک کمرہ سا بنا کر اس کمرے کی چھت پر بالکل اسی قبر کی نقل بنا دیتے تھے تا کہ اصل قبر محفوظ رہے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ فوت ہوئے تو سارے یہودیوں نے جو ان کی تبلیغ سے عیسائی ہوئے تھے کثرت سے وہاں آنا تھا اور ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں کوئی مٹی اٹھاتا ہے کوئی کسی چیز کو چھیڑتا ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت کے لئے اس کے اوپر بالکل اسی کی شکل کی قبر بنائی ہوئی ہے اور اس کے سرہانے دیا رکھنے کی جگہ پر صلیب بنی ہوئی ہے۔ کسی مسلمان کے سرہانے تو کوئی صلیب نہیں بناتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو چیز میں آپ کو بتانے لگا ہوں وہ یہ ہے اس قبر کی تحقیق نہیں ہوئی لیکن ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہمارے دل میں کوئی گھبراہٹ پیدا نہیں ہوئی اس واسطے کہ یہ بتانے والا علاّم الغیوب خدا ہے کہ یہاں حضرت مسیحؑ دفن ہیں۔ دنیا جو چاہے کرے لیکن ثابت یہی ہوگا کہ حضرت مسیح کا جسدِ عنصری اسی جگہ دفن ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہمارے اختیار میں تو نہیں کہ ہم وہاں جا کر تحقیق کریں اس واسطے جب مجھ سے پوچھا گیا کہ ہونی چاہئے؟ تو مَیں نے کہا کہ ہونی چاہئے۔ ہماری

کانفرنس میں اس سلسلہ میں ایک ریزولیوشن (resolution) بھی پاس ہوا تھا۔

جو کام کرنے والے ہیں وہ بڑے عظیم ہیں اور وہ بڑی محنت چاہتے ہیں بڑی قربانی چاہتے ہیں آنے والی نسلوں کی بڑی تربیت چاہتے ہیں۔ میرے ذہن میں اور بھی باتیں تھیں وہ پھر کسی وقت بیان ہو جائیں گی۔ اب اس وقت مَیں دعا پر اس کو ختم کروں گا۔ جو چیز مَیں آپ کو بتانا چاہتا تھا جس کے کچھ حصّے مَیں نے بتائے ہیں وہ یہ ہے کہ انگریزی کا محاورہ ہے ''In the thick of it'' پیشگوئیوں کے مطابق جو جنگ نور کی ظلمات سے آخری جنگ قرار دی گئی تھی وہ گھمسان کی شکل اختیار کر گئی ہے اور اس کے وسط میں اس وقت ہم اپنے آپ کو کھڑا پاتے ہیں۔ پس یہ بے فکری کا اور بے پرواہی کا زمانہ نہیں نہ میرے لئے نہ آپ کے لئے نہ میرے بچوں کے لئے اور نہ آپ کے بچوں کے لئے۔ ہمیں اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے جب تک کہ ہم ظلمات کی یلغار کو جیسا کہ پیشگوئی کی گئی ہے اور بشارت دی گئی ہے اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے شکست نہ دے دیں اور اللہ جو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اس کا نور ساری دنیا میں پھیل جائے اور انسان کا دل اس سے منور ہو جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد پورا ہو جائے کہ نوعِ انسانی کو امّتِ واحدہ بنا دیا جائے اور جو امّتِ واحدہ سے باہر رہنے والے ہوں ان کی دنیا میں کوئی حیثیت باقی نہ رہے اور دنیا کی بڑی بھاری اکثریت سارے انسانوں کا ۹۵ فیصد یا ۹۸ فیصد یا ۹۹ فیصد یا ہزار میں سے ۹۹۹ مسلمان ہو چکے ہوں۔ اس قسم کے حالات انشاء اللہ پیدا ہوں لیکن یہ حالات جو ہمیں افقِ غلبۂ اسلام پر روحانی آنکھ سے نظر آ رہے ہیں اس کے لئے ہمارے جسموں اور ہماری روحوں نے قربانیاں دینی ہیں لیکن یہ قربانیاں محض مادی قربانیاں نہیں ہیں بلکہ ان میں بنیادی حیثیت رکھنے والی قربانی یہ ہے کہ ہم اپنے وقتوں کو خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں میں خرچ کریں کہ خدا تعالیٰ نوعِ انسانی پر رحم فرمائے اور انسانیت جو آج گندی زیست کی دلدل میں نیچے ہی نیچے دھنستی چلی جا رہی ہے، مَیں کہتا ہوں کہ گردن تک ڈوب گئی ہے خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کو منہ سے پکڑیں اور اُوپر نکال لیں اور خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر سے انسان کو محفوظ کر لیا جائے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کو پہچاننے لگیں اس کی recognition معرفت اور عرفان انہیں حاصل ہو۔ اس قدر پیار کرنے والے رب سے وہ دُور پڑے ہیں۔ اتنی محرومی! اور اس محرومی کا انہیں احساس نہیں۔ محسنِ اعظم صلعم کو وہ پہچانتے نہیں اور اس کے احسان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اتنا احسان ہے اتنا احسان ہے کہ سمندروں کے پانی تو ایک قطرہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کے سمندر کے مقابلہ میں۔ لیکن ان لوگوں کو کوئی احساس ہی نہیں، کوئی علم ہی نہیں، کوئی توجہ ہی نہیں، ساری دنیا کو اس طرف لے کر آنا ہماری ذمہ داری ہے لیکن تلوار

کے زور سے یا سر پھوڑ کر یا ایٹم بم استعمال کر کے یا اس سے بھی زیادہ مہلک ہتھیار جو آج انسان ایجاد کر رہا ہے اس کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اس سے دعائیں کر کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہمارے لئے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۝ ❶ کا اُسوہ چھوڑا ہے اس اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ نبی ہیں، قیامت تک کے لئے۔ آپؐ کی قوّتِ قدسیہ اور روحانی فیضان بنی نوع انسان کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ آپؐ کے قدموں پر جمع ہوں اور آپؐ کے فیوض سے حصّہ لیں۔ پس آپ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی فضل کرے اور رحم کرے اور اپنے پیار سے ہمیں نوازے اور ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے اور ہمیں آئندہ کی غلطیوں سے بچائے اور بنی نوع انسان کی خدمت کا جو فریضہ ہم پر عاید کیا گیا ہے ہمیں اسے مادی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی پوری طرح اور کامل طور پر نباہنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں توفیق دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھاٹھیں مارنے والے پیار کے سمندر میں سے ہم اپنے برتن بھریں اور اس پیاسی دنیا کے مُنہ کے ساتھ جا کر لگائیں اور اس پیار کے نتیجہ میں ان کے دلوں کو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنے میں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔

اب آپ جائیں گے۔ خدا تعالیٰ سفر وحضر میں آپ کا ناصر ہو اور محافظ ہو اور آپ اس کی پناہ میں رہیں اور آپ کو وہ ہر شر سے محفوظ رکھے اور ہر خیر میں آپ کو حصّہ دار بنائے۔ آپ کو دُنیا پر احسان کرنے والا وجود بنائے، دنیا کا خادم بنائے، فسادات کو دُور کرنے والا بنائے، فساد سے بچنے والا بنائے اور آپ دنیا پر یہ ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر جو ذمہ داری ڈالی تھی خدا نے پھر اپنے فضل سے یہ توفیق بھی دی کہ ہم نے اس کو نباہ لیا۔ اور جب ہم اپنے فرائض پورے کر کے مریں تو خدا تعالیٰ ہم سے غصّے نہ ہو اور ناراض نہ ہو بلکہ ہم سے پیار کرنے والا ہو اور ہم اس کی رضا کی جنتوں میں جانے والے ہوں۔ اَللّٰھُمّ اٰمین۔

اِس خطاب کے بعد حضور نے انصار اللہ کا عہد دہروایا۔ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر حضور کے ساتھ یہ عہد دُہرایا اور اس کے بعد اجتماعی دعا ہوئی جس کے ساتھ یہ بابرکت اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

(غیر مطبوعہ)

---

❶ سورۃ الشعراء آیت ۴

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۲۶/اخاء ۱۳۵۸ ہش ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیّدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے ۲۲ رویں سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے مورخہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جو خطاب فرمایا تھا۔ اس کا متن ذیل میں افادۂ احباب کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے حضور کا یہ خطاب مکرم مولوی عبدالعزیز ونیس صاحب مربی سلسلہ نے اونچی آواز میں احباب تک پہنچایا۔

تشہد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورؒ نے فرمایا:

''انسانوں کو عادتیں بھی پڑ جاتی ہیں۔ مَیں نے ساری عمر اس بات کا خیال رکھا کہ عادت نہ پڑے لیکن اب معلوم ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر پر بات کرنے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اس سے قبل اس مجمع سے بھی بڑے مجمعوں میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے مَیں تقریر کرتا رہا ہوں۔ مگر اب بُری عادت پڑ چکی ہے اور ونیس صاحب کی آواز کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ کی حیثیت سے مبعوث ہوئے اور جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے۔ آپؐ تمام بنی نوع انسان کی طرف نہ ختم ہونے والی رحمتوں کو ساتھ لئے بطور نبی کے مبعوث ہوئے۔ اس لئے جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے انسان انسان میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں کیا۔ آپؐ سب کے لئے ہی رحمت، مومن و کافر کا یہاں سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جو تعلیم آپؐ لے کر آئے اُس کا ہر حکم، امر ہو یا نہی۔ مومن کے لئے بھی رحمت ہے۔ اور کافر کے لئے بھی رحمت ہے۔

جو احکام آپؐ لے کر آئے اُن میں سے اِس وقت مَیں کچھ کہوں گا۔

انسان کو عمل صالح کا حکم ہے یعنی جو کچھ بھی وہ کرے خدا تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم کی روشنی میں کرے۔ اور اس تعلیم کی وُسعت بہت بڑی ہے۔

ہمارے اعمال ہماری زبان سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور زبان سے تعلق رکھنے والے اعمال صالحہ

بہت سے ہیں۔ اُن میں سے مَیں ایک کو اس وقت لوں گا جس کی بنیادی حیثیت ہے اور وہ ہے ''بولنا''
تعلیم یہ دی کہ (۱) جھوٹ مت بولو۔ (۲) دوسرے یہ کہ سچ بولو۔ تیسرے یہ کہ صرف سچ نہیں بلکہ قول سدید ہو۔ سچ بھی ہو اور ہر قسم کی کجی سے پاک بھی ہو۔ اور اس پر زائد یہ کہ قولِ طیب بھی ہو۔ یعنی جھوٹ نہ ہو سچ ہو، سدید ہو اور طیب بھی ہو۔ طیب کے معنی ہیں جو موافق ہو۔ یہ موافق ہونا انسان کے مخاطب کو مدنظر رکھ کر بھی ہے یعنی جس ماحول میں باتیں کر رہے ہو اُس ماحول میں سُننے والوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے والی باتیں کرو۔ فرمایا:

جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص سے اُس کی عقل کے مطابق بات کرو۔ یہ طیب ہی کی تفسیر ہے۔

پھر جہاں تک حقوق کا سوال ہے۔ اسلام نے حقوق کی تعیین اور اُن کی حفاظت کے سلسلہ میں انسان انسان میں کوئی تمیز نہیں کی مثلاً لیاقت کے لحاظ سے انسان میں پیدائشی فرق تو ہے لیکن حکم یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو معاشرہ میں اُس کی لیاقت کے مطابق مقام دیا جائے اور اس میں مسلم و کافر کی کوئی تمیز نہیں۔ فرمایا:

''اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا'' ❶ اسلامی تعلیم اہلیت کے مطابق تقرّریاں بھی کرتی ہے اور ترقیات بھی دیتی ہے۔ اس کی بیسیوں مثالیں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملتی ہیں۔ خلفائے راشدین نے اپنے اپنے فن کے ماہرین کو مدینہ بلا کر بہت سے شعبوں کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا۔ حالانکہ ان لوگوں کا تعلق نہ صرف یہ کہ غیر مسلم عقائد کے ساتھ تھا بلکہ اسلام سے لڑنے والی جنگجو اقوام کے ساتھ بھی تھا۔

اسلام ایک حسین مذہب ہے۔ قولاً نہ فعلاً کسی جگہ بھی دُکھ کے سامان نہیں پیدا کئے اس نے بلکہ ہر ایک کے لئے مسرت اور اطمینان کے حالات پیدا کئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان کے ہاتھ میں کُند تلواریں تھیں، اسلام کے حُسن نے لاکھوں لاکھوں انسانوں کے دل جیتے اور اس پیاری تعلیم نے اُنہیں ربِّ کریم کے محبوب رسولؐ کے قدموں میں لا بٹھایا۔

پس انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ اپنی زندگیاں اس نمونہ کے مطابق ڈھالیں اور انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ اپنی نسلوں کی صحیح طور پر تربیت کریں۔ اپنے گھروں میں بچوں کو اسلام سکھائیں۔ قرآن پڑھائیں۔ ہمارے رسولؐ کی پیاری باتیں اُن کے کانوں میں ڈالیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق حضرت مہدیؑ کی باتیں اُن تک پہنچائیں۔ اور مہدی علیہ السلام کی کُتب کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنی نسلوں کو بھی کروائیں تاکہ جو ہماری ذمہ داری ہے کہ ساری دنیا میں اسلام غالب ہو۔ اس

❶ سورۃ النساء:۵۹

ذمہ داری کو کماحقہٗ ادا کرسکیں۔اور اپنے خدا کے حضور سرخرو ہو جائیں۔

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

اور خدا تعالیٰ نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے۔وہ ہمیں کامیاب طریقے پر کرنے کی وہ خود توفیق عطا کرے۔آمین۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۲۸؍اخاء ۱۳۵۸ہش ۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے موقع پر مورخہ ۲۸؍اخاء ۱۳۵۸ہش (۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۹ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اختتامی خطاب فرمایا۔ اس کا مکمل متن ذیل میں درج ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

''سورۂ انفال کی پانچویں آیت یوں ہے۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مذکورہ بالا صفات رکھنے والے جن کا ذکر پہلی چار آیات میں آیا ہے۔ سچے مومن ہیں۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے بڑے بڑے مدارج، بخشش کا سامان اور معزز رزق ہے۔ اس سے ہمیں پتہ لگا کہ مومن دو قسم کے ہیں قرآنی اصطلاح میں۔ ایک وہ جنہیں اس آیت میں الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کہا گیا ہے۔ سچے مومن۔ ایک وہ مومن ہیں جو مومن تو ہیں مگر ان کے لئے قرآن کریم نے سچے مومن کا لفظ استعمال نہیں کیا لفظاً نہ معناً۔

اس آیت میں سچے مومنوں کے لئے تین وعدے دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے حضور ان کے درجات ہیں۔ درجات کے متعلق قرآن کریم نے دوسرے مقامات پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سچے مومن وہ ہیں جو علم حقیقی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ رفیع الدرجات ہیں۔ اور ایک دوسری جگہ فرمایا ہر شخص، ہر قوم کے لئے اس کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ نے درجات مقرر کئے ہوئے ہیں۔

بخشش کا سامان جو یہاں کہا گیا قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بخشش کے تین بنیادی سامان ہیں۔ ایک تو دعا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو انسان جذب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پاتا ہے اور یہ تمام دوسرے سامانوں کی بنیاد ہے۔ دوسرے ہجرت ہے۔ یعنی ہوائے نفس کی یلغار سے بچنا اور دنیا کی

طرف مائل ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا اور ہر گندگی کو اپنے وجود سے نکال باہر کرنا اور کوشش کرنا کہ انسان خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پاک اور مطہرّ بن جائے۔بخشش کا تیسرا اصولی سامان جس کا قرآن عظیم میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ مجاہدہ ہے۔مجاہدہ اپنے نفس کے خلاف بھی ہوتا ہے اور مجاہدہ حقیقتاً ہر اُس طاقت کے خلاف ہے۔ (اصطلاحی معنی میں) جو طاقت کہ انسان کو خدا سے دور لے جانے کی کوشش کرتی ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ میں نے بخشش کے سامان تمہارے لئے پیدا کر دیئے، میری ہدایت کے مطابق میری رضا کے حصول کے لئے ان سامانوں کو استعمال کرو اور میرے پیار کو حاصل کرو۔

تیسری چیز جس کا یہاں ذکر ہے وہ انعام مومنوں کو دیا جائے گا وہ رزق کریم ہے محض رزق نہیں کہا۔خدا تعالیٰ بڑا دیالو ہے اور سب ہی کو دیتا ہے۔مومن ہو یا کافر کسی سے بخل نہیں کرتا۔کسی کو بھوکا نہیں مارتا۔ ہر ایک کی سیری کا اس نے انتظام کیا ہے۔کسی کو جاہل نہیں رکھنا چاہتا ہر ایک کے لئے علم کے حصول کی طاقتیں اس نے مہیا کی ہیں۔کسی کو ظلمات میں بھٹکتے دیکھنا نہیں چاہتا ہر ایک کے لئے نور کے سامان اس نے پیدا کر دیئے۔ بندہ خود اپنے آپ کو ان چیزوں سے محروم کر لیتا ہے۔

پس اس آیت میں ایک تو سچے مومنوں کا ذکر ہے۔ دوسرے اشارۃً ان کا جو سچے مومن نہیں۔ تیسرے بنیادی طور پر سچے مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو انعامات مقرر کئے ہیں ان کا ذکر ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا یہاں تین بنیادی ایسے انعامات کا ذکر ہے۔

یہاں یہ جو فرمایا کہ مذکورہ صفات رکھنے والے ہی سچے مومن ہیں۔ وہ صفات پہلی چار آیات میں یہ بتلائی گئی ہیں۔

نمبر 1۔یہ کہ سچے مومن تقویٰ کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔تقویٰ کے معنٰی ہیں ایسے اعمال صالحہ بجالانا جن کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی امان، حفاظت اور پناہ میں آ جائے۔

دوسرے یہ فرمایا کہ سچے مومن وہ ہیں جو آپس میں اصلاح کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اصلاح یافتہ معاشرہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ معاشرہ سے ہر قسم کی گندگی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

اور تیسرے یہ کہ تقویٰ کے حصول اور اصلاح کی کوشش، ان دو اغراض کے لئے سچا مومن اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گذارتا ہے۔

اور چوتھے یہ کہ ایسا سچا مومن وہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کا شعار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو یہ ہے کہ اس نے اپنی کامل تعلیم، قرآن عظیم میں جو احکام دیئے ہیں ان

پر انسان کاربند رہے۔ اور رسول اللہ کی اطاعت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلمِ حقیقی سے قرآن عظیم کی جو تفسیر سیکھیں اور ہمارے سامنے بیان کریں ہم کوشش کریں کہ اس کے مطابق اپنی زندگی گذارنے والے ہوں۔ رسول اللہ کی اطاعت کے دوسرے معنٰی یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم قرآن کریم کی جو تفسیر کریں خداداد، نورِفراست کے نتیجہ میں، اس کو ہم مضبوطی سے پکڑیں اور اپنی دینی اور دنیوی ترقیات کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری سمجھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو اسوہ ہمارے سامنے پیش کیا اس کے حسن اور عظمت سے ہم واقف ہوں اور اپنی زندگی میں بھی اسی حسن کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے چوتھے معنی یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اجتہاد کیا اس اجتہاد کو ہر دوسرے اجتہاد پر فوقیت دیں اور ان پر اسے بالا سمجھیں اور اپنی فلاح کی بنیاد اُس اجتہاد کے مطابق اعمال صالحہ بجالانے میں دیکھیں۔

پھر ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ سچے مومن کی پانچویں صفت یہ ہے کہ پہلی چار باتوں کے حصول کے نتیجہ میں اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا دل، اس کی روح اور اس کا سارا وجود خشیت اللہ سے بھر جاتا ہے۔

اور چھٹی صفت سچے مومن کی یہ بتائی کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھاتی ہیں۔

آیات کا لفظ قرآن کریم نے دو معانی میں استعمال کیا ہے۔ ایک یہ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ❶ کہ زمین و آسمان کی پیدائش میں آیات بھری ہوئی ہیں۔ ہر چیز جو دستِ قدرتِ باری سے ظاہر ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم آیت ہے۔ اور سچے مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ اس حقیقت پر ایمان بھی لائے اور اس حقیقت سے فائدہ اٹھانے کی ہر آن کوشش بھی کرتا رہے۔ دستِ قدرتِ باری سے ظاہر ہونے والی ہر شے غیر محدود صفات سے متصف ہے۔ مثلاً خشخش کا ایک دانہ ہی لے لو۔ آج تک انسان خشخش کے دانہ کی ساری کی ساری خصوصیات کا علم حاصل نہیں کر سکا۔ ہر نسل پہلے علم پر زیادتی کرتی چلی آئی ہے، زیادتی کرتی چلی جائے گی۔ بظاہر چھوٹی نظر آنے والی چیزیں بھی اپنی عظمت کے لحاظ سے آیات اللہ میں شمار ہوتی ہیں۔ اور انسانی ترقی کا راز اس چیز میں ہے کہ وہ انہیں آیات اللہ سمجھے اور دوسرے آیات کا لفظ اس معنی میں

---

❶ آل عمران آیت ۱۹۱

استعمال ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو معجزات اور نشانات انسان کو اپنی طرف راہبری کرنے کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔ وہ معجزات ونشانات بھی آیت اللہ کہلاتی ہیں۔

اور ہر دو قسم کی آیات کا علم رکھنے کے بعد، ان کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد انسان اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ اُس سرچشمہ کو جس سے وہ نکلیں اُس ہستی کو جس نے انہیں پیدا کیا شناخت کرے اور صرف اُس ہستی پر توکل اور بھروسہ رکھے۔ اور مومن کی، ان آیات میں، ساتویں یہی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھتا ہے اور خدا کے سوا ہر شے کو لاشئے محض سمجھتا ہے۔ نہ اپنے وجود کو کچھ سمجھتا ہے، نہ بڑے سے بڑے انسان پر تکیہ رکھتا ہے، نہ دنیا کی ایجادات کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے، نہ دنیا کے اموال اس کے دل میں کوئی خوف یا جذب پیدا کرتے ہیں، نہ دنیا کی طاقتیں اسے اپنے ربّ کریم سے دور لے جانے میں کامیاب ہوتی ہیں۔ تو سچے مومن کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رکھنے والا اور اسی سے سب کچھ پانے والا ہے۔

کامل توکل دو باتوں کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں مومن کی آٹھویں صفت یہ بیان ہوئی یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کہ وہ حقوق اللہ پورے طور پر ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ دل میں کھوٹ نہیں ہوتا، شرک کی ملونی نہیں ہوتی، غیر اللہ کی طرف کوئی رغبت نہیں ہوتی۔

اور نویں صفت ان کی یہ ہے وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ کہ اللہ کی مخلوق کے سب حقوق ادا کرنے کے لئے ہر وقت وہ تیار رہتے ہیں۔

جب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں اور جب ہم سچے مومنوں کی وہ صفات اپنے سامنے رکھتے ہیں جو یہاں بیان ہوئی ہیں تو ہمارے سامنے ہمارا، جماعتِ احمدیہ کا اور اس کی ذیلی تنظیموں کا انصار اللہ خدام الاحمدیہ کا پروگرام آ جاتا ہے اور اسی کا اس وقت میں اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ اعلان سے قبل یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعتی زندگی کے سو سال پورے ہونے میں قریباً دس سال باقی ہیں اور میرے اس پروگرام کا تعلق اِن دس سالوں سے ہے۔

نمبر ا۔ علوم روحانی کا سیکھنا، اس کے لئے پروگرام یہ ہے کہ عمر کے لحاظ سے ہر بچہ قاعدہ، یسرنا القرآن پڑھنے والا ہو۔ جب میں ہر بچہ کہتا ہوں تو میری مراد ہر احمدی بچہ سے ہے خواہ وہ شہر میں رہنے والا ہو خواہ وہ دیہات میں رہنے والا ہو خواہ وہ بڑی جماعتوں کا ایک طفل ہو خواہ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہو کہ جہاں صرف ایک ہی خاندان احمدی ہے۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے ہر بچے کو قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیا جائے۔

ب ۔ یہ علوم روحانی اور علوم قرآنی کے سیکھنے کے عنوان کے نیچے 'ب نمبرا' یہ ہے کہ عمر کے لحاظ سے ہر طفل ہر خادم ہر نیا احمدی ہر پُرانا غافل احمدی قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی طرف متوجہ ہو۔

اور 'ب نمبر۲' یہ ہے کہ جو قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کے معانی اس کی تفسیر پڑھنے کی طرف متوجہ ہوں۔ جب ہم نے یہ کہا کہ ایک سچا مومن اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کرتا ہے تو وہ شخص جو یہ جانتا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ حکم کیا دیتا ہے۔ وہ اس کی کامل اطاعت کیسے کر سکے گا۔ دوسرے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیسے کر سکے گا جنہوں نے دنیا میں یہ اعلان کیا: اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ❶ کہ جو وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے میں صرف اُسی کی اتباع کرنے والا ہوں۔

تفسیر قرآن سیکھنے کے لئے (: یہ بات ضروری ہے کہ معلم حقیقی اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود جو تفسیر سکھائی ہمیں اس کا علم ہو۔ پس سارے تو نہیں (میں سمجھتا ہوں سارے نہیں سیکھ سکتے) مگر کثرت سے جماعت احمدیہ میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو اُن کتبِ حدیث کو پڑھنے اور جاننے والے ہوں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تفسیر پائی جاتی ہے۔ اور اپنی اس ذمہ داری کو سمجھنے والے ہوں کہ وہ اس پیاری تفسیر کو ہر احمدی کے کان تک پہنچائیں گے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تفسیر کی۔ قرآن کریم سے اس کی مثالیں میں دے کے بتا سکتا ہوں لیکن وہ بڑا لمبا مضمون ہے اس واسطے میں چھوڑ رہا ہوں پھر کسی وقت بتا دوں گا یعنی دو تفسیریں ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور دوسری وہ تفسیر ہے جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کے نتیجہ میں خود کی۔ پھر اس کے بعد وہ تفاسیر ہیں جو چودہ سو سال پر پھیلی ہوئی ہیں اور چودہ سو سال میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کو حل کرتی ہیں۔ اس وعدہ کے مطابق کہ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ❷ کہ ہر زمانہ میں ہر نسل کے لئے اُس نسل کے نئے مسائل حل کرنے کی خاطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے خدا کی نگاہ میں جو مطہّر ہوں گے۔ انہیں ایسی تفاسیر سکھائی جائیں گی اور یہ مطالعہ قرآن کریم کی عظمت ظاہر کرتا ہے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ ہر بگڑے ہوئے ماحول میں جب انسان اپنے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو جائے تو انسان کی مدد کے لئے خدا اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن ہی آتا رہا۔ آتا رہے گا۔

پروگرام نمبر۲۔ یہ جو کہا گیا کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش آیاتِ باری سے بھری ہوئی ہے اس میں یہ حکم پنہاں ہے کہ جن علوم کو دنیوی علوم کہا جاتا ہے جن کا تعلق افلاک سے ہے۔ کیمیا سے ہے طبیعات

❶ سورہ یونس آیت: ۱۶ ❷ سورۃ الواقعہ آیت ۷۸ تا ۸۱

سے ہے کھانے پینے کی اشیاء سے ہے زراعت سے ہے، طب سے ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اُن میں بھی خدا کی آیات نظر آتی ہیں۔ اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ان کا بھی ایک مسلمان کے لئے سیکھنا ضروری ہے۔ اس لئے آج مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعت، میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے، اپنی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے اور دنیا پر احسان کرنے کی خاطر، خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں دنیوی علوم بھی روحانی نور کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے سیکھنے کی کوشش کرے۔ اور اِس دس سال میں یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارا کوئی بچہ بھی میٹرک سے کم تعلیم کا نہ ہو۔ اِس کی ذمہ داری امرائے اضلاع پر ہے۔ تنظیم انصاراللہ پر ہے۔ تنظیم خدام الاحمدیہ پر ہے۔ جماعت پر ہے۔ پوری کوشش کریں کہ ہر احمدی بچہ کم از کم میٹرک تک پڑھ جائے دس سال کے اندر اندر۔ اور پھر وہ بچے جب دسویں پاس کریں اور یہ پتہ لگے ہمیں کہ بعض بڑے ذہین ہیں تو ان کے آگے پڑھانے کا جماعت ذمہ لے وہ انتظام کرے۔ تاکہ خدا تعالیٰ نے جو اتنا بڑا اہم پر احسان کیا کہ ہم غریبوں کے گھروں میں ذہین بچے پیدا کر دیئے اور ذہانت سے ہماری جھولیاں بھر دیں ہم ان سے بے اعتنائی کر کے ناشکرے نہ بننے والے ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے شکرگذار بندوں سے پیار کرتا اور وہ جو شکر نہیں کرتے اس کا، غصّے کی نگاہ ان پر ڈالتا ہے۔

پروگرام کا تیسرا حصہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت اسلام کے حسین اخلاق پر قائم ہو۔ اور اصلاح یافتہ معاشرہ اپنے ماحول میں پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ معاشرہ کی برائیوں سے خود کو محفوظ رکھنا۔ اور معاشرہ کو برائیوں سے بچانا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور آپ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کوئی بھی معاشرہ کو برائیوں سے بچانے کی کوشش میں ہو اس کو آپ کا پورا تعاون حاصل ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَیں اخلاق کو کامل کرنے کے لئے بھی مبعوث ہوا ہوں۔ اِس وقت چند موٹی باتیں مَیں آپ کو بتا دوں۔ (۱) کوئی احمدی جھوٹ نہیں بولتا (۲) کسی احمدی کو گالی دینے کی عادت نہیں ہونی چاہئے خصوصاً دیہاتی جماعتیں اس طرف متوجہ ہوں (۳) ہر احمدی اپنی بات کا پکا ہو۔ جو عہد کرے وہ پورا کرے۔ جو بات کہے اس کے مطابق اس کا عمل ہو۔ اور (۴) یہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے جو رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں جماعت کے اندر یا باہر اس قسم کی رنجش نہ پیدا ہونے دے (۵) کوئی احمدی اپنے احمدی بھائی سے نہ دوسرے بھائیوں سے لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا۔ (۶) اگر احمدیوں میں باہمی کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو جہاں تک قانونِ ملکی اجازت دیتا ہو اُس اختلاف کو جماعتی مصالحت کے ذریعہ سے دور کیا جائے۔ اور آپس کی رنجشیں ہرگز پیدا نہ ہونے دی جائے اور نہ کوئی تلخی پیدا ہونے دی جائے۔ (۷)

کوشش کرو کہ پیار سے رہو (۸) کوشش کرو کہ پیار کے ساتھ دنیا کے دل خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا کے پیار کو حاصل کرلو گے۔ اگر تم خدا کے پیار کو حاصل کرلو گے تو ہر دو جہان کی نعمتیں تمہیں مل جائیں گی۔ پھر کسی اَور چیز کی تمہیں ضرورت نہیں رہے گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔''

پھر حضور نے نمازوں کے بارہ میں اعلان فرمایا کہ کھانے سے قبل مسجد مبارک میں نماز ظہر وعصر ہوں گی۔ اس کے بعد فرمایا:

''اِمسال جو مجالس اس اجتماع میں شریک ہوئی ہیں ان کی تعداد ۲۶۷ ہے۔ اور گذشتہ برس کے مقابلہ میں ۱۸۵ کی زیادتی ہے۔ الحمد للہ۔ مگر یہ بھی تسلی بخش نہیں۔ سب جماعتوں کو یہاں آنا چاہئے۔ نمائندے بھیج کر۔ اور اب ہم عہد دہراتے ہیں۔''

اس کے بعد حضور نے انصار اللہ کا عہد دہرایا اور پھر اجتماعی دعا فرمائی۔ جس کے ساتھ یہ بابرکت اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۳۱؍اخاء ۱۳۵۹ہش ۳۱؍اکتوبر ۱۹۸۰ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۳۱؍اخاء ۱۳۵۹ہش ۳۱؍اکتوبر ۱۹۸۰ء کو مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ احاطہ انصاراللہ مرکزیہ ربوہ سے جو افتتاحی خطاب فرمایا اس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

۲۶ جون کو مَیں ربوہ سے سفر پر روانہ ہوا تھا اور ۲۶؍اکتوبر کو واپسی ہوئی۔ جہاں تک ربوہ سے جانے واپس آنے کا سوال ہے پورے چار ماہ ہوئے۔ ان چار ماہ میں تین برّ اعظموں میں زمانہ کی آنکھ نے جو دیکھا وہ تو ایک لمبی داستان ہے۔ آہستہ آہستہ بیان کروں گا یہاں آتے ہی ابھی کوفت دور نہیں ہوئی تھی کہ نئی ذمہ داریاں آ گئیں۔ آج جمعہ، پھر انصاراللہ کا اجتماع، پھر چند دن کے بعد ایک جمعہ اور خدام الاحمدیہ کا اجتماع۔ یہ کام ۳۱؍اکتوبر سے ۹؍نومبر تک رہیں گے۔ پھر سلسلہ کا دوسری نوعیت کے کام کا شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد شائد کچھ آرام کا بھی موقع ملے۔ اگر نہ ملے تو بھی حرج نہیں کیونکہ جب تک میں کام میں لگا رہتا ہوں مجھے کوفت کا احساس نہیں ہوتا۔ جب کام کم ہو جاتا ہے اس وقت تکان اپنا سر اٹھاتی ہے۔

یہ جو کچھ ہو گیا ان چار مہینوں میں اس کا ایک پس منظر بھی ہے۔ جمعہ کے خطبہ میں مَیں نے تحریک جدید کا پس منظر بیان کیا۔ کیونکہ اسی پس منظر کے تسلسل میں ہم اس زمانہ میں داخل ہوئے اور اس میں سے گزرے۔ مختلف واقعات کا ایک اور سلسلہ ہے۔ اِس وقت مَیں ان کے متعلق کچھ بتاؤں گا اور پھر انصاراللہ کی جو ذمہ داریاں ہیں چند ایک کا ان میں سے ذکر کروں گا۔

سپین میں ۷۰ء میں بھی مَیں گیا۔ میڈرڈ گئے، وہاں سے قرطبہ گئے۔ میڈرڈ کے قریب ایک قصبہ ہے طُلیطلہ۔ کچھ عرصہ طلیطلہ مسلمان حکومت کا دارالحکومت بھی رہا۔ یہ قریباً ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ میڈرڈ سے۔ (صحیح فاصلہ اس وقت ذہن میں نہیں کم وبیش اتنا فاصلہ ہے) قرطبہ بہت بڑا شہر ہے۔ اُس وقت بھی بہت بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ آبادی اتنی نہیں تھی۔ دارالحکومت تھا اسلامی حکومت کا۔

کہتے ہیں چھ سو مساجد اِس شہر میں تھیں اور ایک وہ مسجد بھی جو دنیا میں سب سے بڑی مسجد ہے۔ جس مسجد کے مسقّف حصّے میں چالیس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اتنی بڑی مسجد ہے اور یہ مسجد آباد تھی دن کے اوقات میں بھی اور رات کے اوقات میں بھی، اور ایک رات میں کوئی تیس چالیس من تیل اس مسجد میں روشنی کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ نیز اس شہر کے گردونواح میں کئی ہزار مساجد تھیں۔

پھر غرناطہ گئے۔ وہاں عجائبات روحانی و مادی کا ایک شاندار مجموعہ ہے۔ ایک محل ہے وہاں جو بہت سے معجزات اپنے اندر رکھتا ہے۔ عقل اور مہارت جو اللہ تعالیٰ سے اُسی کے حضور جھک کے اور اس کے حضور دعائیں کر کے مسلمان نے حاصل کی۔ اس عقل اور مہارت کے نقوش ہی نہیں بلکہ بعض حقیقتیں بھی ان جگہوں پر جو پانچ سو سال سے کھنڈر کی شکل میں پڑی ہوئی ہیں۔ آج بھی ہمیں نظر آتی ہیں۔ جو گائیڈ (Guide) ہم نے لیا وہ کہنے لگا یہاں سب سے بڑا معجزہ پانی ہے۔ اس پہاڑی پر پانی نہیں تھا۔ جب مسلمان بادشاہ نے اپنے سب سے بڑے انجینئر سے یہ کہا کہ میں یہاں محل بنوانا چاہتا ہوں تو ساتھ یہ بھی کہا کہ یہاں پانی کی ضرورت ہے اس کا بھی انتظام کرو۔ پانی کا کوئی چھوٹا سا چشمہ بھی نہیں تھا اور پہاڑ کی چوٹی اتنی اونچی نہیں کہ جہاں ہر وقت برف رہے اور برف کا پانی چشموں کی صورت میں میسّر ہو۔ اس پہاڑی کے ایک طرف وادی کے اُس پار اور پہاڑیاں اٹھتی ہیں جو بہت بلند ہیں۔ جو قریباً سارا سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ برف جب پہاڑیوں پر ہو تو پگھلتی بھی ہے اور پانی زمین جذب کرتی ہے۔ پھر وہ زمین دوز نالیوں میں بیس میل دور، پچاس میل دور، سینکڑوں میل دور چشمے کی شکل میں باہر نکل آتا ہے۔ کبھی میدانوں میں وہ چشمے بہہ نکلتے ہیں۔ پہاڑیوں پر نکلتے ہیں اور آبشاریں بن جاتی ہیں۔ مختلف نظارے پہاڑوں پر ہمیں نظر آتے ہیں آپ میں سے بہتوں نے بھی دیکھے ہوں گے۔ میں نے بھی دیکھے ہیں۔ بڑی اونچائیوں سے آبشاریں گرتی ہیں۔ میدانوں میں بھی چشمے نکلتے ہیں۔ انجینئرز نے ان برفانی پہاڑیوں کا پانی جو زمین دوز اور بڑے راجباہ کی شکل میں تھا اس کو تلاش کیا اور زمین کے اندر ہی اندر اُس پانی کو پہاڑی کی چوٹی پہ جہاں محل بنانا تھا لے جا کے اسے باہر نکال لیا۔ اس طرح وہاں خدا تعالیٰ کے قانون کے عین مطابق ایک نہر جاری ہوگئی۔

خدا تعالیٰ کے قانون کے عین مطابق اور خدا تعالیٰ نے انسان کو جو طاقت عطا کی ہے اس کی عجیب شان نظر آئی۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے ظاہر ہوئے اور خدا تعالیٰ کی صفات کے جلووں کے متعلق جو یہ کہا گیا کہ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ [1] عین اس کے

[1] الجاثیہ آیت ۱۴

مطابق زمین کے اندر خدا تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لئے جو پانی کو پیدا کیا تھا انسانی عقل خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا اور اپنی خداداد قوت اور استعداد کے نتیجہ میں وہ زمین دوز پانی کو پہاڑ کی چوٹی پر لے آئی۔ آج کی مہذب ترقی یافتہ چاند پر اترنے والی نسل انسانی ڈر کے مارے اس کو چھیڑتی نہیں یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا اصول انہوں نے استعمال کیا۔ ڈر اس بات کا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم اسے کھول دیں اور پھر اس کو بنا نہ سکیں۔ مسلمان کی یہ عظمت، مسلمان کی عاجزی اور اس کی دعا اور اس کی تدبیر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے قائم کی۔ اس محل کی تعریف یہ ہے کہ بادشاہِ وقت نے بڑے شوق سے بڑی دولت خرچ کر کے اسے تیار کروایا۔ کہتے ہیں تین ہزار سنگ تراش کئی سال کام کرتے رہے اس کو بنانے پر۔ اور فصیل اس کی ایک وسیع خطۂ ارض کو گھیرے ہوئے ہے۔ در و دیوار اور گنبدوں، محرابوں کو بہت خوبصورت سجایا گیا۔ جب بادشاہِ وقت اپنے درباریوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر اس محل کی طرف روانہ ہوئے تو شیطان نے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور اَنانیّت نے جوش مارا۔ ''مَیں اتنا بڑا بادشاہ'' کئی ہزار ساری دنیا سے آئے ہوئے ماہرین فن یہاں جمع ہوئے ''میری خاطر''۔ ''میری خاطر'' انہوں نے اتنے سال کام کیا اور اتنی عظیم چیز تیار ہوگئی۔ ساتویں عجوبہ سے بھی بڑھ کر ایک عجوبہ۔ ایک چشمہ اندر ہی اندر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا۔ بغیر پھول اور پھل اور گھاس کے تو وہ لوگ رہ ہی نہیں سکتے تھے۔ اُن کو قدرت کے مناظر بڑے پسندیدہ تھے۔ ''میں''۔ ''میں'' نے جوش مارا تو خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے اسے جھنجھوڑا۔ یہ ''میں''۔ ''میں'' کیا لگائی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے خطبہ جمعہ میں بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھی نعمت تمہارے پاس ہے۔ تمہارے شامل حال ہے وہ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ تمہارے زورِ بازو سے یا تدبیر سے یا دولت سے نہیں ملی تمہیں۔ جب فرشتوں نے اسے جھنجھوڑا تو وہ سخت پریشان ہوا اور ابھی جب وہ دروازے سے باہر ہی تھا۔ اس نے گھوڑے سے چھلانگ ماری اور زمین پر سجدہ کر دیا اور کہنے لگا واپس چلو۔ میرے رہنے کے لئے نہیں یہ محل۔ اور انجینئرز سے کہا کہ سارے نقوش مٹاؤ اور ان در و دیوار اور چھتوں پر صفات باری لکھو خوبصورتی کے لئے۔ اور ''لَاغَالِبَ اِلَّا اللّٰه'' کو اس محل کے حسن کا مرکزی نقطہ بناؤ۔ چاروں طرف دیوار پر یوں چل رہی ہے۔ پٹی لَاغَالِبَ اِلَّا اللّٰه . لَاغَالِبَ اِلَّا اللّٰه . لَاغَالِبَ اِلَّا اللّٰه پھر اس میں بیضوی شکل میں اور گول شکلوں میں بھی۔ اس کے علاوہ اَلْقُدْرَةُ لِلّٰه. اَلْحُكْمُ لِلّٰه. اَلْعِزَّةُ لِلّٰه. یہ ساری خوبصورتی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے لئے تھی۔ دیواریں بھی اپنی خاموشی سے خدا کی حمد کے ترانے گا رہی ہیں۔ پھر کئی سال مزید لگے اور سنگ تراشوں نے سنگ میں سے یہ حروف ابھارے ہیں۔ دو۔ دو۔ تین۔ تین سُوت تراشا ہے سنگ کو۔ بعض حصوں پر تو زمانے

نے اثر کیا ہے۔لیکن بعض حصے ایسے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کل ''لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ'' یہاں کندہ کیا گیا ہے اس پتھر پر۔ اس محل میں ایک گنبد ایسا ہے جس میں غارِ ثور میں مکڑی نے جالا بُنا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی حفاظت کے لئے۔ خدا تعالیٰ نے عظیم نشان دکھایا تھا کہ دشمن سر پر آ گیا ہے۔ تو مکڑی کے ذریعے سے وہ جال بُن دیا۔ کبوتر آیا، اس نے گھونسلا بنا دیا۔ اس حقیقت کو ایک گنبد میں ظاہر کیا ہے نہایت ہی خوبصورت طریق پر۔ مکڑی کا جالا نہیں لیکن پتھر کو کچھ اس طرح تراشا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مکڑی نے جالا بُن دیا اور اس کے ساتھ کبوتر کے گھونسلے بنا دیئے۔

یہ پیارا اسلام کے ساتھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ کے ساتھ۔ یہ شان وہاں نظر آئی۔ دل بے چین ہوگیا۔ ۷۰ء کی بات مَیں کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ دعا کی توفیق دیتا ہے۔ اتنی سخت بے چینی اور کرب پیدا ہوا کہ میں ساری رات خدا کے حضور دعا کرتا رہا کہ خدایا! یا وہ شان تھی اور یا اِس ملک میں ایک مسلمان بھی باقی نہیں رہا، اپنی غفلتوں، کوتاہیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں۔ اور میں نے کہا۔ اے خدا رحم کر اس قوم پر۔ اسلام کی روشنی اور اسلام کا حسن پھر انہیں دکھا اور اسلام کے جھنڈے تلے انہیں جمع کرنے کے سامان پیدا کر۔ صبح کی اذان کے وقت مجھے خدا تعالیٰ نے بڑے پیار سے یہ کہا۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ جو لوگ خدا پر توکّل کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کافی ہے وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ. خدا تعالیٰ بڑی طاقت والا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کر دیتا ہے۔ کوئی اس کو روک تو نہیں سکتا نا۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا لیکن ہر چیز کے لئے اس نے ایک وقت مقرر کیا ہے۔ ہوگا تو سہی یہ یعنی تیری دعا تو قبول کی جاتی ہے لیکن ہوگا اپنے وقت پر۔ مجھے تسلّی ہوگئی۔

۷۰ء میں تعصب کا یہ حال تھا کہ طلیطلہ جس کا ابھی مَیں نے ذکر کیا ہے وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ یہ جو ہمارا انصار اللہ کا ہال ہے اس سے بھی چھوٹی ٹوٹی پھوٹی ایک مسجد، گرد و غبار سے اٹی ہوئی، دروازے کھلے، کوئی دیکھ بھال بھی اس کی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹوٹا پھوٹا مکان تھا۔ میں نے کرم الٰہی صاحب ظفر کو کہا کہ ایک درخواست دیتے ہیں حکومت کو کہ بیس سال کے لئے ہمیں یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ آپ مانگتے کیوں نہیں کہ ہمیں دے دیں یہ مسجد میں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے گا اپنی مسجد بنانے کی۔ اس واسطے مانگنا نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ پھر سو سال کے لئے نماز پڑھنے کی اجازت مانگیں۔ مَیں نے کہا کیا باتیں کرتے ہو سو سال بیس سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ انقلاب بپا کرے گا چنانچہ ہم نے جب درخواست دی جنرل فرینکو اس وقت

زندہ تھے بڑے اچھے انسان۔ انہوں نے کہا ان کے وزراء نے کہا، پوری کیبنٹ(Cabinet) نے کہا کہ ہم اجازت دے دیں گے نماز پڑھنے کی یہاں لیکن دفتری کارروائی کرنی ہوتی ہے۔ چند ہفتوں تک آپ کو اجازت مل جائے گی۔ میں نے بات کو اور پکا کرنے کے لئے مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو سپین بھیجا اور کہا آپ لاء منسٹر سے ملیں اور ان سے بات کریں۔ اس نے کہا آپ خواہ مخواہ گھبراتے ہیں۔ ہو جائے گا سارا کام۔ بالکل فکر نہ کریں۔ لیکن جب شروع میں مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے بعد وہاں عیسائیوں کی حکومت بنی تو اس دستور میں یہ تھا کہ مسلمانوں کی جو جائداد ہے اس کے متعلق کوئی فیصلہ بھی لاٹ پادری کارڈینل (Cardinal) کے منشاء کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ ساری حکومت تیار دینے کو اور پادری صاحب نے کہا نہیں دینی۔ وقت نہیں آیا تھا نا ابھی۔ تو نہیں ملی ہمیں۔ خیر ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ اور دس سال نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی قرب قرطبہ میں مسجد بنانے کی۔ ہاں ایک اور چیز بتا دوں۔ اُس وقت میری نگاہ نے دو جگہ کا انتخاب کیا۔ جہاں ہماری مسجد بن سکتی ہے عوام کی طبیعت کے لحاظ سے، ایک طلیطلہ وہاں تھوڑی دیر کے لئے گئے اور طلیطلہ کے عوام نے ہم سے بڑے پیار کا اظہار کیا اور ایک قرطبہ جس کے مکین ہنس مکھ، کوئی غصہ نہیں کوئی پرانی عداوت نہیں، کوئی تعصب نہیں، بڑے پیار سے ملتے تھے ایسا پیار کہ قرطبہ کی مسجد دیکھ کر نکلے تو سڑک پار کتابوں کی دکان تھی ہم وہاں چلے گئے۔ میرا خیال تھا کوئی انگریزی کتاب ملے تو تازہ کریں اپنا علم، کوئی بیس پچیس منٹ کے بعد جب باہر نکلے تو جس دروازے سے مسجد کے ہم نکلے تھے وہاں دو میاں بیوی اور دو اڑھائی سال کا بچہ جو انہوں نے اٹھایا ہوا تھا کھڑے ہوئے تھے۔ بچے نے ہاتھ ہلانے شروع کر دیئے۔ مجھے بڑا پیار آیا۔ ہماری موٹر کا منہ دوسری طرف تھا۔ میں نے ڈرائیور کو کہا کہ موڑ کے اس طرف لے آؤ۔ جہاں وہ بچہ کھڑا ہوا ہے۔ جب وہاں گئے تو اس کا باپ کہنے لگا۔ آپ اس دوکان کے اندر جب داخل ہوئے ہیں اس وقت اس بچے نے ضد کی کہ جب تک یہ باہر نہیں نکلتے میں یہاں سے نہیں ہلوں گا اور بیس پچیس منٹ اس نے ماں باپ کو ملنے نہیں دیا صرف اس لئے کہ جب ہم باہر نکلیں تو ہمیں دیکھ کر وہ ہاتھ ہلائے۔ دو اڑھائی سال کا بچہ کچھ اس کو پتہ نہیں لیکن اس کے خدا کو تو پتہ تھا۔ پیار کیا اُس کو، بہت پیارا لگا اور وہ بھی پیار کرتا تھا۔ شیشہ چڑھا ہوا تھا تو منصورہ بیگم اس کو دیکھ رہی تھیں تو شیشے کو باہر سے اس بچے نے پیار کیا اس قسم کے تھے وہ لوگ۔ سارا جائزہ لے کے مَیں نے کہا مسجد یہاں بنے گی۔ انشاء اللہ۔ اور اب دس سال گزرے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی۔ قریباً ڈیڑھ۔ دو گھماؤں زمین ہم نے وہاں خرید لی اور خریدنے سے پہلے مَیں نے انہیں کہا کہ لوکل آبادی سے اور مرکز سے یہ تحریر لو کہ ہمیں مسجد بنانے کی اجازت دیں گے۔ تو مقامی انتظامیہ نے بھی اور مرکزی حکومت نے بھی تحریری اجازت دی کہ یہاں تم مسجد بنا سکتے ہو۔ پھر ہم نے وہ زمین خرید لی۔ یہ

ہے اَللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمرِہٖ .اور وقت مقدر تھا۔ ہمارے مبلّغ صاحب تو کہہ رہے تھے سو سال تک دوسروں کی مساجد میں نماز پڑھیں گے۔ میں نے کہا تھا نہیں۔ انقلاب عظیم بڑی جلدی بپا ہونے والے ہیں۔ دس سال کے بعد ہمیں اجازت مل گئی اور مسجد کے متعلق باقی باتیں انصار اللہ کے یا خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں بتاؤں گا۔ یہ تو بیک گراؤنڈ(Back Ground) آج میں بتا رہا ہوں نا۔

ایک اور واقعہ اس عرصہ میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے جاں نثاروں کا امتحان بھی لیتا ہے۔۷۴ء کا واقعہ جو سب جانتے ہیں۔ حکومتِ وقت نے یہ سمجھا تھا کہ جماعت احمدیہ کو قتل کر کے سڑک کے پرے پھینک دیا اس کا لاشہ۔ مگر اس وقت بہت سی باتیں اللہ تعالیٰ نے بتائیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی وَسِّعْ مَکَانَکَ کہ مہمان تو پہلے سے بہت زیادہ آتے رہیں گے۔ ان کا انتظام کرو۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ یہ جو استہزاء کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس کے لئے میں کافی ہوں تمہارے لئے۔ (نعرے) جہاں تک استہزاء کا منصوبہ تھا۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۞ ❶ کا نظارہ دنیا نے دیکھ لیا اور جہاں تک آنے والوں کا نظارہ تھا آج دیکھ لو وَسِّعْ مَكَانَكَ. چھ سال کے اندر جماعت تعداد کے لحاظ سے بھی پاکستان میں نیز بیرونی ممالک میں کہیں سے کہیں پہنچ گئی (نعرے) یہ بھی ایک پس منظر ہے۔ واقعات بعد میں بتاؤں گا۔

ایک اور پس منظر۔ یورپ میں فن لینڈ کے علاوہ سکنڈے نیویا کے تین ملک ہیں۔ ڈنمارک، سویڈن اور ناروے۔ ناروے میں سب سے بڑی جماعت ہے وہاں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں نماز پڑھی جا سکے، بچوں کی تربیت وتعلیم کا انتظام ہو سکے۔ بڑی مشکل تھی۔ طبیعت میں پریشانی تھی۔ ۷۸ء میں میرے وہاں جانے سے پہلے ناروے کے پرانے شہر کے ساتھ جو ایک سیٹلائٹ ٹاؤن بن رہا تھا۔ نئی میونسپلٹی وہاں بنا دیتے ہیں۔ زمین دینے کا میئر نے وعدہ بھی کیا اور مُکر گیا۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا ایک مکان مل رہا تھا کوئی پندرہ یا بیس لاکھ روپے کا تو میں نے جماعت کو کہا کہ سروے کروا کے لے لو اور یہ خیال ہی نہیں کیا کہ پاکستان سے تو ہم پیسہ نہیں بھیج سکتے۔ یورپ میں یا بیرون پاکستان کسی اور جگہ اتنا روپیہ بھی پڑا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد لنڈن آئے۔ مَیں نے جائزہ لیا تو مَیں نے فون کیا ان کو کہ اس عمارت کی خرید کے لئے ہمارے پاس پیسے نہیں۔ اس واسطے چھوڑ و اس کو۔ یہ ۷۸ء کی بات ہے اور اس سال جس مسجد، مشن ہاؤس کا مَیں نے افتتاح کیا ناروے میں یہ پہلے مکان سے ڈیڑھ گنا بڑا امکان ہے۔ نہایت اچھی Locality، شرفا کا محلّہ جہاں کوئی نعرہ بازی بھی نہیں ہوتی۔ دنیا کے ہر ملک میں نعرہ باز بھی

---

❶ ال عمران آیت ۵۵

ہیں۔ اچھے لوگ بھی ہیں۔ بُرے لوگ بھی ہیں۔ نہایت شریف لوگوں کا وہ علاقہ ہے اور تین منزلہ وہ مکان ہے اور بڑا اچھا بنا ہوا۔ البتہ مرمت طلب تھا۔ پرانا مکان تھا۔ قریباً تیس پینتیس لاکھ کی اس کے لئے ضرورت پڑی تھی۔ پچھلے سال خریدا گیا تھا اور اس سال مَیں نے اس کا افتتاح کیا ہے۔ اور انگلستان، ناروے، سویڈن، ڈنمارک، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ ان ملکوں میں اتنا پیسہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔ اور وہاں کے میئر مجھے کہنے لگے۔ آپ نے بڑا خرچ کر دیا۔ میں نے کہا خرچ تو بڑا نہیں کیونکہ ہماری ضرورت کے مطابق ہے۔ کئی سو احمدی تھا۔ ان کے بچوں کی تربیت نہیں ہو رہی تھی۔ نمازیں اکٹھے پڑھنے کا انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات جو بارش کی طرح برستے ہیں ان تک وہ انعامات پہنچتے نہیں تھے۔ ان باتوں سے تقویتِ ایمان ہوتی ہے۔ کوئی جگہ ہی نہیں تھی آپس میں مل بیٹھنے کی۔ یہاں بھی آپ مساجد بنایا کریں کیونکہ جو گھروں میں پڑھتے ہیں نماز با جماعت بعض جب چھوٹی سی رنجش ہو جائے آپس میں تو ایک دوسرے کے گھر نماز پڑھنے کے لئے بھی نہیں آتے۔ بڑی بُری بات ہے۔ لیکن مَیں کہتا ہوں چھوٹی چھوٹی باتوں میں رنجش تو ہو ہی جاتی ہے انسان کی۔ پھر بعد میں توبہ کر لیتا ہے۔ کیوں نہیں تم خدا کا گھر بناتے جس پر کسی انسان کا کوئی حق نہیں اللہ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ہر موحّد جو خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اس کے دروازے کھلے ہیں چاہے وہ موحّد، موحدین کے فرقے جو ہیں عیسائیت میں اس سے تعلّق رکھتا ہو یا کسی اور مذہب سے تعلّق رکھتا ہو۔ انسان کا حق ہی نہیں کہ وہ دروازے بند کرے خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کے لئے۔

مساجد میں ایک اور پس منظر تو وہ نہیں لیکن چھوٹا سا ٹکڑا ہے ایک واقعہ کا۔ نائیجیریا میں ایک جگہ ہے اِلارو (Ilaro) اور اس کا فاصلہ ہے لیگوس دارالخلافہ سے قریباً اسّی میل اور اس کی آبادی ہے کم و بیش تیس پینتیس ہزار اور جماعت احمدیہ ہزاروں کی تعداد میں ہے وہاں۔ بڑی فعّال جماعت۔ نڈر جماعت اور انہوں نے اپنے خرچ سے ایک وَین (Van) لی ہے۔ اس کے اوپر لکھا ہوا ہے' جماعت احمدیہ کی تبلیغی کار' اور چار پانچ انہوں نے لئے ہوئے ہیں سکوٹر اور وہ تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ تفصیل مَیں بعد میں بتاؤں گا۔ انہوں نے چار مسجدیں پہلے بنائی ہوئی تھیں مرکز سے ایک دھیلا مانگے بغیر اور اب ایک جامع مسجد بنائی پانچویں اور خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اور جماعت کو کہا کہ حضرت صاحب آ رہے ہیں۔ حضرت صاحب۔ ہم چاہتے ہیں، افتتاح کریں۔ مَیں نے کہا ٹھیک ہے۔ ہم وہاں گئے تو کئی ہزار ہوں گے۔ احمدی مرد و زن اور بچے اور بے شمار دوسرے لوگ آئے ہوئے۔ اور بڑا ان کا اثر اور رسوخ ہے۔ جماعت کا بھی یعنی اُس اِلارو (Ilaro) کے احمدیوں کا بھی اور ویسے جماعت احمدیہ کا بڑا اثر بڑھ گیا ہے۔

اور وہاں ہم نے جمعہ پڑھا اور بڑی خوشی ہوئی ان سے مل کے۔ بات جو مَیں اس وقت مختصراً بتانا چاہتا ہوں کہ افریقہ میں سینکڑوں مساجد احمدیہ جماعت بنا چکی ہے اور ایک دھیلا بھی انہوں نے مرکز سے نہیں لیا مسجد کے لئے اور ان کے دماغ میں یہ بات ہے کہ خدا کے گھر کے کے لئے مانگنا نہیں بناؤ۔ بعض دفعہ چھ چھ مہینے بناتے رہتے ہیں یعنی اگر زیادہ امیر نہیں اور مسجد بنانا چاہتے ہیں تو ہر مہینے پیسہ کچھ دے کے بنیادیں بنادیں گے۔ پھر کھڑکیوں تک وہ اٹھادیں گے دیواریں پھر اور لے جائیں گے۔ پھر چھ مہینے آٹھ مہینے کے بعد وہ مسجد تیار ہو جائے گی۔ پھر اندر کا وہ کام کرتے رہیں گے۔ نہ اِدھر دیکھیں گے نہ اُدھر دیکھیں گے صرف آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ ان کی نقل کریں۔ بنائیں یہاں مسجدیں اور مرکز سے ایک دھیلا نہ مانگیں۔ اس بات میں آپ کا ان کا مقابلہ کروادیا آج مَیں نے وہ آیا کرتے ہیں جلسے پر۔ وہ آپ سے پوچھیں گے ان کو مَیں کہہ دوں گا کہ جب آپ سے ملیں تو پتہ کریں کہ آپ نے کتنی مسجدیں بنائیں۔ وہ آپ کو بتائیں گے کہ انہوں نے کتنی مسجدیں بنائیں۔

یہ جو حالات دیکھے اصولی طور پر اس سے ہمیں یہ تاثر ملا کہ جماعت کو ایثار پیشہ، ذہین مبلغین کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ذہن دیا ہے اور ایثار بھی دیا ہے۔ اخلاص بھی دیا ہے لیکن ایثار اور اخلاص کے بعض پہلو پوری طرح ابھی چمکے نہیں۔ پالش نہیں ہوئی انہیں۔ پالش کریں ان کو۔ بچے دیں جامعہ کے لئے لیکن ذہین بچے۔ ایک وقت میں جس شخص کا بچہ بالکل جاہل، خردماغ ہوتا تھا اور میٹرک میں (دعائیّ) دونمبر لے کے وہ پاس ہو جاتا تھا وہ خدا تعالیٰ پر احسان جتانے کے لئے آ کے جامعہ میں داخل کر دیتا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی چھوڑ کے چلے گئے۔ بڑی بدمزگیاں ہوگئیں۔ اب مَیں نے یہ قانون بنایا ہے کہ اصل تو مجھے چاہئیں فرسٹ ڈویژن کے بچے لیکن سیکنڈ ڈویژن والوں کو ایک حد تک برداشت کرلیں گے تھرڈ ڈویژن والوں کو نہیں لیں گے۔ اب اس سال بھی مَیں آیا ہوں تو میرے سامنے ایک فہرست میں تین بچے تھرڈ ڈویژن والے پیش کر دیئے گئے کہ بچے تھوڑے ہیں اس لئے تھرڈ ڈویژن والوں کو بھی داخل کرنے کی اجازت دے دیں۔ مَیں نے اوپر تو نہیں لکھا اس کاغذ کے لیکن میرے ذہن میں یہ آیا کہ اگر ایک بھی نہ آتا اور یہ تین آتے تو مَیں کلاس جاری نہ کرتا۔ ان تین بچوں کو میں نے نہیں لینا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے فائدے کے لئے یہ حکم دیا کہ جس رکابی میں بال آیا ہو باریک تریڑ جو انگلی اگر پھیریں تو انگلی محسوس بھی نہیں کرے گی۔ اس میں کھانا نہ کھاؤ۔ کیونکہ وہاں بیکٹر یا پرورش پاتا ہے اور انسان کو انفیکشن (Infection) کی بیماری ہو جائے گی۔ خدا کے جس رسولؐ نے آپ کا اتنا خیال رکھا آپ اپنا ٹوٹا ہوا بیٹا اس کے حضور پیش کرنے کی کس طرح جرأت کرتے ہیں۔ تو اوّل تو

مجھے فرسٹ ڈویژن کے چاہئیں۔مولوی احمد خاں صاحب مرحوم کا بڑا پیارا بچہ ہے نسیم مہدی۔اس نے فرسٹ ڈویژن بھی بڑی اونچی پاس کر لی۔اس نے کہیں اپنے باپ کو کہا کہ مَیں کالج میں چلا جاتا ہوں اور بی۔اے کرنے کے بعد آ جاؤں گا۔اس نے زندگی وقف کی ہوئی تھی دل سے۔وہ اس کو لے کے میرے پاس آ گئے۔مجھے کہنے لگے کہ کیا خیال ہے آپ کا۔وہ بڑا سخت مخلص انسان تھا اور بڑی اطاعت کرنے والا وہ کہنے لگے میں اس کو پہلے بی اے کروا کے نہ لے آؤں جامعہ کی طرف۔مَیں نے کہا نہیں ابھی جاؤ اور جامعہ میں داخل کراؤ۔انہوں نے جا کے جامعہ میں داخل کروا دیا۔جامعہ میں پڑھ کے اب وہ زیورک میں ہیں۔خدا کے فضل سے (آپ دعا بھی کریں اس نوجوان کے لئے) اتنا اچھا کام کر رہا ہے کہ بہتوں کے لئے قابل رشک ہے اور جذبہ ہے تبلیغ کا۔ابھی ایک سکیم پر عمل کرنے کو کہا گیا تھا (کثرت سے فولڈرز Folders شائع کرنے کی) سب سے آگے وہ نکل گیا یعنی جو نیکی کی بات، جو مفید بات، جو تبلیغ کی بات مَیں بتاتا ہوں کوئی آہستہ سے اس کو لیتے ہیں اور آگے چلتے ہیں کوئی جلدی سے لیتا ہے۔وہ تو چھلانگ مار کے لیتا اور کہیں کا کہیں نکل گیا۔اس ٹائپ کا ہے۔ویسے ہی چاہئیں۔

دنیا میں ایک انقلاب بپا ہو رہا ہے۔یہ انقلاب جو دنیا میں بپا ہو رہا ہے وہ اسلام کے حق میں ہو رہا ہے۔یہ انقلاب آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ صحیح اسلام اس کے سامنے پیش کیا جائے۔اسلام جس کے معنی سلامتی ہیں جس کے معنی حقوق انسانی کی ادائیگی کے ہیں خواہ وہ انسان دہریہ اور خدا کو گالیاں دینے والا ہی کیوں نہ ہو۔قرآن کریم نے ہر چیز کو کھول کے بیان کر دیا۔اسلامی تعلیم کا مطالبہ کرتا ہے یہ انقلاب۔میں جب پیش کرتا ہوں بعض دفعہ کہہ دیتا ہوں۔جو تعلیم پیش کر رہا ہوں تم میں جرأت نہیں ہوگی کہ کہو کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں یا ہم یہ تسلیم نہیں کرتے۔کسی کو آج تک جرأت نہیں ہوئی کہنے کی کہ نہیں یہ خراب ہے ہم نہیں مانتے۔اور قسم کے اعتراض کر جاتے ہیں۔یہ کہہ دیتے ہیں کہ کہاں کون سے مسلمان ان پر عمل کر رہے ہیں۔مَیں کہتا ہوں مَیں تمہارے پاس قرآن پیش کر رہا ہوں۔مَیں تمہارے سامنے نمونہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو پیش نہیں کرتا۔یہ قرآن ہے اس کی تعلیم دیکھو۔وہ نمونہ ہے کامل نمونہ اس کے نقوش پر چلو۔جو اس کے نقشِ قدم پر ٹھیک طرح چلا وہ ایک حد تک تمہارے لئے اسوہ بن گیا۔جو نہیں چلا وہ تمہارے لئے اسوہ نہیں ہے۔اس کی طرف کیوں دیکھتے ہو۔

پس منظر کی ایک آدھ بات دوسری بھی مَیں نے تھوڑی سی بتا دی ہے۔لیکن میں نے بتایا ہے کہ یہ تو لمبا سلسلہ ہے۔مَیں نے ایک بار آپ سے پھر باتیں کرنی ہیں۔اس موقع پر میں اس کا کافی حصہ انصاراللہ کو اُس موقع پر کچھ بتاؤں گا۔پھر خدام الاحمدیہ میں دو یا تین تقاریر ہیں۔یہ ابھی نہیں مَیں کہہ سکتا۔اس میں مَیں

بتاؤں گا۔ انصار تو خدّام الاحمدیہ میں نہیں آتے لیکن ہر ضلع اپنے پانچ دس نمائندے بھیجے جو ان کو جا کے بتائیں کہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں میں نے کیا کہا۔ وہ ضرور یہاں رُکیں یا بھیجیں بہر حال وہ موجود رہنے چاہئیں کیونکہ بہت سی اہم باتیں کرنے کا ارادہ ہے میرا اور اللہ توفیق دیتا ہے۔ دعا کریں آپ کہ اللہ آپ کو اور مجھے توفیق دے اور آپ کو باتیں سننے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۸۱ء)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ ۲ر نبوت ۱۳۵۹ہش ۲ر نومبر ۱۹۸۰ء بمقام احاطہ دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے تیئسویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ۲ نومبر ۱۹۸۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختتامی خطاب فرمایا اس کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

بعض بہت ہی اہم باتیں مَیں خدام، انصار اور لجنہ یعنی جماعت سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے ایسی باتوں کا ذکر مَیں نے خدام الاحمدیہ کے اجتماع تک ملتوی کیا ہے اور مَیں نے آپ سے کہا تھا کہ ہر ضلع کے انصار کے نمائندے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں شامل ہونے چاہئیں، لیکن لجنہ میں مَیں علیحدہ تقریر میں وہ باتیں مختصراً بیان کر دوں گا۔ لجنہ کا اجتماع خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُن سے علیحدہ باتیں ہو جائیں گی۔ بہت سی تو ایسی باتیں ہیں جن کا میری ذات سے تعلق بظاہر نظر آتا ہے وہ تو مجھے حجاب ہوگا شاید مَیں نہ بیان کروں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری ذات سے کسی چیز کا بھی تعلّق نہیں اس لئے کہ مَیں ایک نہایت ہی عاجز انسان ہوں اور جو کچھ بھی اِس وقت دنیا میں ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی سچّی توحید کے قیام کے لئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دلوں میں گاڑنے کے لئے ہو رہا ہے۔ پہلے مَیں افریقہ کے ان دو ملکوں کو لیتا ہوں جن میں مَیں گیا اس سفر میں۔ بہت پھرا، بیس تیس ہزار میل کا غالباً سفر کیا ہے مَیں نے ان دنوں میں۔ پھر بھی ہر جگہ نہیں جا سکا۔ مغربی افریقہ کے بہت سے ملکوں میں دل کرتا تھا کہ جاؤں جہاں نصرت جہاں، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری کی گئی تھی، کام کر رہی ہے۔ صرف نائیجریا اور غانا میں جا سکا۔ نائیجریا میں جو انقلابِ عظیم ذہنی طور پر بپا ہو رہا ہے اُس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ ایک مثال مَیں لیتا ہوں ظاہر کی۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے یعنی ہوائی جہاز سے اُتر کے آئے تو اس قدر وہاں اللہ کے فضل سے اور اللہ ہی کے نام کو بلند کرنے کے لئے ہجوم جمع تھا کہ میرے اندازے سے بھی کہیں زیادہ تھا۔ کیونکہ دس سال پہلے مَیں اسی ہوائی اڈے پر اُترا تھا اور اس وقت وہاں چند سو سے

زیادہ احمدی نہیں تھے اوراس بار باوجودرات ہو جانے کے ہزار ہا احمدی نمائندے (ہر جگہ کے نمائندے حاضر بھی نہیں تھے کیونکہ بہت بڑا ملک ہے وہ) وہاں پر موجود تھے اور بڑا جوش اور جذبہ تھا اُن میں۔ اور دیکھنے والی آنکھ نے اور رپورٹ کرنے والی قلم نے یہ بیان کیا یعنی وہ آنکھ اور وہ قلم جس کا احمدیت سے تعلّق نہیں ادھر اُدھر رپورٹیں جاتی رہتی ہیں نا کہ اس وقت وہ زبردست استقبال ہوا کہ آج تک نائیجریا میں کسی سربراہِ مملکت کا بھی ویسا استقبال نہیں ہوا۔ (نعرے) یہ جو کچھ بھی ہوا وہ مرزا ناصراحمد کے لئے نہیں ہوا بلکہ اللہ اور اُس کے رسُول کے ایک ادنیٰ خادم کے لئے ہوا۔ وہاں ایک اَور واقعہ بھی ہوا۔ ہم اِبادان گئے۔ اِبادان مسلمانوں کا شہر ہے، بہت بڑا ۱۵، ۲۰ لاکھ کی آبادی ہے۔ غالبًا، بہت پرانا مسلم آبادی کا شہر ہے، وہاں بڑی جماعت ہے، ایک نئی بہت بڑی مسجد انہوں نے بنائی ہے۔ وہاں ہم صبح گئے، شام کو واپس آئے، بہت دوست وہاں جمع تھے اور ایسے بھی تھے جو ابھی احمدیت میں داخل نہیں ہوئے (کل کو ہو جائیں گے اِنشاءاللہ)۔ راستے میں بارش ہوئی اور بارش میں اندھیرے میں ہم سفر کرتے ہوئے جس وقت لیگوس جوان کا دارالخلافہ ہے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے وہاں پہنچے تو شہر کی سرحدوں کے قریب ایک خطرناک قسم کا حادثہ ہوا ہماری کار کے ساتھ۔ کار تو بالکل ٹوٹ پھوٹ گئی اور ہمارا یہ حال تھا کہ کچھ دیر کے بعد جب دروازہ کھول کے مجھ سے کسی نے پوچھا کہ چوٹ تو نہیں آئی تو مَیں نے کہا پہلے کھڑکی کھولو کہ مَیں باہر نکل کے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی۔ خیر اللہ نے بڑا فضل کیا۔ جب ہوٹل پہنچے تو ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب کو مَیں نے کہا باقی ہڈیاں تو ٹھیک ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کو پہلے بھی گھوڑے سے گر کے تکلیف ہوئی تھی اور لمبی چلی تھی اس کو دیکھیں ریڑھ کی ہڈی میں تو نہیں تکلیف۔ تو انہوں نے جائزہ لیا اور تسلّی دلائی کہ وہ ٹھیک ہے۔ اُس وقت مَیں نے اپنے رب سے یہ عہد کیا کہ اُس نے اِس خادم کی جان بچائی ہے محض اپنے فضل اور رحم کے ساتھ نہ کہ میری کسی خوبی کے نتیجہ میں، اس لئے میں اپنے پروگرام میں اس حادثہ کی وجہ سے ایک سیکنڈ کی بھی تبدیلی نہیں کروں گا۔ اگرچہ کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی تھی۔ لیکن سر سے لے کر کمر کے نچلے حصّے تک مسلز (Muscles) میں اتنی شدید درد کی تکلیف تھی کہ آپ اُس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹروں نے جو دوائی بتائی اُس نے درد کو کم کیا اور ہم نے اپنے پروگرام کو جاری رکھا۔ جن کو نہیں پتہ تھا حادثہ کا اُن کو اندازہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ کس حادثے سے ہم گزر کے آئے ہیں۔

تیسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نائیجریا وہ ملک ہے جہاں آج سے دس سال پہلے غلط فہمیوں اور عدمِ علم کے نتیجہ میں بہت سی بدظنّیاں اور بدمزگیاں پیدا ہوگئی تھیں جماعت احمدیہ کے

خلاف ۔مسلم نارتھ بہت بڑا علاقہ نائیجریا کے شمال میں ہے جو قریباً قریباً سو فیصد مسلمان آبادی پر مشتمل ہے۔اُس وقت تو غالباً نو صوبے تھے پھر بعد میں وہ بارہ بنے اور اب اُنیس صوبے کر دیئے گئے ہیں۔ سارے نائیجریا کے۔تو بہت سے صوبے ہیں اور بہت سا علاقہ ایسا ہے جہاں عثمان فودی جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے ایک صدی پہلے اُس علاقہ کے مجدّد ہو کر آئے۔دنیوی سیاست میں تو نہیں، لیکن ویسے دو حصوں میں ان کے دو بیٹوں کی اولاد کا اتنا اثر ہے کہ وہاں کے صوبہ کا گورنر بھی اُن سے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔اُن کے چھوٹے بیٹے کی جو اولاد ہے اس میں تو تعصب نہیں۔انہیں رائل بلڈ (Royal Blood) شاہی خون کے نام سے پکارا جاتا ہے اُن کی زبان میں۔اُن میں بعض احمدی بڑے دلیر قسم کے ہو چکے ہیں۔عثمان فودی کی اولاد میں سے۔اور دوسرے صوبے میں یہ لوگ پڑھے لکھے ہیں۔اتفاق یہ ہے کہ عثمان فودی کے وہ صاحبزادے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا وہ بڑے عالم اور تفقہ فی الدین رکھنے والے تھے۔بہت سی عربی میں کتابیں لکھی ہیں۔مَیں نے بھی اُن میں سے بعض پڑھی ہیں۔اُن کی اولاد میں سے جو اس وقت ہیں وہاں وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں، لیکن متعصب بڑے ہیں۔اُن کے علاقے میں تو کوئی احمدی گھس ہی نہیں سکتا تھا اتنی مخالفت تھی، لیکن اُس زمانے میں بھی اُن کا داماد احمدی تھا اور چھپا ہوا تھا، لیکن ۱۹۷۰ء میں جب یہ نصرت جہاں کا منصوبہ جاری ہوا اور وہاں سکول کھلا تو ہمارے قائم کردہ ایک سکول میں ایک وزیر آئے اور وہاں اُن کے منہ سے کچھ ایسی باتیں احمدیت کی تعریف میں نکلیں کہ ہمارے احمدی حیران ہوئے کہ یہ اُس خاندان سے تعلّق رکھنے والا اُن کا داماد ہے اور یہ ایسی باتیں کیسے کہہ گیا احمدیت کے حق میں۔کوئی دوست اُن کو ملے تو وہ کہنے لگے مَیں تو چھپا ہوا احمدی ہوں۔مَیں تو سکول کے زمانے سے احمدی ہوں اور میرے جیسے چار پانچ اور بھی ہیں۔یہاں احمدی چھپے ہوئے، جو بڑے بڑے عہدوں پر ہیں، اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتے۔بہر حال یہ اُس زمانے کی بات ہے۔پھر خدا تعالیٰ نے توفیق دی اور وہاں دو سکول جماعت احمدیہ نے نصرت جہاں سکیم کے ماتحت کھولے اور ہمارے ٹیچر وہاں گئے اور اثر ہوا اور جو عدمِ علم اور جہالت کی وجہ سے خیالات تھے، اُن میں ایک تبدیلی آنی شروع ہوئی۔ بہت سے ''ہونسا'' کے رہنے والے باہر اِدھر اُدھر گئے ہوئے تھے وہ بھی احمدی ہوئے۔پھر واپس آئے۔ حالات بدلتے رہتے ہیں ملکوں میں۔اُن کے حالات بھی بدلے اور اب یہ حال ہے، ایک مَیں مثال دوں گا یوں تو بہت سی مثالیں ہیں۔مَیں یہاں سے جب جانے لگا دَورے پر تو نائیجریا سے ایک خط ملا جس کا مَیں نے کہا، جواب دے دیں۔پھر سفر میں مجھے خط ملا اور خط یہ تھا، (یہ تبدیلی جس کو مَیں ذہنی انقلاب کہتا ہوں اس سے اس کا پتہ لگتا ہے) انہوں نے لکھا کہ فلاں صوبے میں آبادی کی نسبت کچھ اس طرح ہے کہ

ایک تہائی مسلمان ہیں، ایک تہائی عیسائی ہیں اور ایک تہائی بُت پرست ہیں۔ عیسائی پادری بُت پرست لوگوں میں مشنری کام کر رہے ہیں، اُنہیں عیسائی بنا رہے ہیں اور مسلمانوں میں کوئی ایک بھی فرقہ نہیں ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے، اس واسطے اگر آپ اس صوبے کو عیسائی صوبہ بننے سے بچانا چاہتے تو فوری طور پر یہاں پانچ ہائر سیکنڈری سکول (انٹرمیڈیٹ کالج) کھولیں کیونکہ صرف جماعت احمدیہ ہے جو عیسائی مشنریز کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ سو اتنا عظیم انقلاب بپا ہو گیا ہے وہاں۔ غانا میں بڑے مسلمان ہیں تعداد کے لحاظ سے لیکن منتشر اور پراگندہ جن کا کوئی وقار اور کوئی مقام نہیں اور جماعت نے وہاں کام شروع کیا اور پیار کے ساتھ ان کے دل جیتنے شروع کئے۔ دو جگہوں کا مجھے علم ہے جہاں شروع میں جب احمدی ہوئے تو ان کو اس قسم کے اِسی طرح دُکھ اُٹھانے پڑے جس طرح بعض مقامات پر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں احمدیت کی ابتداء میں جو احمدی اِکا دکا ہو جاتا تھا گاؤں میں اُن کا حقہ پانی بند کر کے اُن کو دُکھ پہنچائے جاتے تھے ہمارے ملک میں اور وہ ثابت قدم رہے۔ ایک اُن میں سے ''وا'' کا علاقہ ہے غانا کے شمال میں۔ ابتداء میں وہاں چند آدمی، چند خاندان احمدی ہوئے انہوں نے بڑی مصیبتیں جھیلیں اسلام کی خاطر، جسے ہم احمدیت کہتے ہیں۔ اور اب وہاں پندرہ بیس ہزار پر مشتمل احمدی جماعت قائم ہو چکی ہے اور اخلاق کا رُعب ہے ہنستے ہوئے مسکراتے ہوئے جب آپ ملاقات کرتے ہیں وہ اپنا اثر کرتی ہے لوگوں کے کام آنا، لوگوں کے دُکھوں کو دُور کرنے کی کوشش کرنا، ان کی عزّت کرنا یہ اپنا اثر رکھتا ہے۔

اب حالت اتنی بدل گئی ہے کہ بارشوں کی وجہ سے رستے ٹوٹے ہوئے تھے مَیں وہاں جا نہیں سکا، کئی سو میل کا فاصلہ ہے ''اکرا'' دارالخلافہ سے۔ اُن کا ایک چھوٹا سا وفد اڑھائی سو افراد پر مشتمل وہاں سے آیا۔ اکرا میں ملا اور سالٹ پانڈ اگلے روز مَیں گیا جمعہ کے لئے تو وہاں وہ بھی شریک ہوئے۔ یہ بیچ میں ایک بات مَیں کر جاؤں سالٹ پانڈ کی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک خراب سے ٹی وی کے اوپر آپ نے کچھ جھلکیاں فلم کی دیکھی ہیں رات کو۔ ٹی وی سیٹ اگر اچھا ہو تو اس فلم کی آواز بھی بڑی صاف ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے صاف آواز نہیں تھی۔ آواز صاف ہے ویسے یہ جو یہاں ٹی وی تھا اُس کی آواز صاف نہیں تھی۔ فلم کی آواز صاف ہے۔ وہاں ہم نے بہت محتاط اندازہ لگایا تھا۔ پچیس ہزار کے قریب احمدی جمعہ میں شامل تھے مرد و زن افریقینز (ہماری جو جماعت ہے وہاں) ان کا اندازہ تھا چالیس اور پچاس ہزار۔ لیکن یہ جو جمعہ ہم نے پڑھا ہے پرسوں، آپ نے دیکھا ہو گا مسجد کا صحن بھی بھرا ہوا تھا، اندر کا حصہ بھی بھرا ہوا تھا۔ آپ نے جو بیٹھے ہوئے تھے وہ نہیں دیکھا جو مَیں نے دیکھا۔ مَیں صفیں درست کرواتا ہوں۔ یہ بھی سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم ہے۔ آپؐ صفیں درست کرواتے تھے ایسے مجمع میں۔ تو ہر جمعہ میں مجھے کچھ

وقت انتظار کرنا پڑتا ہے کیونکہ فاصلے فاصلے پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں دوست۔ درمیان میں خالی جگہ نہیں چھوڑی جاسکتی۔ پیچھے سے نمازی آگے آتا ہے تب صف درست ہوتی ہے۔ پرسوں جب کھڑے ہوئے ہیں تو میرے خیال میں ایک جگہ بھی خالی نہیں تھی یعنی بیٹھے ہوئے تھے۔ کندھے سے کندھا جوڑ کے اور میرا اندازہ ہے کہ یہ بارہ چودہ پندرہ ہزار آدمی تو ہوگا جمعہ میں۔ اگر یہ بارہ ہزار بھی تھا تو اُن کی بات صحیح ہے وہاں چالیس پچاس ہزار تھا۔ (نعرے) یہاں غانا میں بھی تعداد بڑی ہوگئی ہے۔ ان کا اندازہ اور میرا خیال درست ہے کہ پانچ لاکھ اور دس لاکھ کے درمیان احمدی غانا میں ہوگئے ہیں جو چھوٹا سا ملک ہے جس کی کل آبادی ستر اسّی لاکھ ہے۔ وہاں ان کا بڑا اثر ہے ''وا'' (WA) سے جو دوست آئے جن کا میں ذکر کررہا تھا وہ کہنے لگے کہ وہاں کے عیسائی عیسائیت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اور وہ سارے میرے وہاں پہنچنے کا انتظار کررہے تھے اور اپنے طور پر استقبال کی تیاریاں کررہے تھے۔ تو ایک بڑی تبدیلی پیدا ہورہی ہے اور وہ ملک اس نتیجہ پہ پہنچ چکا ہے جس کا وہاں اظہار بھی کیا گیا کہ جماعت احمدیہ اس مضبوطی سے مستحکم ہو چکی ہے کہ اسے اب نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بوجہ اس کے کہ وہ منتشر تھے اور اُن میں اتحاد نہیں تھا کہ کثرت کے باوجود ان کو وہاں کے لوگ نظر انداز کررہے تھے اور کوئی اُن کو پوچھنے والا نہیں تھا، لیکن اب انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کو نظر انداز نہیں کریں گے۔

افریقہ اور یورپ، کینیڈا اور امریکہ جہاں مَیں گیا ہوں ایک بنیادی چیز ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ یہ سارے ممالک اور ان کی آبادیاں جو کچھ اُن کے پاس ہے (مذہب اور اصول تہذیب واخلاق) اُس سے مایوس ہوتی چلی جارہی ہیں اور اسلام کی طرف متوجہ ہورہی ہیں۔ اُن کی مشکل یہ ہے کہ صحیح اسلام اُن کے سامنے پیش نہیں کیا جارہا۔

اسلام ایک عظیم مذہب ہے:

اسلام ایک عظیم مذہب ہے۔ اسلام نام ہے سلامتی کا، اسلام نام ہے امن کا، اسلام نام ہے حقوق کو قائم کرنے اور اُن کی حفاظت کا، اسلام نام ہے نہ صرف حقوقِ انسانی کی حفاظت بلکہ حقوقِ اشیائے کائنات کی حفاظت کا کیونکہ اعلان کیا گیا ''رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ'' اسلام نام ہے مرد اور عورت کی مساوات اور برابری کا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اپنی استعدادی طاقتوں کے لحاظ سے، اپنی اخلاقی رفعتوں کے لحاظ سے، اپنی روحانی عظمتوں کے لحاظ سے ایک فرد واحد ہیں کہ جس کے مقابلے میں کوئی اور انسان نہ کسی نے پیش کیا نہ کوئی کرسکتا ہے نہ کرسکے گا۔ یہ اپنی جگہ درست، لیکن آپ بشر بھی ہیں، انسان بھی ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہا کہ دنیا میں یہ اعلان کر دو کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مَیں ہر انسان کے برابر ہوں۔ کسی انسان مرد ہو یا عورت اُس میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ❶ اور یہ اتنا عظیم اعلان ہے کہ جس وقت مَیں نے ۱۹۷۰ء میں غانا ہی میں ٹیچی مان کے مقام پر دس ہزار کے مجمع میں اور بہت سارے اُس وقت آئے ہوئے تھے بُت پرست وغیرہ بھی یہ اعلان کیا۔ اُن کا لاٹ پادری بھی آیا ہوا تھا وہاں اور کہنے والوں نے بتایا کہ وہ اس طرح اُچھلا جس طرح کسی نے اُسے سُوئی چبھو دی ہے۔ مَیں نے کہا دیکھو جو سب سے بڑا تھا اس کے منہ سے خدا نے یہ اعلان کروایا انسان کو مخاطب کر کے کہ انہیں کہہ دو بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں تو وہ جو بہر حال اُس سے جونیئر ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ اور اُن کے ماننے والے تم پر برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس پر خوشی کی زبردست لہر دوڑی افریقنز میں اور وہ پادری پریشان ہوئے کہ ہماری برتری کو خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ حقیقت یہی ہے اسلام نے اس اعلان کے ساتھ دنیا کا دل جیتا ہے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ بلالؓ جو اپنے آقاؤں کا جو حاکم وقت تھے مکّہ میں غلام تھا، ان کے کوڑے کھایا کرتا تھا، اُس بلالؓ کو زمین سے اُٹھا کر آسمانوں تک پہنچا دیا کہ خلیفۂ وقت بھی اُسے مخاطب کر کے کہتے تھے ''سیّدنا بلال'' کہیں دنیا میں ایسی مثال نہیں ملتی۔ ہمارے ہاں بھی ہندوؤں کی روایتیں چلی آ رہی ہیں کہ یہ پٹھان ہے اور یہ وہ ہے اور یہ وہ ہے۔ احمدیت اور اسلام میں پٹھان وٹھان کوئی نہیں سارے مسلمان ہیں ہاں اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ❷ نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوششیں کرو۔

خدا تعالیٰ کی نگاہ میں جو زیادہ عزّت پائے گا دنیا کی نگاہ میں وہی زیادہ معزز بن جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ سے گر کے نہ تمہارا مغل ہونا نہ تمہارا سیّد ہونا نہ تمہارا پٹھان ہونا نہ تمہارا چوہدری ہونا نہ راجپوت ہونا قطعاً کوئی معنےٰ نہیں رکھتا۔ اگر تم خدا کی بات نہیں مانتے، اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے تیار نہیں تو مَیں سچ کہتا ہوں کہ دنیا بھی تمہیں جوتیاں مارے گی اور تمہاری کوئی عزت نہیں کرے گی۔ آج وہی عزت پائے گا جو قرآن کریم کی عزت کرنے والا ہوگا۔ آج وہی عزّت پائے گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو اس مضبوطی سے پکڑے گا کہ دنیا کی کوئی طاقت اُس سے اس دامن کو چھڑوا نہیں سکے گی۔ آج وہی عزّت پائے گا جو خدائے واحد و یگانہ کی وحدانیت کے ترانے گاتا ہوا اپنی زندگی کے دن گزارے گا۔ خدا تعالیٰ خالقِ کُل مالک کل، ساری صفاتِ حسنہ اُس میں پائی جاتی ہیں۔ ایسی عظیم ہستی ہے کہ انسان اُس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ پیار کرنا چاہتا ہے اپنے بندوں سے۔ اُس

---

❶ سورۃ الکھف آیت: ۱۱۱ ❷ سورۃ الحجرات آیت ۱۴

نے پیدا کیا ہے بندوں کو اس لئے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ❶ کہ اُس کی صفات کی جھلک اُس کے بندوں میں ہو، وہ رنگ چڑھے، وہ حُسن ان میں پیدا ہو، وہ نور اُن کی زندگیوں سے جھلکے۔ جس کی زندگی میں اللہ کا نور چمک رہا ہو، جس کی زندگی پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن کے نقوش پائے جاتے ہوں، کون ہے دنیا میں جو اُس کی عزت نہیں کرے گا۔ لیکن تم اپنے زورِ بازو سے کسی سے بھی عزت نہیں کروا سکتے۔ یہ دنیا کی عزتیں ساری جھوٹی عزتیں ہیں۔ یہ خوشامدوں میں لپٹی ہوئی دنیا کی عزّتیں دروغ گوئی میں لپٹی ہوئی۔ دنیا کی عزّتیں عارضی ہیں آج جو شاہی تخت پر بیٹھا ہے کل وہ آپ کو دار پر نظر آتا ہے۔ یہ تاریخ کے افسانے نہیں ہیں یہ آج کے واقعات ہیں اس زندگی کے۔ سب بڑائیاں اسلام نے ختم کر دیں۔ مَیں تو انگریزی میں کہا کرتا ہوں۔ "Islam is a great Leveller" سب اونچے سر جو تھے ان کو ایک برابر کر کے کھڑا کر دیا۔ سب بھائی بھائی برابر۔ پریس والے علیحدہ بھی ملتے ہیں بعض دفعہ۔ پھر وہ پڑ جاتے ہیں تفصیل میں۔ اپنے متعلق بتلائیں کیا مقام ہے آپ کا؟ مَیں نے کہا میرا مقام! ایک میرا مقام ہے ہدایت دینے کا، ایک میرا مقام ہے ہر احمدی میرا بھائی ہے اور ہر احمدی (یہ حقیقت ہے) سمجھدار ہے۔ وہ آتا ہے، میرے ساتھ بیٹھتا ہے، بالکل بے تکلّف باتیں کرتا ہے۔ عورتیں خط لکھ دیتی ہیں مجھ کو، اپنے باپ کو وہ خط نہیں لکھ سکتیں جو مجھے لکھ دیتی ہیں۔ گجرات سے ایک دفعہ خط آ گیا کہ میرا باپ زبردستی شادی کرنا چاہتا ہے۔ مَیں خلیفۂ وقت کو اپیل کرتی ہوں، وہ خط مَیں نے بند بعد میں کیا پہلے آدمی کو بلایا اور اس کو وہاں بھیج دیا کہ باپ کو سمجھاؤ کہ تمہیں جس چیز کی خدا تعالیٰ نے اجازت نہیں دی، تم کیسے جرأت کر سکتے ہو۔ وہ کرنے کی۔ بچی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں ہوگی۔ مخلص تھا مگر غلطی کر رہا تھا کہا نہیں ہوگی۔ اب امریکہ سے (ساری دنیا میں یہ حال ہے) جلسے پر ایک شادی شدہ بچی آئی۔ اُس کے خاوند کا مسئلہ تھا اُس کا نہیں تھا لیکن تھا بڑا بھیانک سا احمدیت سے پہلے کی زندگی سے متعلق۔ اُس کے خاوند کی زندگی سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنے ملک میں اپنے مزاج کے احمدیوں کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں کی اُس نے۔ مجھے کہنے لگی علیحدہ وقت دیں۔ مَیں نے کہا جلسہ ہے مشغولیت بڑی ہے اگر وقت ملا تو دے سکوں گا۔ (اکٹھی مل رہی تھیں وہ ساری امریکن احمدی مستورات) اگر نہ دے سکا وقت تو مجھے لکھ کے دے دینا اور تسلّی رکھو کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ وہ مجھے اس نے لکھ دیا اور کسی کو اُس نے نہیں بتایا۔ بڑی اہم تھی بات۔ پھر مَیں نے اس کے امیر کو بلا کے یہ بتائے بغیر کہ ایک واقعہ ہوا ہے کہا تمہارے ملک کے حالات ایسے ہیں۔ اس قسم کے واقعات ہونے لگ جائیں گے آئندہ۔ تو تمہیں مَیں مسئلہ بتا دیتا ہوں

❶ سورۃ الذّٰریات آیت ۵۷

اسلام کا۔ اگر تمہارے سامنے ایسی کوئی بات آئے تو اس کے مطابق حل کر لیا کرنا۔ اس طرح اُس کو سمجھایا۔ تو کتنا احسان ہے اللہ کا۔ آتے ہیں بے تکلّف بیٹھتے ہیں، باتیں کرتے ہیں۔ آدھی تکلیف تو ویسے دور ہو جاتی ہے اور ساری پھر اللہ تعالیٰ دُور کر دیتا ہے۔ مجھ میں تو یہ طاقت نہیں ہے کہ سب احمدی جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں مَیں ان کی تکالیف دور کر دوں لیکن میرے خدا میں یہ طاقت ہے اور اُس نے یہ اعلان کیا کہ خلافت کو قائم اس لئے کیا جاتا ہے کہ تا کہ دکھوں کو دور کیا جائے۔ (نعرہ) اور عجیب عجیب معجزانہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ ایک لنڈن کا واقعہ سن لیں یعنی مجھ میں تو طاقت ہی نہیں۔ مَیں تو غریب مسکین انسان ہوں۔ ایک شخص کے دو تین مہینے کے بعد بچہ ہونا تھا مجھے کہنے لگا نام رکھ دیں ایک لڑکے کا، ایک لڑکی کا۔ مَیں نے کہا۔ مَیں تو صرف لڑکے کا ہی نام رکھ دیتا ہوں۔ دو مہینے پہلے انگلستان کی ساری لیڈی ڈاکٹرز نے کہا کہ تیری بیوی کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ اُس کے دوستوں نے کہا۔ جا کے حضرت صاحب سے کہو نام بدلیں۔ اُس نے کہا مَیں نے کوئی نہیں کہنا۔ دو مہینے تک اصرار کرتی رہیں لیڈی ڈاکٹرز کہ پیٹ میں لڑکی ہے۔ بہت سارے ٹیسٹ نکلے ہیں، اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ صحیح معلوم کر لیتی ہیں۔ اور ہمارے وہاں ہوتے ہوئے بچہ پیدا ہوا اور وہ لڑکا تھا ساری لیڈی ڈاکٹروں کی جو تشخیص تھی اور جو علم تھا وہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ ایک اَور شخص نے مجھے کہا۔ اُس نے نام پوچھا مَیں نے ایک نام لڑکے کا لکھ کے لفافے میں بند کر کے اُس کو دے دیا اور مَیں نے کہا جب بچہ ہو اس لفافے کو کھولنا اور نام رکھ دینا۔ جب اُس نے لفافہ کھولا تو اُس میں ایک ہی نام تھا اور وہ لڑکے کا تھا اور وہ لڑکا اُس کے ہوا تھا۔ تو اب مَیں کیا چیز ہوں یعنی اگر مَیں ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کروں تو سب سے بڑا دنیا کا پاگل مَیں ہوں گا مگر خدا کا فضل ہے مَیں پاگل نہیں ہوں۔ مَیں اپنے مقام کو بھی جانتا ہوں اور اپنے خدا کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں۔ مجھ سے کینیڈا میں پوچھا ایک شخص نے کہ اسلام میں وحی اور الہام کا کیا تصوّر ہے۔ ان لوگوں کی عادت ہے کہ جو بھی بتاؤ کہتے ہیں کہ بائبل میں بھی یہی لکھا ہوا ہے۔ میرے ساتھ تو چالاکیاں کرنی مشکل ہیں۔ مَیں نے کہا پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ بائبل میں وحی اور الہام کا کیا تصوّر ہے۔ اُس نے بتایا بائبل کیا کہتی ہے۔ پھر مَیں نے اُس کو بتایا کہ اسلام میں وحی اور الہام کا یہ تصوّر ہے اور مَیں تمہیں مثال دیتا ہوں ۱۹۷۴ء کی۔ جب یہ کہا گیا کہ سوال و جواب ہوں گے اور اُسی وقت آپ نے جواب دینا ہوگا تو صدر انجمن احمدیہ نے لکھا کہ نوّے سال پر لٹریچر پھیلا ہوا ہے۔ سینکڑوں کتابیں ہیں اور امام جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ ساری کتب ان کو زبانی یاد ہیں۔ اس واسطے ایک دن پہلے آپ سوال کریں اور اگلے دن جواب مل جائے گا۔ انہوں نے کہا نہیں یہی ہوگا۔ طبعاً بڑی اہم ذمہ داری تھی اور پریشانی۔ ساری

رات مَیں نے خدا سے دُعا کی۔ ایک منٹ نہیں سویا، دعا کرتا رہا۔ صبح کی اذان کے وقت مجھے آواز آئی بڑی پیاری "وَسِّعْ مَكَانَكَ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ" ہمارے مہمانوں کی فکر کرو۔ وہ تو بڑھتے ہی رہیں گے تعداد میں۔ اب دیکھا نا ساری قناتیں اُٹھانی پڑیں، آج وَسِّعْ مَكَانَكَ مہمان بڑھتے چلے جائیں گے، ان کی فکر کرو، اپنے مکانوں میں وسعت پیدا کرو، استہزاء کا منصوبہ ضرور بنایا ہے انہوں نے مگر اس کے لئے ہم کافی ہیں۔ ۵۲ گھنٹے دس منٹ میرے پر جرح کی اور (۵۲) گھنٹے دس منٹ مَیں نے خدا کے فرشتوں کو اپنے پہلو پہ کھڑا پایا۔ بعض اَور باتیں بتائیں مَیں نے ان کو۔ بعض لوگوں نے کہا آپ ابھی لکھا دیں ہمیں۔ مَیں نے کہا لکھ لو وہ کہتا کہ یہ کیسے پتہ لگے یہ خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات ہے۔ مَیں نے کہا مستقبل بتاتا ہے جو بات کہی جائے اگر وہ پوری ہو جائے اس کا مطلب ہے خدا نے بتائی۔ خدا کے علاوہ تو آئندہ کی بات کوئی نہیں بتا سکتا۔ علاّم الغیوب صرف خدا تعالیٰ کی ہستی ہے۔ پھر مَیں نے مزید بتایا۔ مَیں نے کہا مَیں بچوں سے پوچھتا ہوں۔ بعض دفعہ کہ کوئی سچی خواب آئی۔ چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے بچے دیہات میں رہنے والے، ماحول اُن کا اسی قسم کا ہے، وہ کہتے ہیں جی ہمیں خواب آئی سچی۔ کیا خواب آئی سچی؟ جی بھینس کے بچہ ہونے والا تھا اور خدا نے ہمیں خواب دکھائی کہ "کٹی ہوئے گی تہ وی (۲۰) دن بعد کٹی ہوگئی۔" چھوٹی سی بات ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اُس بچے کے ساتھ بچے کی زبان میں بات کرنی ہے اُس بچے کے ساتھ ابن خلدون کے فلسفہ پر گفتگو نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ۔ بچہ سمجھ ہی نہیں سکتا اُس کو۔ تو خدا تعالیٰ نے پہلے دن بچپن میں یہ سبق دینا ہے کہ مَیں ہوں اور علاّم الغیوب ہوں اور طاقتوں والا ہوں اور وہ اس کو تربیت دیتا ہے۔ آپ لوگ تو تربیت میں سُست ہو گئے۔ خدا تعالیٰ تو سُست نہیں ہوا۔ وہ ہماری جماعت کی تربیت کرتا چلا جاتا ہے۔

بعض باتیں انصار اللہ کے متعلق ہیں۔ انصار اللہ کی ذمہ داریاں ہیں زیادہ یعنی خاندان ہے شادی ہوئی، ہوئی ہے، بیوی ہے، بچے ہیں، اکثر یہاں وہی بیٹھے ہوں گے۔

قرآن کریم نے کہا ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (1) پہلی ذمہ داری انسان پر اُس کے نفس کی ہے اور دوسرے نمبر پر اُس پر اُس کے خاندان کی ہے۔ خدا کہتا ہے خود اپنے نفسوں کو اور اپنے خاندانوں کو خدا تعالیٰ کے غضب سے بچانے کی کوشش کرو۔ اور قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے اور بچانے کی تدابیر خود بیان کی ہیں۔ بڑی عظیم کتاب ہے یہ۔ صراط مستقیم جو ہے وہ خود بتایا ہمیں۔ ہر آدمی کے لئے بعض پہلو اُسی کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ دعائیں سکھائیں۔ اِهْدِنَا

(1) التحریم آیت ۷

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. اَرِنَامَنَا سِكْنَا. ہم سے تعلّق رکھنے والے جو پہلو ہیں وہ ہم پراُجاگر کر۔ تاکہ وہ راستہ جو تیری رضا کی طرف لے جانے والا ہے اُس تک مَیں اور میرا خاندان پہنچے۔ اگر جماعتِ احمدیہ کے سارے خاندان خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے ہوں تو جماعت احمدیہ دنیا کے لئے ایک مثالی جماعت بن جاتی ہے۔ آج دنیا اسلام کی طرف متوجہ بھی ہے اور نمونہ مانگتی ہے۔ ہر سفر میں ہر موقع پر پریس کانفرنس میں یہ سوال ضرور اُٹھتا ہے کہ ہمارے سامنے نمونہ پیش کیا جائے۔ اسلام کی تعلیم پر کون عمل کر رہا ہے اور ثمراتِ اسلام کیا ہیں یعنی اسلام پر ایمان لا کر کیا حاصل ہوتا ہے اور کیا حاصل ہو رہا ہے۔ دنیوی لحاظ سے عقلمند لوگ ہیں یہ اُن کا حق ہے کہ یہ پوچھیں۔ مَیں کھل کے بات کرتا ہوں۔ مَیں تو خدا کا ایک عاجز بندہ ہوں کوئی چیز چھپا کے نہیں رکھتا۔ میرے لئے دنیوی مصلحت کوئی نہیں۔ میرے لئے سچ بولنا ایک ہی مصلحت ہے۔ کُھل کے کہتا ہوں کہ دیکھو اگر ہم تمہارے سامنے کوئی ایسی چیز پیش کریں جو اُس سے اچھی ہو جو تمہارے پاس موجود ہے تم لے لو گے اُسے۔ عقل کا یہ تقاضا ہے۔ لیکن اگر ہم تمہیں کنوِنس (Convince) نہ کر سکیں۔ اگر ہم تمہیں باور نہ کروا سکیں کہ جو ہم پیش کر رہے ہیں وہ بہتر ہے اس چیز سے جو تمہارے پاس ہے تو تم نہیں لو گے، لیکن اگر باور کروانے میں ہم کامیاب ہو جائیں تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم نہ لو۔ تم چھوڑ دو گے اس کو جو تمہارے پاس ہے۔ کیونکہ تم قائل ہو گے اس بات کے کہ جو تمہارے پاس ہے وہ اچھی نہیں، جو ہم دے رہے ہیں وہ اچھی ہے اور مَیں نے اس دفعہ تحدّی سے ان کو کہا کہ دیکھو تم نے سائنس میں بڑی ترقی کی اور ایک پہلو یہ ہے کہ تم نے اپنے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور دوسرے مہلک ہتھیاروں کے پہاڑ جمع کر لئے۔ صرف یہی نہیں، تم نے ایسے مسائل پیدا کر لئے اپنی زندگی میں اور وہ بھی بڑھتے چلے جا رہے ہیں جن مسائل کا حل تمہارے پاس نہیں

The problems you haven't got the solution of

وہ Pile up کر لئے ہیں اور پہاڑ بن رہے ہیں ایسے مسائل کے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ایک دن عنقریب آنے والا ہے جب یہ مسائل اتنے بڑھ جائیں گے جن کا حل تمہارے پاس نہیں ہوگا۔ کہ تم مجبور ہو جاؤ گے اِدھر اُدھر دیکھنے کے لئے۔ وہ دن اسلام کا دن ہے، اسلام آئے گا تمہارے پاس اور کہے گا کہ تمہارے ہر مسئلے کو مَیں حل کرتا ہوں۔ تم مجبور ہو جاؤ گے اسلام کو ماننے پر۔ تمہیں آنا پڑے گا اسلام کی طرف۔ ایک شخص نے پوچھا آپ جو کہتے ہیں۔ ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی تو اگر جنگ ہوگئی ایک اَور یعنی Third World War تو جو مر جائیں گے وہ تو جمع نہیں ہوں گے۔ مَیں نے کہا۔ مَیں نے یہ نہیں کہا کہ جو مُر دے ہیں وہ بھی جمع ہو جائیں گے۔ جن کو تم

مار دو گے وہ تو تم نے مار دیئے۔ مَیں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ زندوں کی ننانوے فیصد اکثریت جو ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی۔ (نعرے) آج کے زمانہ کی یہ ایک حقیقت ہے جو مَیں نے ان کے سامنے رکھ دی لیکن اس حقیقت کی تفاصیل بیان کرنا یہ جماعت احمدیہ کا کام ہے۔ اس حقیقت کے مطابق اپنی زندگیوں کو بطور نمونہ ان کے سامنے پیش کرنا یہ آپ میں سے ہر خاندان کا کام ہے۔ اس واسطے عہد کرو کہ آج کہ ہم دنیا کی لالچ میں خدا کی طرف پیٹھ کر کے اپنی زندگیاں نہیں گزاریں گے۔ ہم دنیا کی خاطر کسی اور کا دامن نہیں پکڑیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو چھوڑ کے۔ ہم خدا تعالیٰ کی رحمت کی بھیک مانگتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں گے۔ ہمارے ہاتھ میں ہمیشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مضبوطی سے پکڑا رہے گا اور انشاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت اس دامن کو ہم سے چھڑا نہیں سکے گی۔ جو مرضی کر لے دنیا۔ انشاء اللہ۔ اور آپ بھی عہد کریں اور اپنے بچوں کو دین سکھائیں۔ بہت سے منصوبے مَیں نے بنائے ہیں اُن پر عمل کریں۔ قرآن کریم کا منصوبہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے اس مادی دنیا میں ہیں وہ بھی آیات اللہ ہیں قرآن کریم کی اصطلاح میں۔ علمی میدان میں آگے بڑھو، آگے بڑھو۔ آگے بڑھو آگے بڑھو یہاں تک کہ دنیا اس بات کی بھی قائل ہو جائے (جس طرح سپین نے اُن کو قائل کیا تھا ایک وقت میں) کہ ہر میدان میں احمدی مسلمان ہم سے آگے نکل گیا اور ہم مجبور ہو گئے ہیں اُس سے سیکھنے، اُس سے بھیک مانگنے پر۔ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے۔ آمین

اس کے بعد حضور نے عہد دہروایا اور پھر فرمایا:

''ظہر اور عصر کی نماز انشاء اللہ مسجد مبارک میں ڈیڑھ بجے ہو گی اور اس کے بعد جہاں بھی کھانے کا انتظام ہے کھانا ہو گا۔ پہلے نماز ہو گی اگر آپ جلدی آ سکتے ہیں۔ اس وقت ایک بجنے میں اکیس منٹ ہیں۔ سوا ایک بجے نماز ہو سکتی ہے۔ سوا ایک بجے نماز ہو گی۔ یعنی ایک بج کے پندرہ منٹ پر اور اس کے بعد کھانا ہو گا، اور جتنا مرضی وقت لگائیں پھر۔''

دعا فرمانے کے بعد حضرت اقدس نے احبابِ جماعت کو حسب ذیل الوداعی نصیحت فرمائی:

''چند دنوں تک چودہویں صدی ختم ہو رہی ہے۔ اس صدی کو خدائے واحد و یگانہ کی توحید کے ورد کے ساتھ الوداع کہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اتنی کثرت سے پڑھیں کہ کائنات کی فضا اس ترانہ کے ساتھ معمور ہو جائے۔ دن رات اُٹھتے بیٹھتے بالکل خاموشی کے ساتھ نہیں، اونچی آواز میں بھی نہیں، اس طرح (حضور نے دھیمی آواز میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ متعدد بار دہرا کر دکھایا اور پھر فرمایا) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پڑھتے رہیں۔ اس ندا کے ساتھ اس صدی کو الوداع کہیں اور اسی ندا کے

ساتھ ہم اگلی صدی کا استقبال کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔'' (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۷ تا ۱۱)

قرآنی علوم سیکھنے میں مہارت حاصل کرو

مجلس انصاراللہ کراچی سے خطاب

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۳۱ راگست ۱۹۸۱ء کو مجلس انصاراللہ کراچی سے جو خطاب فرمایا تھا، اس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا: ناظم صاحب ضلع مجھے یہ بتائیں کہ انصاراللہ کہتے کسے ہیں؟ یعنی آپ کا پروگرام کیا ہے؟ آپ کیا کرتے ہیں؟ اپنا تعارف کروائیں۔ اس پر ناظم صاحب نے اپنی ششماہی رپورٹ پیش کی تو مساجد میں انصار کی حاضری کے ذکر پر حضور نے فرمایا۔

مسجد میں آ کر نماز باجماعت ادا کرنے کا مسئلہ

یہ جو مسجد میں آ کر نماز باجماعت ادا کرنے کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے کہ اگر قریب ترین مسجد ۲۰ میل دُور ہو تو پانچوں نمازیں وہاں جا کر پڑھا کرو۔ بالکل یہ مسئلہ نہیں ہے۔ پھر کیا مسئلہ ہے۔ یہ لاؤڈ سپیکر وغیرہ تو اب نئی چیزیں آ گئی ہیں۔ ساری دُنیا میں ایک ہی اذان سُنانے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ اور کبھی ممکن بھی ہو سکتی ہے۔ خانہ کعبہ کی اذان مغرب کی دی جائے اور دُنیا کے کسی خطہ میں ایسی مسجد بھی ہو تو وہاں صبح کا وقت ہو۔ چکر میں ہے نا گولائی میں۔ بہت سی احادیث سے پتہ لگتا ہے اور جو صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔ اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ مسجد کی وہ دُوری کہ جہاں نماز کے لئے جمع ہونا نماز باجماعت کے لئے ضروری ہے وہ ہے کہ اُس مسجد کی اذان کی آواز وہاں تک پہنچ جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کراچی میں جماعت احمدیہ بکھری ہوئی ہے ۳۳ حلقے تو ہم نے انتظامی ضرورت کے لئے بنائے ہیں۔ نماز باجماعت کے لئے تو ممکن ہے دو سو جگہوں کی ضرورت ہو۔ ۲۰۰ جگہ مَیں نے جان بوجھ کے کہا ہے۔ ۲۰۰ مساجد نہیں کہا یعنی جو ایک خاص گھر اللہ تعالیٰ کا بنایا جاتا ہے۔ اِن المساجد لِلّٰہ۔ اور وہاں نماز کے لئے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ نماز باجماعت کے لئے اُس قسم کی مسجد کی ضرورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جعلت لِیَ الارض مسجدًا ساری کی ساری زمین اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میری امت کے لئے مسجد بنا دی۔ تو اتنے فاصلے پر کہ جہاں سے آواز آ جاتی ہے وہاں کوئی

ایسی جگہ ہونی چاہئے۔ جہاں دوست اکٹھے ہو جائیں ورنہ اگر آپ ایک حلقہ جس میں ایک ایسا احمدی گھرانہ بھی ہے جو اُس حلقہ کی مسجد سے دو تین میل دُور ہے اور آپ یہ امید رکھیں کہ خدا تعالیٰ کا حکم بجا لاتے ہوئے اسے دو تین میل پانچ دفعہ آنا چاہئے۔ یہ تخیل غلط ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے جو سہولت اور نرمی امت محمدیہ کے لئے پیدا کی یہ اُس کے خلاف ہے۔ اس لئے اگر آپ نے نماز باجماعت اس معنی میں کروانی ہے جس معنی میں کہ ہمیں کہا گیا ہے کہ اکٹھے ہوا کرو۔ تو نماز پڑھنے کے لئے جگہوں کے فاصلے اتنے ہونے چاہئیں کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے اذان کی آواز پہنچ جائے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض ایسے حالات ہوں کہ آپ وہاں اذان نہ دے سکیں لیکن یہ تو ایک موٹا اندازہ ہے کہ یہاں سے اذان کی آواز پہنچ جائے گی یا نہیں پہنچے گی۔

اب آپ نے کہا ایک حلقہ ہے وہاں دو مسجدیں ہیں۔ اُس کا دائرہ جو ہے اُس حلقے کا اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کا فاصلہ ۳۔۴ میل کا ہے۔ تو کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کی آواز آدھے میل یا میل تک پہنچ جائے لیکن عام طور پر انسان کی آواز اذان دیتے ہوئے اتنے فاصلے پر نہیں پہنچتی۔ اس میں زیادہ جذبہ کا سوال ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی میں جمعہ کے لئے بھی ایک یہ شکل نظر آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور صحابی کی شراکت سے ایک باغ لیا تھا وہاں کام کرتے تھے۔ تو ایک جمعہ ان کے شریک آ کے پڑھا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور دوسرا جمعہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کے پڑھتے تھے پتہ نہیں کتنا لمبا زمانہ تھا لیکن بہرحال یہ ایک واقعہ ہوا۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ اعتراض کرنے کی بجائے کام کرنا چاہئے۔ جب مَیں کہتا ہوں ''اعتراض کرنے کی بجائے'' تو میرے دماغ میں اعتراض ہے کہ فلاں شخص مسجد میں آ کے نماز باجماعت ادا نہیں کرتا۔ اور اُس کا گھر اُس جگہ ہے جہاں جماعت احمدیہ اُس حلقے میں نماز باجماعت ادا کر رہی ہے، فاصلے پر ہے ایسا کہ اس کے لئے پانچوں وقت آنا تکلیف ''مالا یطاق'' ہے اس کا جو ایک بُرا نتیجہ نکلا۔ وہ یہ کہ یہ عادت پڑ گئی۔ جماعت میں یہ بڑی عادت ہے اور مَیں جماعت احمدیہ کی بات کرتا ہوں کیونکہ یہ نسبتاً زیادہ پیار کے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر اس کے حضور جھکنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مغرب وعشاء اور صبح کی نمازیں ہو جائیں اور ظہر وعصر کے متعلق کوئی خیال ہی نہیں۔ حالانکہ اگر ایک آبادی ظہر اور عصر کے وقت کسی اور جگہ اکٹھی ہوتی ہے اور صبح وشام کے وقت اُن کے گھروں کے قریب جب وہ فارغ ہوتے ہیں کسی اور جگہ اکٹھی ہوتی ہے تو دونوں جگہوں پر ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ وہ نماز

باجماعت ادا کر سکیں۔

پھر تعلیم القرآن کے ذکر پر فرمایا:

جو شخص صحیح معنی میں تفسیر صغیر پڑھ سکتا ہے وہ صحیح معنی میں درس بھی دے سکتا ہے۔

مرکزی امتحانات

مرکزی امتحانات کے ذکر پر فرمایا:

جس نوجوان نے مقابلہ کا امتحان دینا ہو وہ مقابلے کی تیاری کیا کرتا ہے۔ کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کرتا ہے کہ وہ کامیاب ہو جائے اور کامیابی کے نتیجہ میں اُسے بہت سے انعامات ملیں۔ تو اس سے زیادہ انعامات جہاں ملنے کا سوال ہو وہاں کیوں نہیں وہ پڑھتا؟

اصل تو ہمارے پاس ایک ہی کتاب ہے۔ قرآن عظیم اور وہ کُتب جو قرآن کریم کے معانی بیان کرنے کے لئے لکھی جاتی ہیں یا وہ باتیں جو قرآن کریم کی طرف توجہ دلانے کے لئے کہی جاتی ہیں۔ باقی تو سارے کھلونے ہیں کسی نے بتایا کہ کسی کالج میں کوئی طالب علم مائیگریشن کے لئے گیا۔ اب نہ وہاں کا پرنسپل احمدی، نہ طالب علم احمدی، اور بتانے والا بھی احمدی نہیں۔ اس نے باہر سے چک میں دیکھا کہ کوئی صاحب پرنسپل صاحب کی کرسی پر بیٹھے ہوئے اور لاتیں میز پر رکھی ہوئیں اور ایک چھوٹی سی جس طرح ایک بچوں والی کوئی کتاب ہوتی ہے وہ اس کے ہاتھ میں ہے اور پڑھ رہا ہے۔ اُس نے خیال کیا کہ پرنسپل صاحب کہیں باہر گئے ہوئے ہیں اور اُن کا جو چپڑاسی ہے وہ عیش کر رہا ہے۔ یہ ذہنی عیاشی کہ میں پرنسپل کی کرسی پر بیٹھا ہوا اور ایک کتاب اپنے علم کے مطابق پڑھ رہا ہوں۔ خیر اُس نے پوچھا۔ میں آ جاؤں اندر۔ اُس صاحب نے کہا ہاں آ جاؤ اندر۔ اندر گئے تو اِس نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ میں ''علی بابا چالیس چور'' کتاب بچوں والی وہ تھی پکڑی ہوئی۔ اور وہ پڑھ رہے ہیں۔ تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ جو میرا اندازہ تھا وہ درست نکلا۔ اُس نے پوچھا کہ مجھے پرنسپل صاحب سے کام ہے۔ آپ بتا سکیں گے کہ مجھے کہاں مل سکتے ہیں۔ اُس نے جلدی سے لاتیں نیچے کیں اور بیٹھ کے یوں کہنے لگا۔ میں ہی پرنسپل ہوں۔

تو جس کو پیار نہیں ہے اپنے پیشے اور اپنے مضمون کے ساتھ اور اپنی زندگی کے ساتھ، وہ توجہ نہیں کرے گا۔ لیکن جو شخص ایسا ہو جسے پیار ہو اور ہر احمدی کے دل میں ایسا پیار ہونا چاہئے۔ پیار ہو اپنی زندگی کے ساتھ۔ اور یہ جانتا ہو کہ زندگی یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اُس نے مرنے کے بعد آگے چلنا ہے۔ اُسے یہ کوشش کرنی پڑے گی کہ وہ نعماء جو مرنے کے بعد اُخروی زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہیں اور موعودہ

ہیں یعنی جن کا وعدہ قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ اُن کے حصول کے لئے جو طریق بتائے گئے ہیں اور جو شرائط رکھی گئی ہیں، میں اُن کی طرف توجہ کروں۔ جس شخص کو پتہ ہی نہیں ہوگا وہ کام کیسے کرے گا۔ ہر عمل کی بنیاد معرفت پر ہے۔ یعنی اُس کو پتہ ہونا چاہئے کہ کیوں کروں۔ یہ علم ہے کیا؟ ہر عمل کی بنیاد معرفت پر ہے۔ اگر معرفت عرفان۔ شناخت کا علم نہ ہو تو عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ جس شخص کو یہ پتہ نہیں کہ موٹر کیسے چلاتے ہیں۔ وہ موٹر نہیں چلا سکتا۔ جس شخص کو یہ پتہ نہیں کہ ہوائی جہاز کیسے چلایا جاتا ہے۔ وہ ہوائی جہاز نہیں چلا سکتا۔ جس شخص کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کی کونسی راہیں کھولی ہیں وہ اُن راہوں پر چل ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک موٹی بات ہے۔ تو کیوں نہیں توجہ کرتے۔ کوئی مصروفیت نہیں اس قسم کی۔ (اس موقع پر حضور نے زعیم اعلیٰ صاحب سے استفسار فرمایا کہ جو مرکز کی طرف سے سہ ماہی امتحان لیا جاتا ہے اس میں کتنے انصار نے حصہ لیا) اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے حلقے ایسے ہیں جن میں دس پندرہ فیصد انصار امتحان میں شامل ہوتے ہیں ورنہ ان کے انصار پچاس فیصد سے زائد نہ ہو جاتے اور آپ کے ذمہ کیا کام ہے۔ (اس پر زعیم اعلیٰ صاحب نے بتایا کہ تعلیم و تربیت کے علاوہ اصلاح وارشاد کے کام ہیں تو حضور نے فرمایا) تربیت کے کام تو ابھی بہت رہتے ہیں۔

انصار کا یہ تربیتی کام نہیں کہ وہ جو عمر کے لحاظ سے اُن کے Dependents ہیں اُن کی تربیت کا خیال رکھیں؟ اس رپورٹ میں غالباً یہ فقرہ نہیں آیا کہ کوئی احمدی اپنے بچوں سے تربیت کے معاملہ میں غافل نہ رہے۔ پھر حضور کے ارشاد پر زعیم اعلیٰ صاحب نے اصلاح وارشاد کے کام کی رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ اس کام کی طرف توجہ ذرا گھٹ گئی ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ احساس انصار کو ہوا یا اُن کے عہدیداروں کو ہوا۔ عرض کیا گیا کہ یہ عہدیداروں کو ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ اس کا مطلب ہے جن لوگوں کو ہم دعوت دیتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے اور کم آتے ہیں۔ ویسے عزم اور ہمت کی کمی ہے۔

فولڈروں کی اشاعت

ابھی دو ایک ہفتے ہوئے مجھے سوئٹزرلینڈ سے یہ اطلاع ملی کہ وہاں پہاڑوں پر جس طرح ہمارے گوجر ہوتے ہیں وہاں رومینش زبان بولنے والے خاندان رہتے ہیں جن کی تعداد کم و بیش ستر اسّی ہزار ہے۔ اور تین زبانیں بولتے ہیں یعنی رومینش ڈائلیکٹ Dialect تین قسم کی وہاں بولی جاتی ہے۔ تین Dialects پچھلے سال جب مَیں نے فولڈر تقسیم کرنے کا منصوبہ دیا تو نسیم مہدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی سے کام کرنے والے ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ رومینش زبان بولنے پڑھنے والے تو بڑے

تھوڑے ہیں لیکن اگر کہیں تو اس زبان میں بھی فولڈر ہم شائع کر دیں۔ مَیں نے کہا ضرور شائع کرو۔ اُس وقت تک اُن کو ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ تین Dialects ہیں۔ اتفاقاً یہ ہوا کہ جس Dialect میں انہوں نے فولڈر شائع کیا وہ سب سے زیادہ بولنے والی زبان کوئی تیس چالیس ہزار کے درمیان کوئی تعداد ہے۔ وہ لوگ اوپر پہاڑوں میں رہتے ہیں زیادہ تر تو وہ بازاروں میں ملتے ہی نہیں بڑی مشکل ہے۔ وہاں جو پوسٹ آفس ہے اُس نے ایک بڑی ہی عجیب (آپ کو عجیب اس واسطے لگے گی کہ یہاں کوئی تخیّل ہی نہیں اُس کا) ایک سہولت مہیا کی ہے اور وہ یہ کہ ٹکٹ لگائے بغیر یعنی ہر فولڈر پر علیحدہ علیحدہ ٹکٹ لگانے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ایک گاؤں کوئی x (ایکس) لے لیا۔ اُس کے سارے گھر پانچ سو ہیں اُس علاقے میں۔ رومینش زبان بولنے والے۔ پانچ سو گھروں کی فہرست ہر پوسٹ آفس میں موجود ہے۔ تو پوسٹ آفس والے کہتے ہیں کہ ایک بنڈل بنا کے ہمیں دے دو۔ اُس کا چارج بہت کم ہے ٹکٹ کے مقابلہ میں اور ہم اپنے پوسٹ آفس کو بھیج دیں گے اور وہاں ڈاک کے ساتھ ہر گھر میں وہ فولڈر پہنچا دے گا۔ چنانچہ پہلی کوشش میں انہوں نے اس مشکل جگہ پہ جہاں آدمی کا پہنچنا بڑا وقت چاہتا تھا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آٹھ ہزار فولڈر اتنی آبادیوں میں جن کی ٹوٹل تعداد کم و بیش آٹھ ہزار بنتی تھی۔ کچھ اوپر ہوں گے اس طرح وہ فولڈر پہنچا دیئے۔ اور نیوز بلیٹن جو ہے وہ ریلیز کر دی۔ اُس کے اوپر دو اخباروں نے بڑا دلچسپ مضمون لکھا بڑے غصہ میں کہ یہ کیا ہو گیا ہے ہماری قوم کو ہم عیسائی ہیں (وہ کیتھولک ہیں زیادہ) اور اپنے مذہب سے بڑا پیار رکھتے ہیں لیکن ہم نے یہ خیال ہی نہیں کیا کہ جو پٹرول لے کے ہم اپنی کاروں میں ڈالتے اور استعمال کرتے ہیں۔ وہ پیسہ اب مسلمان ملکوں کو جا رہا ہے۔ اور مسلمان ملکوں نے اب یہ کرنا شروع کر دیا ہے کہ یہ سارے ملکوں نے مل کے جماعت احمدیہ کو روپیہ دیا ہے کہ وہ ہمارے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ یہ اچھی خاصی لمبی Commentary پہ تنقید آ گئی ہے۔ جرمن زبان میں یا شاید ایک دوسری زبان میں بھی ہے۔ دو اخباروں نے لکھا ہے جرمن زبان میں بھی اور اس کا ترجمہ بھی اردو میں۔ تو بہت دلچسپ ہے نا۔ لیکن آپ کے لئے عبرت بھی ہے۔ اگر بیس پچیس خاندان سوئٹزرلینڈ کے اس قسم کی تبلیغی مساعی کر سکتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کر سکتے؟ بہت شرم کی بات ہے۔ ہے نا شرم کی بات۔

اصل یہ ہے Personal Contact اور واقفیت پیدا کریں۔ کوشش کریں تو بڑی واقفیت ہو جاتی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ احمدی کے خلاف پاکستان میں تعصب بہت ہے۔ میں تو جہاں اس قسم کا کوئی اکٹھ ہو تو وہ آنکھیں دیکھا کرتا ہوں جو غضب ناک ہوں اور جن میں خون اُترا ہوا ہو، تیوڑیاں چڑھی

ہوئیں ہوں اور غصہ کے آثار ہوں چہرے پر۔مگر سارے مجمعے میں مجھے ایک بھی نہیں ملتا۔

ابھی پولو کے لئے گئے ہوئے تھے۔ بہت سارے لوگ تھے۔ اچھے پڑھے لکھے بہت سارے آدمی آئے ہوئے تھے وہاں۔لیکن ایک آنکھ میں بھی غصہ نہیں نظر آیا۔

ایک دفعہ بچی کے پتّے کا آپریشن راولپنڈی میں کوئی فوجی ہسپتال ہے وہاں ہوا۔تو وہاں میں بچی کو پوچھنے گیا۔تو بہت سارے لوگ پھر رہے تھے۔ میں نے بچی کا حال پوچھا۔اُس کی والدہ باتیں کر رہی تھی۔ میں باہر نکل آیا اپنے احمدی دوست بھی تھے۔تو سب کو دیکھا نظر ڈالی، جو پاس سے گذرتا تھا سلام کرتا تھا۔مُسکراتا تھا۔غصہ کوئی نہیں دکھاتا تھا۔

یہ ٹھیک ہے کہ غصہ بہت ہے۔ایک خاص طبقہ ہے کوئی $\frac{1}{1000}$ یا شاید اس سے بھی کم ہوگا۔ایک چھوٹا سا نقطہ سارے پاکستان کے نقشے کے اوپر ہے وہ بڑا غصہ دکھاتے ہیں۔یہ بھی ٹھیک ہے کہ عارضی طور پر پاکستانی شہریوں کا بھی اس میں حصہ شامل ہو جاتا ہے جنہیں غلط باتیں کر کے غصہ دلا دیا جاتا ہے۔لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ سال میں گیارہ مہینے یہ لوگ جنہیں کبھی کبھی غصہ آتا ہے وہ بغیر غصے کے زندگی کے دن گزار رہے ہوتے ہیں۔اور چاہتے ہیں کہ آپ اُن سے بات کریں۔ان کو بتائیں۔

پس حقیقت کا کسی کو پتہ ہی نہیں مثلاً نبوت کا دعویٰ ہے۔مجھ سے سوال ہوگیا ۷۴ء میں۔کہ کیا آپ (اُنہوں نے تو یہی کہا تھا) مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتے ہیں؟ مَیں نے کہا نہیں۔تو وہ بھی پریشان اور ابوالعطاء صاحب کہنے لگے کہ آپ نے تو ہمارے پاؤں کے نیچے سے زمین نکال دی۔ پھر مَیں خاموش ہوگیا کوئی ۲۵۔۳۰ سیکنڈ کے لئے۔ پھر مَیں نے کہا ہم اُمّتی نبی مانتے ہیں۔اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی کی تعریف کی ہے۔اور امّتی نبی کی بھی تعریف کی ہے اور اگر مَیں یہاں پوچھوں کہ کس کو یہ دو مختلف تعریفیں جو نبی اور امّتی نبی کی ہیں آتی ہیں تو کوئی ہاتھ کھڑا ہوگا (اس پر بعض دوستوں نے ہاتھ کھڑے کئے۔آپ نے فرمایا) نبی کی کیا تعریف ہے؟ (جواب سننے پر فرمایا) اُمّتی نبی کی (پھر فرمایا) ہاں کچھ قریب قریب پھر رہے ہیں۔اصل جواب نہیں ملا۔

نبی اور امتی نبی کا فرق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نبی اُسے کہتے ہیں جو مقام نبوت کے حصول میں نبی متبوع کا کامل تابع ہے ہی نہیں۔ ہونا ضروری نہیں اُس کا۔مثلاً بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت لے کے آئے اور اُن کے بعد بنی اسرائیل میں ایک ایک وقت میں سینکڑوں نبی بھی ہو جاتے تھے۔ایک ایک گاؤں کا نبی لیکن اُن کو نبوت کا مقام اس لئے نہیں ملتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی شریعت کی پیروی کر رہے ہیں بلکہ وہ محض موہبت تھی۔ وہ اس شریعت کی پیروی نہیں کر رہے ہوتے تھے اور اُن کو نبوت مل رہی ہوتی تھی۔ یعنی یہ ہی ایک Extreme کے اُوپر مثال دینے لگا ہوں آپ کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بظاہر شریعتِ موسوی کے پیرو نبی تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ جو تیرے ایک منہ پہ ایک تھپڑ مارے تُو اس کے مُنہ پر اس سے زیادہ زور سے تھپڑ مار دے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ بالکل غصہ نہیں دکھانا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا یہ بالکل واضح حکم منسوخ کرنے والے تھے۔ اور پھر بھی نبوت پانے والے تھے۔

پس امتی نبی اُسے کہتے ہیں کہ جو اپنے نبی متبوع کے فیض کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ یعنی زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان دو تعریفوں میں اس واسطے کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا کھڑا نہیں ہوسکتا جو اپنے اس دعویٰ میں سچا ہو کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نہیں کی پھر بھی خدا نے مجھے نبی بنا دیا۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ نبوت تو بہت بڑا مقام ہے اسے علیحدہ چھوڑو۔ کوئی چھوٹی سی چھوٹی رُوحانی خوبی کسی میں نہیں پیدا ہوسکتی جب تک کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل نہ کی گئی ہو۔ اور یہ زمین آسمان کا فرق ہے یعنی ایک وہ ہے جسے اِس مقام تک پہنچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر عمل کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بیچ میں Consideration ہی نہیں ہے اور دوسرا وہ ہے جو ایک قدم بھی اگر ہٹا تا ہے تو چھوٹے سے چھوٹا رُوحانی درجہ بھی اُسے نہیں مل سکتا۔ اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یعنی کوئی ایسا شخص جو آپ سے علیحدہ ہو کے آپ کے مقابلے میں کھڑا ہو کے کہے۔ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں اور مجھے کوئی رُوحانی مقام مل گیا۔ آ ہی نہیں سکتا۔ ناممکنات میں سے ہے۔ لیکن اُمّتی اگر ہو یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع کرنے والا ہو تو وہ صالح بھی ہوگا۔ صرف اس لئے کہ اُس نے اتباع کی۔ وہ شہید بھی ہوگا۔ صرف اس لئے کہ اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اپنے دائرہ استعداد کے اندر رہ کر کی۔ اور وہ صدیق بھی ہوگا صرف اس لئے کہ اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔ اور نبی بھی ہوسکتا ہے اگر وہ فنا فی محمّد کے بلند تر مقام تک پہنچ جائے۔ یعنی اُسے سب سے بڑے ارفع مقام کے حصول کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہونا پڑے گا۔

تو یہ ہمیں جب کہتے ہیں کہ یہ کافر ہیں تو اگر ہم نبی کے معنے ہی نبوت کو جاری سمجھیں تو ہم واقعی کافر ہیں یعنی ہم آپ کہتے ہیں کہ پھر ہم کافر ہیں۔ لیکن ہم وہ نبوت جاری نہیں سمجھتے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کو پہچانا۔ اور آپؐ کی رفعت کو

شناخت کیا۔ اور اس یقین پر قائم ہوا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ ❶ خدا تعالیٰ کا پیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر چلے گا تو وہ خدا تعالیٰ سے سب کچھ ہی پالیتا ہے۔ جتنی اُس کی جھولی ہوگی اتنی وہ بھر دی جائے گی۔ اب اگر آپ ان کی یہ غلط فہمی دُور کر دیں کہ نبی اس معنی میں جس معنی میں وہ نبی مانتے ہیں اور ہم بھی نبی مانتے ہیں یعنی خالص نبی۔ بغیر امتی کی صفت ساتھ ملائے بغیر تو وہ بات ان کی اور ہماری ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ہم وہ مانتے ہی نہیں اور ہم پہ خواہ مخواہ ایک الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم اُمّتی نبی نہیں مانتے بلکہ نبی مانتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے۔

کیا کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے

دوسرے ویسے نبوت موہبتی ہے۔ یعنی شکل یہ بنتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کسی کو موہبت نبوت اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تیرے وجود میں اس کی کامل فنا نہ ہو۔

اسی واسطے ایک سوال یہ بھی کیا گیا اور کیا جاسکتا ہے کہ کیا کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے؟ تو امّتِ محمدیہ میں، جب ہم نے یہ تعریف کر دی تو صرف وہ امتی نبی آ سکتا ہے جس کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو دی ہو اُس کے علاوہ نہیں آ سکتا۔ تو جب سوال کیا گیا تو مَیں نے یہ جواب دیا کہ ہمارے نزدیک امت محمدیہ میں صرف وہ نبی ہوسکتا ہے جو آپؐ کی کامل اتباع کرنے والا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے آنے کی خبر دی ہو۔ اور ہمارے علم کے مطابق صرف ایک کی خبر دی ہے۔ اگر آپ کے علم کے مطابق اَور ہوں تو مان لینا اُن کو۔ لیکن بہرحال ہمیں تو ایک ہی کی خبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اہمیت

یعنی یہ یقینی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کے چھوٹے سے چھوٹا روحانی درجہ بھی نہیں حاصل کیا جاسکتا۔ یہ ہمیں تب پتہ لگتا ہے جب ہم قرآن کریم کے مقام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سمجھنے لگ جائیں۔

اب مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ آپؐ کی زندگی کا کوئی پہلو قرآن کریم کو چھوڑتے ہوئے یا قرآن کریم کے مخالف اور متضاد ہے ہی نہیں۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ❷ جو وحی ہوتی ہے مَیں صرف اس کی اتباع کرتا ہوں۔ اور اس بات کو تفصیل سے کئی جگہ پہ بیان کیا۔ تو جو وحی ہوئی اس کی اتباع کرنے والے کے متعلق ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خُلق کیا تھے۔

---

❶ سورۃ اٰل عمران آیت ۳۲ ❷ سورۃ یونس آیت ۱۶

خُلقه القُرآن یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ جو قرآن نے کہا آپؐ نے کر دکھایا۔ اب اگر یہ جو باتیں مَیں نے کی ہیں۔ دماغ میں آ جائیں تو خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے آپ میں سے ہر ایک شخص کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا پڑے گا۔ اور اس کے بغیر اَور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔

ہر چیز ہمارے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے

اب یہ بات چھوڑ کے ایک نئی بات کرتا ہوں۔ ہر چیز ہمارے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ❶

خدا تعالیٰ نے اس عالمین میں۔ اس یونیورس میں جو کچھ بھی پیدا کیا انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے انسان کو اُس میں دلچسپی لینی چاہئے۔ (اس موقع پر کچھ جانور اُڑتے دکھائی دیئے تو حضور نے احباب سے دریافت کرنے کے بعد فرمایا) یہ تلیر دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہے جن کے اوپر سفید سفید داغ ہوتے ہیں کالا تلیر۔ دراصل تلیر اُسی کو کہتے ہیں۔ اس کو غلطی سے ہماری زبان میں تلیر ہی کہا جاتا ہے۔ یہ آپ نے ٹھیک ہی کہا لیکن یہ Red Breasted ہیں ان کے پورا سُرخ نہیں گلابی آتا ہے اور یہ دو دو ہزار کی ڈار میں بھی ملتا ہے۔ ویسے اسے مارنا نہیں چاہئے کیونکہ ہمیں فائدہ پہنچا رہا ہے۔ یہ ٹڈی کو کاٹتا ہے۔ جس وقت ٹڈی دل آتا ہے تو ہزار ہا اڑ رہے ہوتے ہیں اور یہ ۵۔۱۰ منٹ میں ۱۰۰۔۲۰۰ کو کاٹ کاٹ کر نیچے پھینکتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی شان ہے اُس نے تمہارے فائدہ کے لئے بنایا ہے۔ آپ نے کس کالج میں تلیر کو پڑھایا تھا کہ ہمارے فائدہ کے لئے آسمانوں میں جا کر ٹڈیوں کو کاٹا کرو۔

تو یہ مَیں نے اس واسطے بات کی کہ اکثر لوگوں کو اپنے خادموں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ ہر چیز میں دلچسپی لیں فائدہ کے لئے۔ نہیں دلچسپی لیں گے تو پھر خرابی ہوتی ہے ہلاکت پیدا ہو جاتی ہے اس کے نتیجہ میں یعنی ہوائے نفس آ جاتی ہیں۔ جب یہ واضح ہے کہ تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے تو سوچنا پڑے گا کہ ہمارا حقیقی فائدہ کس چیز میں ہے۔ کس استعمال میں ہے۔ مثلاً پھر یہ نہیں ہوگا کہ بس شراب پی لی اُٹھ کے یا سؤر کھا لیا۔ بلکہ یہ سوچنا پڑے گا کہ کہیں شراب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ تو نہیں۔ شراب کی جہاں ممانعت ہے وہاں یہ کہا گیا ہے۔ رِجْسٌ ایک گندی چیز ہے اور اس کا پینا عَمَلِ شیطٰن ہے۔ تو مَیں اس واسطے کہہ رہا ہوں آپ کو بتا رہا ہوں کہ دُنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے یہ فتویٰ دے دیا کہ چونکہ عرب بڑا گرم ملک ہے۔ اس لئے وہاں شراب حرام ہو گئی ورنہ حرام نہیں ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے غیر مشروط طور پر اعلان کیا۔ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطانی کام ہے۔ جو یہ

❶ سورۃ الجاثیہ آیت ۱۴

کرے گا وہ شیطان کا چیلا ہو جائے گا۔

رپورٹ کے اگلے حصے کے بارہ میں سُن کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا:

صف دوم کی تعریف کیا ہے۔ زعیم اعلیٰ صاحب نے بتایا کہ جو انصار ۴۰ سے ۵۵ سال کی عمر کے ہیں وہ انصار کی صف دوم کہلاتے ہیں۔

سائیکل کا فائدہ

پھر فرمایا۔ سائیکل چلانے سے انسان کو کیا فائدہ ہے۔ اس پر زعیم اعلیٰ صاحب نے بتایا کہ یہ ایک قسم کی ورزش ہے۔ اور تمام بیماریوں سے بچاتی ہے مثلاً دل کی بیماری وغیرہ سے۔

پھر فرمایا۔ تمام بیماریوں سے نہیں۔ صحت کو ٹھیک کرتا ہے اور دل کے لئے سائیکل چلانا بہت اہم ہے۔ پھر دریافت فرمایا بنیادی طور پر دو قسمیں سائیکلوں کی کون سی ہیں۔ سائیکلیں دونوں ہی دو پہیوں والی ہیں۔ ایک سائیکل ہے جو چلے بغیر کلومیٹر بتاتی جاتی ہے کہ آپ اتنا چل لئے۔ وہ صرف ورزش کے لئے ہے۔ یعنی اپنے کمرے میں آپ اُس کے اوپر بیٹھ کے دو چار کلومیٹر سائیکل چلا لیتے ہیں۔ ورزش کے لئے بہت سارے مریضوں کے لئے بھی دے دیتے ہیں۔ یہاں بھی بنتی ہے۔ کراچی میں بھی بن رہی ہے میرا خیال ہے کئی سال سے شروع ہے۔ لیکن بہت نکمی ہے ابھی تک۔ قیمتیں بھی نسبتاً کم ہیں۔ میں نے پچھلے سال اپنی Exercise کے لئے جرمنی سے خریدی تھی میرے پاس پہلے بھی تھی وہ بہت پرانی ہوگئی تھی تو اُسی دکان پر دوسری سائیکل بھی تھی۔ دو ہزار، اڑھائی ہزار میں اچھی سائیکل تھی۔ اس لحاظ سے تو ہمارا ملک مہنگا نہیں۔ لیکن وہ بہت خوبصورت بنی ہوئی اور بہت اچھی اور پائیدار تھی۔ ایک تو یہ ہے کہ مثلاً بوٹ ہے۔ ایک بوٹ ہے یہاں کا بنا ہوا ہے اور میرے خیال میں بہت سارے باپ جو ہیں وہ میری تصدیق کریں گے کہ پچاس ساٹھ روپے اس کی قیمت ہوگی یا شاید اس سے زیادہ اور سال میں تین چار دفعہ وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ نئے لیں اور بالکل چھتڑے اُڑ جاتے ہیں اُن کے۔ اور ایک بُوٹ ہے جس کو سات سال استعمال کرنے کے بعد میں ویسے ہی تنگ آ گیا۔ اس کو تو مَیں نے ایک اور صاحب کو دے دیا۔ مَیں نے کہا لینا ہے تو لے لو۔ انہوں نے کہا ہاں دے دیں۔ اُس میں بالکل کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔

بہترین خدمت لیں

انسان کو خدا تعالیٰ نے خالی یہ نہیں کہا کہ ساری چیزیں اس عالمین کی مَیں نے تیری خدمت پہ لگا دیں۔ یہ بھی ساتھ ہی کہا اور وہ زیادہ بڑا انعام ہے کہ عالمین کی ہر شے سے بہترین خدمت لینے کی عقل

تیرے دماغ میں پیدا کر دی اور اُس طرف ہمارے ملکوں کے لوگوں کا دماغ ہی نہیں جاتا یعنی عجیب عجیب چیزیں سوچتے رہتے ہیں مثلاً بالی بہت مشہور ہے بُوٹ بنانے کی کمپنی۔ اور وہ ہر قسم کے بُوٹ بناتے ہیں۔ اُن کی دکان پہ میں گیا تو انہوں نے کہا یہ گرگابی ہے۔ اس کے اندر خاص نئی چیز ہم نے یہ ایجاد کی ہے کہ نم جگہ میں آپ پھرتے رہیں اس کے اندر نمی نہیں جائے گی۔ لیکن ہوا کی سرکولیشن Circulation اس کے اندر رہے گی جو پسینہ آ جائے گا پاؤں کا وہ خشک ہو جائے گا۔ بظاہر دو متضاد باتیں ہیں کہ ہوا جو ہے۔ اس کے لئے تو سانس لینے کا ایسا انتظام ہو اور ساتھ ہی وہ پانی کو بھی روک رہا ہو۔ اُس کے لئے کوئی نہ کوئی سُوراخ انہوں نے کئے ہوئے ہیں، پھرتے رہو اندر بالکل نمی جائے گی ہی نہیں۔ بوٹ اندر سے خشک رہے گا۔ یہاں تو برساتی نالے کی طرح بوٹ کے اندر پانی چلا جائے گا۔

خوبانی اور بادام پر گلاب کا پھول

یہ جو عزم ہے کہ ہم نے زیادہ سے زیادہ خدمت لیتے چلے جانا ہے، ترقی کرنی ہے، یہ تو مسلمان کے لئے تھا۔ یہاں بھی ہے۔ جا کے پتہ لگتا ہے۔ ابھی سپین میں کچھ آثار ہیں۔ غرناطہ کا جو محل ہے۔ پہلے بھی مَیں نے بتایا تھا پانی ایسی جگہ سے لے آئے کہ ابھی تک ان کو پتہ ہی نہیں کہ مسلمان انجینئر نے کیا طریقہ اختیار کیا۔ پھر وہاں بڑی کثرت سے بادام اور خوبانی کے درخت پر گلاب کے پھول کا پیوند کر دیا۔ تو بڑے بڑے درخت خوبانی کے اور بادام کا درخت تو بہت بڑا نہیں ہوتا۔ دس بارہ فٹ تک جاتا ہے۔ اُن کے اوپر نہایت خوبصورت گلاب کا پھول لگا ہوا۔ تو اب وہ فن وہاں کا انسان بھول ہی گیا جب مسلمانوں کو عیسائیوں نے مارا۔ گردنیں اڑائیں تو ساتھ بہت سارے جو فن تھے اُن کی گردنیں بھی اُڑا دیں۔

الحمرا کے محل کی حیران کن باتیں

پہلے شاید مَیں نے یہاں بتایا تھا کہ ایک سو چوبیس ستونوں کا ایک حصہ ہے الحمرا میں۔ جس وقت وہ بنایا گیا تو انجینئر کو حکم ہوا کہ یہاں زلزلے آتے ہیں تو ستون اس طرح بناؤ کہ زلزلے آنے کے نتیجہ میں چھت نہ گرے۔ تو انہوں نے بالکل سیدھے ستون نہیں رکھے۔ ویسے نظر نہیں پہچانتی ہمارا گائیڈ کہنے لگا۔ ایک طرف کھڑے ہو کے دیکھیں تو سہی۔ یہ ۴۰ ستون جو لمبی سائڈ کے اوپر نظر آ رہے ہیں۔ وہ سیدھے ہیں ہی نہیں۔ کوئی پانچ سات انچ ادھر ہلا ہوا ہے اپنی جگہ سے یعنی اپنی سدھائی سے اور کوئی اُدھر ہلا ہوا ہے۔ یعنی گروپ اس طرح اکٹھے کر دیئے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ یہ اس لئے ہے کہ مسلمان انجینئر نے زلزلے کی لہروں کے جو رُخ تھے۔ لہر پیدا ہوتی ہے نا زمین کے اندر۔ اُن کو سٹڈی (Study) کیا اور اُن کو

سٹڈی کرنے کے بعد اُن Pillars کو اس طرح رکھا کہ اگر زلزلے کی ایک لہر کا اینگل ایسا بن جائے کہ ایک Pillar بوجھ کو سہارنے سے انکار کر دے تو چھت نہیں گرے گی۔ دو ساتھ کے Pillars اس کے بوجھ تو اُٹھانے والے موجود ہیں۔ عجیب چیز ہے وہ۔

اور پھر یہ کہ یہاں آپ سارے لوگ سڑکوں پر تو جاتے ہیں نا۔ کوئی سڑک تھوڑی سی خراب ہو جائے تو مہینوں بعض دفعہ سالوں وہ آپ کو نظر آتی رہتی ہے۔ گڑھے نظر آتے رہتے ہیں۔ وہ جو دُکھ دینے والی چیز سڑک میں اماطة الاذیٰ عن الطریق ہونا چاہئے تھا فوراً دُکھ دُور ہونا چاہئے تھا وہ نظر آتی رہتی ہے۔ سپین کے مسلمان بادشاہ نے کہا کہ میں ایک دن بھی کسی Pillar کو ٹوٹا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا۔ بہت نازک مزاج تھے نا۔ خدا تعالیٰ کے نعماء سے بڑے فائدہ اُٹھانے والے اور آرام حاصل کرنے والے تھے۔ انہوں نے ایک عجیب کام کیا ہے۔ مَیں تو حیران ہو گیا۔ Pillar کے نیچے ایک تو ایک چوڑی سی تھڑی بناتے ہیں۔ پھر اس کے وسط میں سے Pillar اُٹھتے ہیں۔ پھر اوپر جہاں وہ Arch آتی ہے وہاں بھی چوڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ جہاں اُوپر چوڑائی شروع ہوئی جہاں نیچے چوڑائی ختم ہوئی۔ ان کے درمیان Pillar ہے۔ پتھر کا گھڑا ہوا چھوٹا سا۔ اور اُوپر بھی اور نیچے بھی کسی Metal کی پلیٹ رکھی ہوئی ہے۔ تو اگر کریک آ جائے کسی Pillar میں یا گر جائے تو بنے بنائے ستون پڑے ہوتے ہیں۔ بس وہاں سے لا کے اس کو وہاں کھڑا کر دیں گے۔ یعنی آدھے گھنٹے یا گھنٹے کے اندر وہ مکمل ہو جائے گا۔ یہاں تو فلش کے اندر خرابی ہو تو دو تین دن ہمارے امیر صاحب مستری کو ڈھونڈتے رہتے ہیں نا۔ عجیب اُن کے دماغ تھے۔ وہاں ایک جگہ ہم کھڑے ہوئے اُن کے بادشاہ سلامت کے رہنے کا جو حصہ تھا وہ شمالاً جنوباً تھا۔ جنوب کی طرف سورج زیادہ آتا ہے تو شمال والے حصہ میں کھڑکی کوئی نہیں تھی۔ ساری دیوار Solid تھی پتہ نہیں اس میں مسالہ بھی کوئی خرچ ایسا کیا ہو گا کہنے لگا سارا دن اس کے اوپر جو دھوپ پڑتی ہے اس کی گرمی سردیوں کے دنوں میں رات کو اس کمرے میں آتی ہے۔ یہ کمرہ بادشاہ سلامت کا بیڈ روم تھا۔ وہ سردیوں کا اس طرح کا تھا۔ اور گرمیوں میں جو شمال کی طرف ہے وہاں ٹھنڈی ہوا آتی تھی۔ ایک کھڑکی اس Bed Room میں نظر آ رہی تھی۔ خیر ہم دیکھ رہے تھے کہ عام کھڑکی کی طرح ہے۔ گائیڈ کہنے لگا یہ عام کھڑکی نہیں ہے۔ آپ بیٹھ جائیں اس کے پاس تو آپ دیکھیں گے تو احساس میں کیا فرق پڑ گیا آپ کے۔ تو مَیں تو نہیں بیٹھا۔ مَیں نے منصورہ بیگم سے کہا بیٹھیں یہاں۔ وہ بیٹھیں اور میر محمود صاحب تھے اُن کو کہا۔ جو بھی بیٹھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ ہم چھت کے نیچے ہیں بلکہ آسمان کے نیچے بیٹھنے کا احساس ہوتا ہے اور بالکل کھلا ماحول محسوس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اور چیزیں۔ ہر چیز میں فائدہ والی چیز بنانا کہ گھٹن نہ پیدا ہو۔ گرمی میں ویسے گھٹن ہو جاتی ہے۔ جہاں بیچاروں کے کمروں کے اندر ائر کنڈیشنر

نہیں لگے ہوئے اُن کو مصیبت پڑی ہوئی ہوتی ہے۔تو South بدلتا تھا اپنا کمرہ گرمی سردی میں۔اور وہ جو کھڑکی ہے وہاں سے ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں۔اس طرف سورج زیادہ نہیں۔سایہ ہے نسبتاً ٹھنڈی ہوا ہے۔پھر کھڑکی ایسی ہے کہ اگر آپ بیٹھ جائیں تو وہاں اتنی بڑی بڑی کرسیاں تو استعمال ہوتی ہوں گی۔ لیکن وہاں بیٹھنے کے لئے قالین وغیرہ ہوتے تھے۔تو وہ اسی طرح معلوم ہوتا تھا کہ سر کے اوپر چھت ہے ہی نہیں بلکہ آسمان ہے اتنی وسعت نظر میں پیدا ہو جاتی تھی اور اس کے بیچ میں پرانی حویلیوں کی طرح حویلی اور حویلی الحمراء ہے۔اس کا فرش اونچا تھا۔کوئی چھ انچ ہوگا یا نو انچ۔اسی کمرے میں گائیڈ کہنے لگا یہاں بیٹھ جائیں۔تو جو صحن کا نظارہ ہے وہ بدل جائے گا۔اس کے اندر فراخی اور گھٹن کا احساس کم کرنے والی کوئی چیز بنا دی گئی ہے یعنی angle بدلنے سے سکون کا احساس آ جاتا ہے۔یہ اُن کو عقل دی تھی۔آپ سے مَیں اس لئے باتیں کر رہا ہوں کہ آپ میرے نزدیک بڈھے نہیں ہوئے۔جوانوں کے جوان ہیں۔ہر وقت سوچا کریں کہ کیا آپ اپنے رب سے، ان مسلمانوں کی نسبت جو قریباً نویں ہجری میں سپین میں تھے ان سے کم پیار کرنے والے ہیں آپ کے دور میں تو مہدی آ گئے۔آپ اُن پر ایمان لے آئے تو آپ کے دل میں تو اُن سے زیادہ پیار ہونا چاہئے۔بہت ساری اور چیزیں شامل ہو گئیں ان کی زندگی میں۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ

اس موقع پر طوطے اڑتے ہوئے گزرے۔آپ نے اُن کے متعلق احباب سے پوچھا۔جواب ملنے پر فرمایا اس واسطے ہر چیز میں دلچسپی لیا کریں۔اور یہ "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ – ❶" اگر یہ چیز نہ ہوتی کہ پرندے کی پرواز ہر پرندے سے مختلف ہے۔ایک میل دور سے جانور اُڑ رہے ہوں۔طوطا اور فاختہ تو میری آنکھ ایک سیکنڈ کے اندر پہچان جاتی ہے یہ کیا جانور ہے۔اور اللہ کی شان نظر آتی ہے۔اس طرح نہیں کہ موٹریں ایک لاکھ نکلیں۔ایک قالب میں سے تو ایک ہی شکل اُن کی پھر رنگ اُن کو مختلف کر کے Monotory کو توڑا گیا۔ورنہ تو آپ کے لئے یہ زندگی اجیرن ہو جاتی اگر ہر چیز ایک جیسی ہوتی ایک ہی پھول ہوتا۔اس کا ایک ہی رنگ ہوتا۔ایک ہی زمانہ میں پتے گرتے ویسے ہی پتے نکل آتے۔ کوئی تنوع نہ ہوتا اس واسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔کثرت شاں دلیل وحدت او کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں جو کثرت اور تنوع ہمیں نظر آتا ہے۔وہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ ایک ہے۔یہ بڑا گہرا فلسفہ ہے گہرا جا کے سوچنا۔ہاں مالکم لاترجون للّٰہ وقارا و قد خلقکم اطوارا .

❶ سورہ الرحمٰن آیت ۳۰

مَیں بتا چکا ہوں کہ قرآن سے باہر کوئی چیز نہیں۔ یہ بڑی عظیم کتاب ہے۔ قرآن عظیم جس کو ہم کہتے ہیں واقع میں عظیم ہے۔ تو یہ کہتے ہیں آپ پڑھتے نہیں۔ اب یا ان سے کشتی کر لیں یا میری تسلی کروا دیں۔

قرآن پر غور کریں

قرآن کریم ایک تو روز پڑھنا چاہئے تفسیر صغیر سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جس کو ویسے ترجمہ نہیں آتا اگر وہ متن پڑھ رہا ہو تو پتہ نہیں لگے گا اگر وہ ایک رکوع دس منٹ میں پڑھے تین منٹ میں نہ پڑھے اور ترجمہ پر غور کرے یہ کیا ہے۔ کیا باتیں اس میں لکھی ہیں۔ تو نئی سے نئی باتیں آپ کو ملنی شروع ہو جائیں گی۔ کوئی ایک آیت قرآنی ایسی نہیں جس کے معانی چودہ سو سال میں ختم ہو چکے ہوں قیامت تک نکلتے آئیں گے۔ چھپے ہوئے بطون اس کے اندر اس طرح رکھے ہیں۔ لیکن اُس کے لئے دُعا اور پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ ایک آدمی پاکیزہ راہوں کو اپنی طرف سے کوشش کر کے معلوم کرے اور پھر اُن پر چلنے کی کوشش کرے۔ اور دوسرے دُعا کرے۔ کیونکہ دُعا کے بغیر تو کچھ ملتا نہیں۔ **ادعونی استجب لکم** بڑا عجیب اعلان ہے۔ یہ نہیں کہ دعا کرو۔ دعا کرو مَیں تمہاری دعا قبول کر لوں گا۔ یہ پورے معنے نہیں دے رہا۔ کہا ہے مانگو مجھ سے مَیں تم کو دوں گا۔ کیوں نہیں مانگتے آپ؟ اپنے لئے مانگیں۔ بچوں کے لئے مانگیں۔ اس دنیا کے لئے مانگیں۔ دُنیا تو ہلاکت کی طرف جا رہی ہے۔ جانتی ہے۔ اب جاننے لگ گئی ہے۔ کہتے ہیں کچھ کریں۔

ایک صحافیہ کی آنسوؤں کی لڑی

۱۹۷۸ء سٹاک ہوم سویڈن کے دورے میں ایک پریس کانفرس میں مَیں نے قرآن کریم کی تھوڑی سی باتیں بتائیں ایک گھنٹے میں تو قرآن نہیں ختم ہوتا۔ وہ میرے سامنے جذباتی ہوتی گئی جب باہر نکلی تو میرے ایک ساتھی کو کہنے لگی۔ اور اس کی آنکھوں کے آنسوؤں کی دھار بہہ رہی تھی۔ کہنے لگی آپ اتنی دیر بعد کیوں آئے ہیں۔ یہ بتاؤ مجھے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم گندگی میں دھنستے چلے گئے اور تم لوگوں نے ہمارا خیال نہیں رکھا۔ اور یہاں کہتے ہیں قرآن ہمیں کافی نہیں۔ کہیں اور سے بھی ہمیں کچھ ڈھونڈنا چاہئے۔ نیکی کی بات اور فلاح کی بات جس سے دین اور دنیا میں کامیابی ملتی ہے اور نور کی بات اور حُسن کی بات اور شفاء کی بات یہ تو قرآن کے علاوہ کہیں اور سے نہیں ملتی۔

متوازن غذا

ربوہ سائیکل پر جانے کی بات ہوئی تو فرمایا مگر وہ اپنا فزیکل Fitness کا ٹیسٹ

کروالیں۔ یہاں سے کروالیں۔(صحت جسمانی کے ذکر پر فرمایا) اصل میں جو صحت ہے اس کا تعلق کھانے کے ساتھ ہے۔اور اچھا کھانا جو ہے اس کا تعلق میزان کے ساتھ ہے۔یعنی ایک Balance۔ قرآن کریم نے جو محاورہ چودہ سو سال پہلے بتایا تھا وہ اب انہوں نے عام کر دیا ہے یعنی Balanced Food متوازن غذا۔متوازن غذا کا مطلب ہے کہ جن بہت سارے اجزاء سے مل کے کھانا بنتا ہے ان میں ایک توازن پیدا ہونا چاہئے تا کہ جن بہت سے کیمیاوی اجزاء سے ہمارا جسم بنا ہے ان سارے اجزاء کی Feeding ہوتی چلی جائے ورنہ وہ بنیا بیٹھا ہوتا تھا ہمیں نظر نہیں آتا لیکن بیٹھا ہوتا ہے۔ بیٹھا اب بھی اسی طرح ہوگا۔مثلاً مٹھائی بیچ رہا ہے ہر پانچ دس منٹ کے بعد ایک لڈو اٹھا کے کھالیا۔اس کا پیٹ آگے نکلا ہوا ہوتا ہے۔لیکن صحت کچھ نہیں۔تو یہ جو Balanced غذا ہے۔یہ آپ کے اعصاب کے لئے مفید ہے۔آپ کے Muscles کے لئے مفید ہے۔آپ کی ہڈیوں کے لئے مفید ہے۔آپ کے بالوں کے لئے مفید ہے۔آپ کے دانتوں کے لئے مفید ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ڈاکٹر، جس کو علم ہونا چاہئے تھا نیوٹریشن کے متعلق، اس کو پتہ کچھ نہیں۔ایک آدھ ہوگا کوئی لیکن جب مَیں کہتا ہوں کہ پتہ کوئی نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ادارے یہاں نہیں ہیں کہ آٹھ کروڑ کی ساری قوم کو بتانے والے ہوں کہ کیا کیا کھایا کرو۔

امریکہ میں گند بھی بڑا کھاتے ہیں یہ صحیح ہے اُن کی مصیبت اَور بڑھ گئی لیکن بہت سارے رسالے جو مجموعی طور پر اُن کی آبادی سے ہر ہفتے تین چار گنا زیادہ تعداد میں چھپتے ہیں۔ان میں یہ متوازن غذا کے متعلق بحث ہوتی ہے۔نئی Discoveries کا ذکر ہوتا ہے یہ بھی آنا چاہئے غذا میں۔یہ بھی آنا چاہئے۔خالی ایک کھانا کافی نہیں۔کھانا ہضم ہونا چاہئے۔وہاں آپ کی ورزش آتی ہے یعنی اتنا کھائیں کہ ہضم ہو جائے اتنا نہ کھائیں جو غنودگی پیدا کرے اور آپ سو جائیں اور آپ کو نماز بھی چھوڑنی پڑے۔اور قرآن کریم کا وہ فتویٰ آپ کے اوپر لگ جائے کہ ''سُکاریٰ'' ہونے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔یعنی مستی چڑھی ہوئی ہے معدہ بہت زیادہ بھر گیا۔اس کے نتیجہ میں (اس قسم کے نہیں) چاق و چوبند دماغ اور کھائیں۔مَیں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میرے جتنا کھائیں کیونکہ یہ آپ کے لئے اجتماعی طور پر ممکن ہی نہیں۔میرے بہت سارے بھائی ہوں گے۔جو اتنا کھاتے ہوں گے یا اس سے بھی کم کھاتے ہوں گے۔لیکن اصول یہ ہے کہ جتنا ہضم ہو جائے اُتنا کھاؤ۔یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بُھوک ہو اُس وقت کھاؤ۔یہاں سے شروع کرتے ہیں۔بھوک کب ہوگی جب پہلا کھانا ہضم ہوگیا۔تبھی بھوک لگے گی نا۔تو اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ ہضم کی طرف بھی توجہ دو۔جب بھوک ہو تو کھاؤ۔

ابھی بھوک ہو تو چھوڑ دو۔ زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ خدا نے ایک سبق سکھا دیا ہے کہ میں نے اپنی تعلیم میں تم پر بوجھ نہیں ڈالا۔ تم کسی پر جو تمہارے ماتحت ہیں اُتنا بوجھ نہ ڈالو جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ نہ مزدور پر ڈالو نہ معدے پر ڈالو۔ وہ بھی تو آپ کا مزدور ہے۔ ہر میدان میں ان قوموں نے بڑی ترقی کی مثلاً جہاں مسلمان کو کرنی چاہئے تھی۔ ایک زمانہ میں کی بھی تھی اب دوسروں نے اُن میدانوں پر قبضہ کر لیا۔ اب ہم احمدیوں نے اُن سے یہ میدان چھیننے ہیں۔ پتہ ہے؟ یہ تم انصار کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کے ذہن میں یہ بات ڈالو کہ جو ہماری دولت تھی۔ متاع تھی اسلام کی وہ غیروں کے ہاتھ میں جا پڑی۔ وہ ہم نے ان سے چھیننی ہے اب گوشت گوشت میں فرق ہے۔ کراچی میں کھانے والا گوشت ہی نہیں ملتا۔ تو قرآن کریم میں مثلاً آ گیا لَحۡمًا طَرِیًّا۔ ایک یہ اصول کھانے کا۔ دوسرے آ گیا مِمَّا یشتَھُوْن. جس کو اشتہاء پیدا ہوا اسے کھانے کو ملنا چاہئے اور یہاں تو نفرت پیدا ہوتی ہے چھیچھڑے اور عجیب وغریب ہڈیوں کی شکلیں ہوتی ہیں۔ پاکستان میں دراصل گوشت کھایا ہی نہیں جاتا۔ ہڈیوں کا جتنا سُوپ بن سکتا تھا اس کا سواں حصہ بنا کے سمجھتے ہیں۔ ہم گوشت کا شوربہ کھا رہے ہیں۔ شوربے میں ہڈی کا رس پورا نہیں آیا ہوتا۔ کیونکہ پکانے کا طریق درست نہیں ہے۔ اور جب طاقت نہیں ہوگی تو وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تھے جنہوں نے کہا کہ خدایا خواہش تو بڑی ہے مگر جسم ساتھ نہیں دے رہا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ایسے نہیں کہ خواہش تو ہے مگر جسم ساتھ نہیں دے رہا۔ پہلے زمانہ میں وہ جو بن گئے ویسا بننا ہے ہم نے۔ اب مَیں بتاتا ہوں۔ جسمانی طاقت کے لحاظ سے کیسے بننا ہے۔ خدا کے لئے انہوں نے اپنے جسموں کو مضبوط بنایا اور محنت برداشت کرنے کی طاقت پیدا کی۔ مثلاً سب سے پہلے دنیا کی دو میں سے ایک بہت بڑی طاقت کسریٰ کی تھی جس نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کی اُن سے لڑنا پڑا۔ لڑائی کی کیفیت کیا تھی؟ اگر میں آپ میں سے کسی کو بات سمجھانے سے پہلے مثال دوں کہ خدام الاحمدیہ میں سے کسی کو ایک چھ فٹ کی سوٹی دوں اور کہوں کہ اس کو اس طرح ہلاتا چلا جا۔ آدھے گھنٹے کے بعد تھک جائے گا۔ بہت ہی بہادر ہوا تو ۴۵ منٹ کے بعد تھک جائے گا۔ ہاتھ میں سوٹی ہے یا تلوار ہے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جو جسم کے اوپر اس کا بوجھ پڑ رہا ہے وہ تو اس کی حرکت کے نتیجہ میں ہے نا۔ اچھا اب یہ میری بات ختم ہوگئی ہے۔ اب میں وہاں سے شروع کرتا ہوں۔

مسلمان فوجوں نے جن کی تعداد صرف ۱۸ ہزار تھی۔ ۴ ہزار گھوڑ سوار اور ۱۴ ہزار پیادہ انفنٹری اور انہوں نے جو وہاں حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں جنگیں لڑیں وہ ۴۔ ۵ جنگیں ہیں۔ بعد میں بھی یہی حال رہا کچھ تھوڑے سے فرق کے ساتھ لیکن میں انہی کو لیتا ہوں۔ ان کے مقابلہ میں کسریٰ کی فوج

تھی ۔ ہر لڑائی میں ایک تازہ دم ایرانی فوج آئی ہے اور مسلمان وہی ہیں ۔ کچھ شہید ہو گئے ۔ کم ہوئے خدا نے بڑی حفاظت کی ۔ کچھ زخمی ہو گئے ۔ کم زخمی ہوئے خدا نے بڑی حفاظت کی ۔ مان لیتے ہیں ۔ لیکن سارے کے سارے تھکے ہوئے ۔ ہر تیسرے دن کے بعد ایک تازہ دم فوج کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ یہ تھا یہ جو مَیں نے چھوٹی سی مثال دی ہے آپ کو سمجھانے کے لئے کہ اٹھارہ ہزار کے مقابلہ میں کم و بیش اوسطاً اسّی ہزار کے قریب فوج ۔ آٹھ گھنٹے کی لڑائی فرض کر لیتے ہیں ۔ ایک دن کی لڑائی ہوتی تھی ناشام کو ختم کر دیتے تھے تو ہر دو گھنٹے کے بعد ایرانی فوج کا کمانڈر اِن چیف اس فوج کو جو دو گھنٹے لڑ چکی ہے ۔ اس کو واپس بلا لیتا تھا ۔ اور اُن کی لائنز میں سے بالکل تازہ دم فوج ہر دو گھنٹے کے بعد آگے آ جاتی تھی ۔ چار دفعہ مسلمان فوج نے تازہ دم فوج سے صبح سے شام تک لڑائی کی اور ایرانی فوج نے دو دو گھنٹے تلواریں چلائیں اور مسلمانوں نے آٹھ گھنٹے تلوار چلائی ۔ یہ کمال ہو گیا ۔ جسمانی طاقت اور مہارت کا ۔ اب یہ حال ہے کہ مسلمان کہتے ہیں جی ہم قرآن نہیں پڑھتے ۔ تو پھر مہارت کیسے پیدا ہو گی ۔ اور دعائیں نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ موقع پر آپ کو جواب کیسے سمجھائے گا ۔ مہارت کا یہ حال کہ پھر خالد بن ولید ہی چلے گئے قیصر کی فوجوں کے مقابلہ میں تو دمشق کا انہوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا ۔ عیسائی محاصرہ سے تنگ آ گئے تو اُن کے جرنیل نے کہا ان کو ڈرانا چاہئے ۔ اور میں آپ کو بتاتا ہوں مسلمان ڈرا نہیں کرتے ۔ آپ یہ سبق یاد رکھیں ۔ مسلمان کبھی ڈرا نہیں کرتا کیونکہ حکم یہ ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ اس زمانے میں بڑی چوڑی چوڑی فصیلیں ہوا کرتی تھیں ۔ انہوں نے نوجوان عیسائی لڑکیوں اور پادری صاحبان کی فوج ہتھیاروں سے لیس کر کے اور کئی ہزار کی تعداد میں رعب ڈالنے کے لئے فصیل پر کھڑا کر دیا ۔ خالد بن ولید کو خدا نے بڑی فراست دی تھی ۔ بڑا اخلاص دیا تھا ۔ انہوں نے کہا اچھا یہ تم میرے ساتھ تماشا کر رہے ہو ۔ انہوں نے اپنی فوج ذرا پیچھے ہٹائی اور تیر انداز یونٹ جو تھا اُن کو آگے بڑھایا ۔ اور اُن کو اَنْ ہونا حکم دیا ۔ اُن کو کہا مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کمانڈر ان چیف کی حیثیت میں کہ یہ فوج جو سامنے کھڑی ہے ۔ ایک ہزار آدمیوں کی تیر چلا کے ان کی آنکھیں نکال دو ۔ اور گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں ایک ہزار آدمی کی آنکھ اُن تیر اندازوں نے نکال دی ۔ اور اُس سے اُن کی شکست ہو گئی کیونکہ وہ وہاں سے نیچے اتر کے بھاگے ہیں ۔ اور وہ رعب ڈالنے کے لئے جمع ہوئے ہوئے تھے وہاں سے بھاگے ہیں سارا شہر Cross کر کے اُس دروازے تک پہنچے ۔ سارے شہر میں یہ منادی کرتے ہوئے کہ لوگو مسلمانوں نے ہماری آنکھیں نکال دی ہیں اور یوں انہوں نے Surrender سرنڈر کر دیا ۔ یعنی جو منصوبہ بنایا گیا تھا ۔ رُعب ڈالنے کے لئے وہ اُلٹا اُن کے اوپر پڑا ۔ لیکن ایک ہزار آدمی کی آنکھ نکالنا جو اوپر چڑھا ہوا میرا اندازہ

ہے مَیں نے تیر اندازی کو بھی بہت Study کیا ہے۔ وہ اسی یا سو گز سے تیر چلاتے تھے اور آنکھ کا نشانہ کر لیتے تھے یہ کمال ہے کہ نہیں؟ آپ یوں ہی میرے سامنے بیٹھے ہیں آپ بھی کمال حاصل کریں۔ میں آپ کو کہتا ہوں قرآن کریم کے علوم حاصل کریں۔

(غیر مطبوعہ)

○

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

فرمودہ ۳۰؍اخاء ۱۳۶۰ہش ۳۰؍اکتوبر ۱۹۸۱ء بمقام بیت اقصیٰ ربوہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۳۰؍اخاء ۱۳۶۰ہش (۳۰؍اکتوبر ۱۹۸۱ء) چار بجے شام بیت اقصیٰ ربوہ میں مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے ۲۴ویں سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے جو خطاب فرمایا تھا، اُس کا پورا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

''دینِ اسلام ایک تعلیم بھی ہے اور ایک ہدایت بھی اور ایک لائحہ عمل انسانی زندگی کے لئے بھی ہے۔ اور ایک عشق کا جذبہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ہے۔ ہم جو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ہمارے سامنے جماعت احمدیہ کے عقائد جنہیں ہم اسلام کی تعلیم اور ہدایت سمجھتے ہیں، وہ آتے رہنے چاہئیں۔ یہ ہدایت قرآن کریم میں ہے اِس قرآن کی تفسیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شکلوں میں کی ہے۔ ایک اپنے ارشادات میں اور ایک اپنے عمل سے۔ ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد بہت سی بدعات دینِ اسلام میں داخل ہوگئیں ایک علاقے کی بدعتیں ہیں اور ایک بین الاقوامی بدعتیں ہیں۔ علاقے علاقے کی بدعتوں کے دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُن پیار کرنے والوں کو بھیجا جن کے متعلق کہا گیا تھا: ''علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل'' اس ارشاد نبوی کے بہت سے معانی ہیں۔ ایک معنی اس کے یہ بھی ہیں۔ جس کی طرف ہمیں توجہ دلائی گئی کہ جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح امتِ موسویہ کی طرف بحیثیت امت موسویہ نہیں آتے تھے بلکہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ بعض دفعہ سینکڑوں ہوتے تھے وہ سارے کے سارے امتِ موسویہ کو تو مخاطب نہیں کرتے تھے۔ اُن کے دائرے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے تھے۔ وہ اپنے اپنے دائرہ میں بنی اسرائیل کی اصلاح میں کوشاں رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے حقیقی توحید پر قائم رہنے والے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع، اپنے اپنے دائرۂ استعداد میں، کرنے والے اپنے اپنے خطّہ میں اسلام کی خدمت کر رہے تھے مثلاً ہندوستان میں جو ہمارے بزرگ

گزرے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر بڑی رحمتیں نازل کرے۔ اُن کا مشن ساری دُنیا کی طرف نہیں تھا۔ یعنی اُن میں سے کسی نے یہ کوشش نہیں کی اور تاریخ اس پر گواہ ہے کہ افریقہ میں جا کے اسلام میں جو بدعتیں پیدا ہو گئیں اُن کو دور کریں یا یورپ میں جا کر وہ تبلیغ کریں۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ مدفون ہیں لاہور میں انہوں نے اپنے اس علاقے کو سنبھالا اور ہزارہا غیر مسلموں کو اُن کی برکات اور فیوض سے جو اُنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھیں یہ توفیق ملی کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

تو جو کیفیت انبیائے بنی اسرائیل کی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وہی کیفیت تھی صلحاء امت کی مگر وہ نبی نہیں تھے لیکن اللہ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا تھا اُن سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضِ رُوحانی سے حصہ لینے والے۔ عاشق خدا کے بھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اور دینِ اسلام کے بھی اور قرآن کریم کے بھی۔ وہ انبیائے بنی اسرائیل کی طرح اپنے اپنے خطّہ میں دینِ اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جو ہے وہ بڑی عظیم ہے اور ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس عظیم ہستی سے جو تعارف کرایا ہے، اُس کے نتیجہ میں ہمارے سینے اور ہماری رُوح محمدؐ کے عشق سے معمور ہوگئی ہے۔ ہمیں کہا گیا ہے۔ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ [1] جہاں تک رسالت اور تبلیغِ رسالت کا تعلق ہے سارے رسول برابر تھے یعنی جو خدا نے اُن کو آگے پہنچانے کا کہا وہ آگے پہنچایا اُنہوں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل شریعت لانے والے نبی جن کی طرف شریعت آئی، جو اُن کا فرض تھا۔ وہ انہوں نے ادا کیا احسن رنگ میں۔ اپنی اپنی امت تک خدا کی وحی کو پہنچایا۔ اور اُن کے بعد آنے والے امت موسویہ میں انبیاء جو تھے، انہوں نے حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو دوسروں تک پہنچایا۔ سوائے اس کے کہ کسی جگہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے بعض احکام شریعتِ موسویہ کو بدلا ہو۔ مثلاً جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی اُس وقت انسانی دماغ ابھی اپنے عروج کو نہیں پہنچا تھا۔ اس واسطے اُن کو قرآن عظیم کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ ایک لمبا عرصہ گذرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی انسان کے ہاتھ میں ایک کامل کتاب دے دی گئی قرآن عظیم کی شکل میں۔ اس لمبے زمانہ میں زمانے کے بدلنے کے ساتھ یہودیوں کی، بنی اسرائیل کی اخلاقی اور رُوحانی ضرورتیں بدلتی گئیں اور موسوی شریعت میں کسی نبی نے کسی جگہ ترمیم کر دی۔ خدا کے حکم سے کسی نے کسی جگہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

[1] سورۃ بقرۃ آیت ۲۸۶

اس حکم میں ترمیم کی کہ انتقام ضرور لینا ہے جو تیرے تھپڑ مارتا ہے، چپیڑ مارو اس کو۔ بڑا زور دیا ہے اس پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت۔ خدا تعالیٰ نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ ان کی اخلاقی اور روحانی حالت گر گئی تھی۔ وہ بُزدل بن گئے تھے اور مومن بزدل نہیں ہوا کرتا یہ یاد رکھیں کہ مومن بزدل نہیں ہوا کرتا اور بنی اسرائیل بزدل بن گئے تھے اس واسطے ان کی بزدلی کا علاج ہونا چاہیئے تھا۔ ان کو حکم دیا گیا تھا انتقام لینے کا۔ لیکن اُنہی کی شریعت کی پیروی کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئے تو وہ لوگ دوسری انتہاء تک پہنچ چکے تھے بزدلی سے تو نجات حاصل کر لی تھی۔ لیکن ظلم کے پھندے میں پھنس گئے تھے۔ اس واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو یہ کہا۔ موسیٰ کی شریعت کے پابند ہی تھے۔ لیکن اُن کو یہ کہا کہ اگر تیری ایک گال پہ کوئی تھپڑ مارتا ہے تو دوسری بھی آگے کر دے اور پس وہ تھے تو شریعت موسویہ کے پابند تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ۔

اس سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان انبیاء کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے۔ نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامل اتباع کے نتیجہ میں نہیں ملی۔ کیونکہ کامل اتباع انہوں نے نہیں کی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں کی۔ ایک حکم تو بڑا واضح ہے نا ہمارے سامنے جس میں تبدیلی کی۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کا حال تھا۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو وہ تو ''ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلے'' یعنی کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ کہتے ہیں ایک لاکھ بیس ہزار یا چوبیس ہزار انبیاء آئے۔ ان ایک کے علاوہ جتنے انبیاء تھے رسالت کے لحاظ سے۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اُن پر درود بھیجتے ہیں۔ ہمارے دل میں اُن کی قدر ہے۔ خدا کا پیار حاصل کیا اُنہوں نے ہمارے دل میں بھی خدا تعالیٰ نے اُن کا پیار پیدا کیا۔ لیکن جتنے بھی ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل میں نبی پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روحانی فیوض کے نتیجہ میں اور اُن کی کامل اتباع کی وجہ سے نبوت حاصل نہیں کی۔ لیکن یہ ایک شخص ہے۔ یکتا و یگانہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ یہ اعلان کیا گیا کہ نبوت کا مقام تو علیحدہ رہا۔ کوئی روحانی درجہ خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہر رُوحانی درجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع کے نتیجہ میں حاصل کیا جائے گا۔ یہ مَیں آپ کو اپنا عقیدہ بتا رہا ہوں۔ جماعت احمدیہ کا۔ اچھی طرح یاد رکھیں۔ اس لئے ہم یہ بات ماننے پر مجبور ہیں کہ اگر نبی کے یہ معنے ہیں جو ایک لاکھ بیس یا چوبیس ہزار انبیاء کی زندگی میں ہمیں نظر آئے کہ نبی متبوع سے اُنہوں نے نبوت حاصل کرنے کے لئے یا

روحانی فیوض حاصل کرنے کے لئے'' کچھ نہیں پایا۔ یہ معنے ہیں اگر نبی کے اور یہی معنے ہیں نبی کے جیسا کہ ابھی مَیں بتاؤں گا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی معنے کئے ہیں۔ اور اگر یہ درست ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کوئی شخص چھوٹے سے چھوٹا روحانی رُتبہ اور درجہ بھی حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ کامل اتباع اپنی استعداد کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کر رہا ہو۔ تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ نبی کی مذکورہ تعریف کی رو سے کوئی نبی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ''چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہئیے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل بنانا نہیں چاہئیے اور یاد رکھنا چاہئیے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں ہے۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریمؐ کے ذریعہ سے فیض وبرکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔'' ❶

یعنی نبی کے یہ معنی ہیں اور اس معنی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان اور رفعت، بلندی اور قُرب الٰہی کی پوری اور حقیقی معرفت رکھتا ہے اور اس کے دل میں ایک ایسی محبت پیدا ہوتی ہے آپ کے لئے کہ کسی اور کے دل میں ویسی پیدا نہیں ہوسکتی اور کامل اِتباع کرتا ہے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ذکر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود میں محو رہتا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہر وہ رُوحانی فیض حاصل کرسکتا ہے جو پہلے انبیاء نے براہ راست خدا تعالیٰ سے حاصل کیا۔ یعنی بالفاظ دیگر جو

❶ الحکم ۱۷؍اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ نمبر ۲۹ جلد ۳

کامل طور پر اور سچے معنے میں اُمّتی بن جاتا ہے۔ اور اپنا وجود محمدؐ کے وجود میں کھو دیتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے لئے مکالمہ مخاطبہ کے دروازے کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اُمّتی ہونے کے بجز اس کے اور کوئی معنے نہیں کہ تمام کمال اپنا اتباع کے ذریعہ سے رکھتا ہو۔'' ❶

پھر آپ فرماتے ہیں:

''نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک اس کو اُمّتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا نہ براہ راست۔ ❷

پس ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپؐ کی شان یہ تقاضا کرتی تھی ہے کہ وہ تمام فیوضِ رُوحانی اور مدارجِ روحانی جو پہلے انبیاء کو مختلف امتوں میں ملے وہ آپؐ کی امت کو آپؐ کی اتباع اور پیروی کے نتیجہ میں ملیں۔ اس لئے امت محمدیہ میں خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا ہے۔ آج بھی کھلا ہے اور قیامت تک کھلا رہے گا۔

جو اولیاء پہلے گزرے بڑی کثرت سے اُن کے اُوپر خدا کا کلام نازل ہوا اور اُن کو خدا نے ہدایت دی۔ اُن کو قرآن کریم کے وہ معانی بتائے جو اُس زمانہ کے مسائل کو حل کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا اور جتنی کتابیں دستیاب تھیں یہاں۔ ایک دوست کو مقرر کیا مَیں نے کہ پہلے بزرگوں کے وحی والہام اور کشوف کو اکٹھا کرو۔ تو ساری صدیوں کے مَیں یہ نہیں کہتا وہ سارے تھے کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ بہت ساری ہماری لائبریریاں ہمارے دشمنوں نے جلا دیں لیکن جو کتابیں ہمیں ملیں ان میں سے تیرہ صدیوں کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک کے بزرگوں کے الہام اور وحیاں اکٹھی کیں کاپیوں میں وہ ساری مل کے اس کلام سے کم تھیں جو کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا۔

❶ ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۸ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۶ ❷ تجلّیات الٰہیہ حاشیہ صفحہ ۹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۱

ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امتی نبی مانتے ہیں اور علیٰ وجہ البصیرت یہ یقین رکھتے ہیں اس لئے کہ جب ہم آپ کا کلام دیکھتے ہیں تو آپ کے کلام، تقریر اور تحریر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنی محبت پاتے ہیں کہ امت محمدیہ کے کسی اور دل میں وہ محبت نظر نہیں آ رہی۔ اور جو خدا تعالیٰ نے محمدؐ کے طفیل آپ کو عطا کیا گھر سے تو کچھ نہ لائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو پایا وہ اس سے زیادہ ہے جو ان سارے بزرگ اولیاء امت نے پایا جو تیرہ سو سال کے زمانہ میں گزر چکے ہیں۔ یہ ایک کیسا روحانی فرزند پیدا ہو گیا۔ امت محمدیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جس کے دل کی کیفیت اپنے نبی متبوع کے دل کی لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ [1] کی سی کیفیت تھی جس کا دل اُس انسان کے لئے بھی دُکھی ہوا جو آسٹریلیا میں رہنے والا ہے۔ اُس کے لئے بھی دُکھی ہوا جو امریکہ میں اور کینیڈا میں اور ساؤتھ امریکہ میں رہنے والا ہے اور سب کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اُس نے خدا سے مانگا اور خدا نے اُسے دیا۔ اس لئے نہیں دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کو کھڑا کرنا تھا۔ اس لئے دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جسے دُنیا بھول چکی تھی اُس سے دوبارہ دنیا کو روشناس کیا جائے۔ (نعرے)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کَآفَّۃً لِّلنَّاس مبعوث ہوئے ساری دُنیا کو آپ نے مخاطب کیا۔ آپؐ کے یہ رُوحانی فرزند جو ہیں۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو کچھ اس طرح پکڑا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ ایک ایسا غلام آپؐ کا پیدا ہو جو آپ کی طرح ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے اپنی کمر کسے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چُن لیا۔ یہ ہے ہمارا عقیدہ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ امتی نبی ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس کامل ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے بزرگ گزرے وہ بھی عکس تھے مگر عکسِ کامل نہیں تھے جیسا کہ اُن کی زندگیوں کی تاریخ ہمیں بتا رہی ہے۔ جو شخص اپنی کوشش اور سعی اور جدوجہد اور عشق کی مستی میں ایک خطّہ ارض میں چکر لگا رہا ہے۔ وہ اس کے ساتھ کیسے مل جائے گا جس کی ساری دنیا میں آواز گونج رہی ہے۔ پس آپ اُمّتی نبی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ آپؐ کے رُوحانی فرزند تھے۔ محبوب تھے آپؐ کے۔ اُمّت مسلمہ جس میں کروڑوں خدا رسیدہ اولیاء پیدا ہوئے اور بڑے پایہ کے پیدا ہوئے۔ اپنے اپنے رنگ میں۔ اُن سب میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ صرف ایک پہ پڑی اور اس کے متعلق فرمایا کہ جب اُسے ملو میرا اسلام اسے پہنچا دو۔

[1] سورۃ الکہف آیت ۷

تیسرے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امتِ محمدیہ میں امتی نبی صرف ایک ہوگا۔ جو آنا تھا وہ آ گیا۔ اس کی ایک عقلی دلیل ہے ایک اس کی دلیل ہے ابھی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حوالہ پڑھوں گا۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی کے سپرد یہ کام کیا جائے کہ وہ ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کرے تو اس کی کوشش میں ایک تسلسل کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خطّہ میں کام کیا۔ اُن کی اولاد اب بھی درود پڑھتی ہے اور ذکر بھی کرتی ہے لا الٰہ الا اللہ کا۔ مگر کوئی کوشش ساری دنیا کو اسلام میں داخل کرنے کی نہیں گئی۔ تسلسل کے بغیر یہ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک زندگی کی یہ ذمہ واری نہیں۔ کوئی ایک نسل اپنی زندگی میں ساری دُنیا میں اسلام کو غالب نہیں کر سکتی۔ بشارت دی گئی ہے کہ تین سو سال کے اندر اندر۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی منصوبہ اپنے عروج کو پہنچ جائے گا۔ دوسری صدی میں یعنی جو نو سال کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ اس میں دس بارہ خدا جانے کتنی نسلوں نے پیدا ہونا اور اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالنا ہے۔ ایک سو سال تو گزر گیا نا۔

پہلے بزرگوں کو دیکھو۔ امتِ مسلمہ میں جو مجدد پیدا ہوئے تھے ان پر بھی جب سو سال گزر گیا اُن کا زمانہ ختم ہو گیا۔ پھر نئے آنے والے نے نئے سرے سے شروع کر دیا کام۔ تسلسل ختم ہو گیا۔ اُن کا کام بھی ختم ہو گیا۔ اُن کی افادیت بھی ختم ہو گئی۔ اُن کے اثرات بھی ختم ہو گئے۔ وہ ایک خاص زمانے کے لئے ایک خاص خطہ ارض کے لئے تھے۔ جس کے سپرد خدا یہ کام کرے کہ ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کرو لیکن اُسے یہ کہے کہ تیری جماعت کو زندگی صرف سو سال کی دوں گا۔ کام تیرے سپرد تین سو سال کا ہے اور زندگی ایک سو سال کی خدا تعالیٰ تو یہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کوئی نقص اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ یہ اُمّتی نبی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں کچھ اُس طرح تڑپا کہ خدا نے ایک ہزار سال کے لئے اُسے اُمتی نبی اور مجدد آخر بنا دیا۔ (نعرے)

بہت سے حوالے ہیں لیکن مَیں ان میں سے چند ایک کو ہی لے سکتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''غرض بروزی رنگ کی نبوّت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مُہر ٹوٹتی ہے۔ لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے کہ عظیم الشان کام دجّال کشی کا عیسیٰ سے ہو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آیات کریمہ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مُہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کُھلے کُھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروزِ محمدیؐ جو قدیم سے موعود تھا، وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دُنیا بے دست و پا ہے۔ ...... کیونکہ نبوت پر مُہر ہے۔ ایک بروز محمدیؐ جمیع کمالاتِ محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مُقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔'' ❶

میں بتا رہا ہوں کہ صرف ایک ''اُمتی نبی'' کی بشارت دی گئی تھی۔

پھر حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۰ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس موضوع پر بحث کر رہے ہیں کہ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ امت محمدیہ پر بند نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''اور اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناقل) کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیّہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے۔ اور اُس کی ہمّت اور ہمدردی نے اُمّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔'' ❷

اس کے نیچے حاشیہ ہے۔ حاشیہ میں آپ فرماتے ہیں:

''لیکن اِس امّت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمّتی بھی ہے اور نبی بھی۔'' ❸

اسی طرح حقیقۃ الوحی میں آپ فرماتے ہیں:

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور اُمور غیبیہ میں اس امّت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمّت میں سے گزر چکے ہیں۔ اُن کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اُن میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

❶ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۱، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۵
❷ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰
❸ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰

صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صُلَحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔'' ❶

ایسا شخص کون؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق جو نبی نہیں، اُمّتی نبی ہے۔ یہ یاد رکھیں۔ آپ نے کہا ہے کہ مجھے کبھی خالی نبی نہ کہا کرو۔ امتی نبی کہا کرو جیسا کہ میں نے ابھی بتایا نبی کے معنی امتی نبی کے معنی سے بالکل مختلف ہیں۔ اگر ہم نبی کہیں تو نعوذ باللہ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام روحانی مدارج بغیر اتباعِ وحیِ قُرآنی کے حاصل کئے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ آپ تو بدعات کو مٹا کر خالص اسلام قائم کرنے کے لئے، ان راہوں کو روشن کرنے کے لئے آئے تھے جن راہوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش ہمیں نظر آتے ہیں۔

'مجدّد'، 'امام'، 'مسیح'، 'خلیفہ' یہ لفظ ہم استعمال کرتے ہیں۔ ان کے متعلق ہر ایک کا ذکر کر کے آپ نے فرمایا ہے کہ مَیں آخری ہوں۔ چنانچہ لیکچر لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک رُوحانی لڑائی ہے خدا کے مسیح کو فتح ہوگی اور شیطانی قوتیں ہلاک ہو جائیں گی اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلتی جائے گی اور وہ مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے۔ بعد اس کے دُنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سو وہ مسیح میں ہوں۔'' ❷

پھر آپ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مُرسل جو آدم کی صورت پر آئے گا اور مسیح کے نام سے پُکارا جائے گا۔ ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو۔ جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔'' ❸

پھر آپ لیکچر سیالکوٹ میں فرماتے ہیں:

❶ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۰۶ - ۴۰۷ ❷ لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۱۷۹

❸ لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۱۸۵

''اورعیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا اوراُس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔ پھر ہزار پنجم کا دور آیا جو ہدایت کا دور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دُنیا میں قائم کیا۔ پس آپ کے منجانب اللہ ہونے پر یہی ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ آپؐ کا ظہور اُس ہزار کے اندر ہوا۔ جو روز ازل سے ہدایت کے لئے مقرر تھا۔ اور یہ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا ہے۔ اور اسی دلیل سے میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم کی رُو سے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ اور ساتواں ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو۔ اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظلّ کے ہو۔'' ❶

لیکچر لدھیانہ میں آپ فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے اب کوئی شریعت نہیں آ سکتی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اس میں اب ایک شعشہ یا نقطہ کی کمی وبیشی کی گنجائش نہیں ہے ہاں یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات اور فیوضات اور قرآن شریف کی تعلیم اور ہدایت کے ثمرات کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ وہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود ہیں اور انہی فیوضات اور برکات کے ثبوت کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔'' ❷

پھر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔ وہ

❶ لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۲۰۸ ❷ لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۲۷۹

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے...... یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دی ہے اور میں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا نہ سُننا تمہارے اختیار میں ہے۔'' ❶

پھر آپ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف اپنے نصوص قطعیہ سے اس بات کو واجب کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر جو موسوی خلیفوں کے خاتم الانبیاء ہیں اس امت میں سے بھی ایک آخری خلیفہ پیدا ہوگا تا کہ وہ اسی طرح محمدی سلسلہ خلافت کا خاتم الاولیاء ہو۔ مجددانہ حیثیت اور لوازم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو اور اسی پر سلسلہ خلافتِ محمدیہ ختم ہو جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر سلسلہ خلافت موسویہ ختم ہو گیا ہے۔'' ❷

قرآن کریم کی آیت كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے کا وہ مسیح خاتم خلفائے محمدیہ ہے جو سلسلہ خلافتِ محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے وہ حضرت یوشع بن نُون کے مقابل اور اُن کا مثیل ہے جس کو خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے لئے اختیار کیا۔'' ❸

''یہ بات بہت ضروری یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک دائرہ کا عام قاعدہ یہی ہے کہ اُس کا آخری نقطہ پہلے نقطہ سے اتصال رکھتا ہے لہٰذا اس عام قاعدہ کے موافق خلافت محمدیہ کے دائرہ میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے یعنی یہ لازمی امر ہے کہ آخری نقطہ اُس دائرہ کا جس سے مراد مسیح موعود ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا خاتم ہے۔ وہ اس دائرہ کے پہلے نقطہ سے جو خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطہ

❶ لیکچر لودھیانہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۹۰ ❷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۲

❸ تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۳

ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کے دائرہ کا پہلا نقطہ جو ابو بکر ہے۔ وہ اس دائرہ کے انتہائی نقطہ سے جو مسیح موعود ہے اتصالِ تام رکھتا ہے۔ ❶

جن حوالوں پر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھتے ہوئے نشان لگائے ہیں وہ بیسیوں ہیں جو یہی بات بیان کر رہی ہیں لیکن وہ ساری کی ساری تو یہاں بیان نہیں ہوسکتی تھیں۔

مَیں اس وقت آپ کے سامنے اب اس کا خلاصہ بتاتا ہوں۔ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات، ہر وصف میں یکتا ہیں۔ کوئی نظیر آپؐ کا نہیں ملتا اس آدم کی نسل میں۔ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ چونکہ آپ یکتا ہیں ہر صفت میں۔ اس صفت میں بھی یکتا ہیں کہ جو رُوحانی فیوض آپؐ کی اتباع کے نتیجہ میں نوع انسانی کو مل سکتے ہیں اور ملے۔ مل رہے ہیں اور آئندہ ملتے رہیں گے وہ اُن رُوحانی فیوض سے کہیں زیادہ ہیں اپنی وسعتوں کے لحاظ سے بھی، اپنی رفعتوں کے لحاظ سے بھی اور اپنی شان کے لحاظ سے بھی جو پہلے شرعی انبیاء کی امتوں کو ملے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کے معنی ہیں براہ راست موہبتِ باری تعالیٰ کے نتیجہ میں نبوت مل گئی۔ اس مقام پر کھڑے کئے جانے میں اسرائیلی نبیوں کی اگر مثال ہم لیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رُوحانی فیوض کا کوئی دخل نہیں تھا یعنی یہ ضروری نہیں تھا بلکہ واقعۃً یہ نہیں تھا کہ آپ کی اتباع، پوری کی پوری لازم ہوتی۔ اس لئے ایک مسلسل تدریجی تبدیلی اُس کے اندر پیدا ہو رہی تھی۔ ہر نبی آ کے کوئی نہ کوئی تبدیلی پیدا کر دیتا تھا خدا کے حکم سے۔ تو ایک وہ شریعت جو پتھر کی پلیٹوں پر کندہ ہو کر اُن کو دی گئی اور ایک وہ جس کے اندر پھر بھی تبدیلیاں ہوئیں اور ہر اسرائیلی نبی کو ضرورت کے مطابق ہر علاقہ میں وحی کے ذریعہ تبدیلی کا حکم ملا۔ ایک علاقہ میں ایک حکم چل رہا ہے دوسرے میں ایک اور حکم۔ انسانیت اپنے ارتقاء کے ادوار میں سے گزر رہی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ انسانیت اپنی ارتقاء کو پہنچ چکی تھی۔ ایک کامل اور مکمل شریعت کو سمجھنے کی اس معنی میں اہلیت رکھتی تھی کہ ہر آنے والا زمانہ اپنی ضروریات کو سمجھنے کے لئے خدا سے ایک مطہر یا بہت سے مطہر وجود پاتا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ معلم حقیقی کی حیثیت سے لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی مَیں تفسیر کر رہا ہوں قرآن کریم کے وہ بطون سمجھاتا تھا جو اُس زمانہ یا اُس خطہ کے مسائل کو حل کرنے والا تھا۔ لیکن اُس پیش خبری کے عین مطابق جو امت محمدیہ کو دی گئی تھی کہ میرے علماء جو ہوں گے، علمائے رُوحانی۔ وہ انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہوں گے۔ میری طرح نہیں ہوں گے۔ اُس میں یہ خبر دی گئی تھی۔ یہ نہیں آپؐ نے فرمایا کہ علماء امتی کمثلی۔ یہ نہیں کہا آپ نے

---

❶ تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ حاشیہ صفحہ ۱۹۱

کہا کانبیاء بنی اسرائیل ۔ اُس میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ میرے فیض سے حصہ لیں گے۔لیکن کامل حصہ نہیں لیں گے۔اس لئے کہ اُن پر ذمہ داری کامل نہیں ڈالی جائے گی۔ بلکہ اپنے اپنے زمانہ کے مسائل کو حل کرنے کی ذمہ واری اُن پر ڈالی جائے گی اور اُسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نعماء سے نوازے گا اور قرآن کریم کے معانی اُنہیں بتائے گا۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک میرا رُوحانی فرزند پیدا ہوگا۔لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ اسلام کو تمام دُنیا پر غالب کرے۔امت میں یہ جو چھوٹے چھوٹے اولیاء گزرے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں انہوں نے اس کی یہی تفسیر کی ہے کہ کامل غلبہ اسلام کا آخری زمانہ میں مہدی کے وقت میں ہوگا۔اس لئے جب مہدی آئے مسیح اور مہدی علیہ السلام۔وہ نبی نہیں بن سکتے تھے۔اس واسطے کہ کوئی شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونے والا ہے وہ خدا تعالیٰ کے انعامات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔نبی نہیں بن سکتے تھے کیونکہ نبی کے معنی آپ نے یہ کئے ہیں کہ اسلام کی اصطلاح میں نبی کے معنے یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی متبوع کے فیض سے کوئی روحانی چیز حاصل نہ کی ہو۔اور آپ ہی نے امتی نبی کے یہ معنے کئے ہیں کہ جس نے جو کچھ بھی پایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل پایا۔اس لئے ہمارا یہ عقیدہ ہے۔آپ یاد رکھیں۔غلط استعمال نہ کر جائیں لفظوں کو۔ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص اپنی استعداد کے دائرہ میں جتنا جتنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا ہے اُتنا اُتنا اُسے مل جاتا ہے۔اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ پہلوں نے اپنی استعداد کے مطابق پایا لیکن اس کثرت سے نہیں پایا مکالمہ مخاطبہ کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ نبی کا مقام پاتے۔نہ وہ زمانہ ایسا تھا۔زمانہ کی ضرورت بھی یہ مطالبہ نہیں کر رہی تھی کہ وہ مہم جس کے نتیجہ میں اسلام نے ساری دُنیا میں پھیلنا تھا،اُس کا اجراء کر دیا جاتا،اعلان کر دیا جاتا کہ شروع ہوگئی۔پہلے کسی زمانہ میں ایسے حالات نہیں پیدا ہوئے۔لیکن ایک طرف حضرت مسیح موعود، مہدی معہود علیہ السلام کی پیدائش کے ایّام۔دوسری طرف دُنیا نے ترقیات کر کے سارے نوع انسانی کو ایک خاندان بنانے کے لئے سامان پیدا کر دیئے۔ریڈیو ہے۔ٹیلی ویژن ہے۔کتب کی اشاعت ہے۔ہوائی جہاز ہیں۔اُس سے بھی زیادہ تیز چیزیں اب بنانی شروع کر دیں۔اب خود ہوائی جہاز ہماری آواز کی جو رفتار ہے اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اُڑنے لگ گئے ہیں۔چند گھنٹوں میں ہزاروں میل کا سفر کر کے پہنچا دیتے ہیں ہماری کتابیں دوسرے ملکوں میں۔

تو امت واحدہ بننے کے سامان پیدا ہوئے۔امّت واحدہ بنانے کا سامان پیدا کر دیا۔وہ پیارا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب آپؐ کا خادم۔ بقول خود مہدی کے آپؐ کا نالائق مزدور جو مرضی کہہ لو۔ لیکن وہ محمدؐ کا ہے۔اور محمدؐ سے جدا نہیں ہے۔

مَیں نے آپ کو بتایا ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس غرض غلبہ اسلام کے لئے آئے۔ آپ نے سوچا کہ ہمارے اس عقیدہ نے ہر احمدی کے کندھوں پر کیا ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔اپنے قول اور فعل سے دُنیا میں اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا کرے۔

اس کے بعد حضور کی اقتداء میں آٹھ بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد ہوا اور پھر حضور احباب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر تشریف لے گئے۔

(غیر مطبوعہ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

فرمودہ یکم نبوت ۱۳۶۰ ہش یکم نومبر ۱۹۸۱ء بمقام بیت اقصیٰ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ یکم نبوت ۱۳۶۰ ہش یکم نومبر ۱۹۸۱ء کو بیت اقصیٰ میں مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے جو اختتامی خطاب فرمایا تھا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اَلْحَیّ ہے۔ یعنی اپنی ذات میں زندہ اور ہر قسم کی زندگی اور حیات بخشنے والا۔ ایک قسم یہ ہے کہ انصار اللہ میں زندگی کے آثار بڑھتا آ رہا ہے۔ پچھلے سال انصار اللہ کی جو مجالس اس اجتماع میں شامل ہوئیں ان کی تعداد ۷۵۵ اور جو نمائندگان آئے ان کی تعداد ۱۱۸۲ تھی۔ سالِ رواں میں جو مجالس شامل ہوئیں ہیں ان کی تعداد ۸۴۲ یعنی ۸۷ زیادہ اور نمائندگان ۱۳۰۵ یعنی ۱۲۳ زیادہ۔ یہ ۸۴۲ مجالس شامل ہوئی ہیں اور کل مجالس ۹۳۶ ہیں۔ تو جو رہ گئی ہیں ان کو اپنی فکر کرنی چاہئے اور ہمیں ان کی بہت فکر کرنی چاہئے۔

کل میں اس آج کی تقریر کے متعلق سوچ رہا تھا کہ کس مضمون پر میں کچھ کہوں تو ایک بہت وسیع مضمون اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا۔ اتنا وسیع کہ مجھے بڑی کوشش کر کے سمیٹنا پڑا۔ اور بنیادی چار باتیں میں نے اس مضمون میں سے اٹھائی ہیں اور وہ مضمون تھا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی زندگی میں پیدا کرو۔ یہ بہت بڑا مضمون ہے۔

بنیادی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات دو پہلو رکھتی ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمایا کہ وہ اَلسُّبُوْحُ ہے۔ عربی میں اس کا تلفظ دونوں طرح ہے ''س'' کی زبر کے ساتھ بھی اور پیش کے ساتھ بھی۔ اور اَلْقُدُّوْسُ ہے۔ لغت میں ہے کہ اَلسُّبُوْحُ اور اَلْقُدُّوْسُ ساری عربی زبان اس شکل میں صرف دو لفظ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بار بار توجہ ہمیں دلائی کہ یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَ الْاَرْضِ ❶ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ پاک اور منزّہ ہے ہر عیب سے۔ اور مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کی پاکیزگی کے ترانے گاتے ہیں۔

دنیا میں اس وقت جو شکل مذاہب کی ہمارے سامنے آتی ہے صرف ایک مذہب اسلام ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو کلّی طور پر ہر عیب سے پاک اور منزّہ قرار دیا ہے۔ باقی جو مذاہب ہیں جب وہ نازل ہوئے اس وقت تو تخیل یہی دیا گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے مگر ان کی عقلیں اس مضمون کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں اور بعد میں بہت کچھ بدعات اس مذہبی عقیدہ میں' اصولی بنیادی عقیدہ' میں شامل ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بہت سے نقائص اس کے اندر پائے جاتے ہیں لیکن جو صحیح اور حقیقی اسلام اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہمیں دیا وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلی طور پر ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور ضعف سے پاک اور منزّہ ہے۔ بعض لوگ گزشتہ تیرہ سو سال میں بھی اس حقیقت کو بھول بیٹھے۔ یہ کہنا کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے' یہ جہالت کا اظہار تو ہے' حقیقت کا اظہار نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے اس نے قرآن کریم میں بہت سے احکام ہمیں دیئے ہیں۔ ان چاروں باتوں کے متعلق احکام کا جو تعلق ہے وہ مَیں آخر میں بیان کروں گا۔

دوسری بنیادی بات اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق قرآنی تعلیم میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے'' ❷

اور یہاں وہ پہلی بات بھی آپ نے فرمائی۔

''اور رذائل سے بکلی منزّہ ہے'' ❸

چونکہ وہ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے اور حکم اس نے دیا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ. اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم میں اور خلقِ کائنات میں ایسے سامان پیدا کئے کہ انسان اپنی تمام اور ہر قسم کی قابلیتوں' استعدادوں اور صلاحیتوں پر خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ چڑھا سکے۔

تیسری بنیادی تعلیم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق قرآن کریم میں یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تضاد نہیں پایا جاتا۔ اور اس کا ذکر سورۃ الملک میں بھی ہے جہاں کہا گیا ہے کہ تمہیں کوئی

---

❶ الحشر آیت: ۲۵ ❷ براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۳۶ ❸ براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۳۶

تفاوت اور فتور نظر نہیں آئے گا۔عربی زبان میں تَفَاوَتَ الشَّيْئَانِ کے معنی یہ کئے گئے ہیں اِخْتَلَفَا وَ تَبَاعَدَا مَابَيْنَهُمَا کہ آپس میں ان کا اختلاف ہو۔اسی کو ہم تضاد کہتے ہیں نا۔اور ان کے درمیان بُعد پایا جائے۔مفردات راغب نے کہا ہے اس کے معنی ہیں۔لَيْسَ فِيْهَا مَايَخْرُجُ عَنْ مُقْتَضَى الْحِكْمَةِ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے جو کائنات پر ظاہر ہوئے اور جس سے ہر چیز پیدا ہوئی اس نے ساری کائنات کو اس طرح باندھ دیا کہ کسی پہلو سے بھی جو حکمت کا تقاضا تھا' جو خدا تعالیٰ چاہتا تھا اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہوئی کوئی چیز۔یہ ایک مکمل LOGICAL WHOLE ہے۔اتنی بڑی کائنات اتنی چیزیں ہیں اس میں اتنی اشیاء ہیں اتنے فرد ہیں کہ ہمارے تصور سے بھی بالا ہیں۔یعنی ہم اس کو سوچ بھی نہیں سکتے اس وسعت کو' وسعتِ تعداد کو۔اور ہر چیز ایک دوسرے سے بندھی ہوئی ہے۔مثلاً ایک جہت جس میں وہ بندھی ہوئی ہے یہ ہے کہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی پاکیزگی کو بیان کر رہی ہے اور ہر چیز اس کے محامد کو بیان کر رہی ہے۔اور دوسرے اس جہت سے کہ اس کائنات کی ساری چیزیں مل کے اس میں کوئی ان میں کوئی تفاوت اور تضاد نہیں انسان کی خدمت پر لگی ہوئی ہیں۔کوئی ایک چیز ایسی نہیں سارے عالمین میں' اس یونیورس UNIVERSE میں' اس کائنات میں کہ جو انسانی خدمت کرنے سے انکار کرے۔ہر لحاظ سے تضاد سے پاک اور اختلال اور وھن' کمزوری سے پاک۔یعنی نہ اس میں کوئی فساد ہے اور نہ کوئی کمزوری۔

یہ جو تضاد نہیں بلکہ ہر چیز ایک دوسرے کی جو حکمت ہے پیدائش کی' اس کے ساتھ تعاون کرنے والی ہے اس سے نکلی آگے ایک اور چیز نکلی کہ اس ساری کائنات میں ''میزان'' اور ''توازن'' پایا جاتا ہے۔یہ بڑا عجیب اصول ہے قرآن کریم میں وَضَعَ الْمِيْزَانَ ❶ یعنی ساری کائنات میں تضاد نہیں' میزان ہے اور جو ریسرچ اب ہو رہی ہے نئی سے نئی' وہ اس حقیقت کاملہ کو جو قرآن کریم نے بیان کی ہے اسے سچا ثابت کر رہی ہے۔

توازن کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں' عالمین میں کامل نسبتیں قائم ہیں۔مثلاً متوازن غذا ہم کہتے ہیں۔بڑا چھوٹا سا ایک پہلو میزان کا۔متوازن غذا وہ ہے جو ایک فرد زید کی غذائی ضروریات میں BALANCE پیدا کرتا ہے کہ اتنی پروٹین اتنے CARBOHYDRATES اتنی MINERALS اس قسم کی جتنی چیزیں ہیں ان کو۔پھر اب تو یہ اس حد تک آگے ریسرچ میں چلے گئے ہیں کہ جو پروٹین ہیں ان کے منبع مختلف ہیں۔گائے کا گوشت ہے' بکری اور بھیڑ کا گوشت ہے' مچھلی کا

---

❶ الرحمٰن آیت: ۸

گوشت ہے، مرغی اور پرندوں کا گوشت ہے اور دودھ میں پروٹین ہیں۔ اس سے پھر آگے پنیر وغیرہ ملتا ہے۔ ایک چکر مَیں نے ایک رسالے میں بنا ہوا دیکھا جس نے پروٹین کو اتنا حصہ دے کے چکر کا اور پھر آگے اس میں تقسیم کی ہوئی تھی کہ اصل BALANCE تب قائم ہوتا ہے کہ جب اس طرح ہم اپنی پروٹین میں پروٹین کے اندر بھی ایک بیلنس BALANCE قائم کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ جو شخص گوشت ہی کھاتا رہے گا اس کے اخلاق کے اوپر اثر پڑے گا۔ ان کی اس ریسرچ نے ثابت کیا جو شخص گوشت ہی کھاتا رہے گا اس کے اخلاق پر اثر پڑے گا۔ اور یہ ہمارے ہاں ہے کہ جو مثلاً گائے اور بھینسے کا گوشت کھاتے رہتے ہیں ہمیشہ ان کے اخلاق کے اوپر ایک خاص قسم کا اثر پڑتا ہے۔

تو یہ میزان جو ہے تضاد نہیں، تو ہم ایک منفی بات کہہ رہے تھے نا۔ لیکن مثبت چیز یہ ہے کہ اس عالمین میں میزان ہے۔ توازن ایک قائم کیا گیا ہے۔ ہر چیز دوسرے کی مدد کر رہی ہے اس کی ممد اور معاون ہے یعنی حصولِ مقصد کے لئے ممد اور معاون ہے۔ کائنات کی پیدائش کی غرض انسان کی خدمت کرنا تھا نا تو ہر چیز دوسرے کی ممد اور معاون ہے انسان کی خدمت کرنے میں۔ ہر چیز دوسرے کو سہارا دیتی ہے یہ بھی میزان کے اندر ہے۔ اب اتنے ستارے ہیں اور قرآن کریم نے کہا ہے وہ اپنے رستوں کے اوپر چل رہے ہیں۔ ایک میزان قائم کر دی کہ اتنا فاصلہ رکھو تب زمین اپنا مقصد پورا کر سکتی ہے کہ انسان اس پہ زندہ رہے۔ انہوں نے ریسرچ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر یہ راستہ، یہ جو فاصلہ ہے سورج اور زمین کا اگر اس میں فرق پڑ جائے، زیادہ قریب ہو جائے تو زمین جل جائے یعنی زندگی یہاں نہ رہ سکے۔ زیادہ دور ہو جائے تو اتنی سردی ہو کہ زندگی نہ رہ سکے۔ تو ایک خاص نظام کے ساتھ توازن جو ہے وہ قائم کیا گیا ہے نسبتًا قائم کی گئی ہے اور اس کو قائم رکھا ہوا ہے خدا تعالیٰ نے۔ عظیم ہستی ہے ہمارا خدا، ہمارا رب کریم۔

یہ جو میزان ہے (مَیں نے کہا نا تضاد نہیں، میزان ہے) اس میزان میں ایک تصور ہے زوجین کا۔ یہ اسی کا ایک حصہ ہے آگے۔ زوجین کا مطلب یہ ہے کہ اس عالم میں وہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے والی ہیں۔ ایک مؤثر ہے۔ اثر پیدا کرتی ہے اور ایک چیز اثر قبول کرنے والی ہے۔ ایک اور رنگ میں وہ مؤثر بن جاتی ہے لیکن بہر حال زوجین ہیں، اثر ڈالنے والی اور اثر قبول کرنے والی۔ ہر چیز دوسرے کے اوپر اثر ڈال رہی ہے، اثر قبول کر رہی ہے۔ یعنی مؤثر بھی ہے اور متاثر ہونیوالی بھی ہے لیکن ایک نسبت ہے کلّی طور پر۔ خدا تعالیٰ کی ذات ہر چیز پہ اثر ڈالنے والی ہو اور کوئی مخلوق میں سے ایسی چیز

نہیں جو خدا تعالیٰ پر اثر ڈالنے والی ہے۔اس واسطے جہاں میزان کے ساتھ یہ زوجین کا ذکر ہے اس کے عملی پہلو کو تو مَیں لوں گا انشاء اللہ بعد میں لیکن بڑا لطف آتا ہے جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ❶

ہر چیز میں زوجین رکھ دیا مؤثر اور متاثر ہونے والی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم اس سے فلسفیانہ طور پر نصیحت حاصل کرو۔ اور پھر نتیجہ بڑا عجیب نکالا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ایک ہستی ہے جو اثر انداز ہوتی ہے اور تم اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔تمہاری خصلت' تمہاری فطرت یہ ہے کہ اس سے اثر قبول کرو۔فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ جب تک یہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کی حقیقت انسانی زندگی میں قائم نہ ہو وہ اپنے مقصد حیات کہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرے یہ ہو نہیں سکتا۔

اور چوتھی بنیادی چیز خدا تعالیٰ کی صفات میں یہ ہے کہ ہر چیز اور انسان، وہ صرف خدا تعالیٰ سے اپنی ضرورتیں طلب کرتا ہے۔اس کے معنی یہ نہیں کہ کوئی بیوقوف دوسروں سے طلب نہیں کرتا فطرت انسانی میں ہے خدا سے طلب کرنا اور حقیقت کائنات یہ ہے کہ صرف خدا دینے والا ہے۔یعنی مانگ لینا' کشکول آگے بڑھا دینا چونکہ انسان پہ جبر نہیں ہے وہ کر لیتا ہے۔کسی کا اس کشکول میں ڈال دینا یہ بھی جبر نہیں ہے ڈال دیتا ہے۔لیکن جو نتیجہ' لینے کے بعد' انسانی زندگی میں نکلنا چاہئے وہ نہیں نکلتا جب تک دینے والا اللہ تعالیٰ نہ ہو اور لینے والا انسان نہ ہو۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہیں ان میں سے ان کی بنیادی باتیں جو ہمیں قرآن کریم سے معلوم ہوئیں' ان میں سے مَیں نے چار اٹھائیں۔اب ہم اپنی زندگی' جماعت احمدیہ کی زندگی جو بٹی ہوئی ہے جماعت احمدیہ کی تنظیم اور ذیلی تنظیموں میں۔انصار اللہ ہے' لجنہ ہے' خدام الاحمدیہ ہے۔پھر خدام الاحمدیہ کے ساتھ اطفال لگے ہوئے ہیں۔لجنہ کے ساتھ ناصرات لگی ہوئی ہیں۔ہماری زندگی پر یہ چاروں بنیادی حقیقتیں اثر انداز ہوتی ہیں اور اگر ہم اس حقیقت کو بھول جائیں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

پہلی بات یہ تھی کہ ہر عیب سے پاک ہے خدا تعالیٰ اور اس پاکیزگی کے ترانے ساری کائنات گا رہی ہے۔انسانوں میں سے بعض بیوقوف زبان سے نہیں گاتے۔بعض صاحب عرفان خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔اس کی قدوسیت کے ترانے گاتے رہتے ہیں۔لیکن وہ جن کی زبان پر خدا کی پاکیزگی کا ذکر نہیں آتا ان کے جسم کے ذرّے ذرّے میں سے خدا تعالیٰ کی پاکیزگی کے ترانے باہر نکل رہے ہیں۔مثلاً دل کی حرکت ہے۔اب کوئی دہریہ خدا کو گالیاں دینے والا جو ہے وہ اپنے دل کی حرکت پر کوئی

❶ الذٰریٰت آیت: ۵۰

کنٹرول نہیں رکھتا۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ دل کو کہے بس کافی ہو گیا۔ بند ہو جاؤ اور دہریہ کہے خدا تو ہے ہی نہیں۔اس لئے اے میرے دل تو نے اس آواز کو سننا نہیں۔وہ مر جائے گا۔جو مرضی سوچتا رہے وہ۔

اللہ پاک ہے اور پاکیزگی کو وہ پسند کرتا ہے۔ہمیں پاک زندگی گزارنی چاہئے۔ ہمارے سارے پروگرام ایسے ہونے چاہئیں کہ ہمیں پاک زندگی گزارنے کی تربیت دیں اور اس قابل بنائیں کہ ہم پاک زندگی گزارنے لگیں۔اس کے لئے قرآن کریم نے جو تعلیم دی وہ نواہی میں ہے۔نہ کرو۔یعنی ہر گند سے بچالیا نا۔گندہ کھانا مت کھاؤ وغیرہ وغیرہ۔ سارے نواہی جو ہیں۔ احکام قرآنی آگے دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ایک کا تعلق خدا تعالیٰ کی سبّوحیت اور قدوسیت سے ہے اور دوسرا جو گروہ ہے احکام کا،اس کا صفات حسنہ سے ہے۔تو جن احکام کا تعلق خدا تعالیٰ کی سبّوحیت اور قدوسیت سے ہے انہیں ہم نواہی کہتے ہیں۔جو گند کو دور کر کے اس قابل بناتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت انسان کی طرف مائل بہ توجہ ہو سکے۔مثلاً ایک شخص جو خدا تعالیٰ سے پیار کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت رکھتا ہے اور اس کے عشق میں مست ہے اس کو سب سے زیادہ دکھ دینے والی بات یہ ہے کہ کوئی اس کے محبوب اللہ کو گالی دے۔اس سے زیادہ اور کوئی بات تکلیف دہ نہیں اس کے لئے ہو سکتی۔

اب اس وقت جماعت احمدیہ میں ایک اور بیچ میں بات لے آیا ہوں۔پھر اس طرف آجاؤں گا کہ لئے سب سے زیادہ دکھ دہ دو باتیں بن گئیں۔نمبر ایک اللہ تعالیٰ کے خلاف باتیں سننا اور گالیاں سننا۔دوسرے نمبر ہمارے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی کی باتیں سننا، جب ۷۴ء میں اور اب بھی بہت گالیاں دیتے ہیں تو بڑے جوش میں آجاتے ہیں جوان۔مَیں ان کو کہا کرتا ہوں جو مَیں تعلیم اب بتا رہا ہوں آپ کو کہ جب ہم ان گالیوں کے بدلے لے چکیں گے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں پھر ان گالیوں کی طرف آئیں گے جو ہمیں دی جا رہی ہیں۔اس وقت تو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتا اپنی ذات کے متعلق۔اور ان کا بدلہ لاٹھی سے تو ہم نے نہیں لینا۔ان کا بدلہ یہ ہے' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہنے والا کا بدلہ یہ ہے کہ ہم اس شخص کے دل میں محمدؐ کا پیار پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

تو مَیں بتا رہا تھا کہ سب سے زیادہ دکھ دہ بات ایک مسلم مومن کے لئے یہ ہے۔کہ اتنی عظیم ہستی جس کی وہ معرفت رکھتا ہے' جس کی نعماء سے اس کی جھولیاں بھری ہوئی ہیں' جو ہر دُکھ کے وقت اس کے دُکھ کو دور کرنے کے سامان پیدا کرتا ہے' جو اتنا پیار کرنیوالا ہے کہ اس کی خطاؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے موسلا دھار بارش کی طرح اپنی نعمتیں اس کے اوپر برسا رہا ہے' اس کو وہ گالیاں دینے لگ جاتا ہے۔سب سے زیادہ دکھ دہ یہ بات

ہے حکم یہ ہے۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ❶ یہ مَیں نواہی میں سے' جو روکنے والی چیزیں ہیں ان میں سے سب سے سخت یہ لے رہا ہوں لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ تو ساری نواہی جو کہتے ہیں نہ کر' نہ کر' یہ نہ کر، یہ نہ کر، یہ نہ کرو ساری نواہی جو ہیں وہ انسانی زندگی سے گند کو اور ناپاکی کو دور کرنیوالی ہیں۔ اس واسطے ہمارے سارے پروگرام ایسے ہونے چاہئیں جو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ناپاکی کو دور کرنے والے ہوں۔

صفات حسنہ۔ صفات حسنہ کا رنگ اپنی زندگی پر چڑھاؤ۔ خدا تعالیٰ اپنی صفات میں اور محامد میں من کل الوجوہ کامل ہے۔ اور قرآن کریم کے سارے اوامر پہلے مَیں نواہی کی بات کر رہا تھا ہر حکم جو ہے وہ خدا تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کا رنگ ہمارے اوپر چڑھانے والا ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کی تعلیم کو کلّی طور پر FOLLOW کرنیوالے ہوں اس کی اتباع کرنے والے ہوں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ❷ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چل کر وحی قرآنی کی اتباع کرنے والے ہوں تو ہماری زندگی ساری کی ساری ایسی ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ کے نور اور اس کی چمک دنیا کو نظر آئے۔

ساری صفات کا تو اس وقت ذکر نہیں مَیں کر سکتا' ایک کا کروں گا۔ جس طرح وہاں مَیں نے کیا تھا کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بالکل Extreme پہ یہاں جو وسعت کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے۔ وہ حکم مَیں لیتا ہوں وہ امر ہے۔ ربوبیت۔

اللہ رب ہے۔ ہمیں کہا ہے کہ جہاں تک تمہیں خدا طاقت اور استعداد دے' اندرونی طور پر بھی یعنی اپنی سوسائٹی میں بھی' اپنے ماحول میں بھی اور ساری دنیا میں بھی جہاں بھی مدد کی اور ربوبیت کی ضرورت ہو جہاں تک تمہیں خدا تعالیٰ طاقت دے وہ تمہیں کرنی چاہے۔ ہماری زندگی اپنے وسائل کے لحاظ سے محدود ہے میں نے ''ہماری'' جب کہا ''جماعت احمدیہ کی'' میری مراد ہے جماعت احمدیہ کی زندگی اپنے وسائل کے لحاظ سے محدود ہے لیکن اپنے فرائض کے لحاظ سے غیر محدود ہے۔ اس واسطے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا جو رنگ ہمیں نظر آتا ہے وہ محض انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ کل کائنات کے متعلق آپؐ کی رحمت جو ہے وہ جوش مارتی نظر آتی ہے۔

ہمارے پروگرام ایسے ہونے چاہئیں جن کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اس صفت پہ ہو کہ ہم نے پرورش کرنی ہے پرورش کرنی ہے بہتوں کو شائد سمجھ نہ آئے میرے ذہن میں کیا ہے ہم نے پرورش کرنی ہے اس بچے کی جو ہمارے گھر میں پیدا ہوتا ہے اسلامی رنگ میں۔ ہم نے اسلامی رنگ میں پرورش کرنی ہے اس

❶ الانعام: ۱۰۹ ❷ سورۃ یونس آیت: ۱۶

بچے کی جو ہمارے ہمسائے میں پیدا ہوتا ہے' ہم نے پرورش کرنی ہے اس بچے کی جو ہمارے محلے میں پیدا ہوتا ہے یا ہمارے شہر میں پیدا ہوتا ہے' ہم نے پرورش کرنی ہے اس بچے کی اسلامی رنگ میں جو ہمارے ملک میں یا دوسرے ممالک میں پیدا ہوتا ہے' ہم نے پرورش کرنی ہے اس بچے کی جو جماعت احمدیہ میں پیدا ہوتا ہے اور ہم نے پرورش کرنی ہے۔ ربوبیت کی صفت اپنے میں پیدا کرنے کے لئے اس بچے کی جو جماعت احمدیہ میں نہیں بلکہ جماعت احمدیہ سے باہر دنیا کے کسی خطہ' کسی جگہ' کسی محلے' کسی گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہمارا آئیڈیل ہے۔ آج ہمارے لئے یہ ممکن نہیں لیکن ہماری جدوجہد اور کوشش (جو آخر میں بتاؤں گا بات) وہ یہ ہے جو ہمارے لئے جو مقرر کیا ہے خدا نے کہ کرنی پڑے گی تمہیں ایک دن۔ اس کے لئے تیاری کرو۔

اس کے لئے صفات حسنہ پہلے اپنی ذات آتی ہے نا۔ تو اس واسطے مَیں بڑی دیر سے کہہ رہا ہوں اب دہراؤں گا لیکن اس مضمون کا چھوٹا سا حصّہ بنا کر جسمانی' ذہنی' اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں اور استعدادوں کی کامل نشوونما کرنا فرض ہے ہر اس شخص کا جو ہم میں پیدا ہوا اور ابھی اگر وہ بچہ ہے تو جو ذمہ دار ہیں اس کے اور گارڈین ہیں ان کا یہ فرض ہے۔ اس کے بغیر ہم جو ایک وسیع فرض کا میدان ہے اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم اپنے اندر' جماعت احمدیہ کے ہر فرد کی نشوونما کو کمال تک نہیں پہنچاتے ہم آگے بڑھ کر دوسروں کے گھروں میں نور اور حسن لے کے کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

تضاد نہیں، خدا تعالیٰ کی صفات میں تضاد نہیں۔ قرآن کریم نے سورہ الملک میں دو لفظ استعمال کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تفاوت نہیں۔ دوسرے یہ کہ فتور نہیں۔ مَیں نے بتایا کہ یہ جو ہے تفاوت' اسی کے معنی ہیں تضاد کے اِخْتَلَفَ' اختلاف' تضاد اسی کو کہتے ہیں نا ایک چیز اس سے مختلف دوسری چیز۔ اور اس کا مثبت پہلو' اس لفظ کا یہ ہے کہ لَیْسَ فِیْھَا مَا یَخْرُجُ عَنْ مُقْتَضَی الْحِکْمَةِ خدا تعالیٰ جو حکیم خدا ہے' جس کی صفات کے جلووں میں حکمتِ کاملہ انسان کو نظر آتی ہے اس حکمت کا جو تقاضا ہے خدا تعالیٰ کی صفت کا کوئی جلوہ اس سے باہر نہیں جاتا۔ اور فتور کے معنی ہیں کمزوری اور فساد۔ یہ دونوں ایسے معنی ہیں جن کے پیچھے تضاد جھلک رہا ہے۔

ہمارے اندر ایک توازن پیدا ہونا چاہئے۔ مَیں نے بتایا ہے یہ تضاد منفی حصّہ ہے اور توازن، میزان جو ہے وہ اسی چیز کا مثبت حصہ ہے۔ توازن انسان کی فرد کی زندگی میں بھی ہے' کھانے میں بھی ہے' اس کی ورزش میں بھی ہے' اس کی ذہنی نشوونما میں بھی ہے' اس کی قربانیوں میں بھی ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا [1] کہ اپنے نفس کو بھول کے دین کی خدمت کرنا غلط ہے۔ ایک توازن

[1] بخاری کتاب الصوم باب حق الاھل فی الصوم

پیدا کر دیا نا۔ دین کی خدمت اور نفس کے حقوق یعنی غیر کے حقوق (دین کی خدمت کا مطلب ہے غیر کے حقوق) غیر کے حقوق اور نفس کے حقوق میں ایک توازن پیدا کیا۔ انہوں نے کہا توازن قائم رکھو۔ اپنے نفس کا حق بھی ادا کرو اور دوسروں کے حقوق بھی ادا کرو۔ کیونکہ اگر اپنے نفس کے حقوق ادا نہیں کرو گے تو غیروں کے حقوق ادا کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔ اگر اپنے نفس کے حقوق ادا نہیں کرو گے اور اپنا کھانا لمبے عرصے تک کسی ایسے شخص کو کھانا جس کو میسر نہیں کھلاتے رہو گے تو بیمار پڑ جاؤ گے اور اِذَامَرِضْتُ کا مقام ہو جائے گا تمہارا۔ ایک قیادت کا جو مقام اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی کو دیا وہ اس سے چھن جائے گا۔

اس لئے ہماری جو تنظیمیں ہیں ان کے اندر بھی ایک توازن ہونا چاہئے۔ اس طرف ابھی تک توجہ شائد اس لئے نہیں تھی کہ ابھی ابتداء تھی نشوونما تھی اس لئے مَیں نے انتظامی ڈھانچے میں بھی کچھ تبدیلیاں سوچی ہیں۔ کچھ میں بعد میں بتاؤں گا، وہ نشوونما کے ذریعے سے پیدا ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ مثلاً اطفال ہیں۔ یہ خدام الاحمدیہ کی ایک برانچ ہے لیکن ان کا تعلق ماں سے بھی ہے اور باپ سے بھی۔ جو انصار کا ہو، تو جہاں تک اطفال کا تعلق ہے (مَیں موٹی ایک مثال دے رہا ہوں آپ کو سمجھانے کے لئے) اس میں انصار بھی بیچ میں آجاتے ہیں لجنہ اماء اللہ بھی بیچ میں آجاتی ہے۔ یہ خرابی اس طرح پیدا ہوئی (مَیں خود بھی رہا ہوں صدر خدام الاحمدیہ اور اب بھی میرے سامنے ایسی باتیں آتی ہیں کہ بعض والدین یہ سمجھتے ہیں کہ ''جی اَسی بچہ خدام دے سپرد کر دتا تے ہن سانوں اوہدے نال کوئی تعلق نہیں۔ کیوں نہیں تعلق؟'' تمہارے خدا نے اس کے ساتھ تعلق پیدا کیا۔ تو ایک توازن ہونا چاہئے تنظیموں کے درمیان۔ باپ اس کا انصار میں ہے ماں اس کی لجنہ میں ہے۔ ان کا آپس میں تعلق ہونا چاہئے۔ جو تربیت کے لئے اور مختلف استعدادوں کی نشوونما کے لئے ہماری کوشش ہے جب تک ماں اور باپ تنظیم کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے یعنی ان کی تنظیمیں، فرد بھی اور تنظیمیں بھی، اس وقت تک ہم کامیاب ہی نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک بچہ ہے وہ صحت کے لحاظ سے کمزور ہے۔ خدام الاحمدیہ اس کا طبّی معائنہ کرواتی ہے اور کہتی ہے اسے ملٹی وٹامنز کی ضرورت ہے بہت ساری وٹامنز اس کو کھانی چاہئیں۔ اب خدام الاحمدیہ کے ذمے یہ کام ہی نہیں ہے کہ ہر طفل کو حسب ضرورت وٹامنز خرید کے دے اور MINERALS خرید کے دے۔ وہ کہیں گے ماں باپ کو کہ تم کرو اور ماں باپ اس طرف توجہ نہ دیں تو میزان UPSET ہو گیا نا۔ تضاد پیدا ہو گیا۔ خدا نے کہا تھا کہ میری صفات کے جلوے پیدا کرو اور ان جلووں میں تضاد نہیں۔ ہماری زندگی میں تضاد پیدا ہو گیا۔ ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ایک دفعہ مجھے چینی سفیر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مَیں تو سوچتا یہی ہوں کہ اسلام کا تعارف

کرواؤں۔مَیں نے دو تین باتیں ذہن میں رکھیں۔ایک یہی تھی کیونکہ چیئرمین ماؤزے تنگ نے ایک مضمون لکھا کہ تضاد کو (یہ کسی علاقے کے متعلق تھا) یہاں کس طرح دور کیا جائے تو مَیں نے ان سے کہا مجھے بھی دلچسپی ہے اگر انگریزی ترجمہ ہو تو آپ مجھے دیں مَیں پڑھنا چاہتا ہوں۔ پھر مَیں نے یہاں سے بات شروع کی نا توجہ ان کی اپنی طرف پھیرنے کے لئے۔مَیں نے کہا آپ حیران ہوں گے کہ ۱۹۵۸ء میں کچھ حالات پیدا ہوئے اور ان حالات کے پیش نظر چیئرمین ماؤ نے اس خاص خطہ میں جو حالات پیدا ہوئے وہاں کے CONTRADICTIONS کے متعلق ایک مضمون لکھا۔ مجھے اس میں کیسے دلچسپی ہو گئی اور کیوں دلچسپی پیدا ہو گئی۔مَیں نے کہا مجھے اس لئے دلچسپی پیدا ہوئی کہ ہمیں قرآن کریم نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں کوئی CONTRADICTION نہیں ہو گی، تمہیں نظر نہیں آئے گی اور کوئی نہیں ہے۔اور تمہاری زندگیوں میں بھی، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں CONTRADICTION، تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ پھر مَیں نے اس کو بتایا کہ خدا نے مجھے قوت مشاہدہ دی ہے۔مَیں نے بڑا سوچا، غور کیا لوگوں کے حالات کا مشاہدہ کیا اس نتیجہ پہ پہنچا کہ اکثر ناکامیاں، تضاد CONTRADICTION کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً آپ کو ایک بات بتاؤں CONTRADICTION کی۔ ایک نوجوان لڑکا غالباً تین سال تک ہر سال مجھے یہ لکھتا رہا، دعا کریں مَیں یونیورسٹی میں فرسٹ آؤں اور وہ ہر سال ہر مضمون میں فیل ہوتا تھا۔ جو اس کی قابلیت ہی نہیں تھی وہ اس کی خواہش تھی۔تو جب خواہش اور قابلیت کا تضاد ہوا، ناکامی پیدا ہو گئی۔تو وہ بڑا حیران ہوا۔اس کے اوپر بڑا اثر پڑا کہ اچھا اسلام اور قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے CONTRADICTION کے متعلق۔اور بھی دو باتیں تھیں۔تین باتیں اس کے سامنے رکھیں قرآن کریم کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے

اس لئے ایک تو مجلس توازن مَیں قائم کرنا چاہتا ہوں جس میں جماعت احمدیہ، انصاراللہ اور خدام اور لجنہ کے نمائندے (جس شکل میں بھی ہوں) یہ آئیں اور وہ میزان پیدا کریں۔ ہماری، ایک تو جماعت ہے وہ سب کے اوپر حاوی ہے اور نیچے دوسری ایسوسی ایشنز ہیں۔ ہم ایک جہت کی طرف پورا زور لگا رہے ہوں جس طرح رسّہ کشی میں سارے رسّہ کھینچنے والے ایک ہی طرف زور لگا رہے ہوتے ہیں اگر پانچ ANGLE کا بھی فرق پڑ جائے کسی ایک رسّہ کھینچنے والے کا تو ٹیم ہار جاتی ہے۔ایک سدھائی میں وہ رسّہ کھینچا جائے تبھی ٹیم جیتتی ہے ورنہ نہیں جیتتی۔ اس واسطے ایک سدھائی کی طرف ایک سیدھا پوائنٹ ہمارے سامنے ہے نقطہ مرکزی، صراط مستقیم اس کے اوپر سارے چل کے آگے بڑھ رہے ہوں۔ یہ ایک تو بنیادی ایک نئی بات کا مَیں اعلان کر رہا ہوں۔ یہ قائم ہو جائے گی ایک مہینے کے اندر۔

صدر انجمن احمدیہ اور انصار اللہ، خدام الاحمدیہ ذمہ دار ہیں اور مشورہ کریں پھر لجنہ سے بھی مشورہ ہوگا۔

دوسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صفاتِ حسنہ خدا تعالیٰ کی جو ہیں، اپنے اخلاق میں وہ رنگ چڑھانا یہ عمل ہے۔ اعمالِ صالحہ میں آتا ہے یہ۔ یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اور اعمال صالحہ میں ایک تو انفرادی اعمال ہیں دوسرے اجتماعی اعمال ہیں۔ اور یہ سارے اجتماعی اعمال جو ہیں وہ اجتماعی طاقت، جو مقصد ہے، جو ٹارگٹ ہے وہاں وہ Hit کرنے چاہئیں پوری طاقت کے ساتھ۔ یہ نہیں کہ خدام الاحمدیہ کہیں Hit کر رہی ہے۔ اور وہ کہیں اور Hit کر رہے ہیں۔ اس واسطے ایک دوسرے کی نگرانی بھی کرے گی مجلس توازن۔ لیکن اب جو مَیں جو دوسری بات کہنے لگا ہوں وہ اور ہے۔ (حضور ایدہ اللہ نے محترم صدر صاحب انصار اللہ سے دریافت کرنے کے بعد کہ صدر کے نیچے کتنے شعبے ہیں فرمایا) چودہ شعبے ہیں اور اتنی نصیحتیں کی ہیں۔ مَیں کل ہدایت نامہ ان کا لے گیا تھا۔ تو مَیں نے دیکھا تو پھر مَیں نے سمجھا کہ اس میں کوئی ترمیم میرے لئے مشکل ہے کرنی۔ مجھے سارا کچھ بدلنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ ہر شعبے کے قائد کو بھی نہیں یاد ہوگا۔ اگر مَیں انہی کو پوچھوں کہ بتادو۔ کتنے ہیں تمہارے لکھے ہوئے فرائض تو وہ نہیں بتاسکیں گے مجھے۔ یہ کام کرنا ہے۔ یعنی وعظ کر کے خاموش ہو جانا یہ پرانے زمانے کے واعظوں کا تو کام ہوگا۔ نہ خلیفۂ وقت کا یہ کام ہے۔ نہ خلیفۂ وقت کے جو جوارح ہیں ہاتھ پاؤں (یہ سارے عہدیدار) ان کا یہ کام ہے۔ عمل۔ عمل۔ عمل۔

عمل کے لئے مَیں نے یہ سوچا کہ صدر اور نائب صدر اس وقت ہیں آپ کے، اس کے علاوہ چار نائب صدر ہوں گے۔ اور ان کے ذمّے ایک سے زائد شعبے ہوں گے تین تین' چار چار اور وہ مجھے ہر مہینے صرف یہ رپورٹ دیں گے کہ ان شعبوں میں کیا کام ہوا۔ مہینے میں ایک بار ماہانہ رپورٹ یعنی عمل کے متعلق رپورٹ دیں گے ہر مہینے اور ہر مہینے ہم مرکز میں ایک دفعہ وہ جو مجلس توازن ہے اس کی میٹنگ یہاں ہوا کرے گی۔ جب مجھے توفیق ہوگی مَیں بھی بیچ میں بیٹھوں گا۔ یہاں ہر مہینے باہر سے بھی لوگ آئیں گے اور ہر مہینے اس میں جو ممبر نہیں ان کے ایک حصے کو بلایا جائے گا۔ مثلاً سارے پاکستان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر سہ ماہی میں ایک حصہ آجائے گا۔ یعنی سال میں ایک دفعہ وہ یہاں آئیں گے۔ ان کے سامنے باتیں ہوں گی اور جلسہ سالانہ پر غیر ملکیوں کو بھی بیچ میں شامل کیا جائے گا۔

اور یہ عمل کی اب مَیں بات کر رہا ہوں۔ یعنی صفاتِ حسنہ کا رنگ اور اس میں تضاد نہ ہو۔ مَیں نے لجنہ سے کہا کہ ہر لجنہ ممبراتِ لجنہ کے لئے' (کھیل کود اور ورزش، بیٹھیں وہاں نیکی کی باتیں کرنے کریں) کوئی کلب بناؤ۔ اب سات' آٹھ سو کلبز وہ چھ مہینے یا سال میں نہیں بن سکتیں اس واسطے درجہ

بدرجہ ہم آگے بڑھیں گے۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ پنجاب کی ہر تحصیل میں ایک ایک کلب بن جائے کم از کم۔ اور اس کے ذمہ دار لجنہ کے علاوہ انصار اور خدام الاحمدیہ ہیں۔ کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو چار کنال زمین ورنہ دو کنال سے کم نہ ہو وہ لی جائے' کرائے پر لی جائے خالی پلاٹ گاؤں میں۔ یہ شاملات میں اکٹھے ہو کے جو آپ کے ہیں اس میں سے آپ لیں۔ بہر حال مَیں مفت استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ اگر مثلاً شاملات ہے اور احمدی بہت ہیں وہاں۔ وہ اگر کہیں نہیں جی یہ ساروں کی زمین ہے۔ آپ اس کو استعمال کریں۔ ان کو بھی مَیں کہوں گا کہ شاملات کی اگر کوئی مد ہے اکٹھی، تو کم کرایہ لے لو لیکن دو کرائے پر اور لجنہ میں مَیں نے کہا تھا کہ نو سال کے کرایہ پر لوں گا کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر دس سال قبضہ رہے تو پھر قانونی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مَیں کوئی پیچیدگی کسی کے لئے پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ اس سال ہر تحصیل میں لجنہ کے لئے ایک کلب بن جائے۔ ایک دوست نے تو، بڑی ہمت کا کام ہے، اتنی ہمت زیادہ تھی کہ میری طبیعت پہ بوجھ تھا۔ مَیں نے کہا پہلے تحقیق تو کرو' لکھا کہ میرے پاس فلاں گاؤں میں چار کنال زمین ہے اور وہ چار کنال مَیں دیتا ہوں اس کام کے لئے۔ ویسے وہ دوسری جگہ کہیں مزدوری وغیرہ کر رہا ہے۔ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے دو کنال سے چار کنال تک کی زمین۔ اس کو ہم فوری طور پر، جس طرح وہ پٹھان دیواریں بناتے ہیں نا اونچی اونچی، اس قسم کی دیوار بنا دیں گے۔ اگر وہ نہیں خرچ کر سکتے تو مرکز، لجنہ اماء اللہ کا جو مرکز ہے وہ خرچ کرے گا دیوار بنانے پر۔ یہ مَیں کہتا ہوں ان کا احاطہ ہو باپردہ۔ پہلا میرا مقصد یہ ہے کہ ان کو احساس ہو کہ عورتوں کو باپردہ رہنا چاہئے۔ اور ایک چھوٹا سا کمرہ' بالکل چھوٹا سا چاہے ۸×۸ کا ہو یا ۷×۱۰ کا ہو جس میں چیزیں (پھر آجائیں گی کھیلنے والی) وہاں ان کو محفوظ سٹور کر لیا جائے۔ جس میں ہم ان کو کہیں گے کہ بیٹھنے کی جگہ، تخت پوش عام لکڑی لے کے جس طرح ہوتا ہے (کاؤچ وغیرہ تو فضول بن گئے ہیں گاؤں والوں کے لئے، ہم تو ابھی تک استعمال کر رہے ہیں لکڑی کے تخت) وہ ہوں، بیٹھیں وہاں۔ نیکی کی باتیں کریں۔ مَیں نے لجنہ کو کہا تھا۔ ایک شرط ہے میری کہ وہاں عورتیں جمع ہو کے آپس میں لڑیں گی بالکل نہیں۔

تو یہ جواب بنے گی مجلسِ تو ازن، ان کا کام ہے کہ یہ پورا کریں۔ مَیں عمل چاہتا ہوں۔ اس سال ہر تحصیل میں لجنہ کا ایک کلب بن جائے۔

اس کے علاوہ (ان کو تو کھلی زمین مل جائے۔ دیوار کی ضرورت نہیں) خدام الاحمدیہ ہر ایسی مجلس میں جہاں بہت تھوڑے خدام نہیں کافی ہیں، وہاں وہ اکٹھے ہوں۔ وہاں میرو ڈبہ کھیلیں۔ گلی ڈنڈا کھیلیں۔ وہاں بڑی اچھی ایک ورزش ہے بہت ہی اچھی جوائنڈ ونیشین سٹوڈنٹس (جب مَیں پڑھا کرتا تھا) مدرسہ

احمدیہ میں لے آئے تھے اور میں بھی وہاں کھیلتا رہا ہوں ان کے ساتھ۔ بڑا چوکس دماغ رکھ کے کھیلنی پڑتی ہے۔ وہ یہاں سے بھیج دیں گے۔ خدام الاحمدیہ کو سکھانے کے لئے گاؤں گاؤں اور بڑی معصوم ہے۔ کوئی چیز نہیں چاہیئے بس زمین چاہیئے اور ایک چھوٹی سی سوٹی چاہیئے لکیریں ڈالنے کے لئے اور اپنے ہاتھ چاہئیں اور دماغ۔ اور ورزش ہو جاتی ہے بڑی۔ اور دوڑیں' چلیں' ہر روز ورزش کریں۔ صحت کے لئے متوازن غذا بھی' BALANCED DIET بھی چاہئے اور اس کا ہضم کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ بنیوں کی طرح اتنا بڑا پیٹ' سارے جسم سے بھی بڑا نکل آتا ہے۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

اور انصار جو ہیں جو بڑی عمر کے انصار ہیں۔ انصار کے دو حصے ہیں عمر کے لحاظ سے بھی' اور صحت کے لحاظ سے بھی جو صحت اور عمر کے لحاظ سے بڑی عمر کے ہیں ان کے لئے بہترین ورزش سیر کرنا ہے۔ ان کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ وہ چار پانچ میل سیر کیا کریں صبح۔ نماز پڑھیں' قرآن کریم کی تلاوت کریں اور گرمیوں میں ٹھنڈے ٹھنڈے اور سردیوں میں بکل مار کے سیر کو نکل جائیں اور چند میل سیر کریں۔ روزانہ کریں چھوڑنا نہیں اس کو۔ اس ورزش کے متعلق آپ انصار نے توجہ دینی ہے اور خدام الاحمدیہ نے بھی آپ کو پکڑنا ہے۔

مَیں نے اعلان کیا تھا کہ جسمانی لحاظ سے جماعت احمدیہ کے افراد کو دنیا میں سب سے زیادہ صحت مند ہونا چاہئے۔ اور اپنی اس صحت کو دنیا کے مفاد میں خرچ کرنے والا ہونا چاہئے۔ مُکے باز نہیں ہیں ہم۔ ہم پاؤں دبانے والے ہیں۔ یہ یاد رکھیں آپ۔ ایک افسر تھے۔ مَیں جب پرنسپل ہوا کرتا تھا کوئی رقم انہوں نے کالج کو دینی تھی ایک دفعہ مَیں گیا تو کہنے لگے اچھا پھر دس دن کے بعد آجائیں۔ دوسری دفعہ گیا۔ کہنے لگے پانچ سات دن کے بعد آجائیں۔ تیسری دفعہ مَیں گیا تو پھر کہا کہ اتنے دن کے بعد آجائیں مَیں نے کہا دیکھیں! مَیں نے اپنی زندگی کی ہوئی ہے وقف اور ہم سب نے وقف کی ہوئی ہے زندگی اگر سوچیں تو۔ میرا وقت، میری عزت میرا سب کچھ خدا کے لئے وقف ہو گیا۔ اگر آپ کے دماغ میں یہ پروگرام ہو کہ مَیں سو دفعہ آپ کے گھٹنے کو ہاتھ لگاؤں گا تب آپ یہ رقم کالج کو دیں گے جو اس کا حق بنتا ہے۔ تو مجھے سو دفعہ بلائیں نہیں کیونکہ میرا وقت بہت قیمتی ہے اور جگہ مَیں خرچ کرتا ہوں۔ مَیں اسی وقت آپ کے گھٹنے کو سو دفعہ ہاتھ لگا دیتا ہوں۔ اتنا سخت شرمندہ ہوئے وہ اور انہوں نے اسی وقت کر دیا کام۔

تو ہم خادم ہیں۔ یہ جو دنیوی عزتیں ہیں جن کے تماشے آپ روز دیکھتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم نے ہمارے سہارے کیلئے بڑا عجیب اعلان کر دیا تھا:

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا❶ صحیح عزت، ہر قسم کی عزت، ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اس سے لیں آپ۔ بڑی عزت دیتا ہے۔ ہمارا مبلغ یہاں عام پھر رہا ہے ہوتا ہے۔ آپ کے سامنے سے گزرتا ہے۔ آپ اس کی قدر ہی نہیں پہچان رہے ہوتے۔ وہ افریقہ میں جاتا ہے۔ جو صدر مملکت ہے، وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب اس کے دفتر میں ملنے جاتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ عزت دیتا ہے۔ جو آپس میں انہوں نے عزتیں بانٹیں، آپس میں سر بھی اڑائے۔ یہ تو دنیا اپنا کھیل کھیل رہی ہے۔ ہم نے تو خدا تعالیٰ کے کام کرنے ہیں اور وہ کھیل نہیں۔ ہم نے سنجیدگی کے ساتھ خدمت کرنی ہے بنی نوع انسان کی۔

اور (مَیں نے بڑا مختصر کیا تھا۔ مختصر ہی ہے مَیں سمجھتا ہوں) چوتھی خدا تعالیٰ کی صفات کی بنیاد یہ ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ❷ اور اس کو باندھا ہے يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین وآسمان کی ہر شئے اپنی ضرورت اس سے مانگتی، اس سے پاتی ہے۔ عجیب اعلان ہے۔ یہاں اگر ٹھہر جاتا قرآن کریم تو وہ عظمت جو كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کے ساتھ کہہ کے انسانوں کو شامل کیا ہے۔ دوسری چیزوں کو بھی ساروں کو شامل کیا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کہہ کے یہ اعلان کیا کہ ترقیات کے غیر محدود دروازے تمہارے اوپر کھول دیئے ہیں ہم نے۔ اس کی صفات کا ہر جلوہ پہلے سے مختلف ہوتا ہے۔ انسان کا خدا تعالیٰ کے قرب کی طلب میں ہر قدم پہلے سے آگے بڑھنا چاہئے۔ اس لئے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ سے فائدہ اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق، ہر آن اس کے حضور عاجزانہ متضرعانہ دعا کے ساتھ قائم کرنا ضروری ہے جو ممکن نہیں۔ جب تک ہم نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے حضور جھکیں اور اسی کی مدد سے اس کے ساتھ زندہ تعلق کو قائم کریں۔

غیر محدود ترقیات کے دروازے یہ اعلان کھولتا ہے۔ ہر قدم فلاح اور رفعت کی طرف بڑھتے رہنا چاہئے اللہ کے فضل سے کیونکہ (یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقرہ ہے) ''انسان اپنے تمام کمالات اور تمام حالات اور اپنے تمام اوقات میں خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا محتاج ہے''۔ ❸ اس واسطے ہر احمدی کو انفرادی طور پر اور جماعت کو جماعتی طور پر اور جماعت احمدیہ کو اجتماعی طور پر اپنے تمام کمالات اور تمام حالات اور تمام اوقات میں خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہئے اور خدا کی رضا کو حاصل کر کے اپنی زندگی کے مقصود کو پالینا چاہیے تاکہ دنیا میں ایک ایسی جماعت ہو جو کسی اور کو دکھ دینے کا سوچے بھی نہ۔ سب کے سکھ کا سامان پیدا کرنے کی نیت سے اپنا قدم آگے بڑھا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا کرے آمین۔

❶ النساء آیت ۱۴۰ ❷ سورۃ الرحمٰن آیت ۳۰ ❸ براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۵۸ حاشیہ

اس کے بعد حضور نے فرمایا:

ایک بج گیا۔ کھانا اور نماز کون پہلے۔ کون بعد میں؟ (منتظمین سے دریافت کرنے پر فرمایا) کہتے ہیں کھانا تیار ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کھانے والے بھی تیار ہیں۔ اس لئے ہم یہ کرتے ہیں، اس وقت ایک ہے تو ڈیڑھ گھنٹہ کافی ہے میرے خیال میں۔ کیونکہ شفٹ بھی بعض دفعہ کرنی پڑتی ہے تو انشاء اللہ نمازیں مَیں جمع کراؤں گا۔ مسجد مبارک میں اڑھائی بجے اور جو دوسری مساجد ہیں وہاں بھی مَیں ان کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اڑھائی بجے نمازیں جمع کرائیں تاکہ جو دوست دوسری مساجد میں جا کے نمازیں پڑھیں وہ بھی باجماعت نماز پڑھ سکیں۔

اب ہم دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ایسے حالات پیدا کرے کہ آج وہ جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے والے ہیں لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰـهُ کا ورد کرنا شروع کردیں۔ اور آج وہ جو انسانیت میں فساد اور دُکھ پیدا کرنے والے ہیں وہ امن اور سُکھ پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگ جائیں۔ اور آج وہ انسان جو محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے نہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے آجائے اور آپؐ کی بیشمار، بے انتہا برکتوں اور فیوض سے حصہ لینے لگے اور یہ دُکھیا انسانیت خوشحال، خوش باش انسانیت بن جائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں، جماعت احمدیہ کو یہ توفیق عطا کرے کہ ہم اس کے فضل اور اس کی رحمت اور اس کی توفیق سے اپنی تمام ذمہ داریاں اپنی پوری توجہ اور پوری محنت اور پوری طاقت سے ادا کریں۔ اور خدا ہماری کوششوں کو قبول کرے اور اپنی رضا کی جنتیں ہمارے لئے مقدر کردے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کا ہر آن ہر جگہ سفر اور حضر میں حافظ وناصر ہو اور اپنی برکتیں آپ کے اوپر برسائے۔ آپ کو اہل بنائے اس کا کہ جو کہا وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً [1] وہ عملاً پوری ہوں اور آپ کو احساس ہو اور آپ شکر گزار بندے بن کے اپنی زندگی گزارنے والے ہوں۔ آؤ اب دعا کرلیں۔

طویل اور پُرسوز اجتماعی دعا کروانے کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

السَّلام وعَلیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہٗ

(غیر مطبوعہ)

---

[1] سورۃ لقمان آیت ۲۱

اشاریہ

سبیل الرّشاد جلد دوم

(مرتبہ - مرزا خلیل احمد قمر)

کلید مضامین

اسلام

اے انساں تو نے بنی نوع انسان کیلئے زندگی گزارنی ہے ۲۲۶
بے لوث خدمت کا جذبہ ۲۰۴
اسلام ہماری روح کی غذا ہے ۳۰۴
اسلام کے نور سے دو چیزیں مراد ہیں۔قرآن کا نور
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ۸۲
غلبہ اسلام سے قبل ایک عظیم جنگ اندھیرے اور
روشنی کے درمیان ۸۵
اسلام کی اقتصادی تعلیم کی برتری ۱۲۹
اسلام سے افریقن احمدیوں کا عشق ۱۷۹
اسلام کی طرف سے یورپ،کینیڈا،امریکہ متوجہ ہو رہا ہے ۴۱۵
جبراً اسلام چھڑوانے والوں سے ایک سوال ۳۰۶
اسلامی تعلیم اہلیت کے مطابق تقرریاں کرتی ہے ۳۹۰
اسلام کے حق میں دنیا میں انقلاب پیدا ہو رہا ہے ۴۰۹
اسلام ایک عظیم مذہب ہے ۴۱۵

انصاراللہ

انصاراللہ کی ذمہ داریاں ۱
کوئی عادت نہ ڈالیں ۸
انصاراللہ کا دائرہ کار ۴۰
اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو ۴۳
انصاراللہ کا مقام ۵۳
انصاراللہ کی شناخت ۵۹
قربانیوں کے لئے اگلی نسل کو تیار کرنا ۶۱
رسالوں اخباروں کو پڑھنا اور پڑھوانا ۶۶
غلبہ اسلام کے لئے اگلی نسل کی تربیت ۱۷۳
دنیا کی رنگینیوں کی طرف راغب نہ ہو ۱۹۲
مسابقت کی روح پیدا کریں ۱۹۳
اپنے بیٹوں کی تربیت کریں ۱۹۴
انصاراللہ اور اشاعت قرآن ۲۱۱
انصاراللہ میں انتظامی تبدیلیاں ۲۶۷
انصاراللہ کی دو صفیں ۲۶۸
انصاراللہ میں نائب صدر صف دوم ۲۶۸
انصاراللہ میں صدر اور نائب صدر کے علاوہ چار
نائب صدر ہوں ۴۶۲

انصار اللہ میں بیس ہزار سائیکل سوار چاہئیں ۲۶۹
انصار اللہ کا بڑا کام قرآن کریم کی تعلیم دوسروں
تک پہنچانا ہے ۲۷۳
چوکس رہ کر ماحول کا جائزہ لیں ۲۹۹
خاندان کا ہر فرد اردو پڑھنا جانتا ہوں ۳۲۴
انصار اللہ جوانوں کے جوان ہیں ۳۵۵
اولاد کے کانوں میں دین کی باتیں ڈالیں ۳۶۰
اپنی زندگیاں اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالیں ۳۹۰
انصار اللہ کی بہترین ورزش سیر کرنا ہے ۴۶۷
مرکز میں کثرت سے آنا، خلافت اور مرکز سے وابستگی رکھیں ۶۷
انصار اللہ وقفِ عارضی میں شامل ہوں ۶۸
آپ اپنی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں جواب دیں گے ۹۳

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مہدی علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ خود کریں اور کروائیں ۳۹۰
کتب حضرت مسیح موعود پڑھنے کا طریق ۳۲۹
کتب حضرت مسیح موعود پڑھنے سے عربی کا معیار بلند ہوگا ۳۲۹
مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود ضروری ہے ۳۲۳
انصار اللہ کے مرکزی امتحانات ۴۲۵
رسائل اور کتب کا مطالعہ کریں ۶۵

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی صفات میں تضاد نہیں ہے ۴۵۶
اللہ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے ۴۵۶
ہر عیب سے پاک ہے ۴۶۶
صفات کے دو بنیادی پہلو ۴۵۱
عزت اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے ۴۶۸
اللہ تعالیٰ کی خشیت دل میں پیدا کریں ۱۸۳
رحمانیت کے جلوے ۲۲۲
اللہ کے فضل سے سارے کام ہوتے ہیں ۱۳
صفات باری تعالیٰ ۴۸
اللہ تعالیٰ کی صفت سے مشابہت اختیار کرنا نیکی ہے ۴۹
اللہ تعالیٰ کی ام الصفات ۱۴۵
اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق کیلئے اس کی صفات کو سمجھنا ضروری ہے ۱۵۳
صرف اللہ ہی دینے والا ہے ۴۴۹
ہر چیز میں اللہ کی شان نظر آتی ہے ۴۳۵
اللہ تعالیٰ کا ایک خاص قانون جاری ہے ۳۱۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسواک کرنے کا طریق ۳۶۱
ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کیلئے مبعوث ہیں ۳۳۳
ہر شخص سے اس کی عقل کے مطابق بات کرو ۳۹۰
آپ کی اتباع کی اہمیت ۴۳۰
آپ سے ہر وہ فیض حاصل کیا جا سکتا ہے جو پہلے دنیا نے
براہ راست خدا تعالیٰ سے پایا ۴۴۴
آپ ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ۴۴۶
آپ کسی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے ۲۹۷
آپ کے اخلاق دیکھنے ہوں تو قرآن کو دیکھ لو ۲۴۷
آپ حد درجہ محبت کرنے والے تھے ۲۴۸
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وجود ہے جو اعظم ہے، محسن اعظم،
معلم اعظم، مجدد اعظم، رحمۃ للعالمین، جرنیل اعظم ۲۶۰
آپ تمام انسانوں سے افضل ہیں ۲۹۱
آپ کے اسوہ حسنہ کو اختیار ضروری ہے ۲۹۱
آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی انسان کو خدا کا
مقرب بنا دیتی ہے ۲۹۴

آپ کی قوتِ قدسیہ قیامت تک کے لئے ہے ۲۵
اسلام کے نور سے دو چیزیں مراد ہیں۔قرآن کریم کا نور اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ۸۲
مسجد نبوی تعمیر میں حصہ لیا ۱۴۱

توازن

مجلس توازن کا قیام ۴۶۴
ہمارے اندر توازن پیدا ہونا ضروری ہے ۴۶۲
کائنات میں توازن ہے ۴۵۶۔۴۵۷
متوازن غذا ضروری ہے ۴۳۶۔۴۵۷

جماعت احمدیہ

دین کے کاموں سے محبت کرنے والی جماعت ۲۹۷
ہر احمدی کا آئینی حق ۳۰۲
عشق الٰہی سے سرشار رہنے والی جماعت ۳۰۷
دلوں میں قرآن کریم کی عظمت گاڑ دی گئی ہے ۳۱۰
روح کو آنحضرت کے عشق اور پیار سے بھر دیا ہے ۳۱۱
احمدیت کی ترقی کی رفتار ۳۶۱
اللہ تعالیٰ کی خشیت دل میں پیدا کرو ۱۸۳
بے لوث خدمت کا جذبہ ۲۰۴
بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے ۲۲۵
تمام بنی نوع انسان کی خادم بننا ہے ۲۳۳
اپنے دائرہ خدمت کو بڑا وسیع کریں ۲۵۳
حقوق العباد کس طرح ادا کرنے ہیں ۴۸
کسی مخلوق کو تکلیف نہیں پہنچانی ۱۲۸
غریبوں کا سہارا بنیں ۱۳۵
لوگوں کے کام کیلئے ان کے ساتھ جاؤ ۱۳۷
منعم علیہ کا دوسرا گروہ آخرین مسیح موعود کی جماعت ہے ۳۴۹
احمدیت کے لحاظ سے اس زمانہ کی دو خصوصیات ۱۲۴
جماعت احمدیہ نے تمام بنی نوع انسان کے
حقوق ادا کرنے ہیں ۱۶۵
ہماری جماعت کو اسلام کا نمونہ بننا ہوگا ۳۳۱۔۳۳۲
الٰہی جماعتوں پر ابتلاء روحانی رفعتیں دینے کیلئے آتے ہیں ۳۶۷
صحابہ کرام کا نمونہ پیدا کریں ۳۶۸
جماعت احمدیہ کی نمایاں صفات ۳۶۹
ملکی قوانین کا احترام کرو ۹۲
جماعت احمدیہ قانون شکنی نہیں کرتی ۳۷۲
اپنے نفسوں اور اولادوں کو آگ سے بچاؤ ۴۱۹
کوئی احمدی بچوں کی تربیت سے غافل نہ رہے ۴۲۶
صفات حسنہ کا رنگ اپنی زندگی پر چڑھائیں ۴۶۱
جماعت احمدیہ کے افراد کو دنیا میں سب سے زیادہ
صحت مند ہونا چاہئے ۲۶۷
احمدی ڈاکٹروں کی قربانی ۲۰۷
خدائی جماعتیں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتیں ۲۱۸
متواتر جدوجہد اور الٰہی رحمت ۲۱۹
شیطان اور اسلام کی عظیم جنگ میں ہمارا کوئی پہلو بھی
کمزور نہیں ہونا چاہئے ۲۶۷

خلافت

رسالہ وصیت میں دو نظام بیان فرمائے ہیں۔دوسرا نظام
نظامِ خلافت ہے اور یہی جماعت کا مرکزی نقطہ ہے ۳۵۱
قدرتِ ثانیہ کے ظہور کا سلسلہ قیامت تک ممتد ہے ۳۵۱
بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کے لئے مرکزی نقطہ
خلافت احمدیہ کا قیام ۳۵۲
احباب جماعت کا خلیفہ وقت سے تعلق اور مثالیں ۴۱۷

قیام خلافت کا وعدہ ۱۹۱

خلیفہ وقت اور جماعتی قربانیاں ۲۰۱

خلیفہ وقت کے منشاء کے مطابق کام کریں ۶

خلافت کی برکات ۲۵

خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے ۴۵

خلیفہ پر اعتراض کرنا کسی انسان کا کام نہیں ۴۵

خلافت کی روشنی اور خلیفہ وقت کی روشنی ۴۹

خلیفہ وقت کے دل میں افراد جماعت کی محبت ۷۲

خلیفہ وقت کا وجود اور جماعت کا وجود ایک ہی وجود ہے ۷۳

نظام خلافت ۹۴

خلافت اور تجدید دین ایک ہی چیز کے دو نام ہیں ۹۵

خلافت کے معنی ۹۵

آیت استخلاف میں خلافت کے قیام کا وعدہ ۹۵

خلافت راشدہ کا سلسلہ جاری رہے گا ۱۰۹

دائمی خلافت کا خدا تعالیٰ وعدہ دے چکا ہے ۱۹۱

جو شخص خلافت راشدہ کے دامن کو چھوڑتا ہے اس پر خدا تعالیٰ
اپنی حقارت کی نظر ڈالتا ہے ۱۱۸

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

انسان کو چار قسم کی خوشی دی گئی ۱۴۷

فرقان بٹالین کا واقعہ ۷

مجھے ایک لاکھ سائیکل سوار چاہئیں ۲۶۹

ضلع سب سے زیادہ گاؤں سے ملاپ کرے گا انعام دوں گا ۲۷۱

دوست کی دوستی کی مثال ۱۳۷

زیادہ معزز وہ ہے جو عاجزانہ راہیں اختیار کرے ۱۷۰

ریڈ انڈین ۱۵۳-۲۰۴

شرف انسانی کا قیام ۱۳۳

لاہور کے وکلاء کو پانچ دوست بنانے کی ہدایت ۱۳۳

ایک صحافیہ کا سوال ۳۷۸، ۴۳۶

مکئی کی کاشت ۱۵۹

منذر خواب ۵۳

افریقہ میں ہیلتھ سنٹر ۲۰۳، ۲۰۸

کونسل اور چرچ کو دعوت ۳۸۳

امریکن ریسرچ سکالر کا بیان ۲۰۵

عیسائیت کا ساری دنیا پر غالب ہونے کا خواب ۵۷

عیسائیوں کو ہدایت کہ کسی احمدی سے کتاب نہیں لینی ۲۶۲

عیسائی حضرت مسیحؑ کے صلیب پر جان دینے کے خلاف
کتب لکھ رہے ہے ۵۸

زوجین کے معنی ۴۵۸

مرد کا یہ فرض ہے کہ وہ عورت کی قوتوں کی صحیح نشوونما کرے ۲۷۴

زنک کے بارے میں ریسرچ ۳۳۶

اپنے گھروں میں کوئی نہ کوئی پھل دار درخت ضرور لگائیں ۳۵۹

یورپ کے ہر ملک میں مشن قائم ہو جائے ۳۷۴

الحمراء کے محل کی حیران کن باتیں ۴۳۳

پاکستان کی حفاظت وسالمیت کے لئے مساعی ۲۲۰

مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا حکم ۴۲۳

معروف عذر کے بغیر بھی نمازیں جمع کرنے کی سنت ۲۹۸

فولڈروں کی اشاعت ۴۲۰

خدا تعالیٰ سے تجارت اور غیر معمولی برکت ۲۰۲

جماعت احمدیہ نے غیر احمدی سینکڑوں بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ۲۱۶

ایک مزدور کا بچہ وکیل بن گیا ۲۱۶

ذہین بچوں کی اعلیٰ تعلیم ۲۱۶

ذیلی تنظیمیں

ذیلی تنظیموں کی غرض ۳۹

ذیلی تنظیموں کا آپس میں تعلق ۴۶۳

خدام الاحمدیہ کے لئے کھیلوں کا پروگرام ۴۶۶
بغیر تھکے ایک دن میں سو میل سفر کرسکو ۲۶۷
خدام الاحمدیہ سے ۷۰ ہزار سائیکل سوار چاہئیں ۲۶۹
خدام الاحمدیہ کا دائرہ کار ۴۰

اطفال الاحمدیہ

اطفال الاحمدیہ ۲۶۰،۲۵۹
اطفال الاحمدیہ کی دو صفیں ۲۶۹
اطفال میں دس ہزار سائیکل سوار چاہئیں ۲۷۰

لجنہ اماء اللہ

لجنہ اماء اللہ ہر تحصیل میں کلب بنائے ۴۶۶
لجنہ نے پچاس سالہ جشن پر ایک لاکھ روپیہ پیش کیا ۲۵۲

صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایک بزرگ صحابی کا واقعہ ۳۶۴
اسلامی مجاہدین کی جنگی مہارت ۲۶۸
صحابہ کی قربانیاں ۱۰
صحابہ پر فرشتوں کا نزول ۲۳
صحابہ کرام ۱۵۴
صحابہ کا ثبات قدم اور استقلال ۱۶۰
تیر اندازی کا کمال ۱۹۸

صحت

مصنوعی خوردنی اشیاء نے مغربی اقوام کی صحت خراب کر دی ۳۵۶
گندم کے بیج کے اندر تیل ہوتا ہے جو دل کے لئے مفید ہوتا ہے ۳۳۷
آٹے کے چھان میں بڑی طاقت ہے ۳۵۸
دیہاتی چکیوں کا پسا آٹا کھاتے ہیں تو بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں ۳۵۹
دوست گھروں میں چکیاں رکھیں تازہ آٹا کھائیں ۳۵۹
بیماریوں کا سستا علاج ۹
دوائی کی پوری خوراک لیں تب فائدہ دیتی ہے ۲۵۳
پانی ابال کر پئیں ۲۵۶
غذا کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے ۴۵۸
زنک کے بارے میں ریسرچ ۳۳۶
اتنا کھائیں جتنا کہ ہضم کرسکیں ۴۳۷
جسمانی طاقت اور مہارت میں کمال حاصل کریں ۴۳۹
جماعت احمدیہ کے افراد کو سب سے زیادہ صحت مند ہونا چاہئے ۴۶۷
جسمانی طاقت ۱۹۸
قویٰ میں تدریجی نشوونما ۱۹۹
صحیح نشوونما کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے ۱۹۹

قرآن کریم

قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک ۵
قرآن کریم پڑھانے کے لئے واقفین عارضی بھیجے جائیں ۷۲
تین سال کے اندر ہر احمدی کو قرآن کریم پڑھا دیں ۷۰
قرآن علوم کا حصول برکات الٰہی کا ذریعہ ہے ۶۹
قرآن کریم کا نور خلافت سے وابستگی سے حاصل کیا جاسکتا ہے ۵۰
قرآن کریم میں ہر قسم کی خیر و برکت کے سامان ہیں ۴۷
قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرو ۴۳
قرآن کریم سیکھیں ۴۳
قرآن کریم کے علوم اپنی نسلوں کے دلوں میں قائم کرو ۳۳
قرآن کریم کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش کرو ۲۲
قرآن کریم پڑھانے کی طرف سو فیصدی توجہ دیں ۱۴
قرآن کریم کتاب مبین ہے کتاب مکنون بھی ۲۸۰

قرآن کریم کے مختلف تراجم ۲۷۹

قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے ۲۵۰

ہم نے قرآن کریم کی مٹھاس اپنی زبان سے چکھی ہے ۲۵۰

قرآن کریم کا حکم کہ قوتوں کی نشوونما ہونی چاہیئے ۲۳۰

اشاعت قرآن کی خواہش اور افضال الٰہیہ ۲۱۷

قرآن کریم میں ہر فتنہ کا علاج ہے ۲۱۳

قرآن کریم کا مخاطب ہر انسان ہے ۲۱۲

قرآن کریم کی رہنمائی محنت کا صحیح نسخہ نکلنے کے متعلق ۲۰۰

قرآن کریم نے مومنوں کو دو عظیم الشان بشارتیں
قیام خلافت اور نزول ملائکہ ۱۹۰

قرآن کریم خاتم الکتب ہے ۴۴۴

قرآن کریم پر غور کریں ۴۳۶

قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے ۳۲۲

قرآن کریم تعلیم قیامت تک ہے ۳۲۰

قرآنی تعلیم کا حیرت انگیز اثر ۳۰۷

قرآن کریم اور ارتداد ۳۰۷

قرآن کریم کا دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ کا مطالبہ ۳۷۱

دس لاکھ قرآن کریم امریکہ میں تقسیم کیا جائے ۳۷۶

پاکستان کے ہر گاؤں میں ہمارا چھپا ہوا قرآن کریم پہنچ جائے ۲۵۲

کفن مسیح یا مقدس چادر

کفن مسیح یا چادر مسیح پر تحقیق ۳۲۶-۳۸۱

کسر صلیب ۳۷۹

قبر مسیح پر تحقیق ہونی چاہیئے ۳۸۶

حضرت مسیح موعودؑ و مہدی موعود

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض ۲۲

حضرت مسیح موعودؑ اور پہلے مجددین ۱۰۴

امت محمدیہ میں ہمیشہ ایک مطہر گروہ پیدا ہوتا رہے گا ۹۴

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو کیوں دکھ دیئے جاتے ہیں ۲۰

حضرت مہدی علیہ السلام کو فنا فی محمد کا مقام حاصل ہے ۲۹۲

حضرت مہدیؑ کے ذریعہ سورہ فاتحہ کی جامع تفسیر ملی ۲۸۷

حضرت مہدی موعود کا عیسائیت کو چیلنج ۲۸۶

امام مہدی کا مقام حَکَم کی تفسیر ۲۸۲

حضرت مہدیؑ نے کما کی تفسیر فرمائی ۱۰۰

مہدی موعود نے اعلان فرمایا' قرآن کریم کی
کوئی آیت منسوخ نہیں ۲۷۷

قرآن کریم میں سات سو سے زائد احکام ہیں ۲۴۱

حضرت مسیح موعود کی کامیابی کا ثبوت ۱۸۳

مہدی کے ذریعہ آخری زمانہ میں کامل غلبہ ہوگا ۴۵۳

حضرت مسیح موعود کو خدا نے ایک ہزار سال کے امتی نبی
اور مجدد آخر زمان بنایا ہے ۴۴۷

حضرت مسیح موعود آنحضرتؐ کا عکس کامل تھے ۴۴۶

حضرت مسیح موعود کا احادیث کی صحت بارے اصول ۳۴۳

مہدی کا زمانہ ۳۲۲

حضرت مسیح موعود کے بلعم باعور کے بارے میں حوالے ۲۹ تا ۳۲۰

حضرت مسیح موعود کی صداقت کیلئے سورج اور
چاند گرہن کا نشان ۲۸۳

حضرت مسیح موعود کا فرمانا کہ میرے بعد اب اس قسم کا کوئی ولی نہیں
پیدا ہوگا جس قسم کے مجھ سے پہلے پیدا ہوتے رہے ہیں ۱۰۶

مومن کی علامات

یاددہانی کروانا مومن کی علامات ہے ۳۲۰

سچے مومن سے تین وعدے ۳۹۳

مومن کی ۹ صفات ۳۹۴-۳۹۶

مومن بزدل نہیں ہوتا ۱۸۳
مومن کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے اترتے ہیں ۱۹
مومن امتحانوں میں ڈالے جاتے ہیں ۱۹
مومنوں کو دو بشارتیں قیامِ خلافت اور نزول ملائکہ ۱۹۰

منافق

قرآن کریم نے نفاق کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے ۲۳۵
سال میں ایک دو بار منافقوں کو آزمائش میں ڈالنے کا حکم ۲۳۶
منافقوں کی نگرانی کرنی چاہیئے ۲۳۵
الٰہی جماعتوں میں منافقوں کا وجود ضروری ہے ۲۳۵
منافق کی ایک علامت ۲۳۹
منافق اسلامی احکام سے جان چھڑواتا ہے ۲۴۰
شکوک وشبہات سے منافق میں کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں ۲۴۳
منافق کامل یقین پر قائم نہیں ہوتا
منافق دنیا کی چھوٹی چھوٹی لذتوں کا شکار ہوتا ہے ۲۴۵
منافق شیطان کا دوست بن جائے ۲۴۶
منافقوں کے بارے سورہ حدید میں تین باتیں ۲۳۷

نبوت

انبیاء کی بعثت کا مقصد ۱۷
امتی نبی کے معنی ۴۴۵
نبی اور امتی نبی میں فرق ۴۲۸
نبی اور رسول کی اصطلاح کے معنی ۴۴۴
کیا کوئی نبی آ سکتا ہے ۴۳۰
توریت کی تائید کیلئے ایک وقت میں
چار چار سو نبی بھی آئے ۹۹
بنی اسرائیل کے انبیاء ۴۴۱
منعم علیہ کے دو گروہ ۳۲۶

وقف عارضی

وقف عارضی ۵
ایک ہزار واقفین عارضی ملے ہیں ۶
واقفین اپنا کھانا خود پکائیں ۶
صحیح معنوں میں واقفین عارضی جائیں ۱۲
واقفین دین ۱۰
وقف عارضی میں انصار اللہ شامل ہیں ۶۸

متفرق امور

وقف جدید ۲
صدر انجمن احمدیہ ۲
تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھیں ۲
نصرت جہاں ریزرو فنڈ ۲۵۲،۲۰۴،۲۰۲
فضل عمر فاؤنڈیشن ۲۵۲،۲۰۱
صد سالہ جوبلی منصوبہ تفصیلات ۲۷۳
جوبلی منصوبہ کے تین پروگرام ۳۹۶

اسماء

ا
ابن رشد ۳۴۳
ابن عربی ۲۷۷
ابن ماجہ ۳۴۱
ابوحنیفہ، امام ۳۴۲
ابوبکر ۲۵، ۲۶، ۲۶۱
ابوداؤد ۳۴۱
ابوالعطاء، مولانا ۴۲۸
احمد بن حنبل، امام ۳۴۲
احمد خاں نسیم، مولانا ۴۰۹
آئن سٹائن ۲۲۸
ب
بخاری امام ۲۸۲، ۳۹۱
بشیر احمد رفیق، امام ۵۸
بشیر احمد، ڈاکٹر ۲۰۷
بلعم باعور ۲۹
بھٹو، ذوالفقار علی
سابق وزیر اعظم پاکستان ۳۰۱، ۳۶۵
ت
ترمذی امام ۳۴۱
چ۔ح۔خ
چراغ الدین جمونی ۷۴
چنگیز خاں ۱۵۳
حسن بصری، حضرت ۳۳۹
حسن عسکری، امام ۳۳۹
خالد بن ولید ۱۱، ۱۹۸، ۲۶۶، ۴۳۸، ۴۳۹
خولہ (حضرت) ۲۷۳
د۔ز۔ش۔ض۔ظ
داتا گنج بخش، حضرت ۴۴۲
دوست محمد شاہد، مولانا ۳۰۱
زید عدنی مدنی، حضرت ۳۲۹
شافعی، امام ۳۴۲
ضیاء الدین، ڈاکٹر ۴۱۲
ظفر علی خاں، مولانا ۱۷۹
ظفر اللہ خاں، چوہدری ۳۲۸، ۴۰۵
ع
عائشہ، حضرت ۲۴۷، ۴۳۰
عبدالسلام، ڈاکٹر ۸۰، ۲۲۸
عبدالحق مرزا، حضرت ۱۸۹
عبداللہ سجستانی ۳۳۹
عبدالرحمٰن مغربی ۳۳۹
عثمانؓ، حضرت ۲۷۷
عثمان بن فودی ۱۸۱، ۳۴۱، ۴۱۳
عطاء اللہ کرنل ۲۰۱
عطاء بن دینار، حضرت ۳۳۹
عماد الدین پادری ۳۸۰
عمر فاروقؓ، حضرت ۲۳، ۲۷۳
عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ۴۴۳
ق۔ک
قاسم الدین بابو ۳۰۴
قطیبہ بن شریح ۳۳۹
کسریٰ ۲۶۵، ۲۶۶
کمال یوسف، امام ۶۶
م
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ستر سے زائد خدائی صفات کو پیش کیا ۴۸
کھانے کا ایک لقمہ بھی قانع نہ ہو ۴۹
مطہرین کے سردار تھے ۹۴
مجدد اعظم آپ کے سوا کوئی نہیں ۹۷
خلافت عظمیٰ آپ کو حاصل ہے ۹۸
ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا اب بھی جاری ہے ۱۰۵
دشمنوں سے حسن سلوک ۱۶۱
اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم تھے ۱۵۴
آنحضرتؐ کی مجلس کا رنگ ۱۶۰
آپ کی دوستی کے نمونے ۱۳۹
کسی کا کام کرنے میں عار نہ کرتے ۱۳۱
آپ کی سیرت کے متفرق واقعات ۱۳۱
آنحضرتؐ بطور محسن اعظم ۱۲۶
آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۰
آنحضرتؐ کا مقام اور سیرت کے بعض پہلو ۱۱۹
حضرت مسیح موعود علیہ السلام
مجدد صدی بھی میں مجدد الف آخر بھی ۱۰۷
حضرتؐ سے کامل مشابہت رکھتے ہیں ۱۰۱
مالک امام ۳۴۱، ۳۴۲
محمد بن قاسم ۳۴۷
محمود احمد سید میر ۴۳۴
مسلم (امام) ۳۴۱
مصلح موعود، حضرت ۲

دورہ سندھ ۷۶
انصار اللہ کی بنیاد ۱۹۴۳ء ۶۵
ظفر علی خاں کا علاج کر دیا ۱۷۸
دعا گوؤں کے متعلق خطبے دینے پڑے ۱۹۶
زکیٰ لفظ کے پندرہ سولہ معنے بتائے ہیں ۲۷۹
منصورہ بیگم ۴۳۴
منور احمد مرزا شہید ۱۹۶

ن۔و۔ہ۔ی

ناصر احمد مرزا خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۱۸۹
فرقان فورس کا واقعہ ۷
عادی ہونے کا واقعہ ۸
جیل میں خراب آٹے کی روٹی ۸
احمدی خاتون کو رؤیا میں آپ سے
دعا کرنے کی تحریک ۵۴
قبولیت دعا بچہ کی پیدائش ۵۵
قبولیت دعا کا واقعہ ۵۴، ۳۲۷، ۴۱۸
سکھ نے دعا کے لئے لکھا ۲۵۵
عاجزی کا مقام ۷۷
سفر یورپ ۱۹۶۷ء کی کامیابی ۷۷
دورہ افریقہ ۱۹۷۰ء کی تفصیلات ۱۸۰، ۱۸۲
چینی سفیر سے ملاقات ۴۶۳
کالج کے پرنسپل کے دوران کا واقعہ ۴۶۷
طالب علمی کے زمانے میں آدھی رات
تک پڑھتے رہے ۲۲۷
۱۹۷۰ء میں سپین میں سخت تعصب تھا ۴۰۴
تفصیلات سفر یورپ ۲۶۱
ساؤتھ افریقہ ساؤتھ افریقن کا ہے ۳۷۰
بیت الذکر الاہور کا افتتاح ۴۰۷
گورنمنٹ کالج میں تعلیم کا واقعہ ۴۷۰
آکسفورڈ میں تعلیم کا واقعہ ۲۶۴
آکسفورڈ میں خرید سائیکل ۲۷۰
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نکتہ میرے
سات خطبات کی بنیاد بنا ۲۹۰
۱۹۶۷ء میں ڈنمارک میں ۲۸۶
۱۹۷۴ء میں اسمبلی میں سوال
کیا مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں ۴۲۸
قومی اسمبلی میں سوال و جوابات ۴۱۸
۱۹۷۴ء کے حالات اور وسع
مکا نک کا الہام ۴۰۶
نائیجیریا اور غانا کے دورہ کی تفصیلات ۴۱۱
۱۹۷۰ء میں اللہ تعالیٰ نے زبان پر
القاء فرمایا ۴۰۴
میں سیاسی آدمی نہیں ہوں مذہبی
آدمی ہوں ۳۷۱
ایک وقت میں ایک چھٹا نک
آٹا کھاتا ہوں ۳۵۹
سفر سپین کی تفصیلات ۴۰۲
نسیم مہدی ۴۰۹، ۴۲۶
نوری ڈاکٹر مسعود الحسن ۲۰۷
نذیر احمد برق ۷۵
نسائی ۳۴۱
نصرت جہاں ۶۶
ولی اللہ شاہ محدث دہلوی ۲۷۷
نور الدین مولوی ۹
یعقوبو گوون ۱۸۵، ۱۸۶، ۲۰۴

مقامات

ا

اٹک (کیمبل پور) ۴
آسٹریا ۴۴۶
آسٹریلیا ۵۵، ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۷۳
افریقہ ۵۴، ۵۵، ۱۸۴، ۲۰۸، ۲۲۳، ۲۲۷، ۲۶۱
(افریقہ مشرقی) ۱۵۸
(افریقہ مغربی) ۱۷۹، ۲۰۳
افغانستان ۳۲۷
اکرا (غانا) ۴۱۴
آکسفورڈ ۲۷۰
الارو (نائیجیریا) ۴۰۷
امریکہ ۵۵، ۱۵۳، ۱۹۶، ۲۱۰، ۲۲۳، ۲۲۷، ۳۷۶، ۴۴۱
اندلس (سپین) ۴۴۳
انگلستان ۲۱۰، ۲۲۴، ۳۵۶
آئس لینڈ ۲۲۴
ایشیاء ۱۵۳

ب

بخارا ۳۳۹
بلوچستان ۲۷۶
بو (سرالیون) ۱۸۰
بیلجیئم ۳۷۵

پ

پاکستان ۳، ۲۲۰
پٹنہ (خدابخش لائبریری) ۲۷۷
پشاور ۳۲۵

ت۔ٹ

تھرپارکر ۲۶۸
ٹیچی من ۲۰۵، ۲۰۶

ج

جرمنی ۲۱۰
جزائر ۱۵۳

ح

حیدرآباد ۲۶۶

ڈ

ڈنکرک ۲۶۶، ۴۰۶
ڈنمارک ۶۶
ڈیٹن (امریکہ) ۳۷۲

ر

ربوہ ۴
روس ۲۲۹، ۲۳۰، ۳۱۳

س۔ش

سالٹ پانڈ ۴۱۴
سیرالیون ۱۸۱، ۲۰۹
سپین ۳۴۷، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴
سٹاک ہام (سویڈن) ۳۸۶، ۴۳۶
سرگودھا ۲۷۱، ۲۷۲
سکوتو (نائیجیریا) ۲۰۹
سمرقند ۳۳۹
سویڈن ۳۷۸، ۴۰۶
سوئٹزرلینڈ ۲۱۰، ۳۷۸، ۴۲۶
سیالکوٹ ۲۷۱، ۲۷۲
شام ۱۹۸

ط۔ع۔غ

طلیطلہ (سپین) ۴۰۱
عرب ممالک ۱۵۳
غانا ۲۰۸، ۳۲۵، ۴۱۴

ف۔ق۔ک۔گ

فجی ۵۵
فرانس ۳۴۷
فری ٹاون (سیرالیون) ۱۸۰
فلپائن ۵۵
فن لینڈ ۴۰۶
قادیان ۱۳
قرطبہ (سپین) ۴۰۱
کراچی ۱۳۶، ۲۶۷
کشمیر ۳۲۵
کینیڈا ۲۰۹
گوپن ہاگن (ڈنمارک) ۳۰۸
گوٹن برگ (ڈنمارک) ۳۸۶
گیمبیا ۴۰۷

ل۔م

لاہور ۱۳، ۱۳۳، ۳۴۰
لنڈن ۳۲۷
لیگوس (نائیجیریا) ۴۰۷
مالمو (سویڈن) ۳۸۶
ماسکو ۳۴۵
مری ۱۷۹
مکہ مکرمہ ۱۶۰، ۲۶۱
مدینہ منورہ ۲۶۱
میانوالی ۴
میڈرڈ (سپین) ۴۰۱

ن۔و۔ہ۔ی

ناروے ۴۰۶
نائیجیریا ۱۸۱، ۱۸۵، ۲۰۴، ۲۱۰، ۳۷۰
نیروبی (مشرقی افریقہ) ۳۵۵
وا (غانا) ۴۱۴
ہندوستان ۲، ۲۱۶، ۲۲۳، ۴۴۱
یورپ ۵۵، ۱۲۷، ۳۳۱، ۳۶۱